



سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے نامور صوفیائے کرام
کی دینی و اصلاحی خدمات - (۱۸۴۱ء - ۲۰۰۰ء)

مقالہ برائے پی ایچ۔ ڈی

محقق:

مہربان حسین

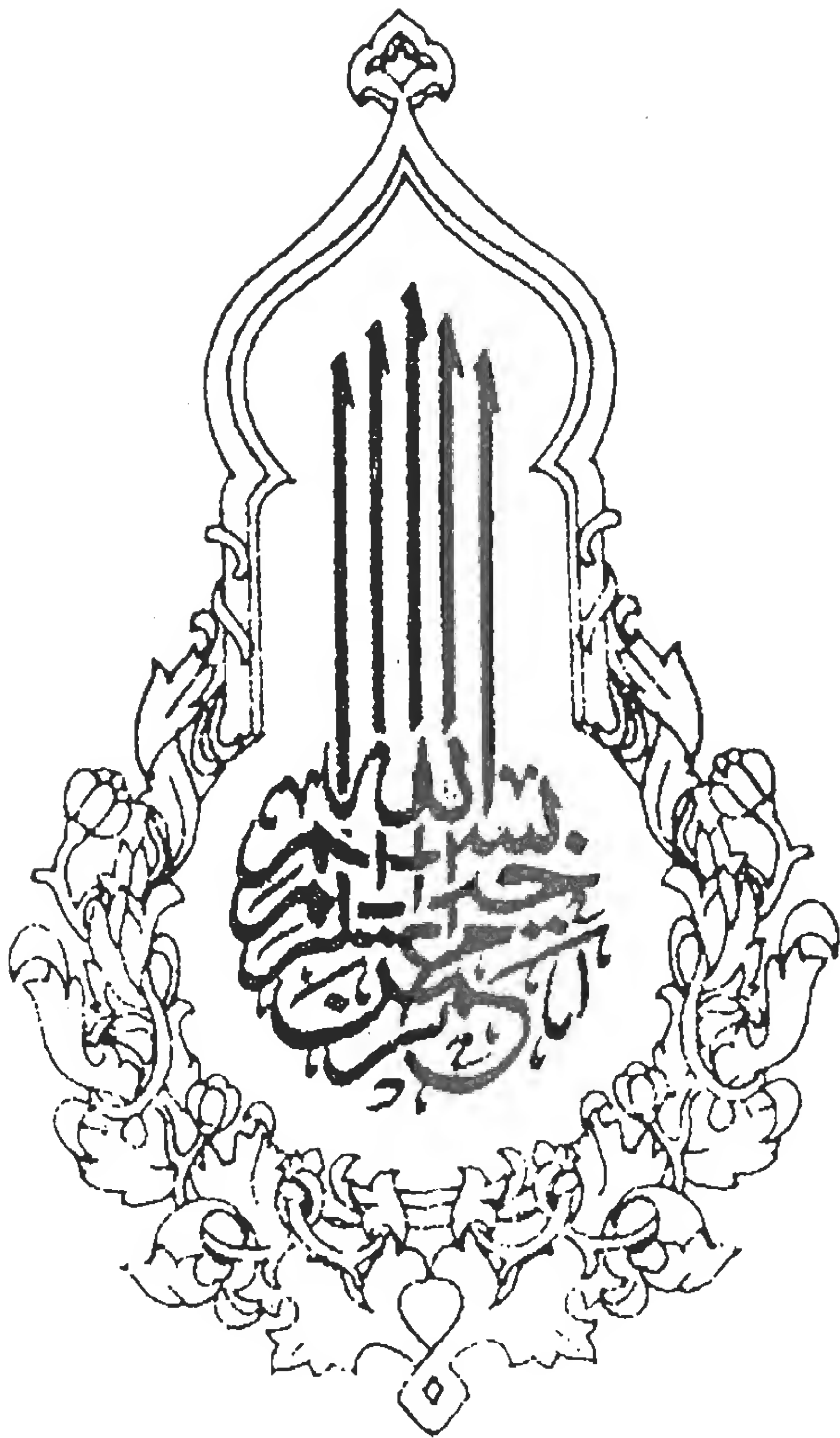
نگران:

پروفیسر ڈاکٹر عبدالرشید

(ستارہ امتیاز)

شعبہ القرآن والسنة کلیہ معارف اسلامیہ جامعہ کراچی۔

۱۴ دسمبر ۲۰۰۶ء





Phone: 4825119
9243131-7/2324

FACULTY OF ISLAMIC STUDIES
UNIVERSITY OF KARACHI
KAR.-75270

Prof. Dr. Abdul Rashid
Sitara-i-Imtiaz

Dated Dec. 18, 2006.

تصدیق نامہ

میں تصدیق کرتا ہوں کہ مہربان حسین ولد نیک محمد نے ”سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے نامور صوفیائے کرام کی دینی و اصلاحی خدمات (۱۸۳۱ء...۲۰۰۰ء)“ کے موضوع پر میری نگرانی میں تحقیق مکمل کر لی ہے۔

پی ایچ ڈی کی سند کے حصول کیلئے یہ مقالہ جمع کرانے کی اجازت مرحمت کی جاتی ہے۔

عبد الرشید
(عبد الرشید)

نگران مقالہ

بسم الله الرحمن الرحيم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ترتیب و تزئین

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
۱	مقدمہ	1.
	باب اول :	2.
۱۷	سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کا تعارف پاکستان کے خصوصی حوالے سے	
	باب دوم :	3.
۴۲	پیر سید محمد لطف شاہ بخاری نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ	
	باب سوم :	4.
۹۷	پیر سید حافظ جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ	
	باب چہارم :	5.
۱۹۶	پیر نظیر احمد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (المعروف موہڑوی سرکار)	
	باب پنجم :	6.
۲۳۷	حضرت مفتی محمد عبداللہ نعیمی رحمۃ اللہ علیہ	
	باب ہشتم :	7.
۲۷۰	حضرت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ (المعروف زندہ پیر گھمکولوی)	
	باب ہفتم :	8.
۳۰۳	پیر سید محمد ابراہیم جان مجددی رحمۃ اللہ علیہ	
۳۲۴	اختتامیہ :	9.
۳۳۳	کتابیات :	10.

مقدمہ

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

موضوع کی اہمیت: تحقیقی مقالہ برائے پی ایچ ڈی مجھے جو موضوع دیا گیا وہ ہے۔ ”سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے نامور صوفیائے کرام کی دینی و اصلاحی خدمت (۱۸۳۱ء۔۔۔۲۰۰۰ء) یہ موضوع کئی وجوہات کی بنا پر انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔

وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَا بِإِلَهِی (۱)

ترجمہ و تفسیر: ان لوگوں کی راہ پر چلو جو میری طرف رجوع لائے۔ اس آئیہ مبارکہ میں اولیائے کرام اور صوفیائے عظام کی اتباع اور ان کی پیروی کا حکم دیا جا رہا ہے۔ اس حکم کی تعمیل اسی وقت ہو سکتی ہے جب ان محبوبان الہی کے حالات اور واقعات اور ان کی سیرت کے مختلف پہلو تحریری شکل میں ہمارے سامنے موجود ہوں تاکہ ان کو پڑھ کر اور سن کر ان کی اتباع کی کوشش کی جائے اور ان کے بتائے ہوئے راستے پر چل کر انسان اللہ کا محبوب اور پیارا بن جائے۔

(۲) ارشاد رسول ﷺ ہے۔ عِنْدَ ذِكْرِ الصَّالِحِينَ تَنْزِلُ الرَّحْمَةُ (۲)

ترجمہ و تفسیر: صالحین اللہ کے نیک بندوں کے ذکر کے وقت اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ معلوم ہوا کہ اللہ کے مقبول اولیاء کا ذکر نزول رحمت خداوندی کا سبب ہے۔ لہذا ان کے تذکرے اور حالات لکھنا پڑھنا، سننا، سنانا یہ سب لائق ثواب باعث مغفرت اور موجب نزول رحمت ہے۔ ایسے فضلاء وقت کے عملی کارناموں، انکی تحریروں اور بیان کے منظر عام پر آنے سے علم و حکمت اور تاریخ و ادب کو فروغ ملتا ہے۔

(۳) وہ اللہ کے پیارے اور مقبول بندے جنہوں نے اپنے اپنے زمانوں میں عصبیتوں اور نفرتوں کے جہنم زار معاشرہ کو اپنے اچھے اخلاق اور اعلیٰ تعلیمات سے چمن زار بنایا۔

(۴) ان کاملوں کے حالات پڑھ کر طلباء کو پڑھنے اساتذہ کو پڑھانے کا والدین کو تربیت کا فرمانرواؤں کو حکمرانی کا سالکوں کو سلوک کا عارفوں کو وصل و معرفت کا طریقہ اور ڈھنگ آ جاتا ہے۔

وجہ انتخاب موضوع: پی ایچ ڈی کے تحقیقی مقالہ کے لئے اس موضوع کو منتخب کرنے کی کئی وجوہات ہیں۔

۱۔ وطن پاک کی سرزمین کو اللہ تعالیٰ نے، اولیاء علماء اور شعراء کی صورت میں بیش بہا جواہر پاروں سے نوازا ہے۔ اگر میں یہ کہوں تو بیجا نہ ہوگا۔ دُنیاۓ علم و عرفان میں شہرت پائیوالے رازی و عزالی، سعدی و جامی اور جنید و شبلی جیسے علم و عرفان کے نجوم تاباں اس خاک میں بھی جگمگا رہے ہیں۔ لیکن ایک جہاں ان کی عظمتوں اور ان کے کارناموں سے آج تک ناواقف ہے۔ لہذا اس تحقیق سے ایک طرف تو علم و حکمت کے ان کواکب درخشاں کی روشنیوں سے سارے جہاں کو منور کرنا مقصود ہے۔ اور دوسری طرف یہ باور کرانا بھی پیش نظر ہے کہ شام و عراق اور شمرقند و بخارا ہی نہیں بلکہ یہ سرزمین پاک بھی ان علم و حکمت کے آفتابوں سے ضیاء بار ہے۔

۲۔ پاکستان کی تہذیب و ثقافت ان کے رسم و رواج اور طرز و بود و باش پر بھی ان صوفیائے کرام کی تعلیمات نے بڑے گہرے نقوش چھوڑے ہیں جو آج تک برصغیر پاک و ہند خاص طور پر پاکستان کے بانیوں میں رچے بسے ہوئے ہیں۔ لہذا یہ امر محتاج وضاحت نہیں ہے کہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے بزرگوں نے برصغیر میں اسلام کی اشاعت شرک و بدعت کی نیخ کنی میں جو کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں وہ ہماری تاریخ کا ایک سنہری باب ہیں۔ حضرت خواجہ باقی باللہ، حضرت مجدد الف ثانی، مرزا مظہر جان جاناں شہید، شاہ غلام علی دہلوی، شاہ احمد سعید، شاہ ابوالخیر دہلوی، میاں شیر محمد شرق پوری، امیر ملت پیر سید حافظ جماعت علی محدث علی پوری، خواجہ غلام مرتضیٰ بریلوی، خواجہ غلام محی الدین قصوری، مولانا غلام دستگیر قصوری، سائیں توکل شاہ انبالوی اور مولانا پروفیسر محمد نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہم کی خدمات جلیلہ سے کون واقعت نہیں یہ وہ ہستیاں ہیں جنہوں نے کفر و شرک کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں نور اسلام کی شمع فروزاں کی اور لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں کی تعداد میں گم گشتگان کو صراطِ مستقیم پر گامزن کیا۔ (۳)

۳۔ پاکستان میں اسلام کی روشنی اور دینی تعلیمات کی کرنیں جو پھیلی ہوئی ہیں وہ کسی فاتح جرنیل کا نہیں بلکہ دلوں کو فتح کرنے والے انہی بوریہ نشین صوفیاء کا صدقہ ہے، بالخصوص نقشبندی صوفیائے کرام کا اس میں بہت بڑا کردار ہے۔ لہذا ان دلوں کے حکمرانوں کے حالات اور مساعی جمیلہ کو تحریر میں نہ لانا پاکستان بالخصوص اسلامی تاریخ کے ساتھ ظلم عظیم ہوگا۔

۴۔ پاکستان میں علوم عربیہ اسلامیہ کی ترویج و اشاعت اور تعلیم و اخلاق کے فروغ میں بھی ان صوفیائے کرام کا بڑا عمل دخل رہا ہے۔ لہذا ان حضرات کے تذکرے پاکستان کی علمی و ادبی تاریخ کی عظمتوں کے اظہار کا ایک

ذریعہ ہیں۔

۵۔ پاکستان کی معاشی، معاشرتی، اخلاقی اور سیاسی اقدار کی اصلاح اور اس کے عروج و ارتقاء میں بھی انہی صوفیائے کرام کی مخلصانہ کوششوں کا بڑا ہاتھ ہے۔ ان اہم نکات کی وضاحت کے لئے ان کے حالات کو قلمبند کرنا اور مطالعہ بے حد ضروری ہے۔

۶۔ ان تمام اہمیتوں اور ضرورتوں کے باعث اس امر کی شدت سے ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ ان اولیائے کرام بالخصوص صوفیائے نقشبند کے حالات کسی ایک مقالہ کی صورت میں جمع کئے جائیں اور اس کے ساتھ ساتھ ان کے علمی دینی، اصلاحی، ادبی، معاشرتی اور سیاسی خدمات کو اجاگر کیا جائے۔ لہذا میں نے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اپنے پیارے نبی ﷺ کی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے اس اہم کام کا بیڑا اٹھایا اور حتی المقدور اس کو پورا کرنے کی کوشش کی۔

ہم پر کرم کیا ہے خدائے غیور نے پورے ہوئے جو وعدے کئے تھے حضور ﷺ نے (۵)

یہ تحقیقی مقالہ سات ابواب پر مشتمل ہے مقدمہ اور اختتامیہ اس کے علاوہ ہیں۔ ابواب کی ترتیب ان صوفیائے کرام کی تاریخ وصال کے مطابق رکھی گئی ہے۔

باب اول: سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کا تعارف پاکستان کے خصوصی حوالے سے۔

باب دوم: حضرت پیر سید محمد لطف شاہ بخاری نقشبندی مجددیؒ

باب سوئم: حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوریؒ

باب چہارم: حضرت پیر نظیر احمد نقشبندی مجددیؒ (موہڑوی سرکار)

باب پنجم: حضرت مفتی محمد عبداللہ نعیمی مجددیؒ

باب ششم: حضرت شاہ (المعروف زندہ پیر)

باب ہفتم: حضرت پیر محمد ابراہیم جان مجددیؒ

۱۔ مقدمہ میں مندرجہ ذیل موضوعات پر نہایت اختصار اور جامعیت کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے۔

(الف) اہمیت تصوف: (قرآن و حدیث کی روشنی میں)

(ب) تعریف تصوف: (صوفیائے کرام کی تصنیفات کی روشنی میں)

(ج) تاریخ تصوف: (اس کے آغاز اور ارتقاء کی تفصیل)

(د) سلاسل تصوف: (نقشبندی، قادری، چشتی اور سہروردی سلاسل کا ذکر)

(ر) سلسلہ نقشبندیہ: (سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی تاریخ صوفیائے کرام کی تصنیفات کی روشنی میں)

(س) نقشبندیہ کی فضیلت:۔ (اس سلسلے کو دوسرے سلاسل پر کئی وجوہ سے فضیلت)

(ص) پاکستان میں نقشبندیہ: (پاکستان میں سلسلہ نقشبندیہ کی اشاعت کی تاریخ)

(ط) اظہار تشکر: (اس مقالہ کی تدوین میں جن اہم شخصیات کا مجھے تعاون رہا اُن کا شکریہ)

۲۔ حالات صوفیائے نقشبندیہ: اس میں نقشبندی صوفیائے کرام کے حالات تحریر کئے گئے ہیں۔ جس میں اُن کے نام، لقب، کنیت، قوم، ذات، ولادت، شجرہ نسب، بیعت و خلافت، شجرہ طریقت، تعلیم و تعلم، ان کے دینی و دنیوی مشاغل و مصروفیات، ان کی صورت و سیرت، ان کے عادات و فضائل، اُن کی کرامات، اُن کے اساتذہ اور ہم عصر اور مربیوں کے احوال اور اُن کی تصنیفات اُن کی علمی، دینی، تبلیغی اور سیاسی خدمات اُن کے فلاحی کام اور اصلاحی خدمات، اُن کے وصال اور مزار وغیرہ کے متعلق جہاں تک تفصیلات دستیاب ہو سکیں وہ حاصل کر کے درج کی گئی ہیں۔

باب اول: (۱) اس باب میں سلسلہ نقشبندیہ کا تعارف پاکستان کے خصوصی حوالے سے سلسلہ نقشبندیہ کے مختلف زمانوں میں اس کے مختلف القاب رہے ہیں۔ اس سلسلہ کی بنیاد گیارہ اصولوں پر رکھی گئی ہے۔ سلسلہ نقشبندیہ کے بانی تاریخوں اور تذکروں میں محمد بن محمد بہاء الدین بخاری جو سلسلہ نقشبندیہ کے بانی قرار دیئے گئے ہیں کا ذکر کیا گیا ہے۔

(۲) حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کے حالات و واقعات جن کی نگاہ رحمت سے علم و عرفان کے ہزاروں گلستان لہلہانے لگے۔

(۳) پاکستان میں سلسلہ نقشبندیہ کی آمد و اشاعت، دینی و اصلاحی خدمات کا خاص طور پر جائزہ لیا گیا ہے۔

(۴) حضرت باقی باللہ پہلے نقشبندی بزرگ ہیں جو پاکستان میں تشریف لائے، اُن کے حالات زندگی، اُن کی

دینی، ملی اور اصلاحی خدمات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ آپ کی تربیت و توجہ سے بہت سے ایسے بلند ہمت اور باصلاحیت

افراد تیار ہوئے جنہوں نے اس مشن کو اور آگے بڑھایا انہیں سرفہرست شیخ احمد سرہندی ہیں۔ جنہوں نے ملت

اسلامیہ کیلئے بے پناہ کارنامے سرانجام دیئے۔ آپ حضرت باقی باللہ کے مرید اور خلیفہ تھے آپ نے اکبر اور جہانگیر کے زمانہ کی بدعتوں، گمراہیوں اور الحادی فتنوں کا مقابلہ کیا اور بادشاہ کو تعظیہی سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔ اس لئے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں، لیکن اپنے مقصد پر قائم رہے۔ آخر کامیاب ہو گئے اور امراء و حکمرانوں کو شریعت کی پابندی پر آمادہ کیا۔ اس طرح ایک انقلاب رونما ہوا۔

(۵) پاکستان کے بہت سے سلاسل تصوف میں نقشبندیہ مجددیہ ایک مختلف منفرد اور ممتاز سلسلہ تصوف ہے کا جائزہ لیا گیا۔ ذکر قلبی اور ذکر ربانی اتباع سیرت طیبہ و کامل اتباع رسول ﷺ اکثر سلاسل تصوف کے روحانی شجرے میں اختتام حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ہوتا ہے لیکن سلسلہ نقشبندیہ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ تک پہنچنے کا طریقہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی ذات گرامی ہے جائز لیا گیا ہے۔ نفس امارہ کو زیر کرنا، ہرات کے بادشاہ اور خواجہ بہاء الدین نقشبند، سلسلہ نقشبندیہ کی حقیقت و خصوصیات اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کے ملفوظات کا جائزہ لیا گیا۔

(۶) اس طرح سلسلہ نقشبندیہ سے وابستہ ان ممتاز و نمایاں صوفیائے کرام کی دینی و اصلاحی خدمات سے لاکھوں غیر مسلم اسلام لے آئے اور ان کی اصلاح ہوئی۔

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زور بازو کا نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں۔ (۶)

۱۔ زیر نظر مقالہ کے باب دوم میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے درویش، کامل، مومن صالح، صوفی باصفا، مرد خدا غوث زمان، قطب دوران کے سوانح حیات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ حضرت پیر سید محمد لطف شاہ بخاریؒ کا تعلق سادات کے معزز گھرانے سے تھا آپ نجیب الطرفین سید تھے اور آپ کا خاندان زہد اور تقویٰ میں مشہور تھا اور آپ کو بڑے شاہ جی کے نام سے پکارا جاتا تھا۔

۲۔ آپ کا تعلق صوبہ پنجاب کے ضلع جہلم سے تھا۔ آپ نے جنگل میں چلہ کشی کی کا خصوصی طور پر ذکر کیا گیا۔ آپ کی پیدائش، تعلیم و تعلم، بیعت، شجرہ نسب، شجرہ طریقت، آپ کے پیر و مرشد خواجہ محمد خان عالم کا ذکر کیا گیا ہے۔

۳۔ آپ کا شمار انیسویں اور بیسویں صدی عیسوی کے نامور صوفیائے کرام میں ہوتا ہے آپ وقت کے قطب تھے۔ آپ کی ساری زندگی احیائے دین تبلیغ و ارشاد اور سلسلہ نقشبندیہ کی خدمت میں گزری۔

۴۔ آپؐ کی دینی، ملی، اصلاحی، فلاحی، روحانی، اخلاقی، مذہبی خدمات کا جائزہ لیا گیا۔

۵۔ آپؐ سچے عاشق رسول ﷺ تھے آپؐ نے تمام بُری رسموں سے منع فرمایا جو عام طور پر لوگوں میں پائی جاتی تھیں۔ کا جائزہ لیا گیا ہے۔ آپؐ نے شریعت محمدی ﷺ کا درس دیا آج بھی آپؐ کے جانشین شریعت محمدی ﷺ پر عمل کر رہے ہیں کا ذکر کیا گیا ہے۔

۶۔ علم تصوف، طریقت شریعت سے باہر نہیں، صوفیوں کا مرتبہ، ذکر و فکر کی دعوت اور علم لدنی کا ذکر آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے علم لدنی سے نوازا تھا۔ آپؐ کو غیبی مدد بھی ملتی ہر روز پانچ روپے تکبہ کے نیچے سے ملتے تھے۔ آپؐ کے معمولات روز و شب ریاضت و عبادت کا جائزہ لیا گیا ہے۔ آپؐ کے اوصاف حمیدہ، مریدین اور بچوں سے محبت، تبلیغ و ارشاد کا اثر اور آپؐ کی کرامات کا جائزہ لیا گیا ہے۔

۷۔ آپؐ کے جنات بھی مرید تھے کا ذکر کیا گیا ہے۔ آپؐ کا انسانوں کے علاوہ جانوروں پر تصرف، عصاء مبارک آپؐ کا عرس مبارک ہر سال مذہبی عقیدت و احترام سے منایا جاتا ہے کا جائزہ لیا گیا۔ آپؐ نے جن مسجدوں و مدرسوں کی بنیادیں رکھی تھیں وہ اب دینی درسگاہیں بن چکی ہیں جہاں ہزاروں طلباء و طالبات دینی و دنیاوی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ کا جائزہ لیا گیا۔ آپؐ کا وصال مبارک، آپؐ کا روضہ انور، آپؐ کے جانشینان، آپؐ کے خلفاء مریدین اور عقیدت مندنا صرف ملک پاکستان بلکہ پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں جو اسلام کی سر بلندی کیلئے کام کر رہے ہیں۔ کا جائزہ لیا گیا ہے۔

۸۔ ہم نے اس تحقیقی مقالہ کا تیسرا باب جو پیرسید جماعت علی شاہ محدث علی پوریؒ کے نام سے مشہور تھے کی دینی، ملی، اصلاحی، فلاحی اور سیاسی خدمات کے حوالے سے قائم کیا ہے اس باب کو نوذیلی ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔

(۱) ابتدائی حالات اور خاندانی پس منظر۔

(۲) دینی و ملی خدمات۔

(۳) اصلاحی و فلاحی خدمات۔

(۴) سیاسی خدمات۔

(۵) ردّ مرزائیت اور مرزا قادیانی کی سرکوبی اور مناظرہ۔

(۶) شخصی خاکہ اور اوصاف حمیدہ۔

(۷) انشاء و خطبات، ارشاد قدسیہ، مکتوبات شریف خطبات، مواعظ۔

(۸) اخلاف کرام خلفائے عظام، سجادہ نشینان۔

(۹) سوانح ایک نظر میں۔

۱۔ حضرت امیر ملت قبلہ عالم محدث علی پوریؒ فی الواقع اس عصر کے غوث، قطب اور مجدد تھے۔ آپ مسند ارشاد و ہدایت پر تقریباً ایک صدی تک رونق افروز رہے۔ اور اس تمام مدت میں احیائے دین، تبلیغ و ارشاد اور سلسلہ نقشبندیہ کی خدمت سرانجام دیتے رہے۔ تفصیل اور جامع سیرت کیلئے تو دفتر بھی کافی نہیں ہو سکتے۔ لیکن میرا مقصد یہ ہے مختصر طور پر آپ کی دینی، روحانی، اخلاقی، مذہبی اور ملی خدمات و فیضان کا ذکر کیا جائے تاکہ موجودہ نیز آئندہ نسلوں کو معلوم ہو کہ بزرگان دین، کالمین، اُمت اور علمائے کرام کا مثالی کردار اور سیرت طیبہ کیا ہوتی ہے۔

۲۔ آپ کا نام و نسب اور خاندانی پس منظر کا جائزہ لیا جس میں بتایا گیا ہے۔ کہ مغل شہنشاہ جلال الدین اکبر کے عہد میں آپ کے آباؤ اجداد شیراز سے ہندوستان میں وارد ہوئے۔ اور علی پور سیداں ضلع ناردرال میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ اسی بزرگ خاندان میں چوتھی جگہ سید کریم شاہ کے ہاں آپ کی ولادت ہوئی جو آگے چل کر امیر ملت، محدث علی پوری اور سنوئی ہند کے نام سے مشہور ہوئے۔

۳۔ آپ کے خاندان کا تذکرہ کتب تاریخ میں ملتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ بڑے نیک، صالح انسان تھے۔ آپ سید زادہ تھے۔ آپ عاشق رسول ﷺ تھے اور حسب استطاعت اللہ کی راہ میں لٹانے والے تھے۔

۴۔ آپ کی تاریخ ولادت اور وصال مبارک کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ علوم ظاہری میں ید طولیٰ حاصل کرنے کے بعد آپ غوث وقت حضرت بابا جی فقیر محمد فاروقی نقشبندی مجددی چورہ شریف ضلع اٹک سے بیعت و خلافت سے نوازے جانیکا جائزہ لیا گیا ہے۔ آپ کی دینی و اصلاحی خدمات پر سیکنز و کتابیں لکھی گئیں جن کی بہت زیادہ پذیرائی ہوئی۔ آپ فنا فی الرسول ﷺ تھے۔ آپ کو سرزمین حجاز سے اس قدر محبت تھی کہ ایک دفعہ مدینہ منورہ میں قحط پڑ گیا تو آپ نے لاکھوں روپے کی رقم بھجوائی، آپ جب حج مبارک اور عمرہ شریف کی ادائیگی کے لئے تشریف لے جاتے تو آپ کے لئے حرم شریف اور روضہ رسول ﷺ کے دروازے کھول دیئے جاتے کا ذکر کیا گیا

ہے۔ آپ کو علامہ اقبالؒ اور قائد اعظمؒ سے بے حد محبت تھی آپ نے ان دونوں بزرگوں کو ولی اللہ کے خطاب سے پکارا کا ذکر کیا گیا ہے۔

۵۔ آپ نے دین متین کی تبلیغ و ترویج کیلئے انجمن خدام الصوفیہ قائم کیں۔

۱۔ اتحاد جمیع سلاسل تصوف۔ ۲۔ اشاعت اسلام تصوف

۳۔ تردید الزامات اسلام و تصوف ۴۔ تردید مذاہب باطلہ کا بھی جائزہ لیا گیا ہے۔

۶۔ آپ نے خلیفہ اسلام سلطان ٹرکی کی مالی مدد کی، مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں دینی مدرسے قائم کئے اور مالی مدد بھی کی، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اور تحریک خلافت کیلئے بھی مالی تعاون فرماتے رہے کا ذکر کیا گیا۔

۷۔ آپ نے احیائے دین اور ترویج شریعت پر جو کام کیا اس کی نظیر انیسویں اور بیسویں صدی عیسوی میں ملنی مشکل ہے۔ آپ نے لاکھوں انسانوں کی اصلاح کی اور ہندوانہ رسموں کا انسداد کیا، اپنے تبلیغ و ارشاد میں حصہ لیا، قومی و ملی خدمات سر انجام دیں، آپ نے دینی مدارس نہ صرف پاکستان بلکہ بیرون ملک میں بھی قائم کئے۔ آپ نے مسجدیں سرائیں، مہمان خانے، کنوئیں، تالاب اور دیگر فلاحی ادارے تعمیر کروائے۔ آپ نے ختم نبوت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ آپ نے ردِ مرزائیت اور مرزا قادیانی کی سرکوبی اور مرزا غلام احمد قادیانی کے موت کے سلسلہ میں جو پیشین گوئی کی، وہ حرف بہ حرف صحیح ہوئی۔ آپ نے حاجیوں کی سہولت کیلئے مدینہ منورہ میں ایک کئی منزلہ عمارت جماعت منزل کے نام سے تعمیر کروائی جو آج بھی موجود ہے۔ آپ کی کوئی سیاسی جماعت نہیں تھی لیکن مسلم لیگ کی حمایت میں قائد اعظمؒ کا ساتھ دیا اور ملک کے کونے کونے میں جلسوں سے خطاب کیا اور تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ آپ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اطاعت خداوندی اور غلامی رسول ﷺ میں بسر ہوا ہے۔ آپ نے تقریباً ایک سو گیارہ سال کی عمر پائی اور آخر دم تک دینی و اصلاحی خدمات سر انجام دیتے رہے کا جائزہ لیا گیا ہے۔

باب چہارم: الحاج پیر نظیر احمد موہڑوی سرکار کے حوالے سے لیا گیا ہے۔

۱۔ اس باب میں پیر نظیر احمدؒ کا نام و نسب اور خاندانی پس منظر کے متعلق گفتگو کی گئی ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ آپ کے والد کا مقام اہم صوفیائے کرام میں تھا۔ آپ کا تعلق علاقہ پھوار کے کیانی خاندان سے تھا۔ آپ کے والد

حضرت خواجہ محمد قاسم موہڑوی سرکار وقت کے ولی کامل تھے آپ کیلئے مشہور تھا کہ آپ ولایت بانٹا کرتے تھے۔ آپ کے لاکھوں مرید و عقیدت مند تھے۔ برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کو آپ نے قلبی و عکسی انوار سے مستفیض فرما کر رشد و ہدایت کی راہ پر چلایا۔ آپ کے غلاموں کا سلسلہ برصغیر سے پھیلتا ہوا۔ ایران، عرب اور کشمیر کے راستے تبت چین اور ترکستان تک جا پہنچا کا جائزہ لیا گیا ہے۔

۲۔ آپ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے جلیل القدر چشم و چراغ ہیں آپکا شجرہ نسب ایران کے مشہور کیانی خاندان سے ملتا ہے۔ ایران فتح ہونے کے بعد آپ افغانستان کے راستے تبت پہنچے اور کچھ عرصہ بعد کشمیر آگئے اور مرشد کریم کے فرمان کے مطابق موہڑہ شریف تحصیل کوہ مری ضلع راولپنڈی میں آباد ہوئے آپ کی ولادت موہڑہ شریف میں ہوئی اور موہڑوی سرکار کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد خواجہ محمد قاسم سے حاصل کی اور اعلیٰ دینی تعلیم کیلئے نامور علماء کی خدمات حاصل کی گئیں۔ آپ حضرت خواجہ پیر نظام الدین کیانی سے بیعت ہوئے اور مرشد کریم نے روحانی و باطنی فیض سے نوازا کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے۔

۳۔ آپ ۱۸۹۴ء سے ۱۹۰۶ء تک حالت جذب میں رہے۔ ۱۹۱۲ء میں ولی عہد کا خطاب ملا، ۱۹۲۵ء میں آپ کی دستار بندی کی گئی۔ آپ ۱۹۳۰ء سے ۱۹۳۵ء تک علاقہ یاغستان کے حکمران رہے۔ گورنر پیئر کی ہلاکت اور گورنر پشاور گرفتھ اور صاحب زادہ عبدالقیوم خان کی مخالفت کا بھی جائزہ لیا گیا ہے۔

۴۔ آپ نے ۱۹۳۵ء میں بادشاہت کو از خود ترک کر کے فقیری اختیار کر لی اور موجودہ سجادہ نشین پیر ہارون الرشید صاحب کی ولادت باسعادت کا ذکر کیا گیا ہے۔ آپ نے ۱۹۳۹ء میں برصغیر کے مختلف شہروں کا اصلاحی دورہ کیا۔ ۱۹۴۰ء میں قائد اعظم محمد علی جناح سے ملاقات ہوئی ۱۹۴۳ء میں والد محترم حضرت خواجہ محمد قاسم کے وصال مبارک کے بعد آپ سجادہ نشین مقرر ہوئے۔ آپ نے قادیانیوں اور عیسائی پادریوں سے مناظرہ میں حصہ لیا جس میں آپ کامیاب ہوئے کا ذکر کیا گیا ہے۔

۱۲۔ آپکی روحانی، دینی، فلاحی اور اصلاحی خدمات کا خاص طور پر جائزہ لیا گیا۔ آپ نے کئی کتابیں تحریر فرمائیں جس میں نسبت رسولی کو اہم مقام حاصل ہے اور اس کتاب کی بہت زیادہ پذیرائی ہوئی۔ ۲۲ جولائی ۱۹۶۰ء کو آپ کا وصال ہوا آپ کا روضہ مبارک موہڑہ شریف میں ہے۔ جو زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ آپ کے

مریدین، خلفاء اور آپ کی اولاد و جانشین کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔

باب پنجم: شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد عبداللہ نعیمی نقشبندی مجددیؒ ابتدائی حالات خاندان، علمی، دینی و

اصلاحی خدمات کے حوالے سے جائزہ لیا گیا ہے۔ اس میں خاص طور پر آپؒ نے دینی مدرسہ ملیہ کراچی میں قائم کیا اور ایک اسلامی لائبریری قائم کی آپ نے تحریک پاکستان میں بھی حصہ لیا اس کے علاوہ ختم نبوت ﷺ میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ آپ نے جن علماء سے علوم عقلیہ اور نقلیہ کی تحصیل فرمائی ذکر کیا گیا ہے۔ مفتی صاحب کو دو عظیم ہستیوں سے نسبت تھی ایک حضرت مجدد الف ثانیؒ اور حضرت مولانا نعیم مراد آبادی جو سواد اعظم اہلسنت کے عظیم پیشوا اور رہنما تھے کا ذکر کیا گیا ہے۔

باب ششم: حضرت شاہ المعروف زندہ پیرؒ کے حالات زندگی اور ان کے روحانی فیض پر روشنی ڈالی گئی۔ آپ نے صوبہ سرحد ضلع کوہاٹ کے سنگلاخ، پہاڑوں میں چلہ کشی کی اور آپ ساری زندگی ان گھمکول شریف کے پہاڑوں میں دینی اور اصلاحی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ صرف حج کے موقع پر حج ادا کرنے کیلئے تشریف لے جاتے۔ آپ کے لاکھوں مرید و عقیدت مند ہیں۔ آپ کا شمار بھی بیسویں صدی عیسوی کے نامور صوفیہ کرام میں ہوتا ہے۔ آپ کی قدم بوسی کیلئے اُس وقت کے حاکم صدر ایوب خان اور دیگر جرنیل بھی آئے کا ذکر کیا گیا ہے۔

باب ہفتم: حضرت پیر محمد ابراہیم جان مجددیؒ کے علمی، دینی، اصلاحی، فلاحی، تبلیغی اور سیاسی حوالے سے لیا گیا ہے۔ آپ کا شمار بھی بیسویں صدی عیسوی کے نامور صوفیائے کرام میں ہوتا ہے۔ آپ کی ملت اسلامیہ کے لئے گرانقدر خدمات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ آپ خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ کی اولاد میں سے ہیں اس طرح آپ کا نسب تعلق حضرت عمر فاروقؓ سے اور شجرہ طریقت خلیفہ اول سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ سے جا ملتا ہے۔ وادی مہران میں آپ کی دینی اور اصلاحی خدمات کا جائزہ لیا گیا ہے۔

ماخذ و مراجع: مقالہ کی تدوین اور ترتیب میں جن کتب، رسائل اور جرائد سے مدد لی گئی ہے۔ ان میں عربی، فارسی، اردو، سندھی، پنجابی اور انگلش کی کتب اور رسائل کی فہرست دی گئی ہے۔ اور ساتھ ساتھ ہر کتاب کے مصنف اس کے مطبع اور سن طباعت کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔

انداز تحقیق: اس تحقیقی مقالہ کی تدوین اور ترتیب میں سب سے پہلے تو انہی صوفیائے کرام کی اپنے تصنیفات اور

تالیف سے مدد لی گئی ہے۔ اس کے علاوہ ان کے حالات عربی، فارسی، اردو، سندھی، پنجابی اور انگریزی کی جن مطبوعہ یا غیر مطبوعہ قلمی کتابوں میں دستیاب ہو سکے وہاں سے اخذ کر کے تحریر کئے گئے ہیں۔ موضوع سے متعلق مختلف کتب و رسائل کے حصول میں پاکستان میں جن سرکاری اور نجی کتب خانوں سے استفادہ کیا گیا ان میں کراچی کی جملہ اہم لائبریریوں سے مدد لی گئی صوبہ سندھ میں اسلامی لائبریری گلزار خلیل تحصیل سامارو ضلع تھر پارکر، قدیم کتب خانہ جامعہ راشدہ پیر جو گوٹھ خیر پور، سنٹرل لائبریری بہاولپور، پنجاب یونیورسٹی لاہور اسلامی لائبریری چراغیہ نقشبندیہ والٹن لاہور، دربارہ موسیٰ زئی عیسیٰ خیل (میانوالی) اسلامی لائبریری قاضی عبدالسلام ہری پور ہزارہ صوبہ سرحد، اسلامی کتب خانہ علی پور سیداں شریف ضلع نارووال۔ اور مرکزی مجلس امیر ملت پاکستان برج کلاں ضلع قصور کی تقریباً تمام ہی مشہور و معروف لائبریریوں اور کتب خانوں سے استفادہ کیا گیا۔ اس کے علاوہ پاکستان کے جن صوفیائے کرام کی خانقاہوں کے علمی اور قلمی نادر و نایاب ذخیروں سے استفادہ کی بھی سعادت حاصل ہوئی اسکی ایک ہلکی سی جھلک پیش کی جاتی ہے۔

- ۱۔ پروفیسر پیر نثار احمد جان سرہندی میر پور خاص سندھ نے بعض صوفیائے سرہند کے حالات میں کتب عنایت فرمائیں۔
- ۲۔ پیر محمد ایوب جان سرہندی سجادہ نشین گلزار خلیل تحصیل سامارو اپنے قدیم کتب خانہ سے بھی صوفیائے کرام کے حالات میں فارسی، عربی اور سندھی کتب عنایت فرمائیں۔
- ۳۔ مفتی عبدالعلیم ہزاروی مہتمم دارالعلوم غوثیہ کراچی نے دو کتابیں صوفیائے نقشبندیہ پر لکھی ہوئی عنایت فرمائیں۔
- ۴۔ حکیم پیر محمد شفیق موہڑوی سجادہ نشین دربار عالیہ والئی موہڑہ شریف کراچی نے دو کتابیں صوفیائے کرام پر لکھی ہوئی عنایت فرمائیں۔

- ۵۔ ملیر کے قریب گوٹھ صاحب داد خان میں ایک عظیم دینی درسگاہ دارالعلوم مجددیہ نعیمیہ سے جس کے مہتمم مفتی محمد جان نعیمی ہیں اور اس درسگاہ میں ایک اسلامی لائبریری ہے جو دنیا کی عظیم اسلامی لائبریریوں میں سے ایک ہے۔ مفتی صاحب نے مجھے درج ذیل کتابیں عنایت فرمائیں۔ فتاویٰ مجددیہ نعیمیہ، بیاض نعیمی، سوانح مفتی اعظم سندھ، سوانح حضرت غلام محمد نعیمی، مامریداں (فارسی) ان کے علاوہ بعض صوفیائے کرام کے حالات میں کتب عنایت فرمائیں۔

- ۶۔ سید ذوالفقار حسن شاہ بخاری ضلعی ایجوکیشن آفیسر کراچی نے بھی اپنی تحریر کی ہوئی کتب عنایت فرمائیں۔
- ۷۔ میاں محمد صادق قصوری ناظم اعلیٰ مرکزی مجلس امیر ملت، بانی صدر مجاہد ملت فاؤنڈیشن پاکستان برج کلاں ضلع قصور نے درج ذیل کتب ارسال فرمائیں۔
- تاریخ مشائخ نقشبند، جہان امیر ملت، تذکرہ اولیاء علی پور سیداں، تعارف امیر ملت، شیدایان امیر ملت، اکابر تحریک پاکستان، مجاہد ملت، امیر ملت اور تحریک پاکستان، تحریک پاکستان اور مشائخ عظام انکے علاوہ اور بھی صوفیائے کرام پر لکھی ہوئی کتابیں فراہم کیں۔ میاں صاحب سینکڑوں کتابوں کے مصنف ہیں برج کلاں ضلع قصور میں اپنی ذاتی لائبریری ہے۔ جس میں ہزاروں کی تعداد میں کتب موجود ہیں۔
- ۸۔ عالم اسلام کے نامور محقق اور سکالر جناب ڈاکٹر پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب نے بھی موضوع کے متعلق کچھ کتب عنایت فرمائیں۔
- ۹۔ پاکستان ٹیلی ویژن کراچی مرکز کی اسکرپٹ لائبریری کے انچارج جناب سید ناصر توفیق صاحب نے موضوع کے متعلق پچاس کتب عنایت فرمائیں۔
- ۱۰۔ پاکستان ٹیلی ویژن کے سابق سینئر اسکرپٹ ایڈیٹر جناب مدبر رضوی صاحب نے نقشبندی صوفیاء کے متعلق کتب عنایت فرمائیں۔
- ۱۱۔ آسی حافظ خرم قادری خطیب جامع مسجد بلدیہ ٹاؤن نمبر ۹ کراچی نے اپنے کتب خانہ سے صوفیائے نقشبند کے حالات میں کچھ کتب عنایت فرمائیں۔
- ۱۲۔ قاری محمد شبیر صاحب مدرسہ جامع ہارونیہ ڈھوک سیداں راولپنڈی نے نسبت رسول ﷺ جو کہ پیر نظیر احمد موہڑوی سرکار کی سوانح پر لکھی گئی کتاب اور کچھ تصوف پر لکھی ہوئی کتب عنایت فرمائیں۔
- ۱۳۔ ملک عجب خان ماڈل کالونی کراچی جو زندہ پیر گھمکول شریف کے مرید خاص ہیں نے ”کنز العرفان“ جو کہ زندہ پیر کی سوانح عمری پر لکھی گئی کتاب عنایت فرمائی۔
- ۱۴۔ محترم ملک محمد بوستان قادری کراچی نے اولیاء اللہ پر لکھی ہوئی کتاب ”ہجۃ الاسرار“ عنایت فرمائی اور اپنے قیمتی مشوروں سے راقم الحروف کو نوازا۔

۱۵۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد حسین آزاد قادری علامہ اقبال کا مرس کالج ملتان نے اپنے قلمی نسخے عنایت فرمائے اور اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا ان سب کا تعاون بھی ناقابل فراموش ہے، ان حضرات کا میں تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔

۱۶۔ پیر سید انور شاہ جیلانی سجادہ نشین سدرہ شریف ڈیرہ اسماعیل خان صوبہ سرحد، پیر ہارون الرشید صاحب سجادہ نشین موہڑہ شریف کوہ مری ضلع راولپنڈی، پیر منور شاہ المعروف بادشاہ، صاحبزادہ پیر حبیب اللہ شاہ گھمکول شریف ضلع کوہاٹ صوبہ سرحد، پیر عبداللہ جان دربار عالیہ مرشد آباد پشاور شہر، پیر سید محمد افضل شاہ سجادہ نشین دربار عالیہ علی پور سیداں شریف ضلع نارووال صوبہ پنجاب اور پیر محمد ایوب جان سرہندی مجددی گلزار خلیل ضلع تھرپارکر صوبہ سندھ، ان سب صوفیاء نے اپنے قیمتی مشوروں اور دعاؤں سے راقم الحروف کو نوازا اور ان بزرگ ہستیوں کے صدقے اللہ تعالیٰ نے میرا کام اور آسان کر دیا۔ میں ان تمام صوفیائے کرام کا دل کی گہرائیوں سے ممنون و شکر گزار ہوں اور رب تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کی عمر میں برکت فرمائے آمین۔ اختتامیہ پورے مقالہ کا خلاصہ جبکہ آخری اوراق میرے دل کی آواز ہیں کہ آج ہم کس طرح ان پاک باز ہستیوں کی تعلیمات سے استفادہ کرتے ہوئے اسلام سے لگاؤ اور پاکستان کے استحکام و ترقی کے لئے اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے دین و دنیا میں کامیابی سے ہمکنار ہو سکتے ہیں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ میں اپنے مقصد میں کس حد تک کامیاب ہوا ہوں لیکن میں نے جن نامساعد حالات میں اپنی ذمہ داری کو پورا کیا ہے۔ اس کا اندازہ یوں کیجئے کہ میری ذمہ داریاں پاکستان ٹیلی ویژن کراچی سنٹر میں اور تحقیق پورے ملک میں، پاکستان کے ان علاقوں میں بھی جہاں کبھی سوچا بھی نہ تھا۔ برکیف اس مقالہ کی تیاری کیلئے میں نے کئی بار پورے ملک کا سفر کیا اور پوری کوشش کی وہاں پہنچنے کی جہاں کوئی گاڑی نہ جاسکتی تھی وہاں میلوں پیدل سفر کیا ان متعدد سفروں کے دوران میں نے علماء سے ملاقاتیں کیں سجادہ نشینوں سے گفتگو رہی۔ مقالہ لکھنا ہی ایک دشوار کام ہے چہ جائیکہ ایک تحقیقی مقالہ جو اپنے آپ میں ایک معیاری تخلیق بھی ہے اور عمدہ تنقید بھی، لکھنا تو اور بھی دشوار ہے یہ کام بڑے ریاض اور بڑی جانکاہی کا ہے یہ ہر کس و ناکس کے بس کا روگ نہیں اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کیلئے علمیت، متانت، دیانت ادبی بصیرت اور زبان و بیان پر دسترس کے ساتھ ساتھ منصفانہ صلاحیت کا ہونا اشد ضروری ہے ذرا سی بے احتیاطی عجلت پسندی

اور تن آسانی، تحقیق کیلئے سم قاتل ہے۔ اس سفر میں قدم قدم پر دشوار مراحل سے گزرنا پڑتا ہے، راہ میں خاردار جھاڑیوں سے دامن بچا بچا کر منزل پر پہنچنا ہوتا ہے۔ تحقیق کے کام میں خصوصاً پی ایچ ڈی کے سلسلے میں ہر علمی شخصیت کا حصہ ہوتا ہے۔ یعنی کام لوگوں کا نام ایک شخص کا یہی حال میرا ہے اگر ان تمام حضرات جن کا ذکر کیا گیا اور کیا جا رہا ہے تعاون شامل حال نہ ہوتا تو آج یہ سطور آپ کے مطالعہ میں نہ آتیں۔

میرے آقا حضرت محمد ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ مَنْ لَّمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللَّهَ (۷)

ترجمہ: جو انسانوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا شکر ادا نہیں کر سکتا لہذا اس مقالے کی ترتیب و تیاری کے دشوار کن مراحل میں جن حضرات نے مجھے فراہمی مواد کے سلسلے میں بھرپور تعاون دیا اور ترتیب و پیشکش کے سلسلے میں قیمتی مشورے دیئے اور ہر قدم پر حوصلہ افزائی کی ان کا شکریہ ادا نہ کرنا بڑی احسان ناشناسی ہوگی، اس ضمن میں سب سے پہلے محترم کرم فرما مدبر رضوی صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے مکری پروفیسر ڈاکٹر عبدالرشید صاحب سابق رئیس کلیہ معارف اسلامیہ جامہ کراچی ایک لائق ادبی رہنما سے میرا رابطہ کروایا اور مواد کی فراہمی میں بھرپور تعاون دیا جس سے میری تحقیق کی راہیں آسان گئیں۔ ڈاکٹر صاب ہی میرے مشفق نگراں بنے جن کا میں صمیم قلب سے ممنون و مشکور ہوں کہ انہوں نے قدم قدم پر بڑا سہارا دیا اور پر خلوص رہنمائی فرمائی۔ اب آخر میں اگر جامعہ فیضان مدینہ منورہ کے مہتمم حضرت الحاج پیر سید بشیر حسین شاہ قبلہ دامت برکاتہم العالیہ سجادہ نشین دربار عالیہ رواترہ شریف ضلع جہلم کا شکریہ ادا نہ کروں تو یقیناً احسان فراموشی ہوگئی کیونکہ شاہ جی صاحب نے بطیب خاطر مجھے ڈاکٹریٹ کا مقالہ کی اجازت عطا فرمائی اور دعا بھی کی۔ میں اُن تمام حضرات کا دل کی گہرائیوں سے شکر گزار ہوں اور رب کائنات کی بارگاہ میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ راقم الحروف کی اس حقیر کوشش کو اپنی اور اپنے محبوب اولیاء کی بارگاہ میں شرف قبولیت سے سرفراز فرمائے آمین اور اس کو مجھ جیسے گنہگار کے لئے بخشش کا ذریعہ بنادے، اس کے ساتھ ہی ساتھ اپنی رفیقہ حیات مطلوب جان کا بھی احسان مند ہوں کہ انہوں نے مجھے گھریلو الجھن سے آزاد کر دیا اور مقالے کی تیاری میں پورا وقت صرف کرنے کا موقع دیا۔ والدین کریمین کا بھی شکر گزار ہوں گو کہ وہ اب اس دنیا میں نہیں ہیں کہ انہوں نے مجھے علم دین کے راستے پر گامزن فرمایا میں اُن کیلئے دعا گو ہوں کہ رب تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین، اول و آخر احسان و کرم ہے

اُس رب کریم کا کہ جس نے ہمیں پیدا کیا دولت علم سے نوازا اور قلم پکڑنے کا شعور عطا کیا۔ میں اس بات کا بھی عہد کرتا ہوں کہ صوفیائے نقشبند کی دینی اور اصلاحی خدمات سے دنیا کو روشناس کرانے کو جو بیڑہ اٹھایا ہے اُسے اپنی زندگی کا مشن بناؤں تاکہ ان حضرات کی قابل تقلید زندگیوں کو مشعل راہ بنایا جاسکے اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مجھے بھی ان صوفیائے کرام کی طرح حضور اکرم ﷺ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے امین کیونکہ اسی میں دین و دنیا کی بھلائی ہے۔ جیسا کہ مفکر پاکستان حضرت علامہ اقبالؒ نے فرمایا۔

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں (۷)



مہربان حسین

امیدوار برائے۔ پی ایچ۔ ڈی

شعبہ القرآن والسنة

۱۴ دسمبر ۲۰۰۶

حوالہ جات

- ۱۔ القرآن، ۱۵:۳۱
- ۲۔ اکبر وارثی، خواجہ، ”میلاد اکبر“، کراچی، امین برادرز، ۱۳۳۳ھ، ص ۱۱۔
- ۳۔ محمد نور بخش توکلی، علامہ، پروفیسر، ”مشائخ نقشبندیہ“، گجرات، شریف پرنٹنگ پریس، ۱۹۷۰ء، ص ۸۔
- ۴۔ ابوالخیر محمد زبیر، ڈاکٹر صاحبزادہ ”صوفیائے نقشبند“، حیدرآباد، رکن اسلام پبلی کیشنز، ۱۹۹۶ء، ص ۱۵، ج ۱۔ اول
- ۵۔ علامہ اقبال، ”بانگ درا“، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۵۹ء، ص ۲۷۹۔
- ۶۔ ایضاً ص ۳۰۹۔
- ۷۔ ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، ”جامع ترمذی“، دہلی فخر المطابع، ۱۲۷۰ھ
- ۸۔ علامہ اقبال، ”بانگ درا“، محولہ بالا ص ۲۳۲۔

سلسلہ نقشبندیہ کا تعارف

سلسلہ نقشبندیہ کے القابات: یہ سلسلہ سیدنا ابوبکر صدیقؓ کی طرف منسوب ہے۔ مختلف زمانوں میں اس کے مختلف القاب رہے ہیں۔ چنانچہ حضرت صدیق اکبرؓ سے شیخ بایزید بسطامیؒ تک اسے صدیقیہ کہتے تھے اور بایزید بسطامیؒ سے خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ تک طیفوریہ اور خواجہ عبدالخالق سے خواجہ بہاؤ الدین نقشبندؒ تک خواجگانہ کہلاتا تھا اور حضرت نقشبندؒ سے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ تک نقشبندیہ کے نام سے موسوم تھا۔ حضرت مجددؒ کے زمانے سے نقشبندیہ مجددیہ کہلاتا ہے۔ (۱)

سلسلہ نقشبندیہ کے بانی: تاریخوں اور تذکروں میں محمد بن محمد بہاء الدین البخاری (۷۷۱ھ تا ۸۳۱ھ) (۱۳۸۹ء) سلسلہ نقشبندیہ کے بانی قرار دیئے گئے ہیں۔ ان کے لقب ”نقشبندیہ کے لفظی معنی تو ”مصور“ کے ہیں اور تشریحی معنی ”علم الہی کی لائٹانی تصویر کھینچنے والا“ سے کی گئی ہے۔ بعض صوفیائے کرام نے نقشبندیہ کے اصطلاحی معنی ”اپنے دل میں کمال حقیقی کا نقش رکھنے والا“ بیان کئے ہیں۔ (۲)

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ: حضرت خواجہ بہاء الدین محمد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت قصر عارفاں (بخارا سے تقریباً تین میل دور) میں ہوئی۔ حضرت بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی ولادت کی بشارت دی تھی۔ پیدائش سے تیسرے روز آپ کے دادا آپ کو حضرت بابا سماسی کی خدمت میں لے گئے۔ بابا سماسی نے آپ کو اپنی فرزندگی میں قبول فرمایا اور اپنے خلیفہ اعظم سید میر کلال رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کی تربیت کے بارے میں عہد لیا۔ آپ کو طریقت کی ظاہری تعلیم سید میر کلال رحمۃ اللہ علیہ نے دی تھی۔ مگر حقیقت میں آپ ایسی ہیں کیونکہ آپ کی تربیت حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ کی روحانیت سے ہوئی ہے۔ اس سلسلے میں حضرت نقشبندؒ نے اپنے جذبات دے قراری اور نواحی بخارا میں مختلف مزاروں پر حاضری دی اور روحانی ارادتوں کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے اور آخر میں ایک بات بیان کی گئی ہے۔ ایک جگہ پردہ اٹھا دیا گیا اور انہوں نے حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ سے روحانی طور پر برائے راست سلام و کلام کیا۔ حضرت خواجہ نقشبندؒ کہتے ہیں کہ حضرت غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ نے میرے سوالوں کا جواب دیا اور ارشادات فرمائے جو سلوک کی ابتداء

وسط اور انتہاء سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ تھا کہ جو چراغ تجھے اس حالت میں دکھائے گئے وہ تیرے لئے بشارت ہیں اور امر کی طرف اشارہ ہے کہ تجھ میں اس کی استعداد اور قابلیت ہے۔ مگر استعداد کی بتی کو اکسانا چاہئے تاکہ روشن ہو جائے اور اسرار ظاہر ہوں اور قابلیت کے مطابق عمل کرنا چاہئے۔ تاکہ مقصد حاصل ہو۔ دوسرا ارشاد یہ تھا کہ ہر حال میں جادہ شریعت و استقامت پر قدم رکھنا چاہئے اور ہمیشہ حدیث پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا پیشوا بنانا اور اخیار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تلاش میں رہنا چاہئے۔ ان بشارتوں کے بعد کہا گیا کہ حضرت نقشبند حضرت سید میر کلال کی خدمت میں جائیں۔ آگے انہی کے روحانی واقعات پیش آئے اور آخر کار وہ نصف پہنچے جہاں سید میر کلال رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے حضرت عزیزاں رحمۃ اللہ علیہ کی کلاہ مبارک اُن کو دے دی پھر حضرت میر کلال رحمۃ اللہ علیہ نے تلقین ذکر اور بطریق خفیہ نفی و اثبات میں مشغول کیا۔ مختصراً حضرت نقشبند کو ۱۸ برس کی عمر میں حضرت بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ سے تصوف کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے سماس بھیجا گیا۔ اُن کے طریقے میں ذکر بالجہر ہوتا تھا۔ لیکن خواجہ نقشبند نے حضرت عبد الخالق غجدانی رحمۃ اللہ علیہ کے طریقے کو ترجیح دی جو ذکر خفی کرتے تھے۔ اس سے ان کے اور بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ کے دیگر مریدوں کے درمیان کشیدگی پیدا ہو گئی لیکن آخر کار بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ نے تسلیم کر لیا کہ نقشبند حق پر ہیں۔ چنانچہ بستر مرگ پر انہیں اپنا خلیفہ مقرر کیا۔ سماسی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد وہ سمرقند چلے گئے اور پھر وہاں سے بخارا، جہاں انہوں نے شادی کی اور وہاں سے اپنے آبائی گاؤں میں واپس چلے آئے۔ بعد ازاں وہ نصف گئے جہاں انہوں نے بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خلیفہ میر کلال رحمۃ اللہ علیہ کی زیر ہدایت اپنی تعلیم کو جاری رکھا، کچھ عرصے تک بخارا کے قریب دود بیہاتوں میں رہے۔ اس کے بعد سات سال تک میر کلال رحمۃ اللہ علیہ عارف الدیک کرانی سے تعلیم حاصل کی۔ پھر انہوں نے سلطان خلیل کے پاس ۱۲ سال ملازمت کی جبکہ منصب شاہی تک پہنچنے کا ذکر ابن بطوطہ نے بھی کیا ہے۔ اور جس کا دار الحکومت بظاہر سمرقند تھا۔ اس بادشاہ کے زوال (۷۴۷ھ / ۱۳۴۷ء) کے بعد وہ اپنے گاؤں زورتون واپس آئے جہاں سات سال خدمت خلق جانوروں کی دیکھ بھال اور آئندہ سات سال راستوں کی مرمت کرنے میں صرف کئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے زندگی کے آخری سال اپنے وطن میں گزارے۔ بقول صاحب ”رشحات“ انہیں وہیں دفن کیا گیا۔ اُن کا مزار جس گاؤں

میں ہے وہ بخارا سے دو فرسنگ کے فاصلے پر ہے۔ اُن کے گاؤں کا نام بودین (Baveddin) ہے۔ مستند تذکروں میں آپ کی وصال کی تاریخ تین ربیع الاول ۷۹۱ھ / ۱۳۸۹ء بروز دوشنبہ (پیر) ہے اور مزار مقدس قصر عارفان (کشک ہندوان) میں ہے۔ (۳)

سلسلہ نقشبندیہ: حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے جب طالبان حق کو پہاڑوں اور غاروں میں بڑی بڑی ریاضتیں کرتے دیکھا تو اللہ تعالیٰ کی جناب میں دعا کی کہ اے اللہ امت کے قویٰ ضعیف ہو گئے ہیں۔ اب ان میں زیادہ سختیاں جھیلنے کی ہمت نہیں ہے لہذا اپنے فضل سے مجھے ایسا طریقہ عنایت فرما جو آسان ہو اور تجھ تک جلد پہنچانے والا ہو۔ پندرہ روز تک آپ سجدہ میں گریہ و زاری کرتے رہے صرف نماز باجماعت اور حوائج ضروریہ کے لئے حجرہ سے باہر تشریف لاتے تھے۔ پندرہویں روز حضرت خواجہ کو اللہ کی طرف سے الہام ہوا ”اے محمد بہاؤ الدین ہم تجھ کو وہ طریقہ عنایت کرتے ہیں جو ہمارے محبوب ﷺ کے صحابہؓ کا طریقہ ہے یعنی وقوف قلبی اور اتباع سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ نے سجدہ سے سر اٹھا کر اللہ کا شکر ادا کیا اور اس طریقہ کو رائج کیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ کو وہ ترقی عطاء فرمائی کہ روم، شام، عرب، بخارا، ترکستان، کابل، چین اور برصغیر تک یہ سلسلہ پھیلتا چلا گیا اور کروڑوں لوگ اس سے مستفید ہوئے۔ اسی سلسلہ میں حضرت مجدد الف ثانی احمد سرہندی جیسی ہستیاں گزری ہیں جنہوں نے برصغیر پاک و ہند میں ایک فکری انقلاب برپا کیا اور بڑے بڑے شہنشاہوں کی اصلاح فرمائی۔ (۴)

انفرادیت اور امتیاز: سلسلہ نقشبندیہ کو بہت سے صوفیاء کرام نے دوسرے سلاسل طریقت پر کئی وجوہ سے فضیلت دی ہے۔

اول: پہلی وجہ تو یہ ہے کہ اس سلسلہ میں ذکر قلبی ہے جس میں جذب ربانی ہے۔ جبکہ ذکر ربانی میں سلوک ہے۔ یعنی جذب اور سلوک دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں سلوک میں بندہ ذکر اذکار اور ریاضات کے ذریعہ خدا تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔ جبکہ جذب میں جو کہ ذکر قلبی کے ذریعہ پیدا ہوتا ہے۔ اللہ خود اُس کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک انسان پیدل سفر کرے اور دوسرے کو کار یا جہاز خود لے جائے۔ تو جس طرح دوسری صورت میں آسانی ہے اسی طرح ذکر قلبی میں بھی آسانی اور جلدی ہے اور اسی ذکر قلبی کی اہمیت کو حدیث پاک میں

بھی بیان کیا گیا ہے۔ (۵) مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ نقشبندیہ کی اسی وجہ فضیلت کی طرف اپنے ان اشعار میں اشارہ فرماتے ہیں۔

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار اند کہ برنداز رہ پنہاں بحرِ قافلہ را
از دل سالک رہ جاذبہ صحبتِ شان می برد دوسہ خلوت و فکر چلہ را (۶)
یعنی حضرات نقشبندیہ عجب قافلہ کے سالار ہیں کہ اپنے طلبہ کو بڑے پوشیدہ طریقہ سے حرم تک لے جاتے ہیں ان کی صحبت کی کشش سالک کے قلب سے خلوت کے خیال اور چلہ وغیرہ کی فکر کو مٹا دیتی ہے۔
اسی ذکر قلبی کی اہمیت اور فضیلت پر قرآن پاک کی یہ آیت بھی شاہد ہے۔

أَذْغُورَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً ط (۷)

ترجمہ: یعنی اپنے رب کو آہستہ دلوں سے پکارو۔

حدیث میں آتا ہے کہ ذکر خفی (یعنی ذکر قلبی) زبانی ذکر سے ستر درجہ زیادہ افضل ہے۔

کیوں نہ ہو یہی وہ ذکر ہے جو ”ریا“ سے پاک ہے اور اس میں ریا کا شائبہ تک نہیں۔

دوئم: افضلیت کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اس سلسلہ میں اتباعِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے زیادہ زور دیا جاتا ہے۔ اور اس میں ترقی اور کمال کا تمام تر انحصار زیادہ سے زیادہ اتباعِ سنت پر ہے (۸) اور قرآن پاک کے ارشاد کے مطابق محبوبیت کے مقام پر فائز ہونے کا ایک طریقہ ہے۔

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ (۹)

ترجمہ: اگر تم محبت رکھتے ہو اللہ کی تو میری راہ چلو کہ اللہ تم کو بخش دے۔

سوئم: سلسلہ نقشبندیہ کے قریب ترین طریقہ ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچنے کا وسیلہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی ہے جو انبیاء کے بعد تمام مخلوقات میں سب سے افضل ہیں۔ ظاہر ہے وسیلہ جس قدر قوی ہوگا راستہ اتنی ہی جلدی اور آسانی سے طے ہوگا۔ لہذا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لاڈلا و افضل اور پیارا محبوب صحابی جس سلسلہ میں وسیلہ ہوگا اس میں کیوں نہ راہ وصول آسان اور قریب تر ہوگی۔

چہارم: حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی سلسلہ نقشبندی کی فضیلت بیان کرتے ہوئے اپنے مکتوبات میں تحریر فرماتے ہیں کہ مشائخ نقشبندیہ کے نزدیک یہ حضور ذاتی اور دائمی ہے۔ اور ان اکابر کے نزدیک زائل ہو جانے یا غیبت سے بدل جانے والے حضور کا کچھ اعتبار نہیں۔ پس ان بزرگوں کا کمال تمام کمالات سے بڑھ کر ہے ان کی نسبت تمام نسبتوں سے بالاتر ہے۔

ایک اور مکتوب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ

طریقہ عالیہ نقشبندیہ کے مشائخ کرام نے دوسرے سلاسل کے مشائخ کرام کے خلاف اس سیر باطنی کی ابتداء عالم امر سے اختیار کی ہے اور عالم خلق کو بھی اسی سیر کے ضمن میں طے کر لیتے ہیں اسی واسطے یہ سلسلہ تمام طریقوں سے اقرب ہے اور دوسروں کی نہایت اس کی ابتداء میں مندرج ہے۔ (۱۰)

1. برصغیر پاک و ہند کے بہت سے سلاسل تصوف میں نقشبندیہ مجددیہ ایک مختلف منفرد اور ممتاز سلسلہ تصوف ہے۔ اس سلسلے کے صوفیائے کرام تصوف اور عرفانیات کی ان تمام رسوم، نظریات، ریاضتوں اور مباحث کو یکسر مسترد کرتے ہیں۔ جس میں اسلام کے کسی اصول دین یا قرآن و سنت سے سرمو بھی انحراف پایا جاتا ہو۔ بہ الفاظ دیگر وہ کوئی ایسی طریقت کو قطعاً تسلیم نہیں کرتے اور نہ خود اختیار کرتے ہیں۔ جو شریعت کے عین مطابق نہ ہو۔

2. دوسرے سلاسل تصوف سے علیحدہ سلسلہ نقشبندیہ میں سیر باطنی کی ابتداء عالم امر سے اختیار کی جاتی ہے اور عالم خلق کو بھی اسی سیر کے ضمن میں طے کر لیتے ہیں یعنی دوسرے سلاسل کا جو اختتام ہے وہ ایک طرف سے سلسلہ نقشبندیہ کی ابتداء ہے۔

3. (۱) ذکر قلبی اور ذکر ربانی

(۲) اتباع سیرت طیبہ و کامل اتباع رسول

(۳) اکثر سلاسل تصوف کے روحانی شجرے میں اختتام حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ہوتا ہے۔ لیکن

سلسلہ نقشبندیہ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس سلسلے میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچنے کا

طریقہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم کی ذات گرامی ہے۔ گو نقشبندیہ حضرات حضرت علی رضی

اللہ عنہم کا پورا احترام اور عقیدت بھی اپنے سلسلے میں رکھتے ہیں۔

4. حضرت حاجی امداد اللہ اپنی کتاب ”ضیاء القلوب“ (تصفیۃ القلوب / اردو ترجمہ) میں مشہور سلسلہ ہائے تصوف کے اذکار، اشغال و مراقبات بیان فرمائے ہیں۔

انہوں نے باب سوم میں طریقہ عالیہ نقشبندیہ بخوبی بیان فرمایا ہے، جس کی تفصیل کے لئے قاری کو اصل کتاب دیکھنا چاہئے۔ ہم یہاں صرف اُس کے عنوانات درج کرنے پر اکتفا کریں گے، جن سے سلسلہ نقشبندیہ کے عملی طریقہ کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

۱۔ استخارہ کا طریقہ۔

ب۔ لطائف ستہ کا بیان اور اُن کے ذکر کا طریق۔

ج۔ لطائف ستہ کے شغل کا طریقہ

د۔ ذکر جاروب۔

ہ۔ سلطان الاذکار کا طریق۔

و۔ طریق نفی و اثبات کا بیان۔

ز۔ شغل نفی و اثبات کا طریق۔

ح۔ توحید افعالی کا مراقبہ۔

ط۔ مراقبہ نیافت۔

ی۔ مشائخ تصرفات اور توجہ کا طریق (طریق سلب مرض)

ک۔ اہل اللہ کی نسبت دریافت کرنے کا طریق زندہ ہوں یا مردہ۔

ل۔ خطرہ دریافت کرنے کا طریق۔

م۔ حالات آئندہ کے کشف کا طریق۔

س۔ بلا کے دفع کرنے کا طریق۔ (۱۱)

حقیقت تصوف: استاذی پروفیسر ڈاکٹر عبدالرشید اپنے پی ایچ ڈی۔ کے مقالے ”اسلامی تصوف اور صوفیائے

سرحد“ باب ”حقائق تصوف“ میں فرماتے ہیں کہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام انسان کی ذہنی و عقلی اور جسمانی و روحانی

ضرورتوں کا کفیل ہونے کے ساتھ ساتھ شعبہ حیات میں ترقیات کا ضامن بھی ہے۔ ابتداء ہی سے مسلمانوں میں ایک طبقہ ایسا موجود تھا جس نے علاقِ دُنیا سے منہ موڑ کر محض یادِ خدا اور ذکرِ الہی کو زندگی کا نقطہ مرکزی، مطمع نگاہ اور نصب العین قرار دیا تھا۔ ابتداء میں یہ گروہ مختلف ناموں سے معروف رہا لیکن بعد میں اس کا نام تصوف ہو گیا۔ تصوف دراصل اسلام کی خالص اور پاکیزہ ترین تعبیر تھی اور ان بزرگانِ دین کے نزدیک تصوف کا مفہوم اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ اتباعِ کتاب و سنت میں انتہائی کوشش کی جائے، عبادت کو مقصود حیات سمجھا جائے اور نفس کو خشیتِ الہی سے مغلوب کرتے ہوئے مجاہدات کے ذریعے تزکیہ باطن کیا جائے۔

گویا اہل تصوف کی امتیازی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ ان کا معبود، مطلوب اور مقصود صرف اللہ ہوتا ہے وہ قناعت کو اپنا شیوہ بتاتے ہیں خلوص نیت سے نیکیوں کے حصول میں لگن رہتے ہیں اور بلائے الہی پر صابر اور قضائے الہی پر راضی رہتے ہوئے مجاہدات میں مشغول رہتے ہیں ان کے نزدیک طریقت و شریعت میں مطلق کوئی اختلاف نہیں ہوتا بلکہ شریعت ہی کی تکمیل کا نام طریقت ہوتا ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ دُنیا میں ہر شے کے دو پہلو ہوتے ہیں یعنی ظاہری و باطنی یہی وجہ ہے کہ صوفیائے کرام کتاب اللہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے باطنی پہلو کو طریقت کا نام دیتے ہیں اور ان کے نزدیک کتاب و سنت ہی تصوف کے تمام مسائل کے استنباط کے لئے ماخذ ہیں اور ان مسائل کے استنباط کے حقدار وہی اہل علم ہوتے ہیں جو ظاہر و باطن میں ہر طرح منبج کتاب و سنت ہوں اور اس اتباع کی برکت سے اللہ تعالیٰ ان کو وہ علم بھی عطا فرما دیتا ہے جو ان کے نفوس میں تزکیہ اور قلوب میں جلا پیدا کر دیتا ہے جس سے اسرارِ سر بستہ ان پر منکشف ہو جاتے ہیں اور ان کی زبانیں حقائقِ عالیہ کی ترجمانی کرنے لگتی ہیں۔ اسوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان حضرات کے نزدیک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واقعات بہترین نمونہ تقلید ہوتے ہیں۔ غور کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ دین کی فہم و فراست حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خصوصیات ہیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خصوصیات میں ترکِ شہوات، اجتنابِ شبہات اور تمسک بالحق شامل ہیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی زندگی ثبات و استقامت کی منہ بولتی تصویر ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شخصیت معرفتِ ایمان و علم کی پیکر ہے اسی لئے خلفائے راشدین کے نشانِ قدم صوفیائے کرام کے لئے راہ

سلوک میں رہبری و راہنمائی کا کام دیتے ہیں۔ اصحاب اربعہ کے بعد اصحاب صفہ کی زندگیاں ہیں جن کا ایک ایک لمحہ طالبین حق کے لئے درس ہدایت ہے یہ وہ مقدس ہستیاں تھیں جنہوں نے معاش دینوی سے قطعاً بے پرواہ ہو کر شب و روز شمع نبوت کے گرد پروانہ وار شمار ہونے کو ترجیح دی اور جن کی زندگی تمام تر فقر و فاقہ، توکل و صبر اور عشق و محبت کی نہ ٹوٹنے والی زنجیر تھی، غرضیکہ تصوف خالق سے رشتہ استوار کرنے کا ذریعہ ہے تصوف کی حقیقت اللہ تعالیٰ سے تعلق بڑھانا ہے۔ اس کے بغیر چارہ نہیں اور جب ایک انسان کا تعلق مع اللہ قائم ہو جائے تو اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے غرضیکہ انسان کو اپنی دنیاوی عملی زندگی کو بہتر بنانے، اپنے خالق کو پہچاننے، انسانیت سے روشناس ہونے، دنیا میں غلبہ و تفوق حاصل کرنے، فساد و شر سے بچنے اور سکون و اطمینان کی زندگی گزارنے کے لئے علم تصوف کی ضرورت ہے اور آخرت میں تو جملہ اعمال کا مدار ہی تصوف پر ہے جو اپنے باطن سے خالی ہوں گے اُن کی کوئی قدر و قیمت نہ ہوگی بلکہ ایسے اعمال الثوابال جان ثابت ہوں گے۔ اور قرآن کریم کی رو سے بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مقصد یہ بھی تھا (اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کے نفوس کی اصلاح فرماتے اور کتاب و حکمت سکھاتے ہیں)۔ اور اصلاح نفس ہی تصوف کی بنیاد ہے۔ اس طرح ہم پر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ تصوف دین سے الگ کوئی شے نہیں بلکہ عین دین ہے۔ اسی لئے قرآن و حدیث میں تصوف کے واضح اشارات موجود ہیں۔ (۱۲)

تعارف تصوف: پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری کا تصوف۔ حقیقت شریعت پر اطمینان قلب کے ساتھ عمل پیرا ہونا اصل تصوف ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے۔ **الْعَبْدُ يَتَقَرَّبُ إِلَىٰ بِالنَّوَافِلِ** (۱۳)

ترجمہ: ”بندہ نوافل کی ادائیگی کے ذریعے مجھ سے قرب حاصل کرتا ہے۔“

حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا اسی پر عمل تھا اور آپ حقوق اللہ اور حقوق الناس کی ادائیگی کی از بس تاکید فرماتے تھے۔ آپ کا تصوف ترک دنیا نہ تھا۔ آپ اچھا کھاتے، پاکیزہ لباس پہنتے اور دنیوی کاموں میں شریعت مطہرہ کے مطابق عمل پیرا ہوتے تھے سنت نبوی ﷺ کا التزام آپ کی عادت اور سرشت بن گیا تھا۔ آپ خود بھی شریعت پر عمل کرتے اور یارانِ طریقت کو بھی یہی تاکید فرماتے۔ سید اختر حسین شاہ ”اپنی کتاب“ سیرت امیر

ملت میں صوفیہ نقشبندیہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ جو لوگ اطمینان قلب کے ساتھ ایسا کرتے ہیں۔ ان کے قلوب پر صفات الہی کا پرتو پڑتا ہے اور وہ مقامات بلند پر فائز ہوتے ہیں۔ یہی ہے تصوف کی حقیقت اور یہی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ۔ (۱۴)

نفس امارہ کو زیر کرنا: حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز مکتوبات شریف میں واضح طور پر فرماتے ہیں کہ طریقہ نقشبندیہ میں اصل ریاضت یہ ہے کہ نفس امارہ کی خواہشات کو قابو میں لایا جائے اور اس کے لئے اتباع احکام شریعت اور پیروی سنت پر کاربند ہونا لازم جانے۔ اس لئے کہ نفس امارہ پر سب سے زیادہ مشکل یہی بات ہوتی ہے کہ اسے شریعت کے اوامر و نواہی کی پابندی پر مجبور کیا جائے۔ اس واسطے اسی کا کامل اہتمام ضروری ہے۔ اگر ایسے مجاہدات یا ریاضتیں اختیار کی جائیں جو تقلید سنت کے دائرہ میں نہیں آتیں۔ تو ان کو کوئی اعتبار نہیں۔ اس لئے کہ جوگی، برہمن اور یونانی فلسفی بھی ایسا کیا کرتے ہیں۔ ان ریاضتوں سے ان لوگوں کی گمراہی میں اضافہ ہی ہوتا ہے۔

نقشبندیہ حضرت مجدد کی نظر میں: حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بزرگان سلسلہ نقشبندیہ کو اگر اتباع سنت کی دولت حاصل ہو، اور احوال حاصل نہ ہوں تو بھی وہ خوش رہتے ہیں اور اگر احوال حاصل ہو جائیں مگر اتباع سنت میں فتور رہ جائے تو ایسے احوال کو وہ مطلق پسند نہیں کرتے۔ اسی لئے ان کے یہاں سماع اور رقص کا کوئی ذکر نہیں آتا اور ان کے ذریعے جو احوال حاصل ہوں ان کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔ بلکہ انہوں نے ”ذکر جہر“ کو بھی بدعت جانا اور اس سے صریح منع فرمایا ہے۔ (مکتوبات امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ دفتر اول مکتوب۔ (۲۶۶) بزرگان سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے تصوف کی تجدید و توسیع میں مدت العمر کوشاں رہے۔ نقشبندیہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ جس طرح شریعت کے پانچ رکن ہیں اسی طرح طریقت کے بھی پانچ رکن ہیں۔ جن کی اساس پابندی شریعت اور اتباع سنت سے مستحکم ہوتی ہے۔ یہ پانچ ذکر، فکر، مراقبہ، محاسبہ اور رابطہ ہیں۔ بلکہ بعض اکابر تو فرماتے ہیں کہ اگر شیخ سے رابطہ پختہ ہو جائے تو باقی ارکان خود بخود فیضان الہی سے حاصل ہو جاتے ہیں۔ (۱۵) اسی لئے مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

یک زمانہ صحبت با اولیا بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا (۱۶)

ترجمہ: تھوڑی سی دیر، اولیاء کی ہم نشینی صد سالہ، بے ریا عبادت سے بہتر ہے

ہرات کے بادشاہ اور بہاؤ الدین نقشبند: حضرت خواجہ خواجگان خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ ”جب ہم شاہ ہرات کے پاس گئے تو اس نے دریافت کیا کہ ”آپ کو شیخ کا منصب باپ دادا سے دراشتاً ملا ہے۔ میں نے جواب دیا ”نہیں“ اس پر اُس نے کہا ”انہی باتوں کا نام درویشی ہے اور یہی آپ میں نہیں ہیں۔“

میں نے جواب دیا ”جذبہ الہی مجھ پر پہنچا اور میں نے بلا مسابقت و ریاضت قبول کیا اور رب تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق حضرت خواجہ عبدالحق غجدانی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ عالیہ کے خلفاء سے بیعت ہوا۔ ان کے یہاں ان چیزوں میں سے کچھ نہیں پایا جاتا۔“ بادشاہ نے پوچھا ”پھر اُن کے ہاں کیا چیز ہے۔“ میں نے کہا ”ظاہر باخلق اور باطن باحق۔“ بادشاہ بولا ”کیا ایسا ہونا ممکن ہے؟“ میں نے کہا ہاں! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

رَجَالٌ لَا تُلْهِهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ (۱۷)

ترجمہ: وہ لوگ جنہیں تجارت اور خرید و فروخت ذکر خدا سے غافل نہیں کر سکتی۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا۔

هُمْ فِي صَلَواتِهِمْ دَائِمُونَ (۱۸)

ترجمہ: وہ ہمیشہ عبادت، ذکر میں مصروف رہتے ہیں۔

حضرت خواجہ خواجگان رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کا بادشاہ کے دل پر زبردست اثر ہوا۔ آپ کے ساتھ کمال احترام سے پیش آیا۔ حضرت کی توجہ اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ جو بھی آپ کے سامنے آتا تھا غلام بن جاتا تھا۔ آخر آپ کی توجہ باطن اور تاثیر روحانی کا یہ نتیجہ ہوا کہ شاہ ہرات اور اُس کے وزراء و امراء آپ کے مرید ہوئے اور دولت دارین سے فیض یاب ہوئے دراصل یہی وہ تصوف ہے جو عہد رسالت اور سلف صالحین کا خاصہ تھا اور جسے مشائخ سلسلہ نقشبندیہ نے اختیار کیا ہے۔ (۱۹)

واضح ہو کہ تمام سلاسل طریقت حق ہیں اور کسی پر نکتہ چینی روا نہیں منزل مقصود سب کی ایک ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ جو مختلف طریقوں سے بیعت لیا کرتے تھے البتہ آپ کا پسندیدہ سلسلہ طریقہ نقشبندیہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ”سلسلہ عالیہ نقشبندیہ سب سلسلوں سے اعلیٰ اور ارفع ہے۔ اس کی ابتداء دوسروں کی انتہا ہے۔“

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی ترجیح کے بے شمار اسباب میں سے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ طریقہ زیادہ سے زیادہ

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی ترجیح کے بے شمار اسباب میں سے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ طریقہ زیادہ سے زیادہ فیوض الہی اور برکات یزدانی سے ممتاز بنایا گیا ہے۔ یہاں انسان ہر وقت خطرات اور وساوس سے بالاتر رہ کر متوجہ الی اللہ اور ذاکر رہ سکتا ہے۔ سلطان اولیاء حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ ”آپ کے طریقے کی بنیاد کس چیز پر ہے“ تو آپ نے فرمایا کہ تم اللہ کو کثرت سے یاد کرو۔ (۲۰)

سلاسل طریقت: قلب کا جلاء اور پاکیزگی بخشنے اور خدا کا قرب حاصل کرنے کے لئے ریاضات و مجاہدات کے مختلف طریقے صوفیائے کرام نے وضع فرمائے جو مختلف ناموں سے مشہور ہوئے۔ یوں تو یہ بہت سے طریقے ہیں۔ لیکن جن طریقوں نے عرب و عجم میں شہرت دوام پائی اور جن کے ذریعہ بے شمار اللہ کی مخلوق کو رہبری اور ہدایت ملی وہ چار سلسلے اور طریقے ہیں۔

پہلا: سلسلہ قادریہ ہے جو اولیاء کے سر تاج حضرت غوث اعظم محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہے۔

دوسرا: سلسلہ چشتیہ ہے جو حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہے جنہوں نے حضور سرور کائنات کی غیبی ہدایات کی بموجب برصغیر ہندوپاک میں قدم رنجہ فرمایا اور اس ظلمت کدہ کو نور ایمان اور نور عرفان سے منور کر دیا۔

تیسرا: سلسلہ سہروردیہ ہے جو حضرت خواجہ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہے۔ انہوں نے اسرار شریعت و طریقت میں ”عوارف المعارف“ کے نام سے ایک بے نظیر کتاب تصنیف فرمائی ہے۔ جو تصوف میں اپنی مثال آپ ہے۔

چوتھا: سلسلہ نقشبندیہ ہے جو حضرت خواجہ محمد بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہے۔ (۲۱)

برصغیر پاک و ہند میں اسلام کی آمد: برصغیر پاک و ہند میں اسلام پہلی صدی ہجری میں ہی پہنچنا شروع ہو گیا تھا۔ محمد بن قاسم کی آمد کے ساتھ ہی سندھ کا علاقہ اسلامی تہذیب و ثقافت کا گہوارا بن گیا تھا۔ اور اس کے علاوہ جنوبی ہندوستان کے مالا باغ کے ساحلوں پر مسلمان عرب تاجروں اور جہازرانوں کے ذریعے اسلام کا پیغام پہنچنا شروع ہو گیا تھا۔ البتہ اس ملک کے اندرونی اور وسطی حصوں میں دین حق کی تبلیغ و اشاعت کا کام، ایک مرکزی نظام

کے تحت چھٹی صدی ہجری کے آخر میں شروع ہوا۔ سلطان شہاب الدین غوری کی فتوحات کے ساتھ ساتھ ہی خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے ۵۸۷ھ میں ہندو تحریک کے گڑھ اجمیر میں دعوت اسلامی اور تبلیغ کا ایک مستحکم مرکز قائم کیا۔ خدا کی تائید اور حمایت سے اس نظام کو خواجہ بختیار کا کی رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی جیسے باکمال اہل اللہ کی رہنمائی میسر آ گئی۔ اس نظام کا تعلق دعوت و ارشاد کے سلسلہ چشتیہ سے تھا۔

ساتویں صدی ہجری میں مخدوم بہاؤ الدین ذکر یہ ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کی سرکردگی میں ملتان شہر میں اللہ کے دین کی تبلیغ و اشاعت اور بندگان خدا کی تعلیم و تربیت کا ایک اور نظام اور مرکز قائم ہوا یہ سلسلہ سہروردیہ تھا۔ جس کے تحت مخدوم صدر الدین عارف، شیخ رکن الدین ابوالفتح، سید جلال الدین مخدوم جہانیاں، جہاں گشت اور امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ جیسے بلند مرتبہ بزرگوں حق و صداقت کی شمعیں ملک کے دور دراز گوشوں تک روشن کیں۔ جن سلاسل تصوف کا اوپر ذکر کیا گیا ان کے علاوہ مختلف اہل اللہ اور دیگر سلاسل سے وابستہ بہت سے صوفیہ کرام نے بھی آٹھویں، نویں اور دسویں صدی ہجری میں دعوت حق کو پھیلانے اور دینی و اصلاحی خدمات سر انجام دیں۔

برصغیر پاک و ہند میں نقشبندی سلسلہ کی آمد و اشاعت: گیارہویں صدی ہجری کی ابتداء میں حضرت خواجہ باقی باللہ نے دہلی میں تشریف لا کر اُس دور کی ضروریات کے پیش نظر دعوت و تبلیغ اور تعلیم و تربیت کا ایک ادراہم جاندار اور طاقت ور نظام قائم کیا اس نظام رشد و ہدایت کا تعلق سلسلہ نقشبندیہ سے تھا۔ اس مرکزی نظام کو خدائے ذوالجلال کی تائید و حمایت سے شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ محمد معصوم سرہندی رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ سیف الدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ جیسے اولوالعزم، فعال جامع کمالات بزرگ مل گئے جنہوں نے اپنی عزیمت، فراست اور حکمت عملی سے اکبری اور جہانگیری دور میں پیدا ہونے والی گمراہیوں کا مقابلہ کیا اور حکومتی اقتدار اور معاشرے کو ان کے تباہ کن اثرات سے بچانے کے لئے بھرپور کوششیں کیں انہی بزرگوں کی جدوجہد کے نتیجے میں معاشرے کے اندر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی پیروی کا احترام اور ایقان راسخ ہوا۔

رشد و ہدایت ”دعوت ارشاد“ کے مختلف ادارے اور سلسلے جنہوں نے اس ملک میں دین حق کی اشاعت

اور اُس کی تعلیمات کی ترویج میں تاریخ ساز کردار ادا کیا اپنی نسبت اپنے ذوق اور اپنے طریقے کار کے ظاہری اختلاف کے باوجود اصل میں سب ایک ہی تھے ان سب کا نصب العین اور مقصود منجہا ایک ہی تھا۔ ایک ہی منزل کی طرف بڑھنے والے مختلف قافلوں کی مانند تھے۔

یہ ایک دوسرے کے حریف و مخالف نہیں تھے بلکہ ایک دوسرے کے معاون و مددگار اور پشت بان تھے۔ (۲۲)
اگر روحانیت اور ارشاد کے ان چاروں معروف سلسلوں کو جنت کی اُن چار نہروں سے تشبیہ دی جائے جن کا ذکر قرآن مجید میں اس طرح ہے۔

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعدَ الْمُتَّقُونَ ط فِيهَا أَنْهَارٌ مِّنْ مَّاءٍ غَيْرِ آسِنٍ وَأَنْهَارٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ وَأَنْهَارٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٌ لِلشَّارِبِينَ وَأَنْهَارٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ط وَلَهُمْ فِيهَا مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ ط كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي نَارٍ وَسُقُوا مَاءً حَمِيمًا فَقَطَّعَ أَمْعَاءُهُمْ ه (۲۳)
ترجمہ: پرہیزگاروں کے لئے جس جنت کا وعدہ کیا گیا ہے اُس کی شان تو یہ ہے کہ اس میں نہریں بہہ رہی ہوں گی نہ ترے ہوئے پانی کی۔ نہریں بہہ رہی ہوں گی ایسے دودھ کی جس کے مزے میں فرق نہ آیا ہوگا۔ نہریں بہہ رہیں ہوں گی ایسے شراب کی جو پینے والوں کے لئے لذیذ ہوں۔ نہریں بہہ رہی ہوں گی صاف شفاف شہد کی۔

حضرت شاہ احمد سعید نقشبندی مجددی جو چاروں سلسلوں کے رموز و اسرار سے صرف واقف ہی نہیں بلکہ اُن کے طریق تعلیم و تربیت کے عملی طور پر ایک ماہر استاد اور کامل مرشد کی حیثیت سے مسلم و معروف تھے وہ اس قرآنی تمثیل کو ان چاروں سلسلوں پر اس طرح منطبق فرماتے ہیں۔

نہ بگڑنے والے نہ ترے ہوئے پانی کی مثال ”نسبت سہروردیہ“ پر صادق آتی ہے۔

نسبت نقشبندیہ ”دودھ کی اُس نہر جیسی ہے جس کے ذائقے میں یکسانیت ہے اور استقرار و تمسک ہے۔
”نسبت چشتیہ“ اپنے ذوق و کیف میں شراب کی اُس نہر سے مماثلت رکھتی ہے جس میں لذت و نشاط اور کیفیت و سرور ہے۔ اور ”نسبت قادریہ“ صاف شفاف نہر جیسی ہے۔ (۲۴)

حضرت خواجہ باقی باللہ: حضرت خواجہ مودالدین محمد باقی باللہ قدس سرہ برصغیر پاک و ہند میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے

بانی ہیں۔ (۲۵)

برصغیر پاک و ہند میں آمد: آپ روحانی تعلیم و تربیت اور دعوت و ارشاد کے لئے کابل سے براستہ پشاور ۱۰۰۷ھ میں لاہور تشریف لائے ایک سال لاہور میں قیام کے بعد دہلی روانہ ہو گئے اور دریائے جمنا کے کنارے قلعہ فیروز آباد میں سکونت اختیار کی۔ (۲۶)

حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے خلفاء و مریدین سے فرمایا کرتے تھے۔ ”یاد رکھو دل کو اطمینان، یکسوئی اور حضوری اس وقت حاصل ہوتی ہے جب ضرورت کے مطابق صرف پاکیزہ اور حلال کھانا کھایا جائے۔ اگر تم ہزار سال ذکر کرتے رہو لیکن تمہارا کھانا حلال مال سے نہیں تو تم روح کی پاکیزگی اور بالیدگی کا اعلیٰ مقصد کبھی حاصل نہیں کر سکتے صرف اتنی بات کافی نہیں کہ لقمہ حلال کا ہو بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ لکڑی، پانی اور برتن بھی حلال ذرائع سے حاصل ہوں کھانا پکانے والے کا دل بھی اللہ کی یاد کی طرف مائل ہو خود کھانے والے کھاتے وقت اپنی بندگی کے احساس اور اللہ کی بزرگی و برتری کے یقین سے سرشار ہوں، کیونکہ لقمے میں بے احتیاطی کی وجہ سے ایسا دھواں اٹھتا ہے جو روحانی فیض کے راستے بند کر دیتا ہے۔“

حقائق و معارف سے معمور یہ الفاظ اسی ہستی کی زبان سے ادا ہوئے ہیں جس نے اللہ کے دین کے اہم رموز سیکھنے اسوۂ نبوی کے عملی نمونے دیکھنے مصلحین امت کی خدمت میں پہنچ کر ان کی پاکیزہ زندگیوں کا مطالعہ کرنے اور بندگانِ خدا کے حالات معلوم کرنے اور شریعتِ مطہرہ کے اتباع کا پیغام دینے میں اپنی پوری زندگی وقف کر دی۔ اس ہستی نے اپنے مقصد اور مشن کی لگن میں دور دراز علاقوں اور ملکوں کا سفر کیا۔ اس راہ میں ناقابل بیان تکلیفیں اور مصیبتیں برداشت کیں مگر کوئی رکاوٹ کوئی مزاحمت ان کی تڑپ اور لگن کا راستہ نہ روک سکی۔ (۲۷)

حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ

ولادت: ۱۰۱۷ھ بمطابق ۱۵۶۳ء کابل افغانستان

وصال: ۱۰۱۲ھ بمطابق ۱۶۰۳ء دہلی (انڈیا) (۲۸)

سلسلہ نقشبندیہ کی حقیقت: حضرت خواجہ باقی باللہ وہ پہلے بزرگ ہیں جنکی برکت سے برصغیر پاک و ہند میں دینی و روحانی ارشاد و تربیت کا سلسلہ نقشبندیہ جاری ہوا۔ اس سے پہلے اس ملک کے روحانی حلقے اس طریقے سے نا

واقف اور نا آشنا تھے۔ اس بنا پر خواجہ صاحب کو اس عظیم ملک میں اس سلسلہ کا بانی کہنا نہایت مناسب ہوگا۔ اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلے کی کچھ توضیح کی جائے۔ اس کے طریق کار اور طریق تربیت پر اجمال سے روشنی ڈالی جائے تاکہ ایک طالب علم کے سامنے اس کی کچھ خصوصیات سامنے آسکیں۔

حضرت خواجہ باقی باللہ اپنے خلیفہ خاص شیخ تاج الدین سنبھلی کو ایک خط میں ہدایات دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔
 ”آپ با وضو رہیں اور وضو کے بعد دو رکعت نفل تحبۃ الوضو ادا کریں کھانے میں احتیاط کریں گناہوں سے پرہیز کریں نکتہ چینی نہ کریں کسی مومن کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھیں کسی مسلمان کے ساتھ بغض و کینہ نہ رکھیں اپنے سے عاجز اور کمزور انسان پر غیظ و غضب اور تشدد سے کام نہ لیں۔“

اپنے اس مخلص کو تلقین کرتے ہوئے اس کا طریقہ اس طرح تعلیم فرماتے ہیں۔

”آپ نماز تہجد سے فارغ ہو کر کلمہ طیبہ کا ذکر اس قدر آہستہ کریں کہ آپ خود بھی نہ سن سکیں ذکر کے وقت حق تعالیٰ کو حاضر و ناظر خیال کریں اور ایسا معلوم ہو کہ آپ اُسے دیکھ رہے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ انسان کی شرک سے بھی زیادہ قریب ہے۔“ ذکر الہی اور توجہ الی اللہ کی جس نعمت کا حاصل کرنا مقصود ہے اس کا ذکر کرتے ہوئے خواجہ صاحب اپنی ایک مجلس میں ارشاد فرماتے ہیں۔

”اعتقاد کا درست ہونا احکام شریعت کی پابندی کرنا اور بارگاہ الہی کی طرف ہر وقت توجہ کا رہنا نہایت ہی اعلیٰ درجہ کی دولت ہے۔ اس کے برابر کوئی روحانی ذوق اور وجد نہیں۔ اگر یہ حاصل ہو تو پھر کسی اور چیز کی ضرورت نہیں رہتی۔“ (۲۹)

سلسلہ نقشبندیہ کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے سید حسین مانکیوری کے نام اپنے مکتوب نمبر ۲۳۱ میں شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی تحریر فرماتے ہیں۔

”واضح ہو کہ طریق نقشبندیہ کے بزرگوں نے احوال و مواجد کو شریعت کے تابع کیا ہے اور مصارف و اذواق کو دینی علوم کا خادم بنایا ہے یہاں کوئی بات شریعت کے خلاف نہیں ہے مرشد یا پیر طریقت وہ ہے جو مرید کو اللہ کی طرف راغب کرے اور اُس تک پہنچنے کا راستہ دکھائے اس طریق میں تمام مجاہدوں اور ریاضتوں کا مقصد اتباع شریعت ہے شریعت کا مقصود یہ ہے کہ نفس امارہ کی غلط اور ناجائز خواہشات مغلوب ہو جائیں۔ پس جو شخص

اپنے نفس کو مغلوب کرنا چاہتا ہے اُس کے لئے شریعت کی پابندی لازمی ہے جو ریاضتیں شریعت کے مطابق نہ ہوں وہ معتبر اور مفید نہیں ہیں۔“ اس طرح میر نعمان کے خط کے جواب میں مجدد صاحب طریق نقشبندیہ کے دو بنیادی ارکان اس طرح واضح فرماتے ہیں۔

”واضح ہو کہ طریق نقشبندیہ کا مدار دو بنیادی باتوں پر ہے ایک اصل یہ ہے کہ سالک شریعت پر اس حد تک استقامت اختیار کر لے کہ ادنیٰ آداب بھی ترک نہ ہوں دوسری اصل یہ ہے کہ شیخ طریقت کی محبت و اقتدا اس درجہ ہو کہ اس پر کسی قسم کا اعتراض نہ کرے بلکہ اسی کی تمام حرکات و سکنات مرید کی نظر میں محبوب ہوں اگر یہ دونوں باتیں درست ہو گئیں تو دنیا و آخرت کی سعادت میسر آ جائے گی۔“ (۳۰)

مشائخ نقشبندیہ نے اللہ کی معرفت و محبت کی نعمت اور سعادت حاصل کرنے کے لئے جس تربیتی کورس کا انتخاب کیا ہے اور اس مقصد کو حاصل کرنے والوں کے لئے جو درجات مقرر کئے ہیں اس کی تفصیل ذیل میں درج کی جاتی ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہیں اپنے مقصد اور مشن سے کتنا گہرا اور مخلصانہ لگاؤ ہے انہوں نے اس راہ کے طالب کے لئے گیارہ منزلیں مقرر کی ہیں۔ جنہیں عبور کرنا اس کے لئے لازمی ہے۔

پہلی منزل: ہوش دردم۔ جو سانس نکلے یا دالہی میں نکلے۔ غفلت کسی وقت راہ نہ پائے۔

دوسری منزل: نظر بر قدم۔ یعنی چلتے پھرتے نگاہ قدم پر رہے تاکہ نگاہ پراگندہ ہو کر دل کی پراگندگی کا موجب نہ بنے کیوں کہ شروع میں دل نظر کے تابع ہوتا ہے نظر کی پریشانی دل کی پریشانی کا سبب بنتی ہے۔

تیسری منزل: سفر در دطن، بری عادتوں کو ترک کر کے شریفانہ عادت اور اخلاق حمیدہ اختیار کرنا۔

چوتھی منزل: خلوقت در انجمن، بظاہر مخلوق کے ساتھ لیکن دل سے اللہ کی طرف متوجہ رہنا۔

پانچویں منزل: یاد کرو، ایسا لسانی اور قلبی ذکر جس سے غفلت دور ہو۔

چھٹی منزل: بازگشت، زبان سے کلمہ طیبہ کا ذکر کرتے ہوئے بارگاہِ الہی میں دل سے یہ مناجات کرنا کہ خدا

یا میرا مقصود صرف تو ہے اور تیری رضا ہے۔

ساتویں منزل: نگاہداشت، اس بات کی نگرانی کرنا کہ دل میں ماسویٰ اللہ کا گزر نہ ہو۔

آٹھویں منزل: یاد داشت، حق تعالیٰ کی جانب ہر دم اور ہر حال میں پورے ذوق و شوق سے متوجہ رہنا۔

نویں منزل: وقوفِ زمانی، بندہ ہر حال میں اپنے حالات سے باخبر رہے اگر طاعت میں ہے تو شکر بجالائے اور معصیت میں مبتلا ہے تو توبہ واستغفار کرے اسی کا نام محاسبہ نفس ہے۔

دسویں منزل: وقوفِ عددی، کلمہ طیبہ کے ذکر میں طاق عدد کی رعایت رکھنا ہے کیونکہ اللہ طاق ہے اور طاق کو ہی پسند کرتا ہے۔

گیارہویں منزل: وقوفِ قلبی، ذکر کرتے وقت دل میں حق کی آگاہی اور اس کی حضوری اس طرح ہو کہ غیر اللہ سے بالکل تعلق نہ رہے ذکر کے وقت اس قسم کی حضوری کا ہونا ذکر کے موثر ہونے کی اہم شرط ہے۔ (۳۱)

طریقِ نقشبندیہ کے ان احوال و منازل کا سرسری جائزہ بھی اسی امر کی نشان دہی کر دیتا ہے کہ اس سلسلے میں سب سے زیادہ اہمیت اللہ سے مضبوط تعلق اور غیر اللہ سے کلی اجتناب اور احتراز کو ہے یہی ایمان باللہ کا سب سے اہم بنیادی تقاضا ہے۔ طریقِ چشتیہ اور طریقِ نقشبندیہ کے مطابق ذکر الہی اور توجہ الی اللہ سے سرور و وجد اور استغراق و محویت کی جو روح پرور کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ ان کے اظہار میں ایک نمایاں فرق ہوتا ہے جس کی منظر کشی کرتے ہوئے سردلبران کے مصنف سید محمد ذوقی صاحب نے خواجہ مظہر جان جاناں جو ایک بلند پایہ نقشبندی بزرگ تھے کا ایک قول نقل کیا ہے جو اس طرح ہے۔ ”خواجگانِ چشتیہ کی نسبت شراب کے نشے کی مانند ہے اور اسی کا تقاضا ہے کہ وہ شور و نعمات سے لذت پائیں اسی لئے وہ ذکر بھی بلند آواز سے کرتے ہیں اور حضراتِ نقشبندیہ کی ربودگی اور وارفتگی افیون کے نشے سے مشابہ ہے انہیں سکوت میں سکون حاصل ہوتا ہے اور شور و ہنگامے سے دور رہتے ہیں۔ شرابیوں کو نمکین اور چٹ پٹی چیزوں سے رغبت ہوتی ہے اور شیریں چیزوں سے بے رغبتی اور افیونیوں کو چٹ پٹی چیزوں سے نفرت اور وہ میٹھی چیزوں کی طرف مائل ہوتے ہیں اس لئے نقشبندی حضرات ذکر بھی خاموشی سے کرتے ہیں اور رقص و سماع سے بھی پرہیز۔ (۳۲)

ملفوظات حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ: سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے اکابر مشائخ کے ملفوظات عالیہ کا حسین و جمیل انتخاب، شریعت، طریقت اور حقیقت سے آشناء کرنے والے جامع کلمات، ظاہری کی تہذیب اور باطن کی تطہیر کے رہنما اقوال پند و نصائح، عشق و محبت اور علم و حکمت کا خوبصورت مرقع، جو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے سلسلہ نقشبندیہ کے متعلق بیان کئے ہیں۔

- ۱۔ اعلیٰ نصیحت یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اختیار کرو۔
- ۲۔ اپنے عقائد کو فرقہ ناجیہ یعنی علمائے اہل سنت و جماعت کے عقائد کے مطابق درست کرو۔
- ۳۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے اہل بیت کی مثال حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی طرح ہے جو اس میں سوار ہو گیا بچ گیا۔ جو پیچھے رہا وہ ہلاک ہو گیا۔
- ۴۔ اہل و عیال کے ساتھ حد سے زیادہ محبت نہ کرو کہ ضروری کام میں فتور آئے۔
- ۵۔ اہل اللہ کو تجارت، خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کر سکتی۔
- ۶۔ اہل اللہ سے کرامت مت ڈھونڈو۔ ان کے وجود کو ہی کرامت جانو۔
- ۷۔ اس اجتماع سے الگ رہ جو تفرقہ کا باعث ہووے۔
- ۸۔ اس غرض کا مٹا دینا جو کفار سے وابستہ ہو کامل ایمان ہے۔
- ۹۔ احسان سب جگہ بہتر ہے لیکن ہمسایہ کے ساتھ بہترین ہے۔
- ۱۰۔ آخرت کا کام آج کر دُنیا کا کام کل پر چھوڑ دے۔
- ۱۱۔ اظہارِ عجزِ عبادت ہے۔
- ۱۲۔ انبیاء علیہم السلام کے قول کے مقابلہ میں حکماء کا قول رد ہے۔
- ۱۳۔ اولیاء اللہ کی نظر دوا ہے اور کلام شفا ہے اور صحبت سراپا نور۔
- ۱۴۔ نقشبندی دہ ہے جو اپنی زبان کو ذکرِ خدا سے تر رکھے۔
- ۱۵۔ بزرگوں کی بے ادبی ادبار کا پیش خیمہ ہے۔
- ۱۶۔ بچوں پر پیار کا آنا اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نشان ہے جو اپنے مہربان بندوں کو عطا فرماتا ہے۔
- ۱۷۔ بھائی کا حق اس جگہ معاف کرالے ورنہ وہاں نیکیاں دینی پڑیں گی۔
- ۱۸۔ پنج وقتی نماز کو سستی اور کاہلی کے بغیر شرائط اور تعدیل ارکان کے ساتھ ادا کریں۔
- ۱۹۔ تمام سعادتوں کا سرمایہ سنت کی تابعداری ہے اور تمام فسادوں کی جڑ شریعت کی مخالفت ہے۔
- ۲۰۔ تمام مخلوقات میں زیادہ محتاج انسان ہے۔

- ۲۱۔ تف ہے اس طریقہ پر جس میں گالی دینا عبادت ہو۔
- ۲۲۔ جس کو نرمی عطا ہوئی اس کو دنیا و آخرت عطا ہوئی۔
- ۲۳۔ جس گناہ کے بعد ندامت نہ ہو، اندیشہ ہے کہ اسلام سے باہر کر دے۔
- ۲۴۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج جسمانی ہوئی اور دیدار حق آنکھوں سے ہوا
- ۲۵۔ حادثات دنیا کی تلخی کڑوی دوا کی مثل ہے۔
- ۲۶۔ اللہ کے دشمنوں کے ساتھ الفت کرنا اللہ کے ساتھ دشمنی ہے۔
- ۲۷۔ اللہ کے کرم پر مغرور ہونا اور عفو کی اُمید پر گناہ کرنا شیطان کا فریب ہے۔
- ۲۸۔ خلافت شریعت ریاضتیں اور مجاہدات خسارہ ہی خسارہ ہیں۔
- ۲۹۔ ذکر جہر سے اسقدر پرہیز چاہئے کہ کھانا شروع کرتے وقت بسم اللہ بھی دل میں پڑھے۔
- ۳۰۔ سب سے زیادہ عذاب بے عمل عالم پر ہوگا۔
- ۳۱۔ سادات سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کے باعث محبت رکھنی چاہیے۔
- ۳۲۔ سرور و نغمہ ایک زہر ہے جو شہد میں ملا ہوا ہے۔
- ۳۳۔ شریعت دنیا و آخرت کی سعادتوں کی ضامن ہے۔
- ۳۴۔ طریقہ نقشبندیہ کا اصول نہایت آسان ہے اور اللہ تعالیٰ تک جلد پہنچانے والا ہے۔
- ۳۵۔ طریقہ نقشبندیہ کا مدار اصولوں پر ہے، ایک شریعت کی پیروی استقامت کے ساتھ، دوسرے شیخ طریقت کی محبت اور اخلاص میں استقامت۔
- ۳۶۔ ظاہر دراصل باطن کا نمونہ ہے۔
- ۳۷۔ علمائے بے عمل پارس پتھر کی مثل ہیں جو اوروں کو سونا بناتا ہے اور خود پتھر کا پتھر رہتا ہے۔
- ۳۸۔ علمائے بدوہ ہیں جو خلق کے نزدیک عزت کے خواہاں ہیں۔
- ۳۹۔ علمائے سلف پر طعن کرنے والا گمراہ اور بدعتی ہے۔
- ۴۰۔ علم الہام کیا جاتا ہے نیکوں کو اور بد بخت اس سے محروم رکھے جاتے ہیں۔

- ۴۱۔ عمل کی سستی پر مغفرت کی اُمید ہے لیکن بد اعتقادی پر نہیں۔
- ۴۲۔ عورت کا نامحرم مرد سے ملائم گفتگو کرنا بدکاری ہے۔
- ۴۳۔ فقراء کی محبت اور صحبت ضروری ہے۔
- ۴۴۔ فقراء کی خاکروبی دولت مندوں کی صدر نشینی سے بہتر ہے۔
- ۴۵۔ کفر کے بعد سب سے بڑا گناہ دل آزاری ہے خواہ مومن کا ہو یا کافر کا۔
- ۴۶۔ کوئی جاہل ولی نہیں ہوا اور نہ ہوگا۔
- ۴۷۔ گوشہ نشینی بے فائدہ اشغال سے منہ موڑنے کا نام ہے۔
- ۴۸۔ گناہ کے بعد ندامت بھی توبہ کی شاخ ہے۔
- ۴۹۔ مجھے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس لئے محبت ہے کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رب ہے۔
- ۵۰۔ نرم خواہ اور متواضع کے لئے جہنم حرام ہے۔
- ۵۱۔ نفس امارہ کا مقصود ہمہ تن ہمسروں پر بلندی چاہنا ہے۔
- ۵۲۔ نفس پر شریعت کی پابندی سے زیادہ کوئی چیز دشوار نہیں ہے۔
- ۵۳۔ نفس کی کمال مخالفت اتباع شریعت میں ہے۔
- ۵۴۔ ہمارا ایمان ہے کہ حق تعالیٰ قریب اور ساتھ ہے لیکن یہ قرب اور صغیف ہماری سمجھ سے باہر ہے۔
- ۵۵۔ ہر عمل جو موافق شریعت ہے ذکر میں داخل ہے اگر خرید و فروخت ہو۔
- ۵۶۔ اہل خانہ تمہاری رعیت ہیں اور تم اُس کی نسبت سوال کئے جاؤ گے۔
- ۵۷۔ انسان کے تین دوست ہیں ایک قبض روح تک، دوسرا قبر تک، اور تیسرا قیامت تک۔
- قبض روح تک کے ساتھی مال، قبر تک کے ساتھی گھر والے اور قیامت تک کے ساتھی نیک اعمال ہیں۔
- ۵۸۔ ترک دُنیا سے مراد اس میں رغبت کا ترک کرنا ہے۔ نہ کسی چیز کے آنے کی خوشی ہو اور نہ جانے کا غم ہو۔
- ۵۹۔ جس نے دولت مند کی تواضع اس کی دولت مندی کے سبب سے کی، اس نے دو حصہ دین برباد کر ڈالا۔
- ۶۰۔ حق تعالیٰ کو حق ہی سے پاسکتے ہیں نہ کہ تفکر اور تخیل سے۔

- ۶۱۔ دُنیا کا شتکاری اور تنہم ریزی کا مقام ہے نہ کے کھانے اور سونے کا۔
- ۶۲۔ دولت مند کی صحبت زہر قاتل اور اُن کے چرب لقمے دِل کو سیاہ کرنے والے ہیں۔
- ۶۳۔ دِل آنکھ کے تابع ہے۔ آنکھ کی گرفتاری کے بعد دِل کی حفاظت مشکل ہے اور دِل کی گرفتاری کے بعد شرمگاہ کی حفاظت مشکل تر ہے۔
- ۶۴۔ دوسری نظر تیرے لئے وبال ہے۔ نظر اول جو بلا قصد ہو اور دوسری نظر وہ ہے جو قصداً ڈالی جائے۔
- ۶۵۔ دوپہر کا سونا جو بہ نیت سنت ہو اُن کروڑوں شب بیداریوں سے بہتر ہے جو اتباع سنت کی نیت سے نہ ہو۔
- ۶۶۔ زندگی کی فرصت بہت کم ہے اور ہمیشہ کا عذاب یا راحت اس پر مرتب ہے۔
- ۶۷۔ زکوٰۃ کا ایک پیسہ نقلی طور سونے کا پہاڑ صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔
- ۶۸۔ سہو و نسیان نوع انسان کا لازمہ اور خطا و غلطی اس جہان کا خاصہ ہے۔
- ۶۹۔ شریعت کے تین جزو ہیں۔ ”علم، عمل اور اخلاص“۔ جب تک یہ تینوں جزو متحقق نہ ہوں شریعت متحقق نہیں ہوتی۔ علم و عمل شریعت سے حاصل ہوتے ہیں اور اخلاص کا حاصل ہونا طریق صوفیہ پر منحصر ہے کہ جو علم و عمل کی روح ہے۔
- ۷۰۔ تمام اُمتی بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم اور مملوک و غلام ہیں۔
- ۷۱۔ محض زبان سے کلمہ شہادت پڑھ لینا مسلمان ہونے کے لئے ہرگز کافی نہیں۔ تمام ضروریات دین کو سچا ماننے اور کفر کے ساتھ نفرت و بیزاری رکھنے سے آدمی مسلمان ہوگا۔
- ۷۲۔ جو شخص تمام ضروریات دین پر ایمان رکھنے کا دعویٰ کرے لیکن کفر و کفار کے ساتھ نفرت و بیزاری نہ رکھے وہ درحقیقت مرتد ہے اس کا حکم منافق کا سا ہے۔
- ۷۳۔ جب تک اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کے ساتھ دشمنی نہ رکھی جائے اس وقت تک اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت نہیں ہو سکتی۔
- ۷۴۔ جو لوگ کلمہ پڑھتے، اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں لیکن صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ دشمنی رکھتے ہیں اللہ عز و جل نے قرآن مجید میں ان کو کافر کہا ہے۔ یغیظہم الکفار (تاکہ ان سے کافروں کے دِل جلیں)۔

۷۵۔ اکمل اولیاء اللہ کو اللہ تبارک و تعالیٰ یہ قدرت عطا فرماتا ہے کہ وہ بیک وقت متعدد مقامات تشریف فرما ہوتے ہیں۔

۷۶۔ کفار و منافقین پر جہاد اور سختی کرنا ضروریات دین سے ہے۔ کافروں اور منافقوں کی جس قدر عزت کی جائے گی اسی قدر اسلام کی ذلت ہوگی۔ (۳۳)

اس مقالہ میں اُن بے شمار بزرگان دین میں سے صرف چھ اہم بزرگوں کے حالات زندگی ان کے دینی اور اصلاحی کارناموں اور ان کے طریق و تعلیم و تربیت کو نہایت اجمال و اختصار سے بیان کیا جائے گا۔ ان میں سب سے پہلے حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کا نام آتا ہے جنہوں نے اس سلسلہ عالیہ کو پہلی مرتبہ اس ملک میں متعارف کرایا اس لئے وہ اس کے بانی قرار پائے۔ ان کی تربیت و توجہ سے بہت سے ایسے بلند ہمت اور باصلاحیت افراد تیار ہوئے جنہوں نے ان کے مشن کو آگے بڑھایا ان میں سرفہرست شیخ احمد سرہندی کا اسم گرامی ہے۔ جنہوں نے سرہند میں بیٹھ کر دعوت و اصلاح اور تعلیم و ارشاد کا کام کچھ ایسی جرات و ہمت سے سرانجام دیا کہ یہ شہر صرف ہندوستان کے ہی نہیں بلکہ عالم اسلام کے ایک بہت بڑے خطے کے طالبان حق کی آرزوؤں اور عقیدتوں کا مرکز بن گیا۔ آپ کی زندگی ہی میں اس دعوت کو اتنا قبول عام حاصل ہوا کہ اس نے ایک عوامی تحریک کی صورت اختیار کر لی اور ملت اسلامیہ کی طرف سے آپ کو مجدد الف ثانی کا لاثانی اعزاز حاصل ہوا۔

مجدد الف ثانی کے بعد اُن کے فرزند خواجہ محمد معصوم سرہندی نے اس عوامی دینی تحریک کی قیادت سنبھالی اور حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے قیادت و رہنمائی کا حق ادا کر دیا۔ خواجہ محمد معصوم کے صاحبزادے خواجہ سیف الدین سرہندی نے اپنے والد محترم کی ہدایت پر اس عوامی دینی تحریک کو مزید فعال اور موثر بنانے کے لئے دہلی میں ذیلی تربیتی مرکز قائم کیا جسے خواجہ محمد معصوم کی وفات کے بعد اس سلسلہ رشد و ہدایت کو مرکز ثقل کی حیثیت حاصل ہو گئی اور ۱۸۵۷ء بمطابق ۱۲۷۳ھ تک اصلاح معاشرہ اہل حق کی تعلیم و تربیت اور دینی علوم کی ترویج و اشاعت کا اہم دینی اور رفاہی کام باقاعدگی سے انجام دیتا رہا۔

جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد جب دہلی کا سہاگ لٹ گیا اور وہاں قائم تمام تعلیمی اور تربیتی ادارے درہم برہم ہو گئے تو خواجہ سیف الدین سرہندی کا قائم کردہ یہ عظیم ادارہ بھی ابتری کا شکار ہو گیا۔

سقوط دہلی سے کچھ عرصہ پہلے ہی سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے بے شمار تربیتی مراکز ملک کے مختلف حصوں میں قائم ہو چکے تھے۔ انہی میں ایک مرکز پشتو اور پنجابی تہذیب کے سنگم موسیٰ ذئی میں واقع تھا۔ جس کے سربراہ حاجی دوست محمد قندھاری تھے۔

دہلی کی تباہی و بربادی کے بعد جب دہلی کے مرکز کے آخری قائد حضرت شاہ احمد سعید نقشبندی حالات سے مجبور ہو کر ہجرت کے ارادے سے حرمین شریفین کی طرف روانہ ہوئے تو راستے میں موسیٰ ذئی بھی پہنچے اور حاجی صاحب کو اپنی جانشینی کی سند عطا کی اور اپنے مریدین متوسلین کی تربیت کا کام ان کے سپرد کیا۔ اس طرح موسیٰ ذئی کے ذیلی مرکز کو اس ملک میں مرکزی حیثیت حاصل ہو گئی بعد کے حالات نے ثابت کر دیا کہ مرکز کے قائدین حاجی دوست محمد قندھاری، خواجہ محمد عثمان دامانی اور خواجہ سراج، الدین نے اس اہم اور کٹھن ذمہ داری کو پورے عزم و حوصلہ اور کمال حکمت و فراست سے نبھایا۔ (۳۴)

اس بے حد مختصر پس منظر کے بعد، یہاں یہ وضاحت بہت ضروری ہے کہ تفصیل میں جائے بغیر، خاص طور پر سلسلہ نقشبندیہ سے وابستہ ان ممتاز و نمایاں صوفیائے کرام کا تذکرہ کیا جائے جن کی خدمات اور کارناموں سے سرزمین پاکستان روشن ہے۔ یوں تو اس ضمن میں سینکڑوں اسمائے گرامی گنائے جاسکتے ہیں لیکن سر دست ہم حضرت طاہر بندگی، حضرت سید خاوند محمود، حضرت مخدوم آدم، حضرت مخدوم محمد معین ٹھٹھوی، حضرت مخدوم محمد زمان، حضرت میاں محمد عمر چمکتی، حضرت شاہ فقیر اللہ، حضرت حاجی بہادر، مخدوم حافظ عبدالغفور، حضرت یحییٰ، حضرت خواجہ عبدالرحیم باعذری، حضرت غلام محی الدین قصوری، حضرت غلام مرتضیٰ بیر، حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی، حضرت محمد صدیق، حافظ محمد صدیق، حافظ محمد عبدالکریم، حضرت محمد عبداللہ درخانی، حضرت سید نور الحسن بخاری، حضرت محمد اسماعیل شاہ کرمانوائے، حضرت فیض محمد قندھاری، کے نام لے رہے ہیں۔ (۳۵)

ان بزرگوں کے تفصیلی تذکروں پر درجنوں کتابیں تحریر کی گئی ہیں اور آئندہ بھی لکھی جائیں گی۔

اب زیر نظر مقالہ کے اصل موضوع کے متعلق دوسرے باب کی طرف آتے ہیں یعنی سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ

کی دینی و اصلاحی خدمات اور پیرسید محمد لطف شاہ بخاری۔

حوالہ جات

- ۱۔ محمد نور بخش، توکلی، ”تذکرہ مشائخ نقشبند“، گجرات، شریف پرنٹنگ پریس، ۱۹۷۰ء ص ۴۸۸
- ۲۔ ”مختصر اردو دائرہ معارف اسلامیہ“، لاہور، دانش گاہ، ۱۹۶۶ء۔ ص ۸۶۱-۸۶۲ ج ۲-۶
- ۳۔ ”اردو دائرہ معارف اسلامیہ“، لاہور، دانش گاہ، ۱۹۶۶ء ص ۴۳۴-۴۳۶ ج ۲۲
- ۴۔ ڈاکٹر صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر، ”صوفیہ نقشبند“، حیدرآباد، رکن اسلام پبلیکیشنز ۱۹۹۶ء ص ۲۹-۳۰
- ۵۔ ایضاً۔ ص ۳۰
- ۶۔ جامی، عبدالرحمن، ”نفحات الانس“، کراچی، آفسٹ پریس، ۱۹۸۲ء، ص ۶۴۸
- ۷۔ القرآن: ۷: ۵۵
- ۸۔ ڈاکٹر صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر، ”صوفیہ نقشبند“، حیدرآباد، محولہ بالا۔ ص ۳۱
- ۹۔ القرآن: ۳: ۳۱
- ۱۰۔ ڈاکٹر صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر، ”صوفیہ نقشبند“، حیدرآباد، محولہ بالا، ص ۳۲
- ۱۱۔ حاجی امداد اللہ ”ضیاء القلوب، تصفیۃ القلوب“، اردو ترجمہ، مطبع مجتبائے دہلی، ۱۹۶۷ء ص ۵۹-۷۴
- ۱۲۔ پروفیسر ڈاکٹر عبدالرشید، ”اسلامی تصوف اور صوفیائے سرحد“، کراچی طاہر سنز ۱۹۹۷ء ص ۳۴-۳۹
- ۱۳۔ بخاری، ابی عبداللہ محمد بن اسماعیل ”اصحیح البخاری“، کراچی، قدیمی کتب خانہ، ۱۹۶۱ء ص ۹۶۳-۹۶۴ ج ۲
- ۱۴۔ سید اختر حسین، ”سیرت امیر ملت“، کراچی، مکتبہ آفریدی ۲۰۰۳ء۔ ص ۲۷۰
- ۱۵۔ مجدد الف ثانی، ”مکتوبات امام ربانی“، مترجم مولانا عالم الدین نقشبندی مجددی، لاہور،
- ضیاء القرآن پبلیکیشنز، ۲۰۰۰ء ص ۵۲۷-۵۳۰، ج ۱۔
- ۱۶۔ رومی، جلال الدین مولانا، ”مثنوی معنوی“، اردو ترجمہ قاضی سجاد حسین، لاہور، نظامی پرنٹرز ص ۱۰۱، ج ۱۔
- ۱۷۔ القرآن: ۲۴: ۳۷
- ۱۸۔ القرآن: ۷۰: ۲۳
- ۱۹۔ سید اختر حسین، ”سیرت امیر ملت“، کراچی، محولہ بالا، ص ۲۷۳-۲۷۴

- ۲۰۔ ایضاً، ص ۳۱-۳۲
- ۱۱۔ ڈاکٹر صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر، ”صوفیہ نقشبند“۔ حیدرآباد، محولہ بالا، ص ۲۹
- ۲۲۔ حافظ افروغ حسن، ”روحانیت کا گلزارِ کہکشاں“، لاہور، جسارت پرنٹر، ص ۱۲-۱۳
- ۲۳۔ القرآن: ۱۵:۴۷
- ۲۴۔ حافظ افروغ حسن، ”روحانیت کا گلزارِ کہکشاں“، لاہور، محولہ بالا، ص ۱۵
- ۲۵۔ ایضاً، ص ۱۹
- ۲۶۔ ایضاً، ص ۳۰
- ۲۷۔ ایضاً، ص ۲۱-۲۲
- ۲۸۔ محمد صادق قصوری، ”تاریخ مشائخ نقشبند“، لاہور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۲۰۰۲ء، ص ۲۶۸
- ۲۹۔ حافظ افروغ حسن، ”روحانیت کا گلزارِ کہکشاں“، لاہور، محولہ بالا، ص ۸۰-۸۱
- ۳۰۔ ایضاً، ص ۸۱-۸۲
- ۳۱۔ ایضاً، ص ۸۲-۸۳
- ۳۲۔ ایضاً، ص ۸۴
- ۳۳۔ محمد صادق قصوری، ”ملفوظات نقشبندیہ“، لاہور، مکتبہ زاویہ، ۱۹۹۸ء، ص ۱۲۲-۱۲۷
- ۳۴۔ حافظ افروغ حسن، ”روحانیت کا گلزارِ کہکشاں“، لاہور، محولہ بالا، ص ۱۶-۱۷
- ۳۵۔ عالم فقری، ”تذکرہ اولیائے پاکستان“، لاہور، شبیر برادرز، ۱۹۹۳ء، ص ۴-ج ۲

- ۱۰۳- مهربان حسین و ذوالفقار حسین شاه بخاری، سید، "گلزار ولایت" محوله بالا، ص ۱۴۲-۱۴۳-
 ۱۰۴- الفت حسین شاه بخاری، سید، "گلشن سادات" محوله بالا، ص ۱۴۱-۱۵۰-
 ۱۰۵- مهربان حسین و ذوالفقار حسین شاه بخاری، سید، "گلزار ولایت" محوله بالا، ص ۱۰۶-۱۰۸-
 ۱۰۶- الفت حسین شاه بخاری، سید، "گلشن سادات" محوله بالا، ص ۱۵۰-۱۵۱-
 ۱۰۷- ایضاً، ص ۱۴۳-۱۴۴-
 ۱۰۸- مهربان حسین و ذوالفقار حسین شاه بخاری، سید، "گلزار ولایت" محوله بالا، ص ۲۳-

حضرت پیر سید محمد لطف شاہ بخاری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

خاندان: پیر سید محمد لطف شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ المعروف شاہ جی کا تعلق سادات کے معزز گھرانے سے تھا۔ آپ نجیب الطرفین سید تھے۔ (۱) آپ کے والد ماجد کا نام حضرت پیر سید فضل شاہ ہے آپ پانچ بھائی تھے۔ سید معصوم شاہ بخاری، سید شرف شاہ بخاری، سید حیدر شاہ بخاری اور سید روڈے شاہ بخاری۔ آپ کے والد ماجد آپ کے مزار مبارک سے ملحق قبرستان میں آسودہ خاک ہیں۔ (۲) آپ کا خاندان زہد اور تقویٰ میں معروف تھا آپ کے والد ماجد کو عقیدت مند بڑے شاہ جی کے نام سے پکارتے تھے اسی نام سے آپ مشہور تھے۔ آپ اپنے وقت کے ولی کامل اور صاحب کرامت بزرگ اور سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی صاحب مجاز روحانی شخصیت تھے۔

پیدائش: پیر سید محمد لطف شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش ضلع جہلم کے قصبہ رواترہ شریف میں ہوئی جو دریائے جہلم کے نزدیک ایک اہم آب منسوبہ منگلا ڈیم کے نزدیک واقع ہے۔

تعلیم و تعلم: پیر سید محمد لطف شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے علمی اور ادبی گھرانے میں آنکھ کھولی اس لئے آپ نے ابتدائی دینی تعلیم اپنے گھر میں ہی اپنے والد صاحب سے حاصل کی تھی کیونکہ آپ کے والد محترم پیر سید فضل شاہ بخاری پڑھے لکھے عالم فاضل سنت بنوی رحمۃ اللہ علیہ کے پابند تھے۔ آپ انتہائی علم دوست اور علم پرور تھے۔

بیعت: ظاہری تعلیم و تربیت کے مراحل سے گزرنے کے بعد دل میں ذوق شوق اور محبت الہی نے غلبہ کیا۔ بچپن ہی سے آپ کو اللہ والوں سے بے پناہ عقیدت اور والہانہ انس تھا۔ ابتداء سے طبیعت میں جذب اور محبت الہی کی کیفیت نمایاں تھی۔ اسی کیفیت نے آپ کو روحانیت کے میدان میں لاکھڑا کیا اور راہ طریقت اختیار کی۔ چونکہ راہ بغیر راہنمائی کے طے نہیں ہو سکتی اس لئے آپ ”اطلب الریق ثم الطریق“ کے پیش نظر تلاش مرشد میں لگ گئے۔

آپ کی طبیعت مضطرب ہو چکی تھی۔ علم دین کے حصول اور عرفان حق کی طلب ہر وقت تڑپانے لگی۔ جس نے آتش شوق کو مزید ہوا دی اور بیقراری اس حد تک بڑھی کہ گوہر مقصود اور درّ مطلوب کے لئے موضع باؤلی شریف ضلع گجرات تشریف لے گئے۔ آخر کار طلب صادق اور سعادت ازلی نے آپ کو غوث عالم رئیس ملت و دین سلطان العارفین، منہاج الواصلین مرد حقانی شہباز لامکانی شیخ المشائخ حضرت خواجہ محمد خان عالم نقشبندی مجددی قدس

سرہ العزیز کی بارگاہ میں پہنچا دیا اور اُن کے دست حق پرست پر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت کی سعادت حاصل کی اور آپ کی خدمت میں رہ کر دولت سرمدی سے شرف یاب ہوئے۔ علوم باطنی کے آغاز کے ساتھ ہی عبادت و ریاضت اور مجاہدہ نفس کی تمام دشوار گزار منازل جو انمردی اور بلند ہمتی سے طے کر کے روحانی فیض حاصل کیا اور مرشد کریمکی باطنی توجہ سے تھوڑے ہی عرصے میں قبولیت عامہ حاصل کر لی۔ ہمیشہ اپنی درویشانہ روش اور ریاضتوں کو دنیا داری کے لباس میں چھپایا۔ کیونکہ آپ کو نام و نمود اور شہرت طلبی سے ابتداء ہی سے نفرت تھی۔ آپ مرشد کریم کی نگاہ میں کامل ولی اللہ تھے آپ دن رات ذکر الہی میں مشغول رہتے۔ آخر کار ریاضت اور مجاہدہ کے بعد آپ کے پیرو مرشد نے خرقہ خلافت عطا کیا اور آپ نے مرشد کے سکھائے ہوئے اشغال و اذکار کے بعد اپنے مرشد ہی سے سلوک کی تمام منزلیں طے کیں۔ (۳)

والدین کا وصال : آپ کے والد حضرت پیر سید فضل شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا اس زمانے کے مشاہیر ولی کامل میں شمار ہوتا تھا۔ آپ کی بزرگی اور ولایت کے بہت چرچے تھے۔ آپ کی والدہ صاحبہ بھی زہد و اتقاء میں پاک باز اور پارسا خاتون تھیں آپ کی آخری آرام گاہ دربار عالیہ رواترہ شریف میں ہی ہے۔ جہاں مریدین و معتقدین روحانی تسکین و رہنمائی کے لئے حاضری دیتے ہیں اور فاتحہ خوانی کرتے ہیں۔

شادی مبارک : حضرت پیر سید لطف شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی شادی مبارک عالم شباب میں اپنے ہی خاندان میں ہوئی تھی ازدواجی زندگی کے ابھی چند سال ہی گزرے تھے کہ ایک جانکاہ صدمے نے آلیا اور آپ کی شریک حیات داغ مفارقت دے گئیں۔ نیک سیرت بیوی کی اچانک موت نے آپ کے فکر و ذہن کو خاصا متاثر کیا آپ نے زندگی میں ایک ہی شادی کی تھی آپ کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ (۴)

جنگلوں میں چلہ کشی کے دوران بکری کا ریوڑ سے الگ ہو کر شاہ جی کی خدمت میں حاضر ہونا: آپ رحمۃ اللہ علیہ کو دنیا سے دور اور اللہ کے قریب ہونے کی آرزو گھر سے نامعلوم مقام کی طرف لے گئی۔ آپ نے مصمم ارادہ کر لیا کہ جب تک اللہ تعالیٰ ان سے راضی نہیں ہو جاتے تب تک انہیں نہ دنیا چاہئے نہ دنیا کی راحت و سکون۔ سو آپ نے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے جنگل کا انتخاب کیا اس طرح اللہ تعالیٰ کی چوکھٹ پر کاسہ گدائی لے کے بیٹھ گئے۔ آپ کی خوراک کے لئے اللہ تعالیٰ نے بکریوں کے ریوڑ میں سے ایک بکری کا چناؤ فرمایا جو آپ کی اپنے دودھ

سے تواضع کرتی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دودھ پلانے پر مامور بکری ایک خاص مقام سے چرواہے کو جھل دے کر تھوڑی دیر کے لئے روزانہ اپنی ساتھی تمام بکریوں سے الگ ہو جاتی تھی۔ چرواہے کو جب معلوم ہوا تو اس نے بکری کا پیچھا کیا مقام خاص پر پہنچ کر بکری کھڑی ہو گئی تو ایک ڈھانچہ نما شخص اس کا دودھ پینے لگا کم عقل چرواہا دودھ پینے والے کو مارنے کے لئے آگے بڑھا تو اس کی ایک ٹانگ ساکت ہو گئی جس سے چرواہا گھبرا گیا شاہ جی صاحب نے فرمایا کہ تمہاری ٹانگ تب ٹھیک ہو سکتی ہے کہ آپ میرے متعلق کسی کو بتانا نہیں ورنہ تمہاری ٹانگ دوبارہ ویسی ہی ہو جائے گی۔ چرواہے نے وعدہ تو کیا مگر وعدہ نبھانہ سکا گھر پر آتے ہی تمام روداد گھر والوں سے بیان کر دی اس طرح آپ کے گھر والوں کو معلوم ہوا جو کافی عرصہ سے آپ کی تلاش میں تھے۔ آپ کے گھر والے اس مقام پر پہنچے جہاں آپ ذکر الہی میں مصروف تھے گھر والوں کو پہچاننے میں کچھ دشواری پیش آئی۔ کیونکہ ایک ہی مقام پر بیٹھے بیٹھے عرصہ گزر چکا تھا۔ ہڈیوں کے جوڑ حرکت نہیں کر رہے تھے۔ مراقبے میں رہ رہ کر گردن کے مہرے اس قدر باہر نکلے ہوئے تھے کہ سر اوپر اٹھانے سے مشکل پیش آتی تھی۔ آپ گوروئی میں لیٹ کر گھرا لایا گیا۔ آپ جوں ہی صحت مند ہوئے دوبارہ گھر کو خیر باد کہہ دیا پھر ساری زندگی گھر نہیں آئے۔ آپ کی بقیہ زندگی موضع ساگری، پنڈوڑی اور چک قاضی (ضلع جہلم) میں گزری۔ آپ نے پنڈوڑی، چک قاضی اور ساگری کی مساجد سے ملحق اپنی رہائش کے لئے حجرے بنوائے اور ان ہی حجروں میں قیام فرمایا۔ پنڈوڑی کی مسجد سے ملحق آپ کا حجرہ مبارک تا حال موجود ہے۔ (۵)

شجرہ طیبہ: فرمان الہی: وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِنْ شَيْءٍ . (۶)

ترجمہ: اور جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی ہم نے ان کی اولاد کو ان کے ساتھ ملایا اور ان کے عمل میں ذرا سی بھی کمی نہیں کی۔ شاہ جی صاحب کا شجرہ نسب والدین کی جانب سے حضرت نبی کریم ﷺ تک پہنچتا ہے آپ کے آباؤ اجداد سب کے سب مومن و متقی، صالح و برگزیدہ حیثیت کے حامل تھے اور آیت بالا کے صحیح مصداق، گویا آپ کا شجرہ نسب صحیح معنی میں اس آیت شریفہ سے مطابقت رکھتا ہے۔

كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ (۷)

ترجمہ: مثل اس پاکیزہ درخت کے جس کی جڑ قائم ہے اور شاخیں آسمان میں ہیں۔

شاہ جی صاحب اس مقدس اور مستحکم درخت کی وہ پاکیزہ شاخ تھے جن کا شجرہ نسب اُن کے تقدس کی دلیل

اور جن کے اعمال صالحہ ان کی علو شان پر شاہد و عادل ہیں۔

ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ (۸)

ترجمہ: یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہے اپنے فضل سے نوازے۔

پدری شجرہ نسب

شجرہ نسب کسی کتاب میں تحریر نہیں ملی البتہ موجودہ جانشین پیر سید بشیر حسین شاہ صاحب کے صاحبزادہ

صاحب پیر سید محمد عرفان امیر شاہ صاحب نے مجھے تحریر کر دیا جو ان کے پاس قلمی نسخہ موجود تھا۔

۱	رسول اکرم نبی محترم ۱۱	سید عبداللہ شاہ	۲۱	سید عنایت شاہ	۳۱	گوہر شاہ	
	حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ	رحمتہ اللہ علیہ		رحمتہ اللہ علیہ		رحمتہ اللہ علیہ	
۲	سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضہ ۱۲	سید احمد شاہ	۲۲	سید نبی شاہ	۳۲	مالک شاہ	
	اللہ عنہا	رحمتہ اللہ علیہ		رحمتہ اللہ علیہ		رحمتہ اللہ علیہ	
	زوجہ حضرت علی ابن ابی طالب						
	رضی اللہ عنہ						
۳	حضرت امام حسین ابن علی ۱۳	سید علی شاہ	۲۳	سید نقوشاہ	۳۳	سید ولی شاہ	
	سید الشہید ارضی اللہ عنہ	رحمتہ اللہ علیہ		رحمتہ اللہ علیہ		رحمتہ اللہ علیہ	
۴	حضرت علی ابن حسن زین ۱۴	پیر سلطان شیر شاہ	۲۴	سید سلطان شاہ	۳۴	شمس علی شاہ	
	العابدین رضی اللہ عنہ	رحمتہ اللہ علیہ		رحمتہ اللہ علیہ		رحمتہ اللہ علیہ	
۵	حضرت محمد باقر	۱۵	سید سلطان احمد کبیر شاہ	۲۵	سید غلام حیدر شاہ	۳۵	سید فضل شاہ
	رضی اللہ عنہ	رحمتہ اللہ علیہ		رحمتہ اللہ علیہ		رحمتہ اللہ علیہ	
۶	حضرت جعفر صادق	۱۶	پیر مخدوم شاہ	۲۶	سید مہر شاہ	۳۶	سید روڈ و شاہ
	رضی اللہ عنہ	رحمتہ اللہ علیہ		رحمتہ اللہ علیہ		رحمتہ اللہ علیہ	
۷	حضرت موسیٰ کاظم	۱۷	سید نو بہار ناصر الدین شاہ	۲۷	سید کرم شاہ	۳۷	سید محمد مصری شاہ
	رضی اللہ عنہ	رحمتہ اللہ علیہ		رحمتہ اللہ علیہ		رحمتہ اللہ علیہ	
۸	حضرت موسیٰ رضا	۱۸	سید قلندر شاہ	۲۸	سید امیر حیدر شاہ	۳۸	سید محمد امیر شاہ
	رحمتہ اللہ علیہ	رحمتہ اللہ علیہ		رحمتہ اللہ علیہ		رحمتہ اللہ علیہ	
۹	سید امام علی تقی	۱۹	سید برہان شاہ	۲۹	سید سکندر شاہ	۳۹	سید بشیر حسین شاہ صاحب
	رحمتہ اللہ علیہ	رحمتہ اللہ علیہ		رحمتہ اللہ علیہ			
۱۰	سید جعفر شاہ	۲۰	سید مقصود شاہ	۳۰	سید حبیب شاہ	۴۰	سید محمد عرفان امیر شاہ
	رحمتہ اللہ علیہ	رحمتہ اللہ علیہ		رحمتہ اللہ علیہ		صاحب (۹)	

حضرت پیر سید محمد لطف شاہ نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ سے جو حضرات عقیدت رکھنے والے یا وابستہ ہیں وہ اس ختم مبارک کو پڑھ کر حضرت شاہ جی صاحبؒ اور ان کے خاندان اور شجرہ شریف کے مشائخ کرام کو ایصال ثواب کریں، عمل صالح اور خاتمہ بالخیر کی دُعا اور دنیاوی مرادوں کے حصول اور مشکلات کی آسانی کے لئے بارگاہ الہی میں التجا کریں اور ان بزرگوں کا وسیلہ بارگاہ الہی میں پیش کریں۔

ختم مبارک

۱۰۰ بار	اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ ذَرَّةٍ مِّاءَةِ اَلْفِ اَلْفِ مَرَّةٍ هـ
۱۰۰ بار	سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ هـ
۱۰۰ بار	يَا اللّٰهُ
۱۰۰ بار	يَا رَحْمَنُ
۱۰۰ بار	يَا رَحِيْمُ
۱۰۰ بار	يَا اَرْحَمَ الرَّحِمِيْنَ
۱۰۰ بار	درود شریف

ختم خواجگان نقشبندیہ مجددیہ علیہم الرضوان الغفران

سورة فاتحه شريف	۷ بار
درود شريف	۱۰۰ بار
سورة الم نشرح شريف	۷۹ بار
سورة اخلاص شريف	۱۰۰۰ بار
سورة فاتحه شريف	۷ بار
درود شريف	۱۰۰ بار
يَا قَاضِيَ الْحَاجَاتِ ط	۱۰۰ بار
يَا كَافِيَ الْمُهِمَّاتِ ط	۱۰۰ بار
يَا رَافِعَ الدَّرَجَاتِ ط	۱۰۰ بار
يَا حَلَّ الْمُشْكَلاتِ ط	۱۰۰ بار
يَا دَافِعَ الْبَلِيَّاتِ ط	۱۰۰ بار
يَا شَافِيَ الْأَمْرَاضِ ط	۱۰۰ بار
يَا مُسَبِّبَ الْأَسْبَابِ ط	۱۰۰ بار
يَا مُجِيبَ الدَّعَوَاتِ ط	۱۰۰ بار
يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ ط	۱۰۰ بار

شجرہ طیبہ نقشبندیہ مجددیہ

از جناب حضرت خواجہ حافظ محمد فاضل صاحب رحمۃ اللہ علیہ ڈھانگری شریف ضلع میرپور آزاد کشمیر
 بخش الہی اجر اس ختم دانی مختارنوں
 بخش اپنے کرم تھیں یا الہ العالمین
 حضرت صدیقؑ نوں اس ختم تھیں بخشیں ثواب
 حضرت جعفر صادق ولی ہو راولیاء بایزید
 حضرت یوسف ہمدانی و عبدالحق نوں پہنچا ثواب
 حضرت خواجہ محمود و حضرت علی رامیتنی
 بہرہ وراں ختم تھیں کراے خدا میرا کلال
 حضرت یعقوب چرنی بھی عبید اللہ نوں
 حضرت خواجہ درویش محمد و حضرت امکنگی
 حضرت خواجہ شیخ احمد مجدد الف ثانی راہنما
 شاہ حجتہ اللہ و حضرت خواجہ محمد زبیر
 حضرت خواجہ جمال اللہ و خواجہ عیسیٰ و حضرت فیض اللہ
 حضرت خواجہ محمد خان عالم بھی کراں شمار
 حضرت سید محمد مصری ہو ر حضرت محمد امیر شاہ
 حضرت سید بشیر حسین شاہ جو ہیں سجادہ نشین
 یارب نسبت نقشبندیہ مجددیہ ہو نصیب سکو
 مشکلیں آسان کر رنج و غم و الم دور ہوں
 دنیا میں حشر میں نزع و قبر میں
 ہادی خلقت سید الاررار نوں
 آل نوں اصحاب نوں ہر اک نبی دے یار نوں
 حضرت سلیمانؑ ہو ر قاسم پیارے یار نوں
 حضرت بوالحسن خرقانی و بوعلی نیکوکار نوں
 حضرت خواجہ عارف کامل مرد بزرگ وار نوں
 بخش دے بابا سماسی صاحب اذکار نوں
 شاہ نقشبند بہاؤ الدین و علاؤ الدین اپنے یار نوں
 حضرت خواجہ محمد زائد تا بعد ار نوں
 حضرت خواجہ باقی باللہ صاحب واقف اسرار نوں
 بخش دے یارب فضل تھیں معصوم اپنے یار نوں
 حضرت خواجہ قطب الدین اپنے عاشق زار نوں
 حضرت خواجہ نور محمد ہو ر حضرت ہادی نامدار نوں
 حضرت پیر محمد لطف شاہ پیرپور انوار نوں
 بخش برکت آپ دی اولاد پور انوار نوں
 ابد الابد رکھیں اس عالی دربار نوں
 صدقے ان اولیاء کے جو بھی حاضر ہیں اس دربار نوں
 ہر خاص و عام جو آئے ہیں اس عالی دربار نوں
 نہ بھولیں یا الہی ہر ولی دے تا بعد ار نوں (۱۰)

اصحاب شجرہ طیبہ کے اسمائے گرامی

- ۱ رسول اکرم نبی معظم حضرت خواجہ عبد الخالق ۱۹ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار ۲۸ حضرت سید قطب الدین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ غجدانی رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ اللہ علیہ حیدر رحمۃ اللہ علیہ
- ۲ امیر المومنین سیدنا حضرت ۱۱ حضرت خواجہ محمد عارف ۲۰ حضرت خواجہ محمد زائد و خشی ۲۹ حضرت خواجہ حافظ سید محمد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ریوگری رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ اللہ علیہ جمال اللہ راپوری رحمۃ اللہ علیہ
- ۳ سیدنا حضرت سلمان فارسی ۱۲ حضرت خواجہ محمود الخیر فغنوی ۲۱ حضرت خواجہ درویش محمد ۳۰ حضرت خواجہ سید محمد عیسیٰ رضی اللہ عنہ رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ اللہ علیہ گنڈاپوری رحمۃ اللہ علیہ
- ۴ سیدنا حضرت قاسم بن محمد ۱۳ حضرت خواجہ عزیزاں علی ۲۲ حضرت خواجہ محمد مقتدی ۳۱ حضرت خواجہ محمد فیض اللہ بن ابی بکر الصدیق رضی رامیتنی رحمۃ اللہ علیہ املنگی رحمۃ اللہ علیہ تیراہی رحمۃ اللہ علیہ اللہ عنہ
- ۵ سیدنا حضرت جعفر صادق ۱۴ حضرت بابا محمد سامی ۲۳ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ ۳۲ حضرت خواجہ نور محمد چوراہی رضی اللہ عنہ رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ اللہ علیہ
- ۶ حضرت خواجہ با یزید ۱۵ حضرت خواجہ میر کلال ۲۴ حضرت مجدد الف ثانی شیخ ۳۳ حضرت خواجہ فقیر محمد چوراہی بسطامی رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ اللہ علیہ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ
- ۷ حضرت خواجہ ابو الحسن ۱۶ حضرت خواجہ محمد بہاء الدین ۲۵ حضرت خواجہ محمد معصوم ۳۴ حضرت ہادی محمد نامدار خرقانی رحمۃ اللہ علیہ نقشبندیہ رحمۃ اللہ علیہ سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نقیال شریف رحمۃ اللہ علیہ
- ۸ حضرت بوعلی فارمدی ۱۷ حضرت خواجہ علاء الدین ۲۶ حضرت خواجہ حجۃ اللہ نقشبند ۳۵ حضرت خواجہ محمد خان عالم رحمۃ اللہ علیہ عطار رحمۃ اللہ علیہ ثانی رحمۃ اللہ علیہ بادل شریف رحمۃ اللہ علیہ
- ۹ حضرت خواجہ ابو یوسف ۱۸ حضرت خواجہ یعقوب چرخ ۲۷ حضرت خواجہ محمد زبیر سرہندی ۳۶ حضرت شاہ جی قبلہ عالم ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ اللہ علیہ مجدد دران پیر سید محمد لطف شاہ بناری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ (۱۱)

آپ کے پیر و مرشد حضرت خواجہ محمد خان عالم رحمۃ اللہ علیہ: سلطان العارفین، شیخ المشائخ قبلہ عالم حضرت خواجہ محمد خان عالم رحمۃ اللہ علیہ کسی تعارف کے محتاج نہیں چونکہ آپ کے تعارف سے محمد لطف شاہ جی متعارف ہوئے۔

(۱۲) آپ موضع کری شریف جلال پور جٹاں میں پیدا ہوئے آپ کی تاریخ ولادت معلوم نہیں آپ نے حضرت ہادی محمد نامدار موضع نتھیاں شریف کے ہاتھ پر دست بیعت کی اور سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں داخل ہوئے۔ ان کے وصال کے بعد آپ نے حضرت خواجہ نور محمد چورائی ضلع انک کے ہاتھ پر بیعت ثانیہ کی۔ آپ کے دو صاحبزادے حضرت خواجہ محمد بخش اور خواجہ غلام محی الدین بھی اپنے وقت کے صاحب کرامت ولی اللہ ہوئے۔ حضرت خواجہ محمد خان عالم اپنے دور کے صاحب کرامت ولی کامل تھے آپ کی ولایت کے چرچے عام تھے آپ کی زیارت سے بڑی بڑی شخصیات مستفید ہوئیں اور فیض حاصل کیا آپ عشاء کے وضو سے نماز فجر ادا کرتے تھے اور پوری رات مراقبہ اور نماز تہجد ادا کرتے تھے۔ آپ کی ریاضت کا یہ عمل تاحیات جاری رہا۔ (۱۳) حضرت سائیں نور رحمۃ اللہ علیہ ٹنگروٹ شریف والے فرمایا کرتے تھے کہ ہر علاقے کا ایک نمبر وار ہوتا ہے۔ اس طرح حضرت خواجہ محمد خان عالم باولی شریف والے علاقے کے ولیوں کے نمبر وار ہیں۔ (۱۴)

کامل پیر مرید کی خبر بھی رکھتے ہیں اور خیال بھی: پنڈ وڑی کے ایک ویران گھر میں ایک غار نما جگہ بنی ہوئی تھی جہاں پیر لطف شاہ باولی شریف سے واپسی پر ذکر الہی میں مصروف ہو گئے۔ آپ کو غار میں بھوکے پیاسے تقریباً ایک ہفتہ ہو چکا تھا کہ آپ کے مرشد حضرت خواجہ محمد خان عالم کو توجہ کے ذریعے معلوم ہوا کہ لطف شاہ جی سات دن سے بغیر کچھ کھائے پیئے یاد الہی میں مصروف ہیں تو آپ سے رہا نہ گیا آپ فوراً گھوڑی پر سوار ہو کر چند ساتھیوں کے ہمراہ پنڈ وڑی کی طرف چل دیئے۔ طویل سفر تھا راستے میں عقیدت مند بھی ساتھ شامل ہوتے گئے۔ پنڈ وڑی کے لوگوں کو خبر ہوئی تو استقبال کیلئے اکٹھے ہو گئے۔ آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ آپ کے گاؤں میں پیر سید لطف شاہ ایک ہفتہ سے بھوکے پیاسے یاد الہی میں مصروف ہیں اور آپ لوگوں نے ان کی خبر تک نہ لی۔ اتنے میں لطف شاہ جی اپنے مرشد پاک کی قدم بوسی کے لئے حاضر ہو گئے۔ آپ نے فرمایا کہ شاہ صاحب میں نے یہ تو نہیں کہا تھا کہ آپ بھوکے پیاسے وظائف کے لئے بیٹھ جائیں۔ معلوم ہوا کہ کامل پیر اپنے مرید کے نہ صرف خبر رکھتے ہیں بلکہ والدین سے بڑھ کر خیال بھی۔

حضرت خواجہ محمد خان عالم رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے مرید و خلیفہ پیر محمد لطف شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ سے محبت: حضرت پیر لطف شاہ صاحبؒ اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ محمد خان عالمؒ کا دل کی گہرائیوں سے ادب و احترام کرتے تھے۔ آپؒ کا معمول تھا کہ ہر جمعرات کو بادی شریف ضرور حاضری دیتے تھے اگر کسی وجہ سے تاخیر ہو جائے تو آپؒ کے مرشد ملاقات کے لئے بے قرار ہو جاتے۔ آپؒ جب حاضر خدمت ہو کر تاخیر کی وضاحت پیش کرتے اور ساتھ ہی معذرت چاہتے تو آپؒ کے مرشد فرماتے آپؒ کی وضاحت بھی درست اور تجھے معاف بھی کروں یہاں معاملہ الٹ ہو چکا ہے۔ مرید اپنے پیر کی راہ دیکھتے ہیں میں تیری راہ دیکھتا ہوں۔ آپؒ فرمایا کرتے تھے: مرید اپنے پیر پر فخر کرتے ہیں میں اپنے مرید لطف شاہ صاحبؒ پر فخر کرتا ہوں۔ (۱۵)

وصال مبارک: آپؒ شادی کے بعد موضع باؤلی شریف میں مستقل قیام فرمایا آپؒ کا وصال مبارک ۳ ذوالحجہ ۱۲۸۸ ہجری میں ہوا آپؒ کے سالانہ عرس کے موقع پر ہزاروں ارادت مند مریدین شرکت کرتے اور فیضیاب ہوتے ہیں۔ (۱۶)

پیر سید محمد لطف شاہ بخاری نقشبندی مجددیؒ کی دینی، ملی، فلاحی اور اصلاحی خدمات: حق تعالیٰ شانہ نے اپنے دین متین کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے۔ جو رجال دین کے ذریعہ پورا ہوتا ہے۔ دین کے ہر شعبہ کی حفاظت اور اس کو دجالوں سے بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ ایسے مقدس حضرات کو پیدا فرماتا ہے۔ جو کما حقہ اس خدمت کو انجام دے کر دین کے صحیح خدو خال کو ظاہر کرتے ہیں۔ (۱۷) مرشد پاک کے حکم کے مطابق آپؒ نے موضع پنڈوری ضلع جہلم کی مسجد سے ملحق حجرہ بنا کر قیام فرمایا اور لوگوں کی دینی و اصلاحی خدمات سرانجام دیں۔ آپؒ موضع آڑا ضلع جہلم کوٹلی آزاد کشمیر، نارہ شہر تحصیل کہوٹہ ضلع راولپنڈی قاضی چک ضلع جہلم اور پھر ساگری ضلع جہلم تشریف لائے اور لوگوں کی رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری فرمایا، آپؒ آزادپن تحصیل کہوٹہ بھی گئے آپؒ جس گاؤں شہر میں گئے لوگوں کی قسمت بدل دی اس علاقہ اور گاؤں والوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوئیں علاقے کے لوگ بے نمازی تھے نمازی بن گئے تمام بری عادتوں کو ترک کر دیا آپؒ کی نظر کرم سے ان کی زندگی میں ایک ایسا انقلاب برپا ہوا جو آج بھی اُسی شد و مد سے جاری و ساری ہے۔

پیر سید محمد لطف شاہ بخاریؒ کے دینی و فلاح کام: اسلام میں مسجد کو ایک مرکزی حیثیت حاصل ہے عہد رسالت مآب

ﷺ میں تبلیغ دین، اشاعت اسلام اور امر و احکام، اصلاح معاشرہ، تزکیہ نفس اور تعمیر اخلاق کی جملہ تعلیمات کا مرکز مسجد نبوی ﷺ ہی تھی۔ علاوہ ازیں امور سلطنت بھی مسجد ہی میں طے پاتے۔ خلافت راشدہ میں مسجد ایوان خاص اور ایوان عام تھی۔ مسجد کی تعمیر و آبادی علامت ایمان ہے۔ مسجدیں ذکر الہی کے لئے ہوتی ہیں اور ان کا قیام گویا اقامت دین ہے۔ اہل اسلام کے لئے مسجد ہی سب کچھ ہے۔ مسجد ہی مسلمانوں کی اجتماعیت اور اتحاد کا مقام ہے اور مسجد ہی سے تصور پختہ ہوتا ہے۔ بزرگان دین اسی نقطہ نظر سے مسجدوں کی تعمیر کرتے رہے تاکہ وہ دینی مقاصد اور ملی فوائد حاصل کر سکیں اور مسجد کے ذریعے وہ اپنی تبلیغی و دینی مساعی کو کامیاب بنا سکیں۔ حضرت پیر سید محمد لطف شاہ بخاری نقشبندی مجددی المعروف شاہ جی صاحبؒ کے تعمیراتی شوق کا یہ عالم تھا کہ آپ جس جگہ بھی تشریف لے جاتے مساجد کی تعمیر و تزئین، آبادی اور نگہداشت کا خصوصی حکم صادر فرماتے۔ جہاں کسی مسجد کو خستہ حال دیکھتے تو اس کی تعمیر کا فوری بندوبست کرتے۔ آپؒ نے مختلف جگہوں پر نئی مساجد تعمیر کروائیں اور ان سے ملحق عبادت اور ریاضت کے لئے حجرے بنوائے نیز آپؒ نے بے شمار پانی کے تالاب اور کنویں کھدوائے ان میں سے کچھ کنویں اور تالاب آج بھی موجود ہیں جس سے لوگ مستفید ہو رہے ہیں۔ آپؒ نے دینی درسگاہیں بھی تعمیر کروائیں۔ جن میں موضع ساگری ضلع جہلم میں سب سے بڑی دینی درسگاہ تعمیر کروائی جو اُس زمانہ میں تعلیمی اعتبار سے عروج پر تھی۔ ویسے تو کنویں، تالاب اور مسجدیں اور مدرسوں کی تعداد بہت زیادہ ہے مگر قارئین کیلئے چند ایک لکھ دیئے جاتے ہیں۔ موضع لہڑی ضلع جہلم چمبہ والے دربار کے ساتھ ایک تالاب، موضع پنچور ضلع جہلم اور پنڈ کے شمال کی جانب جو تالاب ہے یہ قبلہ شاہ جی صاحب کی یادگاریں ہیں جو ابھی تک موجود ہیں۔ اور لوگ ان سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ آپؒ نے جس جگہ بھی قیام فرمایا وہاں مسجد کے ساتھ ایک حجرہ بھی بنوایا جس میں آپ عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے تھے۔ آپؒ نے کنویں بھی کھدوائے جس میں موضع آڑا ضلع جہلم کا کنواں آپ کی یاد گار ہے جس کے آثار آج بھی موجود ہیں۔ آپؒ نے پوری زندگی میں کوئی ذاتی مکان نہیں بنوایا اور جو جائیداد آپ کو وراثت میں ملی تھی وہ تحریری طور پر اپنے جانشین حضرت سید مصری شاہؒ کے نام کر دی تھی۔ آپؒ کے پاس مریدین و عقیدت مند جو بھی نذر نیاز لاتے تھے۔ وہ تمام مساجد، مدرسوں، تالابوں اور کنوؤں کے لئے وقف کر دیتے تھے۔ جو رقم بچ جائے بیواؤں، یتیموں اور مساکین میں تقسیم کر دیتے تھے۔ (۱۸)

إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسْجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ (۱۹)

ترجمہ: اللہ کی مسجدوں کو تو وہی آباد کرتا ہے جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے۔

مساجد کی تعمیر تو اہل ایمان کا کام ہے: مسجد حرام تمام روئے زمین کی مسجدوں سے اشرف ہے جس کی بنیادیں خلیل خدا نے رکھی تھیں۔ نصرانی، یہودی، صابی ہونا سب اپنی زبان سے کہیں گے مشرک بھی اپنے مشرک ہونے کے اقرار ہی ہیں۔ ان کے اس شرک کی وجہ سے ان کے اعمال اکارت ہو چکے ہیں اور وہ ہمیشہ کیلئے ناری ہیں۔ یہ تو مسجد حرام سے لوگوں کو روکتے ہی ہیں۔ دراصل خدا کے اولیاء نہیں اولیاء اللہ تو وہ ہیں جو متقی ہوں لیکن اکثر لوگ علم سے کورے اور خالی ہوتے ہیں۔ ہاں خانہ خدا کی آبادی مومنوں کے ہاتھوں ہوتی ہے۔ پس جس کے ہاتھ سے مسجدوں کی آبادی ہو اس کے ایمان کا قرآن گواہ ہے۔ مسجدوں کی تعمیر و آباد کرنے والے اللہ والے ہیں اللہ عزوجل فرماتا ہے مجھے اپنی عزت اپنے جلال کی قسم کہ میں زمین والوں کو عذاب کرنا چاہتا ہوں لیکن مسجدوں کو آباد کرنے والوں، اپنی راہ میں آپس میں محبت رکھنے والوں اور صبح سحری کے وقت استغفار کرنے والوں پر نظریں ڈال کر میں اپنے عذاب کو ہٹا لیتا ہوں۔ (۲۰)

حدیث مبارک: مَنْ بَنَى لِلَّهِ تَعَالَى مَسْجِدًا بَنَى اللَّهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ (۲۱)

ترجمہ: جس شخص نے اللہ کے لئے مسجد تعمیر کرائی اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر تعمیر فرمائے گا۔

مَنْ عُلِقَ قِنْدِيلًا مُسَرًّا جَاءَ فِي مَسْجِدِ صَلَّى عَلَيْهِ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ حَتَّى يَطْفَأَ ذَلِكَ الْقِنْدِيلُ
وَمَنْ بَسَطَ فِيهِ حَصِيرًا صَلَّى عَلَيْهِ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ حَتَّى يَنْقَطَعَ ذَلِكَ الْحَصِيرُ (۲۲)

ترجمہ: جس نے مسجد میں چراغ جلایا اُس کے لئے ۷۰ ہزار فرشتے دُعا کرتے رہیں گے۔ جب تک چراغ جلتا رہے گا۔ جس نے مسجد میں چٹائی بچھائی اُس کے لئے ستر ہزار فرشتے دُعا کرتے رہیں گے جب تک چٹائی پھٹ نہ جائے۔

اصلاح: حضرت پیر سید محمد لطف شاہ بخاری نقشبندی مجددیؒ نے جن بڑی رسموں اور بدعات سے منع فرمایا جو مسلمانوں میں عام طور پر پائی جاتی تھیں۔ دیکھو! کون سی بدعات ہے۔ جو مسلمانوں میں نہیں پائی جاتی۔ ہر قسم کے عیب اور گناہ میں ہم گرفتار ہیں۔ ہر موقع کی رسومات بدجن کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہم میں پائی جاتی ہیں۔

بیاہ، شادی، منگنی وغیرہ پر بھی ہم سنت رسول ﷺ کے خلاف کرتے ہیں۔ فضول اور بری رسموں نے ہم کو جادہ مستقیم سے کوسوں دور لے جا کے ڈال دیا ہے۔ برے اخلاق اور بری عادات والے ہم میں بے شمار پائے جاتے ہیں۔ چوری، رہزنی، ڈاکہ، بد اخلاقی، حقہ نوشی، سگریٹ، بھنگ، چنڈو، گانجا، افیون، مے نوشی وغیرہ سارے افعال بد فخر سے کئے جاتے ہیں۔ سب سے پہلے ضروری ہے کہ ہم اپنی اندرونی اصلاح کریں یعنی اول اپنی دینی اصلاح کریں۔ دنیاوی اصلاح اس کے ساتھ ہوتی جائے گی۔ پیغمبر اسلام ﷺ کا سچا غلام بن جائیں۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ اپنے گزشتہ گناہوں سے تائب ہو کر حضور ﷺ کے مقدس اسوۂ حسنہ کی پیروی اختیار کریں اور اس نور یقین کی برکت حاصل کرنے کی کوشش کریں جس سے حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے دلوں کو منور کیا تھا اور جو نور باطن آج بھی صوفیائے کرام کے سینوں میں آفتاب درخشندہ کی طرح موجو د ہے تمام مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ ان عاشقان محبوب رب العالمین کی غلامی اختیار کریں۔ اور ان کی خدمت میں حاضر ہو کر محبت رسول ﷺ اور نور ایمان کے اصول کی سرگرم خواہش ظاہر کریں تو پھر ان کے لئے دنیا و آخرت میں بہتری ہو سکتی ہے۔ علم مومن کی کھوئی ہوئی چیز ہے۔ جہاں سے ملے اس کو حاصل کرنا اس پر فرض ہے۔ دینی تعلیم کے ساتھ دنیاوی تعلیم بھی حاصل کریں۔ مسلمانوں کا ان تمام بری رسموں سے جو اسلام کے مقدس اصول و ارکان کے منافی ہیں، بالکل کنارہ کش ہونا لازم ہے۔ یک قلم ایسی تمام بری رسموں کو چھوڑ دینا چاہئے۔ تمام رسوم بد سے توبہ کرنی چاہئے اور صحیح اسلامی طریقہ اختیار کرنا چاہئے۔ فضول خرچی اور اسراف یعنی حد سے نہ بڑھا جائے۔ (۲۳) حضرت پیر سید محمد لطف شاہ کا شمار ممتاز صوفیائے کرام میں ہوتا ہے۔ آپ اللہ کے کامل ولی تھے۔ اولیاء پر خدا کی رحمت ہے ان کو ہر فکر سے برأت ہے۔ بادشاہ ہیں وہ دونوں عالم میں ان کو اللہ کی بشارت ہے۔ (۲۴)

تصوف کا قرآنی ماخذ: صوفیائے کرام اپنے مسلک کی تائید جن قرآنی آیتوں سے کرتے ہیں، وہ یہ ہیں۔

۱. وَأَنْ اِسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا اِلَيْهِ ط (۲۵)

ترجمہ: اپنے رب سے طلب مغفرت کرو، اور اس سے توبہ کرو۔

۲. وَتُوبُوا اِلَى اللّٰهِ، جَمِيعًا اِنَّهَا الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (۲۶)

ترجمہ: اللہ سے توبہ کرو اے ایمان والو! تاکہ تم فلاح پاؤ۔

۳. يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تَوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا (۲۷)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے توبہ کرو توبہٴ نصوح

۴. يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا صَبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَاٰرَآ بَطُوْا . (۲۸)

ترجمہ: اے ایمان والو صبر سیکھو صبر کرو، اللہ سے رشتہ استوار رکھو۔

۵. اِنَّمَا يُوفِى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرُهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ (۲۹)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کو بغیر حساب کے اجر دیتا ہے۔

۶. وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ اَعْزَمِ الْاُمُوْر (۳۰)

ترجمہ: جو شخص صبر کرے اور توبہ کرے تو بے شک یہ عزم امور ہے۔

۷. وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ . (۳۱)

ترجمہ: ہم تمہاری آزمائش کریں گے یہاں تک جان لیں کہ تم میں مجاہدین اور صابرین کون ہیں۔

۸. وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِىْ لَا يَمُوْتُ . (۳۲)

ترجمہ: اللہ پر بھروسہ کرو، جو زندہ اور جسے موت نہیں آسکتی۔

۹. وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ . (۳۳)

ترجمہ: اور وہ اللہ ہی ہے جس پر ایمان والے توکل کرتے ہیں۔

۱۰. فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ . (۳۴)

ترجمہ: جب ارادہ کر لو تو اللہ پر بھروسہ کرو۔

آنحضرت ﷺ نے جس تصوف کی تعلیم دی، وہ خالص تھا، ہر قسم کی آمیزش سے الگ اور جدا۔ آپ ﷺ

نے تصفیہ نفس پر زور دیا۔ ریاضت کے اصول اور آئین مقرر کئے تفکر اور عبادت کے آداب سکھائے اور ان کی ایک

خاص ترتیب اور وضع قائم کی۔ اس اصول پر اسلام کی حیات روحیہ کا آغاز ہوا۔ اسلام نے ایک خدا کی طرف

قلوب کو متوجہ کیا۔ اس نے جنت کی دعوت بھی دی اور جہنم سے ڈرایا بھی۔ لیکن خدا کی محبت کو ان سب سے بالا

رکھا۔ یہ تصوف خالص اسلام کی پیداوار ہے اس میں دُنیا کا کوئی مذہب اور کوئی تصوف اسلام کا شریک نہیں ہے۔ (۳۵)
احادیث واردہ: قرآن کے بعد حدیث پر ایک نظر ڈالئے تو اس سے بھی یہی ثابت ہوگا۔ چنانچہ ایک موقع پر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَنَّ مِمَّا أَخَافَ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِي مَا يَفْتَحُ عَلَيْكُمْ مِنْ زُهْرَةِ الدُّنْيَا وَزِينَتِهَا . (۳۶)

ترجمہ: اپنے بعد میں تم سے جس چیز کے بارے میں خائف ہوں کہ دُنیا کی زینت اور کامیابی کے دروازے تم پر کھل جائیں گے۔

الدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ . (۳۷)

ترجمہ: دنیا مومن کے لئے زندان خانہ ہے اور کافر کے لئے جنت۔

علم تصوف: علم تصوف اس علم کا نام ہے جو ولیوں کے دلوں میں اُس وقت ظہور پذیر ہوتا ہے جب کتاب و سنت پر عمل کرنے سے وہ منور ہو جاتے ہیں۔ پس جو کوئی ان دونوں پر عمل کرے گا اُس پر اس سے ایسے علوم ادب و اسرار و حقائق منکشف ہو جائیں گے جن کے بیان سے زبان عاجز ہے۔

طریقت شریعت سے باہر نہیں: پھر جب بندہ صوفیوں کے طریق سے داخل ہوتا اور شریعت کے علم میں اس کو تہر ہو جاتا ہے تو اُس وقت اُس کو اللہ تعالیٰ احکام ظاہری کے مشابہ احکام ٹھیک حد پر استنباط کرنے کی قوت عطا فرماتا ہے۔ تب وہ طریقت میں واجبات، مستحبات، آداب محرمات، مکروہات اور خلافت اولیٰ اُسی کے مشابہ استنباط کرتا ہے جس طرح کہ مجتہدوں نے کیا ہے۔

صوفیوں کا مرتبہ: دور اسلام میں کوئی زمانہ ایسا نہیں گزرا ہے کہ اس میں اس فرقہ کا شیخ موجود ہو اور اس زمانہ کے علماء نے اُس شیخ کے آگے گردن نہ جھکائی ہو اور اُس سے بہ عاجزی پیش نہ آئے ہوں اور برکت حاصل نہ کی ہو۔ اور اگر ان کو یہ فضیلت و خصوصیت حاصل نہ ہوتی تو معاملہ اس کے برعکس ہوتا۔ (۳۸)

ذکر و فکر کی دعوت: حضرت پیر سید محمد لطف شاہ بخاریؒ خود بھی ذکر کرتے تھے اور اپنے عقیدت مندوں کو ذکر کرواتے تھے۔ آپ مراقبہ کیا کرتے تھے آپ کافی دیر مراقبے میں رہتے۔ آپ عالم شباب میں جب عبادت و ریاضت کرتے تو اپنے سر کے بالوں کو چھت سے باندھ دیتے تا کہ نیند کا غلبہ ہو تو جھٹکا لگتے ہی بیدار ہو جاؤں۔

آپ میں ایک خاص بات یہ تھی کہ جو زمانے کے ولیوں میں کم پائی جاتی ہے۔ رات کو عبادت کے وقت آپ کا ہر عضو علیحدہ علیحدہ اللہ کا ذکر کرتا تھا آپ اکثر فرمایا کرتے تھے جو دم غافل سو دم کافر آپ ہر وقت عشق الہی میں ڈوبے رہتے۔ آپ کے چہرے پر نور کی شعاعیں برستی تھیں بہت خوبصورت چہرہ تھا۔ (۳۹)

اسلام نے ذکر و فکر کی طرف خاص طور پر متوجہ کیا ہے چنانچہ قرآن کریم میں وارد ہوا ہے۔

وَ اذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَفَرُّعًا وَ خِيفَةً وَ دُؤُنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغَافِلِينَ ۝ (۴۰)

ترجمہ: اپنے رب کی یاد کر اپنے دل میں عاجزی کے ساتھ اور خوف کے ساتھ اور بلند آواز کی نسبت کم آواز کے ساتھ صبح اور شام اور اہل غفلت میں شمار مت ہونا۔

نصرانیت میں سکوت کو ذکر پر ترجیح ہے لیکن اسلام کا تصوف ذکر کو بہت زیادہ اہمیت دیتا ہے۔ چنانچہ ایک اور جگہ پر ارشاد ہوا ہے۔

فَاذْكُرُونِي اذْكُرْكُمْ وَ شُكْرُوا لِي وَ لَا تَكْفُرُونِ ۝ (۴۱)

ترجمہ: تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔ میرا شکر کرو اور میرا کفر نہ کرو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا ۝ وَ سَبِّحُوهُ بُكْرَةً ۝ وَ أُصِيلًا ۝ هُوَ الَّذِي يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَ مَلَائِكَتُهُ لِيُخْرِجَكُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَ كَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا ۝ (۴۲)

ترجمہ: اے ایمان والو تم اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرو اور صبح و شام اُس کی تسبیح کرتے رہو۔ وہ ایسا ہے کہ وہ اور اس کے فرشتے تم پر رحمت بھیجتے رہتے ہیں تاکہ خدا تم کو تاریکی سے نور کی طرف لے آئے اور اللہ تعالیٰ مومنوں پر بہت مہربان ہے۔

حدیث مبارک: مَنْ عَادَ إِلَى وَلِيٍّ فَقَدْ أَذْنَتْهُ بِالْحَرْبِ وَمَا يَذَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِأَنْوَافٍ حَتَّىٰ أَحْبَبْتُهُ فَكُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهِ وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا وَإِنْ سَأَلَنِي لِأَعْطِيَنَّهُ . (۴۳)

ترجمہ: جو شخص میرے ولیوں سے عداوت رکھتا ہے۔ میں اُس کے ساتھ اعلان جنگ کرتا ہوں۔ اور جن اعمال

کے ذریعے میرا بندہ میرا تقرب چاہتا ہے ان میں سب سے زیادہ میرے نزدیک وہ عبادتیں محبوب ہیں جو میں نے اس پر فرض کیں اور ہمیشہ میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اُسے محبوب بنا لیتا ہوں۔ اور جب محبوب بنا لیتا ہوں تو میں اُس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے۔ اُس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔ اور اُس کے پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں عطا کرتا ہوں اور اگر پناہ مانگتا ہے تو پناہ بخشتا ہوں۔ حضور اقدس ﷺ نے حضرت اولیس قرنیؑ کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ حضرت اولیس تابعین کے سر تاج ہیں۔ حضرت اولیس قرنیؑ احسان اور عطف کی رو سے تابعین میں بہت اچھے ہیں جس شخص کی تعریف خود رحمت اللعالمین ﷺ اپنی زبان مبارک سے فرمائیں، میں اس کی تعریف کا حقہ طور پر بیان نہیں کر سکتا۔ آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ستر ہزار فرشتے حضرت اولیس قرنیؑ کی شکل کے پیدا کر کے ان کے درمیان حضرت اولیس قرنیؑ کو بہشت میں داخل کرے گا۔ تاکہ مخلوق اُن کو نہ دیکھ سکے۔ سوائے اس شخص کے جس شخص کو اللہ تعالیٰ چاہے گا کہ ان کی زیارت کر لے کیونکہ اولیس قرنیؑ نے دنیا میں محض اس لئے چھپ کر عبادت کی کہ دُنیا کا کوئی آدمی اُن کو نیک نہ سمجھے۔ اس لئے قیامت کے دن بھی اللہ تعالیٰ اس کو مخلوق کی نظروں سے پوشیدہ رکھے گا۔ کیونکہ اُولِیَاسِی تَحْتَ قَبَائِی وَلَا یَعْرِفُهُمْ غَیْرِی میرے دوست میری قبا کے نیچے ہیں میرے سوا ان کو کوئی نہیں پہچان سکتا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میری اُمت میں ایک مرد ایسا ہے جس کی سفارش سے اللہ تعالیٰ میری اُمت کے اتنے گنہگاروں کو قیامت کے دن بخش دے گا جس قدر قبیلہ ربیعہ اور قبیلہ مضر کی بھیڑوں کے بال ہیں۔ آپ ﷺ کے صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ وہ شخص کون ہے اور کہاں رہتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اولیس اُس کا نام قرن میں (جو علاقہ یمن میں ہے) رہتا ہے۔ صحابہ کرامؓ کے سوال پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اس کو باطنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ صحابہ نے عرض کی آپ ﷺ کا ایسا دوست حاضر خدمت کیوں نہیں ہوا؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ کہ دو وجوہات ہیں۔ غلبہ حال اور تعظیم شریعت۔ اس کی والدہ ضعیف، نابینا اور مومنہ ہے۔ وہ شتربانی کر کے اُس کی خدمت بجالاتا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کی کہ ہم اس کی زیارت کر سکتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں۔ البتہ عمرؓ اور علیؓ اس کو دیکھیں گے۔ جب تم اس سے ملو تو میرا سلام کہنا اور میری اُمت

نے عرض کی کہ میں اس کو جانتا تو نہیں لیکن ایک دیوانہ سا شتر بان ضرور رہتا ہے جو آبادی میں کبھی نہیں آتا۔ چنانچہ حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت علیؓ اُس کے بتائے ہوئے پتہ پر وہاں تشریف لے گئے۔ تو دیکھا کہ جناب اولیسؓ نماز میں مصروف ہیں۔ پاؤں کی آہٹ محسوس کر کے نماز کو کوتاہ کیا اور سلام علیکم کہا۔ جناب فاروقؓ نے جواب سلام عرض کرنے کے بعد آپ سے نام پوچھا۔ آپ نے جواب دیا عبد اللہ۔ حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا ہم سب عبد اللہ یعنی خدا کے غلام ہیں اپنا خاص نام ارشاد فرمائیں۔ آپ نے جواب دیا اولیس۔ پھر حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا اپنا دایاں ہاتھ دکھائیں۔ تب آپ نے اپنا دایاں ہاتھ دکھایا۔ جو نشان جناب رسول مقبول ﷺ نے فرمایا تھا اُس کو دیکھ کر جناب حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ رسول مقبول ﷺ نے آپ کو سلام کہلا بھیجا ہے اور اپنا مرقع ارسال فرمایا ہے اور وصیت فرمائی ہے کہ میری اُمت کے لئے دُعا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ اے عمرؓ تم مجھ سے بہتر دُعا کر سکتے ہو۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ میں بھی یہی کام کرتا ہوں آپ حضورؐ کی وصیت بجالائیں۔ اس کے بعد اولیسؓ نے کہا کہ حضور ﷺ کا لباس لاؤ تا کہ میں دُعا کر دوں حضور کا مرقع لے کر سر بسجود ہو گئے اور عرض کیا کہ اے اللہ میں اُس وقت تک اپنے حبیب ﷺ کا مرقع نہیں پہنوں گا جب تک تو ساری اُمت کو نہ بخش دے۔ آواز آئی چند آدمیوں کو تیری خاطر بخش دیا۔ آپ نے پھر عرض کی کہ میں سب کو بخشانا چاہتا ہوں۔ اس قیل وقال میں جب سفارش کی تعداد بڑھتی جا رہی تھی۔ اس دوران حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ قریب گئے حضرت اولیسؓ نے اُن کو دیکھ کر فرمایا: کاش تم لوگ ذرا صبر کرتے تو ساری اُمت کو بخشوا لیتا کیونکہ میں نے رب تعالیٰ سے عرض کی تھی کہ جب تک تو ساری اُمت کو نہ بخشے گا میں یہ مرقع نہیں پہنوں گا۔ بعد ازاں اولیسؓ نے وہ مرقع پہن لیا۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس لباس کے طفیل قبیلہ بنی ربیعہ اور بنی مضر کی بھیڑوں کے بال برابر اُمت محمد ﷺ کو بخش دیا۔ حضرت اولیس قرنیؓ نے رسول پاک ﷺ کی محبت میں جنگ اُحد کے موقع پر حضور اقدس ﷺ کے دانت مبارک شہید ہوئے تو آپ نے ایک ایک کر کے سارے دانت توڑ ڈالے تب قرار آیا۔ بطور اختصار کے لکھا ہے کیونکہ

مقالہ اسکا متحمل نہیں۔ (۴۴)

میں قطب ہوں وہ ابدال: پیر سید محمد لطف شاہ صاحب کو حقے سے اس قدر نفرت تھی کہ حقے کا نشہ کرنے والے آدمی کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ ایک دن آپ موضع چک قاضی ضلع جہلم کی مسجد کے ساتھ حجرے میں قیام پذیر تھے کہ فرمانے لگے ایک نیا حقہ، تازہ تمباکو کے ساتھ تیار کر کے لایا جائے۔ عقیدت مند حیران تھے کہ یہ ماجرا کیا ہے۔ بہر حال حسب حکم حقہ مسجد سے باہر ”برنے“ کے درخت کے پاس رکھ دیا گیا۔ اور دودھ کا پیالہ آپ بھی درخت کے سائے میں بادب کھڑے ہو گئے۔ اتنے میں موٹی اور سرخ آنکھوں اور بکھرے بالوں والا دراز قد، سیاہ رنگ کا ایک شخص آیا اور سلام کرتے ہوئے بیٹھ گیا اور تھوڑا سا دودھ پیا۔ پیر محمد لطف شاہ صاحب ہاتھ باندھے بادب ان کے پاس کھڑے رہے تھوڑی دیر بعد وہ فقیر اٹھ کر اپنی اگلی منزل کی طرف روانہ ہوا آپ پھر ان کے پیچھے الوداع کرنے چل پڑے تھوڑی دور جا کر فقیر نے ہاتھ کے اشارے سے آپ کو واپس جانے کو کہا۔

ادب کا مقام: آپ اٹے پاؤں واپس چل پڑے جب فقیر نظروں سے اوجھل ہوا تب آپ نے سیدھا چلنا شروع کیا واپس مسجد میں پہنچے تو ایک مرید نے جرأت کی اور آپ سے عرض کی کہ ایک تو آپ کو حقے سے نفرت تھی آپ نے حقہ تیار کروایا دوسرا اس فقیر کے متعلق کچھ فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ ظہر کی نماز پڑھ کر وہابی سے چلے ہیں راستے میں کسی کے پاس نہیں ٹھہرے یہ تو میری خوش قسمتی تھی کہ چند ساعت کے لئے مجھے شرف زیارت و ملاقات بخشی انہوں نے عصر کی نماز سرینگر میں ادا کرنی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا میں قطب ہوں اور وہ ابدال۔

محمد لطف شاہ قطب ہو گیا: ایک دن حضرت صاحبزادہ نواب علیؒ جنڈ مہلماں شریف تحصیل گجر خان ضلع راولپنڈی، موضع گڈاری ضلع جہلم مہر خان کے ہاں تشریف فرما تھے۔ چونکہ صاحبزادہ نواب علیؒ صاحب پیر محمد لطف شاہ کے پیر بھائی اور دوست تھے اور عقیدت رکھتے تھے آدھی رات کو اٹھ کر بلند آواز سے کہنے لگے لطف شاہ قطب ہو گیا ہے۔ مہر خان نے عرض کی آپ کو آدھی رات کو لطف شاہ جی کہاں سے قطب نظر آنے لگے صاحبزادہ صاحب پر اس وقت وجدان طاری تھا۔ آپ فرمانے لگے کاش جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں تیری آنکھیں بھی میری طرح ہوتیں تو تو بھی دیکھ لیتا۔ اللہ تعالیٰ کے ولی کی نگاہ حد نظر تک محدود نہیں ہوتی بلکہ کئی میل دور بھی دیکھ سکتی ہیں۔ (۴۵)

اولیا اللہ کے بارے میں ارشاد باری ہے۔

آلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (۴۶)

ترجمہ: سن رکھو کہ جو خدا کے دوست ہیں ان کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے۔

وَعِبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا هَ وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا هَ وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا هَ (۴۷)

ترجمہ: اور رحمن کے بندے وہ ہیں جو زمین میں عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب ان سے جہالت والے لوگ بات کرتے ہیں تو وہ رفع شرکی بات کہتے ہیں اور راتوں کو اپنے رب کے آگے سجدہ اور قیام یعنی نماز میں لگے رہتے ہیں۔ اور دعائیں مانگتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم سے جہنم کے عذاب کو دور رکھئے کیونکہ اس کا عذاب پوری تباہی ہے۔

اولیاء اللہ کی شناخت: شیخ ابو عبد اللہ سالمی سے دریافت کیا گیا کہ مخلوق میں اولیاء اللہ کو کیسے پہچان سکتے ہیں (ان کی شناخت کس طرح ہو سکتی ہے) انہوں نے فرمایا کہ ان کی علامات یہ ہیں کہ زبان میں نرمی ہو حسن اخلاق ہو، خندہ پیشانی ہو، نفس کا سخی ہو، اعتراض کم کرے اور جو شخص اس سے عذر کرے اس کے عذر کو قبول کرے۔ تمام مخلوق پر شفیق ہو، خواہ ان میں نیک ہوں یا بد۔ ان کا یہ بھی ارشاد ہے کہ کسی کے احسان پر نظر رکھنا دوستی کی کلید ہے۔ (۴۸)

فضائل اولیاء و فقراء قرآن میں: ارشاد رب العالمین ہے۔

فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا ذَٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللَّهِ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ عَلِيمًا هَ (۴۹)

ترجمہ: تو وہ لوگ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا جو انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین ہیں۔ اور یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں اور یہ فضل اللہ کی طرف سے ہے اور کافی ہے اللہ جاننے والا۔

إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ هَ (۵۰)

ترجمہ: بیشک جو میرے خاص بندے ہیں اُن پر تجھے کچھ غلبہ نہیں۔

يُجِبُّهُمْ وَيُجِبُّونَهُ هَ (۵۱)

ترجمہ: اور اللہ انہیں دوست رکھتا ہے اور وہ اللہ کو دوست رکھتے ہیں۔

رَجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ ه (۵۲)

ترجمہ: وہ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے سچا کر دیا اس عہد کو جو اللہ سے کیا تھا۔

علم دیتے ہیں نور دیتے ہیں اور قلبی سرور دیتے ہیں

اولیاء اپنے ہم نشینوں کو عشق رب غفور دیتے ہیں (۵۳)

حضرت پیر سید لطف شاہؒ کی بزرگی اور ولایت کے چرچے پورے علاقے میں ہو گئے اور لوگ جوق در

جوق آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوتے اور فیضیاب ہو کر لوٹتے تھے۔ (۵۴)

ولی اللہ دے بھانڈا تک کے پاندے خیر حضوروں جیہڑا پاک غروروں خالی سوپر کر دے نوروں (۵۵)

حضرت پیر سید محمد لطف شاہؒ ہر دکھ تکلیف کو خندہ پیشانی سے قبول کر لیتے تھے اس پر علامہ اقبالؒ نے فرمایا

شریعت و طریقت کی رو سے مومن پر لازم ہے کہ تسلیم و رضا اختیار کرے۔ جو کچھ اس پر گزرے اور اچھی بری جو

حالت بھی ہو اُس کو خندہ پیشانی کے ساتھ قبول کرے۔ مگر اس کے ساتھ عمل کو نہ جانے دے۔ ہر وقت مقصد کی جستجو

میں سرگرم رہے۔ (۵۶) حضرت پیر سید محمد لطف شاہؒ نقشبندی مجددی قطب کے مقام پر فائز تھے۔ اولیاء اللہ کے

دل نور مشاہدہ جمال با کمال و مکاشفہ جلال لایزال سے منور، روشن اور تاباں ہیں وہ ”آتش شوق تیز تر گردو“ کا

مصدق ہیں۔ وہ مشعل نور ہیں۔ وہ تاریکی اور ظلمت کو دور کرنے والے ہیں وہ سوز و سازِ عشق و محبت، خلوص و

اخلاص، صدق و صفا، لطف و عطا، جود و سخا، مہر و وفا، حب و ولا کا پیکر ہیں۔ خلوص اُن کا ہتھیار ہے، اخلاق اُن کی

ڈھال ہے، صدق اُن کی تلوار ہے۔ عشق اُن کا تیر ہے، تحمل اُن کا شعار ہے، توکل و قناعت کی دولت اُن کے پاس

بے شمار ہے، ان کے قانون حیات کے تمام باب، اور ہر باب کی تمام دفعات کا مقصد اور منشاء ایک ایسے سماج کی

تشکیل ہے کہ جس میں روحانی خصوصیات و خوبیوں کو ممتاز و نمایاں درجہ حاصل ہو اور جہاں محبت، انسانیت،

خدمت ہمدردی، اخوت، مساوات، ایثار، صدق، خلوص، بردباری، شکر اور تسلیم و رضا کی بالادستی کا فرمانظر آتی

ہو۔ (۵۷)

صوفیاء کے اقوال: اول وہ علم جو اللہ کی طرف سے حاصل ہو (دوم) وہ علم جو اللہ کی معیت میں حاصل ہو، (سوم) وہ

علم جو خود اللہ تعالیٰ کی ذات صفات کے متعلق ہو۔ علم باللہ وہ معرفت الہی ہے کہ تمام انبیاء و اولیاء نے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کو اُسی کے ذریعہ پہچانا ہے اور علم من اللہ علم شریعت ہے جو اُس کی طرف سے ہم کو نیک اعمال کا حکم دیتا اور ان کو بجالانے کو ہم پر لازم کرتا ہے۔ اور علم مع اللہ طریق حق اور قرب الہی کے مقامات اور اولیاء کے درجات بیان کرنے کا علم ہے۔ پس معرفت الہی شریعت کو قبول کئے بغیر اور شریعت پر عمل کئے بغیر صحیح نہیں ہو سکتی۔ (۵۸)

بعض اصطلاحیں: صوفی وہ شخص ہے جو اپنے آپ کو غیر اللہ سے محفوظ رکھے دل میں کوئی شیطانی خطرہ نہ آنے دے۔ عبادت و ریاضت میں اصول شرع اور سنت رسول ﷺ پر قائم رہے۔

ابن الوقت: وہ صوفی کہلاتا ہے جو اسرار اور واروات سے مغلوب الحال ہو جائے اسرار کا اظہار کر دے۔

ابدال: اولیاء اللہ کی وہ جماعت ہے جو کسی دوسری شخصیت کو اپنی شکل و صورت میں تبدیل کر سکتی ہو ان کی تعداد سات ہوتی ہے دنیا کے ساتوں اقلیموں میں سے ہر اقلیم کا اُن میں ایک قطب ہوتا ہے۔ پیر سید محمد لطف شاہ بخاری نقشبندی مجددی قطب تھے۔

نقباء: اولیاء اللہ کی وہ جماعت کہلاتی ہے جن میں سے ہر ایک آسمان کے بارہ برجوں میں سے ہر برج سے متعلق ہوتا ہے۔ ان نقبا کو بھی ابدال کہہ دیا جاتا ہے۔

اہل ارشاد: وہ اولیاء اللہ ہیں جن کے سپر و مخلوق کی ہدایت، قلوب کی اصلاح و تربیت اور اللہ کا قرب حاصل کرنے کی تعلیم ہوتی ہے۔ ان اولیاء میں سے جو اپنے زمانہ میں سب سے افضل ہوتا ہے۔ وہ قطب الارشاد کہلاتا ہے۔

ولی: ولی وہ شخص ہے جو اللہ کی ذات و صفات کو پہچانے، ہمیشہ طاعات بجالائے، محرمات سے بچے، لذتوں اور شہوتوں میں منہمک نہ ہو، نجاستوں سے بچتا ہو، فرائض کا تارک نہ ہو، مجنون اور پاگل نہ ہو، شرمگاہ اور بدن کو برہنہ نہ رکھتا ہو، چونکہ پیر سید محمد لطف شاہ قطب کے مقام پر فائز تھے اور آپؒ میں یہ صفات موجود تھیں۔ (۵۹)

تشبیہ صورت اولیاء و صورت کلام اولیاء بصورت عصائے موسیٰ و صورت فسونِ عیسیٰؑ۔ (۶۰)

ترجمہ: اولیاء کی صورت اور اولیاء کے کلام کی صورت کی تشبیہ حضرت موسیٰ کے عصا اور حضرت عیسیٰؑ کے دم کی صورت سے تشبیہ اولیاء اور اولیاء کے کلام کو حضرت موسیٰ کا عصا اور حضرت عیسیٰؑ کا پھونک مارنا سمجھو جو بظاہر معمولی چیزیں تھیں لیکن اُن کے باطنی کمال و اوصاف حیرت انگیز تھے۔

چوں تو خواہی ہمنشینے با خدا اوشیند تو در حضور اولیاء (۶۱)

ترجمہ: اگر تو اللہ تعالیٰ تک پہنچنا چاہتا ہے تو جا۔ اور اولیائے کرام کی صحبت اختیار کر۔

سارے جہاں کا دکھڑا مجذوب روچکا ہے اب اس پر فضل کرنا یا رب ہے کام تیرا۔ (۶۲)

ترجمہ: یہ اولیاء پاک ہیں جن کی آہیں اور ان کا سلام و پیام مسلسل عرش اور رب العرش سے رابطہ قائم کئے ہوئے ہیں، خاموش بیٹھے ہیں مگر ان کے دل مولیٰ تک اپنے نعرہ عشق پہنچا رہے ہیں۔

حدیث پاک: رَبِّ اشْعَثْ مَذْفُوعَ بَالًا بُوبَ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللَّهِ لَا بَرَّهٗ . (۶۳)

ترجمہ: میری اُمت میں کچھ ایسے فقیر، درویش بھی ہوں گے جن کی ظاہری حالت خستہ ہوگی لوگ اُن کو اپنے دروازوں سے ٹھکرائیں گے لیکن اللہ پاک کے وہ اتنے پیارے ہوں گے کہ اگر وہ کسی بات پر قسم کھالیں تو اللہ پاک ان کی قسم کو ضرور پورا فرمائیں گے۔

علم لدنی: اللہ تعالیٰ نے صوفیاء کو انبیاء کے بعد سب سے مقرب بنایا اپنے اور تمام بندوں پر انہیں فضیلت عطا کی، اُمت محمدیہ میں ان کے قلوب کو اپنے اسرار و معارف کا مرکز قرار دیا انہیں برکات و انوار کے ساتھ خصوصیات بخشی بشری کدورتوں سے پاک اور منزہ کر کے انہیں مشاہدات کے بلند میناروں پر بٹھایا انہیں ہر وقت لطف حضوری سے نوازا انہیں آداب عبودیت کی توفیق مرحمت فرمائی۔

جو خدا کے ہیں خدائی پہ ہے اُن کی شاہی سب اُنہی کا ہے جو ہر طرح خدا والے ہیں

کوئی محروم بھلا شانِ ولی کیا جانے پردے آنکھوں پہ ہیں اور دل پہ لگے تالے ہیں (۶۴)

ولی کی کیفیت عجوبہ: ولی اللہ ہمیشہ اپنے حال کو چھپاتا ہے تمام مخلوق اُس کی ولایت کی باتیں کرتی ہے۔ (۶۵)

اللہ کے ولی غیر اللہ نہیں ہوتے بلکہ وہ اللہ کے محبوب ہیں اور محبوب غیر نہیں ہوا کرتا اللہ نے ہم کو اُن کا راستہ بتایا اور اُن کے راستہ کو اپنا راستہ بتایا۔ جب تک سنت نبوی ﷺ کی پیروی پر دل راضی نہ ہو مسلمان کامل نہیں ہوتا اپنی ہر بات کو اللہ تعالیٰ اور حبیب کریم ﷺ کی رضا کے تابع رکھنا چاہئے تاکہ رضا کی برکت حاصل ہو۔ محبت بھی ضروری ہے اور اطاعت بھی ضروری ہے بغیر اس کے نہ فلاح ہے اور نہ نجات۔ کسی صورت میں اللہ کی مخلوق کی دل آزاری نہ کرنی چاہئے خصوصاً اہل خانہ کی، دل اللہ کا ہمسایہ ہے ہمسایہ کو ستایا نہیں جاتا بلکہ اُس کی خیر خواہی کی جاتی ہے۔ (۶۶)

اولیاء اللہ ذکر اسم ذات، مجاہدات اور تخریب بدن کے ذریعہ سے تلوثات بشری اور محسوسات جسمانی کو فنا کر کے اللہ جل شانہ کے ساتھ معیت حاصل کی اور سلوک کے ان راستوں کو جن طریقوں سے طے کیا، وہی اپنے مریدوں اور دوسرے طالبان حق کے لئے تجویز کئے، چنانچہ مختلف اولیائے کرام، صوفیائے عظام اور مشائخ عالی مقام نے اپنے اپنے زاویہ فکر کے مطابق رشد و ہدایت کے چراغ روشن کئے جس سے لوگوں کی اصلاح ہوئی۔ (۶۷)

پیر سید محمد لطف شاہ بخاریؒ کے معمولات روز و شب ریاضت و عبادت: آپؒ کی پاکیزہ زندگی کا ایک ایک لمحہ یاد الہی میں گزرا۔ سفر و حضر، بیماری و صحت میں شب و روز کے معمولات میں کبھی کمی نہ آئی۔ آپ پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم جس قدر زیادہ تھا اسی قدر یاد الہی میں آپ کی مشغولیت زیادہ تھی۔ معمول کی تفصیل درج ذیل ہیں۔

فجر کی نماز: نماز فجر سے اشراق تک اپنے حجرے میں یاد الہی میں مصروف رہتے اشراق کی نماز کے بعد مریدوں سے ملاقات کرتے۔ آپ کچھ دیر مراقبہ میں بھی رہتے۔ آپ کا انداز بیان انتہائی موثر اور گفتگو شیریں ہوتی تھی دوران گفتگو دوسروں کے دلوں میں پیدا ہونے والے اشکال کو بھی یوں بیان کر جاتے کہ سننے والا محسوس کر لیتا کہ اس کے سوال کا جواب دیا جا چکا ہے۔ دوپہر کے وقت حاضرین کے لئے جو حاضر خدمت لنگر میں ہوتا اُن کے ساتھ مل کر خود بھی تناول فرماتے اور ارادت مندوں کو بھی کھلاتے اور پھر قیلولہ کے لئے حجرہ مبارک میں تشریف لے جاتے اس طرح سنت نبوی ﷺ کی پابندی فرماتے۔ سنت قیلولہ کی اہمیت کے بارے میں حضرت مجدد الف ثانیؒ مکتوب ۱۱۴ میں لکھتے ہیں۔ دوپہر کا قیلولہ جو متابعت کی نیت سے ہو کر وڑھاراتوں کے نوافل سے اولیٰ اور افضل ہے جو بے نیت متابعت ہوں۔ (۶۸)

نماز ظہر: حضرت پیر سید محمد لطف شاہؒ کا اکثر معمول تھا کہ ظہر کی نماز سے فارغ ہو کر حاضرین سے ملتے اور فرداً فرداً سب کی مزاج پرسی کرتے اور کھانے کے متعلق دریافت کرتے اگر کسی نے کھانا نہ کھایا ہو تو اس کو کھانا کھلاتے۔ اس مجلس میں بزرگان دین کے حالات و واقعات بیان فرماتے اور حاضرین کی اصلاح فرماتے۔ حاضرین فیضان مرشد کا اثر واضح محسوس کرتے۔

نماز عصر: آپؒ نماز عصر ادا کرنے کے بعد اپنے حجرے میں چلے جاتے اور یاد الہی میں مشغول ہو جاتے۔ نماز مغرب تک کسی سے بات چیت نہیں کرتے تھے۔

نماز عشاء: آپؐ نماز عشاء باجماعت ادا کرتے وتر بھی عشاء کے وقت ہی پڑھ لیا کرتے تھے اور کبھی نماز تہجد کے وقت ادا کرتے۔ نماز سے فارغ ہو کر مریدوں اور عقیدت مندوں کی اصلاح فرماتے۔ آخر میں دُعا فرماتے۔ اس کے بعد حسبِ توفیق لنگر میں جو ہوتا سب کے ساتھ مل کر کھانا کھاتے۔ جمعرات کے روز محفل ذکر خواجگان منعقد ہوتی جس میں ذکر پاک کے بعد دُعا فرمائی جاتی۔ آپ کے شب و روز کا یہی معمول تھا۔ ساری زندگی باجماعت نماز کا اہتمام فرمایا اور عقیدت مندوں کو بھی باجماعت نماز کی تلقین فرماتے، مراقبہ اسم ذات حق سبحانہ تعالیٰ میں مشغول رہنے کی تاکید فرماتے۔ آخری ایام میں بھی نماز باجماعت ادا کرتے رہے۔

ماہ صیام: آپؐ رمضان المبارک کی فضیلت کے پیش نظر اس کی آمد کا بے تابی سے انتظار کرتے۔ لنگر کا خصوصی انتظام ہوتا۔ کثرت سے تلاوت قرآن مجید کرتے۔ ستائیسویں شب کو محفل شبینہ کا اہتمام ہوتا روزہ کسی حالت میں بھی قضا نہ کرتے۔ (۶۹)

اوصاف حمیدہ: جو لوگ زندگی کی قدر کرتے ہیں۔ وہ اپنی زندگی کو بکھرنے نہیں دیتے بلکہ ایک اصول اور قاعدے کا پابند بنا لیتے ہیں۔ حضرت پیر سید محمد لطف شاہ جیؒ اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی زندگی اور وقت کی بہت قدر فرماتے تھے۔ لنگر و مہمان نوازی: آپؐ کا مستقل قیام کہیں بھی نہیں رہا ہے عارضی قیام ہونے کے باوجود آپؐ مہمانوں کے کھانے پینے کے لئے لنگر کا انتظام فرماتے۔ جوں ہی کوئی عقیدت مند آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوتا آپؐ کھانے کے متعلق پوچھتے دسترخوان پر بیٹھے ہوئے مہمانوں کے میزبانی فرماتے ہوئے روٹی سالن، پانی کا خیال رکھتے۔ الحمد للہ آپؐ کا جاری کردہ لنگر آج بھی اسی طرح جاری دساری ہے۔

خوش اخلاقی: آپؐ کا اخلاق اعلیٰ تھا جس سے لوگ بے حد متاثر تھے۔ آپؐ دوسروں کو بھی خوش اخلاقی کی تلقین فرماتے۔ آپؐ فرمایا کرتے تھے جو کام بیٹھے بول کر سکتے ہیں۔ وہ ہتھیار بھی نہیں کر سکتا۔ آپؐ نرم کلام، نرم مزاج، نرم خواہ اور نرم طبیعت کے مالک تھے۔ اللہ کے ولی کی ہر ادا، ادائے مصطفیٰ ہوتی ہے۔ چنانچہ خوش اخلاقی سے متعلق فرمان نبوی ﷺ پر مکمل عمل پیرا تھے۔ (۷۰)

اخلاق کے متعلق بہت سی احادیث مبارکہ ہیں مگر یہاں دو حدیث پر ہی اکتفا کیا جائے گا۔

حدیث پاک: بُعِثْتُ لِأَتَمِّمَ حُسْنَ الْأَخْلَاقِ . (۷۱)

ترجمہ: میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ برگزیدہ اخلاق کی تکمیل کروں۔

حدیث پاک: اَللّٰهُمَّ حَسَّنْتَ خُلُقِيْ فَاَحْسِنْ خُلُقِيْ . (۷۲)

ترجمہ: اے اللہ آپ نے میری پیدائش بہتر فرمائی میرے اخلاق بھی بہتر فرمادے۔

سخاوت: حضرت پیر محمد لطف شاہؒ بہت ہی سخی تھے۔ آپ کی سخاوت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی آپ کے پاس کچھ نہ تھا۔ جو آتا اسے اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتے۔ مخلوق خدا کی خدمت اور فلاح پر خرچ کر کے آپ بے حد خوش ہوتے۔ آپ جس قدر اللہ کی راہ میں خرچ فرماتے اسی قدر مال و دولت منجانب اللہ عطا ہوتا۔ (۷۳)

حدیث مبارکہ: اَعْطُوْا اَلَا جِزْرَ اَجْرٍ هٗ قَبْلَ اَنْ تَجْفَّ عَرَقُهٗ (۷۴)

ترجمہ: مزدور کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کر دی جائے۔

مزدور کی مزدوری کا خیال: حضرت پیر سید محمد لطف شاہؒ اس حدیث مبارکہ کے مصداق تھے۔ شاہ جی صاحبؒ نے مختلف مقامات پر کنویں، تالاب، مساجد، حجرے تعمیر کروائے۔ آپ مزدور کی مزدوری ہمیشہ بروقت ادا فرماتے۔ آپ نے جہاں پر بھی فلاحی اور رفاہی ادارے تعمیر کرائے مزدوروں کو مزدوری دینے کے لئے خود تشریف لے جاتے اور انہیں بروقت اجرت ادا فرماتے حالانکہ آپ کے عقیدت مند آپ سے عرض کرتے راستہ مشکل ہے پیدل سفر طے کرنا ہے آپ نہ جائیں ہم دے آتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کام میں نے لیا ہے مزدوری بھی میں ادا کرنے جاؤں گا۔ اگر مزدوری میں کمی بیشی رہ گئی تو کل قیامت کے دن مجھ سے ہی باز پرس ہوگی۔ (۷۵)

جو دو سخا اور اسراف سے اجتناب: آپؒ جو دو سخا کے پیکر تھے۔ آپؒ مریدین اور ارادت مندوں سے اول تو نذر قبول ہی نہیں کرتے تھے اگر قبول فرما ہی لیتے تو بہتر انداز میں واپس لٹا دیتے۔ علماء کی قدر کرتے اور کبھی خالی ہاتھ واپس نہ کرتے، غرباء، مساکین اور حاجتمندوں کی دل کھول کر امداد فرماتے آپ کا ذریعہ معاش کوئی نہیں تھا بلکہ کشائش امور اور صفائے باطنی اور اصلاح احوال مقصود تھا۔ مصیبت زدہ کو دیکھ کر آبدیدہ ہو جاتے اور اس کے لئے دُعا فرماتے اور اسے توبہ و ذکر کی تلقین فرماتے اور کثرت سے تسلی دیتے یہاں تک کہ بے چین کو چین آ جاتا۔ قیمتی کپڑے اور پر تکلف کھانے سے اجتناب فرماتے اور عقیدت مندوں کو اس قسم کے اسراف سے بچنے کا درس دیتے

اور فرماتے فضول خرچی مت کرو آپ نے فرمایا کہ اسراف کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔ آپ اعتدال و میانہ روی اور سادگی کو نہ صرف پسند فرماتے بلکہ اس کی تاکید فرماتے۔

مریدین اور بچوں سے شفقت: آپ نہایت رحم دل اور شفیق تھے۔ کسی کو تکلیف میں دیکھ کر اس کی مالی، اخلاقی اور روحانی امداد فرماتے غریب اور مفلوک الحال ارادت مندوں اور مریدین پر مہربانی فرماتے اور ان کی خاطر خواہ دلجوئی فرماتے۔ آپ خاص طور پر چھوٹے بچوں سے بہت پیار کرتے خوش ہوتے اور چھوٹے میاں کہہ کر پکارتے آپ فرماتے حضور نبی ﷺ بچوں سے بڑی شفقت فرماتے مجھے بھی یہ سنت مطہرہ بڑی عزیز ہے آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ یہ بچے پھول ہیں پتہ نہیں ان میں سے کون سا عطر بن جائے۔ آپ بچوں کے لئے خصوصی دعا فرماتے اور سر پر ہاتھ پھیرتے تھے۔

تبلیغ و ارشاد کا اثر: آپ نے کبھی وعظ و تقریر نہیں کی بلکہ آپ کی گفتگو میں اتنی مٹھاس تھی کہ سننے والا آپ کا گرویدہ ہو کر آپ کے دامن سے وابستہ ہو جاتا۔ (۷۶)

کرامات و اثبات کراماتِ اولیاء: اولیاء اللہ سے کرامتوں کا ظہور عقلاً جائز اور نقلاً ثابت ہے۔ عقلی جواز کے لئے یہی کافی ہے کہ کرامت ممکنات میں سے ایک ممکن شئی ہے، محال نہیں، اور ہر ممکن خدا کی قدرت کے تحت ظاہر ہو سکتا ہے۔ جیسے انبیاء علیہم الصلوٰۃ السلام سے معجزات کا ظہور ہوتا ہے یہی اہلسنت کے مشائخ، عرفا، متکلمین، اہل اصول، فقہاء اور محدثین سب کا مذہب ہے۔ اس پر مشرق و مغرب عرب و عجم میں پھیلی ہوئی ان کی تصانیف شاہد ہیں۔ پھر اہل سنت کے جمہور ائمہ محققین کا صحیح مختار مذہب یہ ہے کہ جو کام بھی کسی نبی ﷺ کے ہاتھ پر بطور معجزہ ظاہر ہو سکتا ہے وہ ولی اللہ کے ذریعہ بطور کرامت صادر ہو سکتا ہے۔ فرق یہ ہے کہ معجزہ کے ساتھ نبوت کا دعویٰ اور کفار کو مقابلہ چیلنج ہوتا ہے اور کرامت کے ساتھ یہ نہیں ہوتا۔ اس پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ پھر ولی پر قرآن جیسی مقدس کتاب بھی آ سکتی ہے۔ اس لئے کہ قرآن کے ساتھ نبوت کا دعویٰ لازم ہے۔ اور ولی کے ہاتھ پر جو بھی خارق عادت اللہ کی طرف سے ظاہر ہوگا۔ اس کے ساتھ نبوت کا دعویٰ نہیں ہو سکتا۔ اس فرق کی وجہ سے کرامت اور معجزہ کے درمیان التباس و اشتباہ نہ ہو سکے گا۔ اس لئے کہ معجزہ کے ساتھ چیلنج ہوتا ہے اور نبی ﷺ اس کا اظہار کرتا ہے۔ جبکہ ولی اپنی کرامت کو چھپاتا اور پوشیدہ رکھتا ہے۔ اظہار اس وقت کرتا ہے جب ضرورت ہو، یا اسے اس کی

اجازت ملی ہو، یا غلبہ حال طاری ہو جس میں وہ بے قابو ہو، یا کسی مرید کے یقین کی تقویت مقصود ہو۔ ایسے مواقع پر اولیاء سے کرامتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ جیسے

۱۔ اولیاء اللہ میں سے بعض نے فضا میں ہاتھ اٹھایا جس میں شہد آ گیا۔ جو انہوں نے ایک مرید کو کھلایا۔

۲۔ ایک شیخ کامل نے ہزاروں کلومیٹر کے فاصلہ پر اپنے مرید کو کعبۃ اللہ کی زیارت کرا دی۔

۳۔ ایک عارف حق نے ایک منکر کرامت کو کعبہ کا طواف کرتے دکھایا۔ (۷۷)

کتاب اللہ اور اثبات کرامات: کتاب و سنت میں ثبوت کرامت کی متعدد دلیلیں موجود ہیں۔

۱۔ کُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا ذِكْرُ يَا الْمَحْرَابِ وَجَدَ عِنْدَ هَارِزٍ قَا قَالَ يَمْرُئِمُ اَنِّي لَكِ هَذَا قَالَتْ

هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ اِنَّ اللَّهَ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ (۷۸)

ترجمہ: جب ذکر یا محراب میں آتے تو مریم کے پاس رزق پاتے تو پوچھتے اے مریم! یہ کہاں سے آیا تو مریم فرماتیں یہ اللہ کے پاس سے آیا ہے اللہ جس کو چاہے بے حساب رزق عطا فرمائے۔

مفسرین کا بیان کہ حضرت مریم کو جو پھل انعام خداوندی سے دیئے جاتے تھے وہ بے موسم ہوتے۔ یعنی جس زمانہ میں جو پھل نہیں ہوتا وہ انہیں ملتا۔

۲۔ انہی کے واقعہ میں ہے۔

وَهَزَى إِلَيْكَ بِجِزْعِ النَّخْلَةِ تُسْقِطُ عَلَيْكَ رُطْبًا جَنِيًّا . (۷۹)

ترجمہ: اور (اے مریم) تو کھجور کی شاخ کو جنبش دے یہ تجھ پر تروتازہ پھل گرائے گی۔ تفسیر دس میں ہے کہ وہ زمانہ کھجوروں کے پھل دینے کا نہیں تھا۔ پھر بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص کرم سے اس درخت کو پھلدار کر دیا۔ یقیناً یہ حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کھلی ہوئی کرامت ہے۔

سنت اور اثبات کرامت: حضرت ابو بکر صدیقؓ کے گھر ایک مہمان آیا انہوں نے مہمان کو جو کھانا پیش کیا ایک طرف وہ تناول کرتا تھا دوسری طرف نیچے سے اس میں اضافہ ہوتا جاتا تھا حتیٰ کہ مہمان اور تمام اہل خانہ نے کھا لیا اور حضرت صدیقؓ کی اہلیہ نے کہا، کھانا پہلے سے تین گنا زیادہ ہے۔

۱۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا گزشتہ اُمتوں میں صاحب الہام ہوتے تھے۔ میری اُمت کے اندر عمر الہام ہیں۔

۲۔ حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ، کو حضرت عمر فاروقؓ نے لشکر مجاہدین کا سردار بنا کر نہا و ند بھیجا۔ دشمن سے مقابلہ کے وقت ساریہؓ عقب سے غافل تھے جہاں سے دشمن گھات میں تھا۔ یہاں مدینہ طیبہ میں حضرت امیر المومنین عمر فاروقؓ خطبہ جمعہ کے دوران پکارتے ہیں۔ یا ساریہ الجبل یا ساریہ الجبل، (اے ساریہ پہاڑ کی طرف سے ہوشیار) حضرت عمرؓ کی یہ آواز حضرت ساریہ نے سنی اور دشمن اپنی چال میں ناکام رہا۔ اس سے حضرت عمرؓ کی دو کرامتیں ظاہر ہوئیں۔ ایک اتنی دور سے لشکر کا حال دیکھنا۔ دوسرے مدینہ سے اتنی دور آواز پہنچانا۔

۳۔ صحابہ کے دور میں ایک شیر لوگوں کا راستہ روک کر بیٹھ گیا حضرت ابن عمرؓ کو پتہ چلا تو آپ تشریف لے گئے اور شیر سے فرمایا کہ راستہ سے ہٹ جا، شیر نے دم ہلائی اور چلا گیا۔

کرامت اور سحر کا فرق: سحر تو فاسق، فاجر، بد دین، کافر، کتاب و سنت کے مخالفین سے ظاہر ہوتا ہے۔ مگر ظہور کرامت صرف اولیاء اللہ کے ذریعہ ہوتا ہے اور اولیاء اللہ احکام دین اور آداب شریعہ پر عمل کر کے سلسلہ میں بلند درجہ پر فائز ہوتے ہیں۔ (۸۰)

کرامات کی حقیقت: اللہ تعالیٰ کے ولیوں کی کرامات دراصل اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں سے اور بندوں کی اللہ تعالیٰ سے دوستی کا اظہار ہیں۔ حضرت پیر سید محمد لطف شاہؒ کی اکثر کرامات کا اظہار مختلف محفلوں میں ہوا ہے۔ آپؒ کی کرامات کا احاطہ بہت مشکل ہے۔ ان میں سے چند کرامات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

راجہ محمد حسن خان کی بینائی لوٹ آئی: راجہ محمد حسن خان موضع رواترہ شریف ضلع جہلم آپؒ کے جانثار عقیدت مندوں میں سے تھے۔ اعتقاد اس قدر کہ جب کبھی بیمار ہوتے تو دربار سے مٹی خاک شفا سمجھ کر لے آتے اور اسی سے شفا پاتے۔ بابا حسن کی آنکھ میں موتیا کی وجہ سے نظر ختم ہو گئی تو گھر والوں نے کہا کہ بابا جی اب تو ڈاکٹر کے پاس جانا پڑے گا کیونکہ موتیا تو بغیر آپریشن کے ٹھیک نہیں ہوگا۔ بابا جی کا یقین کامل تھا گھر والوں کو کہا کہ شاہ جی صاحب کے دربار سے ملحق پھلائی کے درخت کے پتے لا کر ان پتوں کا پانی نکال کر میری آنکھوں میں ڈالو۔ گھر والوں نے ایسے ہی کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ بندے سے نسبت رکھنے والے پھلائی کے درخت کے پتوں کا پانی بابا حسن کی آنکھوں کے لئے نور بنا دیا۔ آنکھوں کے بجھے ہوئے چراغ کو ایسی روشنی ملی کہ بابا حسن پھر سے بغیر عینک قرآن پاک کی تلاوت کرنے کے قابل ہو گئے اور آخر وقت تک بغیر کسی چشمے کے اللہ تعالیٰ کی پاک کلام

قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہے۔ آپ اکثر کہتے تھے کہ یہ سب میرے مرشد کریم پیر سید محمد لطف شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی دُعاؤں کے صدقے ہے۔ آپ کی آخری آرام گاہ بھی مرشد پاک کے قدموں میں ہے۔ (۸۱)

نمازی کی جان بچالی: آپ موضع قاضی چک ضلع جہلم کی مسجد سے ملحق آستانہ عالیہ میں اپنے مریدین اور عقیدت مندوں کے ہمراہ رونق افروز تھے۔ میاں عبدالرحیم موضع چک دریا تحصیل ضلع جہلم آپ کی خدمت عالیہ میں قدم بوسی کیلئے حاضر ہوئے۔ آپ کو دیکھتے ہی شاہ جی صاحب فرمانے لگے میاں جی آپ اسی وقت ساگری جائیں اور موضع ساگری ضلع جہلم کی جامع مسجد کے کوزے (وضو کیلئے مٹی کے بنے ہوئے لوٹے) توڑ دیں۔ لب کشائی کی جرات نہ ہوئی۔ چک قاضی سے ساگری طویل پیدل سفر طے کر کے ظہر سے قبل پہنچے اور ساگری کی جامع مسجد کے کوزے توڑنے شروع کئے ایک کوزے کو توڑا پھر دوسرے کوزے کو پھر جب تیسرے کوزے کو توڑا تو اس میں کالا ناگ نکلا جسے انہوں نے فوراً مار ڈالا اور دل میں خیال آیا کہ قبلہ شاہ جی صاحب نے مجھے اس لئے بھیجا تھا کہ شاید سانپ کسی نمازی کو ڈس نہ لے اور باقی کوزوں کو اندازہ لگایا کہ سب خالی ہیں اور انہیں توڑا نہیں۔ میاں عبد الرحیم صاحب فوراً واپس آئے راستہ میں کسی سے ذکر نہیں کیا جو نہی سامنے آئے تو شاہ صاحب دیکھتے ہی فرمانے لگے میاں جی شکر ہے آپ سانپ مار آئے ورنہ یہ موزی کسی نمازی کی جان لے لیتا۔ تکلیف تو آپ کو ہوئی ہوگی مگر یہ بھی ایک نیکی کا کام تھا۔ (۸۲)

جنات پر تصرف: آپ کے متعلق مشہور تھا کہ جنات بھی آپ کے مرید ہیں۔ شاہ جی صاحب کے خادم حافظ امام دین صاحب نے ایک دن شاہ جی صاحب کو مٹی کے لوٹے سے وضو کرواتے ہوئے عرض کی حضرت جی سنا ہے جنات بھی آپ کے مرید ہیں آپ نے فرمایا حافظ صاحب لوٹا چھوڑ دیں۔ حافظ صاحب نے لوٹا چھوڑ دیا لوٹا نیچے گرنے کے بجائے اسی حالت میں خود بخود وضو کروانے لگا۔ شاہ جی صاحب وضو سے فارغ ہونے کے بعد حافظ صاحب سے فرمایا آپ نے جو سنا ہے وہ سچ سنا ہے۔ پہلے تو آپ نے سنا تھا اب تو دیکھ بھی لیا ہے۔ (۸۳)

مٹی سے بو: موضع ساگری ضلع جہلم کے چوہدری نیک محمد کوسات سال کی عمر میں مٹی کی عادت پڑ گئی۔ چوہدری نیک محمد کے والد انہیں حضرت پیر سید محمد لطف شاہ کے پاس لے گئے اور عرض کی کہ یہ بچہ مٹی بہت کھاتا ہے دُعا فرمائیں کہ یہ میرے بیٹے کی عادت ختم ہو جائے۔ شاہ جی صاحب نے دم کیا اور کہا بیٹا آئندہ مٹی نہ کھانا۔ اس

طرح شاہ جی صاحب سے منع کرنے اور دم کی وجہ سے بچے نے مٹی کھانا چھوڑ دی۔ اگر بچہ مٹی کھانے کی نیت سے اٹھائے تو اسے عجیب سی بدبو محسوس ہوتی ویسے مٹی اٹھانے سے اُسے بدبو نہ آتی۔ اس طرح مٹی کھانے کی عادت ہمیشہ کیلئے جاتی رہی۔ (۸۴)

جانوروں پر تصرف: کیپٹن محمد اعظم موضع ساگری ضلع جہلم نے بتایا کہ ہمارے گاؤں کے ایک آدمی کی بھینس وقت پر دودھ نہیں دیتی تھی وہ آدمی قبلہ شاہ جی صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ میری بھینس تازہ شیردار ہوئی ہے اور وقت پر دودھ نہیں دیتی۔ شاہ جی صاحب نے فرمایا کہ اسے کھانے کے لئے کچھ دیتے ہو جی ہاں چارہ و نڈہ گھاس وغیرہ خوب دیتا ہوں۔ قبلہ شاہ جی صاحب نے اُس آدمی سے کہا جاؤ اور اپنی بھینس کے کان میں یہ کہہ دو کہ اگر تو ہمارا حق کھا کر ہمارا حق ادا نہیں کرتی تو کل قیامت کے دن غداروں کے ٹولے میں کھڑی ہوگی۔ اس کے بعد اُس آدمی نے اُسی طرح بھینس کے کان میں وہی الفاظ دھرائے۔ قدرت خدا کی دیکھئے کہ اُس دن سے بھینس نے وقت پر دودھ دینا شروع کیا اور سال بھر یہ بھینس اُس آدمی کے پاس رہی اور وقت پر دودھ دیتی رہی۔ (۸۵)

آپ کا تعویذ اور بارش: آپ موضع چک قاضی ضلع جہلم کی مسجد سے ملحق حجرے میں تشریف فرما تھے۔ اُن دنوں بارش نہیں ہو رہی تھی۔ آپ کے عقیدت مند آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی حضرت بارش نہیں ہو رہی ہے بادل آتے ہیں اور بن بر سے چلے جاتے ہیں۔ لوگ سخت پریشان ہیں۔ پینے کا پانی ختم ہونے کو ہے، مویشی پیاسے پھر رہے ہیں، فصلیں تباہ ہو رہی ہیں، دُعا فرمائیں اللہ پاک اپنے فضل و کرم سے بارش عنایت فرمائے۔ آپ تھوڑی دیر خاموش رہے پھر آپ نے اپنے عقیدت مند کو تعویذ دیا کہ درخت کی چوٹی پر باندھ دو۔ حسب حکم تعویذ درخت کی چوٹی پر باندھ کر آدمی جب نیچے اُترے تو اس کے کپڑے بارش سے گیلے ہو چکے تھے۔ اتنی زیادہ بارش ہوئی کہ لوگوں کے مکان گرنے شروع ہو گئے۔ لوگ پھر شاہ جی صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے شاہ صاحب دُعا فرمائیں بارش رک جائے۔ فرمایا تعویذ اُتار دو بارش رک جائے گی۔ تعویذ درخت سے اُتارتے ہی بارش تھم گئی۔ (۸۶)

رزق دینے والے نے رزق بھی دیا عزت بھی دی: مرزا مست خان ڈھوک طمہ، موضع پنڈوڑی ضلع جہلم کے گھر جب صوبیدار مرزا گلکھڑ خان کی پیدائش ہوئی تو پنڈوڑی کے دسوندی نامی شخص نے حضرت پیر سید محمد لطف شاہ بخاریؒ

کی خدمت میں حاضر ہو کر ازراہ مذاق عرض کی کہ حضرت مبارک ہو، آپ کے فلاں مرید کے گھر ایک اور بچہ پیدا ہوا ہے۔ آپ نے خیر مبارک کہا۔ اس شخص نے بات کو بڑھاتے ہوئے مزید کہا حضرت یہ لوگ غریب ہیں کیا کریں گے پہلے ہی بڑی مشکل سے گزر بسر کر رہے ہیں اور کبھی کبھی فاقوں کی نوبت آ جاتی ہے۔ اولاد کو کیا کھلائیں گے۔ یہ سنتے ہی آپ جلال میں آگئے اور فرمانے لگے کیا رازق کے پاس رزق کی کمی ہے؟ بچہ ابھی پیدائش کے مراحل میں ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس کیلئے رزق کا بندوبست فرما دیتے ہیں۔ تم کہتے ہو کیا کریں گے یہ نوکری چاکری کریں گے ان میں سے کوئی نائب صوبیدار ہوگا کوئی صوبیدار ہوگا کوئی کپتان ہوگا، کوئی میجر، کوئی کرنل اور کوئی بریگیڈیئر۔ وہ عزت بھی پائیں گے اور رزق بھی۔ لوگوں نے دیکھا اس خاندان کے لوگوں نے عزت بھی پائی اور رزق بھی پایا اور آپ کے منہ مبارک سے نکلی ہوئی بات اللہ نے پوری کی اور شاہ جی صاحب کی دُعا کا اثر ابھی تک جاری و ساری ہے۔ (۸۷)

حضرت پیر سید محمد لطف شاہ صاحب کا عصاء مبارک: آپ کو دُنیا فانی سے وصال ہوئے ایک صدی سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے۔ آپ کا عصاء مبارک جانشین اربعہ حضرت پیر سید بشیر حسین شاہ جی صاحب دام برکاتہ عالیہ کے پاس موجود ہے۔ لکڑی کے اس عصا کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ لطف شاہ جی صاحب کی زینت بنا۔ اس طرح عصاء مبارک کو اللہ تعالیٰ کے ولی سے نسبت رہی ہے۔ نسبت کا بڑا اثر ہوتا ہے۔ صوفیائے کرام کی ہر نشانی کسی نہ کسی حوالے سے خوبی رکھتی ہے۔ پیر سید محمد لطف شاہ کے عصاء مبارک میں یہ خوبی موجود ہے کہ وہ حلال پالتوں جانوروں کے وبائی امراض میں شفا بخشتا ہے۔ جب جانور وبائی امراض سے مرنا شروع ہو جائیں کوئی دوا اثر نہ کرے تو متاثرہ گاؤں کے لوگ مقرر کردہ وقت اور جگہ پر اپنے اپنے جانوروں کو اکٹھا کر لیتے ہیں۔ حضرت پیر سید بشیر حسین شاہ صاحب تمام جانوروں کے گرد عصاء مبارک سے گول دائرہ بناتے اور کلام پاک پڑھتے ہوئے تین چکر لگاتے ہیں۔ آخر میں ایک پاک چادر میں قرآن پاک کو باندھ کر دو آدمی اس چادر کا ایک ایک کونہ پکڑ کر کسی موزوں جگہ پر کھڑے ہو جاتے اور جانوروں کو قرآن پاک کے نیچے سے گزارتے ہیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندے سے نسبت رکھنے والے عصاء سے جانوروں کو شفا بخشتا ہے۔ (۸۸)

ساگری سے گھر: پیر سید محمد لطف شاہ کی صحت و حالت کو دیکھتے ہوئے آپ کے عزیز واقارب نے آپ کو اپنے آبائی

گاؤں موضع رواترہ شریف آنے کا مشورہ دیا جو آپ نے قبول فرمایا اس طرح آپ اپنے آبائی گاؤں رواترہ شریف تشریف لے آئے۔

کاش اللہ کی یاد میں خون پانی بن جاتا: وصال مبارک سے ایک دن قبل آپ نے فرمایا موضع لہڑی سے قاضی صاحب کو بلوایا جائے۔ جب قاضی صاحب آگئے تو آپ نے قاضی صاحب سے فرمایا میرے بازو پر نشتر سے کٹ لگائیں اور دیکھیں خون کیسا ہے؟ عرض کی۔ حضرت جی بہت پتلا ہے۔ آپ نے ایک آہ بھری اور فرمانے لگے لطف شاہ تو چاہتا تھا کہ میرا سارا خون اللہ کی یاد میں پانی بن جائے پھر اپنے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: لطف شاہ تو نے اپنے رب کا صحیح حق ادا نہیں کیا۔

آخری لمحات: جانے اور رہ جانے والوں کے لئے یہ لمحات نہایت تکلیف دہ ہوتے ہیں۔ مگر آپ کے آخری لمحات میں عجیب منظر تھا۔ الوداع کہنے والے غمگین اور جانے والے (شاہ جی) کا پرسکون چہرہ چمک رہا تھا۔ جو لوگ ولی اللہ ساری زندگی خوف خدا میں گزارتے ہیں انہیں نہ تو دنیا میں کسی قسم کا خوف ہوتا اور نہ آخرت کا۔ آپ نے ساری زندگی خوف خدا کے تحت احکامات خداوندی میں گزاری۔

وصال مبارک: وصال پاک کے وقت آپ کے تمام عزیز واقارب، آپ کے پیر بھائی قبلہ حضرت حافظ محمد حیات آستانہ عالیہ ٹنگروٹ شریف، آپ کے خادم حافظ امام دین اور دیگر قریبی عقیدت مند بھی موجود تھے۔ (۹۸)

آپ ۵ ربیع الاول ۱۳۲۴ھ بروز ہفتہ بمطابق ۱۱ مئی ۱۹۰۴ء کو کلمے شریف کے ورد سورہ یسین کی تلاوت کی گونج میں دارفانی سے رخصت ہوئے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کی جدائی متعلقین کے لئے ایک عظیم سانحہ تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ان کا بہت بڑا سہارا چھن چکا ہے۔ مگر قضائے الہی کے سامنے سب صابر خاموش اور اشکبار تھے۔ (۹۰)

وصال مبارک کی اطلاع: چونکہ اُس وقت آج جیسی سہولیات نہ تھیں اس لئے آپ کے وصال مبارک کی اطلاع عام کے لئے کئی افراد کو مختلف علاقوں میں بھجوا دیا گیا۔ آپ کی رحلت کی جائزہ خبر جنگل میں آگ کی طرح پھیل گئی۔ آپ کے عقیدت مند آپ کی آخری زیارت اور نماز جنازہ میں شرکت کے لئے دشوار گزار راستوں سے پیدل سفر کر کے رواترہ شریف پہنچنا شروع ہو گئے۔

تجہیز و تکفین: آپ کے جسم پاک کو سنت رسول ﷺ کے مطابق غسل دے کر آخری لباس (کفن) احکام شریعت کے مطابق زیب تن کیا گیا اور جسد خاکی کو گھر کے صحن میں رکھ دیا گیا تاکہ خواتین چہرہ مبارک کی زیارت کر لیں۔ نماز جنازہ: آپ کی نماز جنازہ آپ کے پیر خانے کے سجادہ نشین صاحبزادہ غلام محی الدین باؤلی شریف نے پڑھائی۔ بعد از نماز جنازہ لوگوں نے شاہ جی صاحب کا آخری دیدار کیا۔ صاحب زادہ غلام محی الدین صاحب نے دیدار کرتے ہوئے نہایت افسردگی کے ساتھ فرمایا اپنے مرشد کا بے مثال ادب کرنے والا مرید خاص آج دنیا سے رخصت ہو گیا ہے۔ آپ کی نماز جنازہ میں آپ کے ہزاروں عقیدت مندوں کے علاوہ علماء و مشائخ نے بڑی تعداد نے بھی شرکت کی۔ آپ موضع رواترہ شریف ضلع جہلم میں آسودہ خاک ہوئے۔

لحد کی گود میں: آپ کے جسد پاک کو حافظ امام دین صاحب اور بابا روشن صاحب نے لحد میں اتار کر لحد کی گود کو اعزاز بخشا۔

مقبرہ کی پہلی تعمیر: آپ کی رحلت کے فوراً بعد آپ کے مرید خاص ملک بوستان موضع پنڈ وڑی ڈھوک ساہی کے والد محترم صوبیدار میجر ملک فضل خان نے بادقار مقبرہ تعمیر کروایا۔

مقبرہ کی تعمیر نو: آپ کا مقبرہ زیادہ خستہ حال ہو جانے کی وجہ سے ۱۹۶۵ء کو شہید کر کے دوبارہ تعمیر کیا گیا۔ اس کا سارا کام موضع پنڈ وڑی ضلع جہلم کے مستری محمد اکرم، مستری عبدالخالق اور ان کے دیگر ساتھیوں نے کیا۔ مقبرے کے اندر لکھائی کا کام موضع لہڑی ضلع جہلم کے مولانا میاں فضل احمد صاحب نے کیا۔ ۱۹۹۰ء میں مقبرہ کی دوبارہ مرمت کرائی گئی۔ اندر لکڑی کا کام اور حال ہی میں باہر شیشے کا خوبصورت کام کروایا گیا ہے۔

کتبہ آرام گاہ حضرت پیر سید محمد لطف شاہ: آپ کی آرام گاہ پر نصب کتبہ حضرت خواجہ حافظ محمد فاضل نے سنگ مرمر پر خوبصورت الفاظ کی لکھائی کرا کے موضع لہڑی سے شاہ جی صاحب کے دربار تک اپنے سر پر اٹھا کر لائے جو کہ تقریباً دو کلو میٹر کا سفر ہے اور یہ ایک عقیدت و محبت کا اظہار ہے۔

عرس مبارک: آپ کا عرس مبارک ہر سال ۲۷، ۲۸ مارچ کو نہایت عقیدت و احترام سے منایا جاتا ہے۔ محافل پاک کی دو نشستیں ہوتی ہیں۔ جن میں پاکستان کے نامور علماء کرام سیرت النبی ﷺ اور سیرت اولیاء پر مدلل و عظمیٰ فرماتے ہیں۔ سرکار مدینہ ﷺ کے ثناء خوان محبت و عقیدت کے پھول پیش کرتے ہیں۔ پیارے نبی کے ذکر سے

عاشقانِ رسول ﷺ کے دلوں میں ایک شمع روشن ہوتی ہے جس سے ان کے دل عشقِ رسول ﷺ سے منور ہوتے ہیں۔ پہلی نشست ستائیس اور اٹھائیس مارچ کی رات بعد از نماز عشاء تا قبل اذان فجر تک، دوسری نشست اٹھائیس مارچ کی صبح ۹ بجے سے دن ساڑھے بارہ بجے کو اختتام پذیر ہوتی ہے۔ ۲۷ مارچ بعد نماز ظہر پیر سید محمد لطف شاہ کے دربار عالیہ پر چادر چڑھانے کی رسم ادا کی جاتی ہے۔ عقیدت مند جلوسوں کی شکل میں کلمہ پاک کا ورد کرتے ہوئے دربار عالیہ میں چادر چڑھانے کے لئے تشریف لاتے۔ یہ سلسلہ سارا دن جاری رہتا ہے۔ دربار شریف سے ملحقہ جامع مسجد میں قرآن پاک کی تلاوت کا سلسلہ بھی جاری رہتا قاری حضرات اپنے خوبصورت آواز میں قرآن مجید فرقان حمید کی تلاوت فرماتے جس سے سامعین کے ایمان تازہ ہو جاتے۔ دراصل عرس کا اجتماع خیر و برکت کا چشمہ ہے جس سے تشنہ لب اپنی پیاس بجھاتے ہیں، رشد و ہدایت کا مخزن ہے۔ جس سے گوہر ہائے سعادت و رحمت ہدایات و انوار، فیوض و برکات حاصل ہوتی ہیں۔ انہی انمول موتیوں سے اہل دل ایمان کی تجوریاں بھر لیتے ہیں۔ اخلاقی و روحانی، ادبی، دینی، اصلاحی اور قرآنی تعلیمات کی دولت بٹی ہے۔ اس مقدس و بابرکت محفل کی تقریبات میں عقیدت مند پیر بھائی، عاشق، عابد و زاہد بزرگوں کے علاوہ اہل محبت اور اہل دانش لوگ بھی اکٹھے ہوتے ہیں ان پاکیزہ کردار علماء و فقہاء و صوفیاء و فقراء کا یکجا ہونا خیر و برکت کی نشانی ہے۔ اللہ والوں کی زیارت اور گفتگو سے مردہ دلوں کو زندگی ملتی ہے۔ محفل کے اختتام پر درود و سلام اور ختم شریف پڑھا جاتا ہے۔ آخر میں سجادہ نشین قبلہ عالم حضرت پیر سید بشیر حسین شاہ صاحب قدس سرہ العزیز عالم اسلام اور پاکستان کے لئے خصوصی دُعا فرماتے ہیں۔ ویسے تو لنگر ہر روز جاری رہتا ہے لیکن عرس مبارک کے دنوں میں کھانے کا اعلیٰ انتظام ہوتا ہے۔ ہزاروں لاکھوں عقیدت مند عرس مبارک کی تقریبات میں شامل ہوتے ہیں لیکن ہر آدمی کو عزت و احترام سے کھانا کھلایا جاتا ہے۔ (۹۱)

آپ کے خادم خاص حافظ امام دین: حافظ امام دین آپ کے خادم خاص تھے جنہوں نے اپنا تن من دھن سب کچھ آپ پر نچھاور کر دیا۔ حافظ صاحب چک بانسریاں تحصیل کھاریاں ضلع گجرات کے رہنے والے تھے۔ آپ وہ خوش نصیب ہیں جنہوں نے اپنی تمام زندگی پیر سید محمد لطف شاہ صاحب کی خدمت میں گزاری۔ حافظ صاحب کا وصال ۱۹۴۲ء میں ہوا۔ وصال کے بعد بھی شاہ جی صاحب کے قدموں میں جگہ نصیب ہوئی۔ (۹۲)

اخلاف کرام، خلفائے عظام، سجادہ نشینان: حضرت پیر سید محمد لطف شاہؒ کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ زندگی کے آخری لمحات میں قریبی عقیدت مندوں نے عرض کی کہ آپ کے بعد آپ کا جانشین کون ہوگا؟ فرمایا میرے بعد دو سال کا بچہ سید محمد امیر شاہ ہوگا۔ آپ سب کا ہاتھ اس بچے کے ہاتھ میں اور اس بچے کا ہاتھ میرے ہاتھ میں۔ اس پر سب لوگ حیران ہو گئے۔ پھر فرمایا محمد امیر شاہ کے جوان ہونے تک اس کے والد حضرت پیر سید مصری شاہ سرپرستی کریں گے اور جو نبی امیر شاہ جوان ہوگا اس منصب کا وارث ہوگا۔ یہاں قابل غور بات یہ تھی کہ کیا خبر یہ دو سال کا بچہ جوان ہوگا بھی کہ نہیں۔ زندگی موت کا علم تو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کو ہے۔ اللہ کا ولی ہر طرح کا علم رکھتا ہے۔ آپ کے منہ سے نکلی ہوئی بات اللہ تعالیٰ پوری کرتا ہے۔ آپ کو علم تھا کہ بچہ بڑا ہوگا، جوانی پائے گا، بڑھاپے کو پہنچے گا، آپ کے عطا کئے ہوئے منصب کا اہل ہوگا اور آپ کے نقشے قدم پر چل کر آپ کی جلالتی ہوئی شمع کو بجھنے نہیں دے گا۔ لوگوں نے دیکھا ایسا ہی ہوا اور آپ نے دینی، ملی، فلاحی اور اصلاحی خدمات کو جاری رکھا۔ (۹۳)

حضرت پیر سید مبارک شاہ بخاریؒ: آپ کی تاریخ پیدائش اور تاریخ وصال کا علم نہیں ہو سکا۔ البتہ آپ کی جائے پیدائش موضع رواترہ شریف ہے۔ آپ کے والد کا نام سید روڈے شاہ بخاری ہے۔ آپ سید مصری شاہ کے بھائی اور حضرت پیر سید محمد لطف شاہؒ کے بھتیجے تھے۔ آپ بڑے پائے کے بزرگ اور سیف زبان تھے۔ آپ کی زبان مبارک سے جو نکلتا ویسا ہی پورا ہوتا۔ آپ شوقیہ اونٹ رکھتے تھے۔ آپ دنیاوی معاملات سے دور اور دینی کاموں اور یادِ الہی میں مصروف رہتے۔ آپ کا زیادہ تر وقت موضع آڑہ بڈھار ضلع جہلم میں گزرا۔ موضع پنچور ضلع جہلم کے کچھ بزرگ راجہ فیروز خان اور رسالدار محمد خان پیر سید محمد لطف شاہؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ سادات میں سے کوئی ہمارے گاؤں پنچور میں قیام فرما ہو۔ آپ نے فرمایا کہ مبارک شاہؒ کو لے جائیں۔ اس طرح آپ اپنے چچا کے حکم کے تعمیل کرتے ہوئے موضع پنچور تشریف لے گئے۔ اس طرح آپ کی زندگی کا آخری حصہ رواترہ شریف کے قریبی گاؤں پنچور میں گزرا اور وہاں لوگوں کی دینی و اصلاحی خدمات سرانجام دیتے رہے۔

وصال مبارک: آپ کا وصال موضع پنچور میں ہوا اور موضع پنچور میں ہی آسودہ خاک ہوئے۔

کرامات

کشمیری سیب: آپ موضع پنچور ضلع جہلم کی مسجد میں تشریف فرما تھے کہ راجہ لال خان نے عرض کی کہ حضرت آج

کشمیری سیب تو کھلائیں۔ آپ تھوڑی دیر کے لئے مراقبہ میں چلے گئے پھر اوڑھی ہوئی چادر سے ہاتھ باہر نکالتے ہوئے کشمیری سیب راجہ لال خان کو دیا۔ جس سے وہ بہت متاثر ہوئے۔

روٹی آئے گی مگر ڈرنا نہیں: پیر سید امیر شاہ کی شادی پر موضع پنچور سے تعلقاتی خواتین و حضرات شادی میں شرکت کے لئے آئے تو کچھ بوڑھے بزرگ و خواتین وہیں رہ گئے اور عرض کرنے لگے قبلہ شاہ صاحب ہمارے کھانے کا کیا بنے گا۔ حضرت مبارک شاہؒ نے فرمایا آپ سب کا کھانا وقت پر آئے گا مگر ڈرنا نہیں۔ جب کھانے کا وقت ہوا تو ہر گھر میں دو روٹیاں اور حلوہ صحن میں خود بخود گرنے لگا۔ اس طرح راجہ لال خان کو کشمیری سیب کھلانے والے نے بوڑھے خواتین و حضرات کو سید محمد امیر شاہ صاحب کی شادی کا کھانا گھر بیٹھے بیٹھے کھلادیا۔ (۹۴)

حضرت پیر سید مصری شاہ بخاریؒ: آپ موضع رواترہ شریف ضلع جہلم میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم کا نام روڈے شاہ ہے۔ آپ کے تین بھائی تھے۔ مبارک شاہ، دیوان شاہ اور مہتاب شاہ، آپ کی زبان میں بڑی مٹھاس تھی جس کی وجہ سے اپنے پرائے سبھی آپ کے گرویدہ تھے۔ آپ نے مسلح افواج میں سروس کی اور پنشن پائی آپ پیر سید محمد لطف شاہؒ کے بھتیجے تھے۔ آپ کے چار چچا تھے۔ محمد لطف شاہ صاحب، معصوم شاہ، شرف شاہ صاحب اور حیدر شاہ صاحب، آپ کو یہ سعادت حاصل تھی کہ زندگی میں اپنے چچا پیر سید محمد لطف کے قریب رہے اور وصال کے بعد بھی قربت نصیب ہوئی۔ آپ نے اپنے چچا پیر سید محمد لطف شاہ صاحب کی بہت خدمت کی جس کی وجہ سے آپ کے دو سالہ بیٹے سید محمد امیر شاہ صاحب کو خلافت کا تاج پہنایا اور حضرت پیر سید مصری شاہ صاحب کو بیٹے کی بلوغت تک سرپرستی عطا فرمائی۔ آپؒ نے ۱۳۲۲ھ سے ۱۳۵۶ھ تک جانشینی کے فرائض انجام دیئے۔

وصال مبارک: آپ ۱۳ جون ۱۹۳۳ء کو مالک حقیقی سے جا ملے آپ پیر سید محمد لطف شاہؒ کے پہلو میں آسودہ خاک ہیں۔ (۹۵)

حضرت پیر سید محمد امیر شاہ بخاریؒ: حضرت پیر سید مصری شاہ بخاریؒ کے گلشن کا پھول ۱۹۰۲ء میں کھلا۔ آپ کا نام گرامی سید محمد امیر شاہ بخاری اور جائے ولادت مسعود رواترہ شریف ہے۔ آپ اپنے والدین کے اکلوتے بیٹے تھے۔ آپ خود دار اور باوقار شخصیت کے مالک تھے۔ قبلہ عالم حضرت پیر سید محمد لطف شاہؒ نے آپ کے متعلق فرمایا تھا۔ ”یہ امیر بھی ہوگا اور فقیر بھی“

حلیہ مبارک: آپ کا قد مبارک دراز، جسم سڈول اور مضبوط، رنگ سرخ اور سفید، پیشانی کشادہ، لب پتلے، دانت سفید، ہاتھ کی انگلیاں نرم اور دراز، سر کے بال استرے سے منڈواتے تھے۔ ریش مبارک سنت کے مطابق تھی۔

اعزاز و سعادت: آپ کو یہ اعزاز اور سعادت حاصل ہے کہ زمانے کے قطب حضرت پیر سید محمد لطف شاہ بخاریؒ نے آپ کو دو سال کی عمر میں خلافت کا مقدس تاج عنایت فرمایا۔ یہ اعزاز یقیناً اللہ کی طرف سے بہت بڑا انعام تھا۔ آپ پردلی کامل کی نگاہ کا اثر تھا کہ آپ بچپن سے ہی عبادت گزار، قائم اللیل اور تہجد گزار عابد و زاہد تھے۔

آپ کی پرورش: بچپن میں ہی آپ کی والدہ ماجدہ کا وصال ہو گیا۔ آپ کی خالہ صاحبہ کی اولاد نہ تھی آپ کی پرورش اپنے ذمہ لے لی اور والدہ صاحبہ کی کمی محسوس نہ ہونے دی اور بڑے ہو کر اپنی خالہ اماں کی بے مثال فرمانبرداری کی۔

آپ کی غذا: آپ سادہ غذا پسند فرماتے اور وقت پر کھانا کھانے کے عادی تھے۔

صفائی اور سلیقہ پسندی: آپ حد سے زیادہ صفائی پسند تھے۔ اس لئے ہر طرح کی صفائی کا خیال رکھتے اور صفائی نصف ایمان ہے پر مکمل عمل پیرا تھے۔

کفایت شعاری: آپ گھریلو معاملات میں انتہائی کفایت شعاری سے کام لیتے لیکن دینی کاموں پر دل کھول کر خرچ کرتے تھے۔

مہمان نوازی: آپ نہ صرف مہمان نواز تھے بلکہ مہمان کی اپنے ہاتھوں سے تواضع فرماتے تھے۔

نادار اور مفلس لوگوں کی قدر بھی کرتے اور مدد بھی: آپ جس قدر سخت مزاج تھے اس سے زیادہ رحم دل بھی تھے۔ اپنے پرائے سب ہی کا خیال رکھتے نادار اور مفلس، بیواؤں اور یتیموں کی مدد فرماتے۔

حق گوئی اور پیا کی: آپ صاف گو تھے اور صاف گو آدمی کو پسند فرماتے حق بات کہنے سے کبھی دریغ نہیں کرتے خواہ کتنا ہی بڑا رئیس کیوں نہ ہو۔ ہر وضو کے ساتھ مسواک کرتے۔ آپ ہمیشہ باجماعت نماز ادا کرتے تھے۔

وصال مبارک: حضرت قبلہ پیر سید محمد امیر شاہؒ ایک ہفتہ بیمار رہے۔ مورخہ ۹ دسمبر ۱۹۷۱ء کو صبح ۹ بجے قرآن پاک

کی تلاوت جاری تھی کہ ایک خاتون علی پور شریف والوں کا قصیدہ پڑھ رہی تھی چوں کہ آپ پیر سید جماعت علی شاہ علی پور سیداں کے مرید اور خلیفہ تھے اور اپنے مرشد کریم کا بے حد احترام کرتے تھے۔ اس خاتون نے یہ شعر پڑھا۔

کدی تے مکھ دکھا علی پور والڑیا تیری رہندی ہر ویلے چاہ علی پور والڑیا

یہ شعر سنتے ہی آپ کی زبان سے اللہ اکبر کی آواز بلند ہوئی اور آپ خالق حقیقی سے جا ملے۔
ان اللہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کے وصال مبارک کی خبر جنگل میں آگ کی طرح پھیل گئی۔ باوجود شدید بارش کے لوگ جوق در جوق آنا شروع ہو گئے۔ (۹۶)

آپ کی رحلت کا ریڈیو پر اعلان: آپ کی رحلت کا ریڈیو پاکستان پر اعلان کیا گیا تا کہ ہر عقیدت مند کو اطلاع ہو جائے اور آپ کی آخری رسومات میں شرکت کر سکیں۔

آپ کی نماز جنازہ آپ کے جانشین بیٹے نے پڑھائی: آپ کی نماز جنازہ ۱۱ دسمبر ۱۹۷۲ء صبح دس بجے آپ کے جانشین بیٹے پیر سید بشیر حسین شاہ صاحب نے پڑھائی۔ آپ کی نماز جنازہ میں اتنا بڑا اجتماع کبھی دیکھنے میں نہیں آیا۔ مریدین، عقیدت مندوں، دور دراز سے آئے ہوئے بے شمار لوگ جنازے میں شامل تھے۔ حدنگاہ تک آدمیوں کا جم غفیر تھا۔ جنازے میں شریک افراد کلمہ پاک کا ذکر کرتے ہوئے ساتھ ساتھ جارہے تھے۔ آپ کی نماز جنازہ میں علماء اور مشائخ بھی شامل تھے جس میں خاص طور پر اعلیٰ حضرت قبلہ محترم حافظ اور ولی کامل محمد فاضل صاحب نقشبندی مجددی قادری آستانہ عالیہ ڈھانگری شریف بھی شریک ہوئے۔ آپ کی خواہش کے مطابق روضہ انور کے اندر قبلہ حضرت پیر سید محمد لطف شاہ کے پہلو میں آسودہ خاک ہوئے۔ (۹۷)

حضرت پیر سید محمد امیر شاہ کی اولاد: آپ کی دو بیٹیاں اور سات بیٹے ہوئے۔

- ۱۔ پیر سید فضل حسین شاہ، ولادت ۲۲ ستمبر ۱۹۲۹ء وصال مبارک ۱۹ جون ۱۹۹۲ء
- ۲۔ پیر سید محمد حسین شاہ، ولادت ۲۱ جولائی ۱۹۳۱ء وصال مبارک ۲۸ جولائی ۱۹۹۸ء
- ۳۔ سید ضمیر حسین شاہ، ولادت یکم اکتوبر ۱۹۳۸ء
- ۴۔ اعلیٰ حضرت قبلہ محترم پیر سید بشیر حسین شاہ صاحب کی ولادت باسعادت ۲۵ اگست ۱۹۴۰ء سجادہ نشین۔
- ۵۔ سید شبیر حسین شاہ ولادت ۲۵ اپریل ۱۹۴۸ء
- ۶۔ سید ظہیر حسین شاہ ولادت ۱۹ مئی ۱۹۵۴ء
- ۷۔ سید الفت حسین شاہ ولادت ۲۸ دسمبر ۱۹۵۸ء (۹۸)

حضرت پیر سید بشیر حسین شاہ بخاری نقشبندی مجددی سجادہ نشین: آپ کی ولادت باسعادت ۲۵ اگست ۱۹۴۰ء بروز

پیر رات دو بجے موضع رواترہ شریف ضلع جہلم میں ہوئی۔ آپ کی ولادت کا اللہ کے نیک بندوں کی عبادت کا وقت۔ آپ کی ولادت کا دن سرکارِ مدینہ ﷺ کا دنیا میں تشریف آوری کا دن، آپ کی ولادت کے سن کا ہندسہ ۴۰، پیارے آقا علیہ السلام کی نبوت کے اعلان کا ہندسہ، آپ کی ولادت کے ماہ کا ہندسہ ۲۵ لیلۃ القدر کی طاق راتوں میں سے ایک، آپ کے والد محترم پیر سید محمد امیر شاہ بخاریؒ جنہیں دو سال کی عمر میں زمانے کے قطب پیر سید محمد لطف شاہ بخاریؒ نے خلافت کا تاج عنایت فرمایا۔ آپ کے استاد محترم جو عالم باعمل تھے۔ گویا حضرت پیر سید بشیر حسین شاہ صاحب کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں، جن کا نام مبارک، جن کی ولادت کا وقت جن کی ولادت کا دن، جن کی ولادت کی تاریخ اور جن کی پیدائش کے سن کا ہندسہ مبارک اتنی خصوصیات کی حامل شخصیت میں یقیناً خوبیاں ہی خوبیاں ہوں گی۔ آپ یقیناً گلاب کے اس خوشبودار پھول کی مانند ہیں۔ جس کی فطرت اس کی اچھی خوشبو ہے جو وہ دوسروں تک پہنچاتا ہے اور قریب کی فضا کو معطر رکھتا ہے۔

دنیاوی تعلیم: آپ نے گورنمنٹ ہائی اسکول لہڑی ضلع جہلم سے میٹرک کا امتحان امتیازی نمبروں سے پاس کیا۔ دینی تعلیم: دین و دنیا کے سنہری اصولوں پر زندگی گزارنے کی تربیت والد ماجد سے حاصل کی، دینی تعلیم و تربیت ولی کامل، مجدد زمان، عالم باعمل حافظ حضرت محمد فاضلؒ سے حاصل کی۔ آپ کے استاد محترم نے آپ کی دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ دنیاوی معاملات میں بھی آپ کی رہنمائی فرمائی۔

تعارف: آپ کے استاد محترم حضرت محمد فاضلؒ کی ولادت قبلہ عالم حضرت محمد علیؒ کے ہاں ۱۹۱۵ء میں ہوئی۔ آپ ولیوں کی لڑی کے ایک انمول موتی ہیں۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم سے حاصل کی اور دین کی اعلیٰ تعلیم کے لئے بریلی تشریف لے گئے اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلویؒ کے فرزند ارجمند مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان، مولانا سردار احمد اور مولانا عبدالعزیز سے علم حدیث پڑھا اور دینی تعلیم مکمل کر کے واپس ڈھنگر وٹ شریف آکر ہر سو علم کے چشمے بہا دیئے۔ قرآن مجید، حدیث مبارکہ اور فقہ کی درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ آپ سادات کا بے حد احترام فرماتے تھے۔ آپ حضرت پیر سید محمد لطف شاہ جی بخاریؒ کے سالانہ عرس مبارک کی دعائیہ نشست میں ضرور شریک ہوتے۔ آپ کا وصال ۱۵ مئی ۱۹۹۱ء کو ڈھانگری شریف ضلع میرپور آزاد کشمیر میں ہوا اور اپنے والد محترم کے پہلو میں آرام فرما ہوئے۔ اب آپ کے صاحبزادے عتیق الرحمن صاحب ہر سال پیر

سید محمد لطف شاہ بخاریؒ کے عرس مبارک میں شرکت فرما رہے ہیں۔

حج مبارک کی سعادت: حضرت پیر سید بشیر حسین شاہ صاحب کو اللہ تعالیٰ نے دو حج نصیب فرمائے پہلا حج ۱۹۸۰ء اور دوسرے حج مبارک کی سعادت ۱۹۸۱ء میں حاصل کی تھی۔ اس کے بعد ہر سال عمرہ ادا کرنے سعودی عرب تشریف لے جاتے۔

بیعت: آپ نے اپنے والد حضرت پیر سید محمد امیر شاہ بخاریؒ سے بیعت کی سعادت حاصل کی اور سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں شامل ہوئے۔ آپ اپنے والد صاحب کے پیرخانہ سے بے حد عقیدت رکھتے ہیں۔ آپ ہر سال عرس پاک کی مبارک محفل میں علی پور سیداں ضلع نارووال حاضر ہو کر اطمینان قلب و تازگی ایمان حاصل کرتے ہیں۔ آپ محدث علی پوری حضرت پیر سید جماعت علی شاہؒ کے واقعات و کرامات بیان فرماتے ہوئے اکثر جذباتی ہو جاتے ہیں اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ آپ آستانہ عالیہ علی پور سیداں شریف کے تمام صاحبزادگان کا بے حد احترام فرماتے ہیں۔ (۹۹)

دستار بندی: پیر سید بشیر حسین شاہ صاحب، بچپن ہی سے دین کی طرف مائل تھے۔ شرارت سے ہمیشہ دور رہتے۔ ایک ولی میں جو خوبیاں موجود ہوتی ہیں وہ تمام خوبیاں آپ میں موجود تھیں۔ آپ کو اچھی عادات و صفات کی بنا پر والد ماجد نے اپنے بیٹوں میں سے آپ کو اپنا خلیفہ مقرر کرنا چاہا جس کی تائید سب بھائیوں نے کی۔ ایک مرتبہ والد ماجد کی زندگی ہی میں آپ کی دستار بندی کی گئی دوسری مرتبہ والد صاحب کے وصال کے بعد تمام بھائیوں کی رضا مندی سے قبلہ عالم ولی کامل حضرت حافظ محمد فاضل سجادہ نشین ڈھانگری شریف کی موجودگی میں دستار بندی کی گئی۔ حضرت پیر سید محمد افضل شاہ صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ علی پور سیداں شریف کی بھی آپ پر خصوصی نظر کرم ہے۔ آپ پیر سید بشیر حسین شاہ صاحب سے بے حد پیارا اور شفقت فرماتے۔

آپ کا حسن اخلاق: آپ انتہائی ملنسار، خوش اخلاق، دین داری کے ساتھ ساتھ دنیا دار بھی ہیں۔ آپ کے حسن اخلاق کا یہ عالم ہے کہ آپ ہر آدمی سے اس قدر محبت اور خندہ پیشانی سے پیش آتے ہیں کہ وہ یہ خیال کرتا ہے کہ جتنی محبت آپ کو اس سے ہے کسی دوسرے سے نہیں۔ اپنے عقیدت مندوں اور دیگر لوگوں کے دکھ درد میں برابر شریک ہوتے ہیں۔ اپنے غریب عقیدت مندوں کا ہر طرح سے خیال رکھتے ہیں۔

بچوں سے شفقت اور پیار: آپ بچوں سے بہت پیار کرتے اُن سے شفقت سے پیش آتے یہی وجہ ہے کہ چھوٹے بچے آپ کو دیکھتے ہی آپ کی طرف دوڑتے ہوئے آتے اور سلام پیش کرتے ہر بچے کی یہ خواہش ہوتی کہ پہلے میں شرف ملاقات حاصل کروں۔

آپ کا اخلاق: حضرت قبلہ عالم پیر سید بشیر حسین شاہ صاحب کا اخلاق کریمانہ اور صفات حسنہ سے متصف، آپ اپنے جملہ اعمال و اقوال میں صاحب خلق عظیم نبی ﷺ کی سنت مبارکہ کا کامل اتباع فرماتے اور دوسروں کو تلقین فرماتے۔ یہی وجہ ہے کہ اپنے تو اپنے دوسرے بھی آپ کے اخلاق حسنہ سے متاثر ہو کر آپ کے گرویدہ ہو جاتے ہر عقیدہ کے لوگ آپ کو سچا پیر مانتے ہیں۔ ہر مکتبہ فکر کے علماء، ویو بندی، اہل حدیث یا دوسرے فقہ کے ماننے والے آپ کا بے حد احترام کرتے ہیں۔ چوہدری فضل الہی تاجپوری ویو بند مدرسہ کے علماء سے دینی تعلیم مکمل کر کے عالم باعمل بنے اور بہت سے دینی مدارس قائم کئے اور کئی مدارس کی سرپرستی بھی فرما رہے ہیں، مگر آپ کا احترام اپنوں سے زیادہ کرتے ہیں بلکہ آپ کے آستانہ عالیہ میں حاضری دیتے ہیں اور پیر سید لطف شاہ کے روضہ مبارک پر حاضر ہو کر دعا مانگتے اور فرماتے یہ اللہ کے ولی ہیں ہم سچے ولیوں اور پیروں سے انکار نہیں کرتے۔

مہمان نوازی: آپ ”مہمانوں کی میزبانی فرما کر بہت خوش ہوتے ہیں۔ آپ کے آستانے پر جو بھی آئے تو وضع ضرور کی جاتی۔ مہمان نوازی اور مہمان داری آپ کی طبیعت ثانیہ بن گئی ہے۔ آپ فرماتے میری غیر موجودگی میں بھی مہمانوں کی خاطر تواضع لازماً کی جائے کیونکہ مہمان اللہ کی رحمت ہوتے ہیں۔

جود و سخا: آپ کے جود و سخا کا بھی یہی حال ہے کہ کبھی کوئی سائل اور حاجتمند آپ کے در سے خالی نہیں جانے پایا۔ بیباکی و جرات: مذہبی معاملات میں مداخلت یا اسلام کے خلاف کہیں سے بھی آواز آتی تو آپ پورے اہتمام سے تحفظ مذہب اور حفاظت شعائر اسلام کے لئے سینہ سپر ہو جاتے اور کسی قسم کی مخالفت اور طاقت سے مرغوب نہ ہوتے۔ آپ خود اور اپنے عقیدت مندوں کو گستاخ رسول ﷺ بے دین علماء کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع فرماتے۔

حق گوئی و بے باقی: مومن کو اللہ کے سوا کسی کا خوف نہیں ہوتا خوف خدا خوف غیر اللہ کو اس کے پاس بھی نہیں آنے دیتا۔

آئین جو ان مرداں حق گئی و بے باقی اللہ کے شیروں کو آتی نہیں رو بائی۔ (۱۰۰)

فوتگی والے گھر سے کھانا نہیں کھاتے: آپ فوتگی والے گھر سے ختم قل تک پانی بھی نہیں پیتے۔

بازار سے کھانا پینا: آپ بازار میں جانا بھی پسند نہ فرماتے۔ آپ انتہائی مجبوری میں بازار کا کھانا کھاتے۔
 شادی بیاہ کی غیر شرعی رسم و رواج سے نفرت: آپ شریعت کے مطابق شادی ہو وہاں نکاح کی رسم میں شرکت فرما لیتے مگر غیر شرعی رسومات ہوں وہاں کبھی نہیں جاتے چاہے آپ کا کتنا ہی قریبی کیوں نہ ہو آپ غیر شرعی رسم و رواج کے سخت مخالف ہیں۔

تصویر اور مووی: آپ انتہائی مجبوری اور ضرورت کے علاوہ کبھی اپنی تصویر نہیں بنوائی جہاں پر مووی کیمرے کا شک بھی ہو جائے تو اُس میں شریک نہیں ہوتے۔ آپ فرماتے تصویر بنوانا حرام ہے۔ میں ایسا ہرگز نہیں کر سکتا۔
 تبلیغی دورے: بزرگان دین کا مقصد حیات ہی دین کی تبلیغ و اشاعت ہے۔ ان کے آستانے تبلیغ دین کے مدرسے ہی تو ہوتے ہیں۔ قبلہ پیر سید بشیر حسین شاہ صاحب عقیدت مند ساتھیوں کی دعوت پر ۱۹۸۰ء میں تبلیغی دورے پر لندن تشریف لے گئے۔ آپ کی تبلیغ اور آپ کے حسن اخلاق کو دیکھتے ہوئے کئی غیر ملکی غیر مسلموں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور مسلمان ہوئے۔ آپ نے ان کے نئے نام اسلامی طرز پر رکھے اور آج وہ دوسروں کو دعوت اسلام دے رہے ہیں۔ آپ کے تبلیغی دوروں سے آپ کے عقیدت مند اور ان کے بچے جو دین سے کوسوں دور تھے دین کے قریب آ گئے۔ بے نماز نمازی بن گئے نمازی تہجد گزار بن گئے بہت سوں نے داڑھی مبارک رکھ لی ہے۔ مختصر یہ کہ بہت سے بھٹکے ہوئے صراطِ مستقیم پر چل پڑے ہیں۔

دینی مدارس: مسجد نبوی ﷺ میں ایک خاص حصہ صفہ کہلاتا ہے۔ یہ ایک ایسا چبوترہ ہے جو آج بھی اپنی اصلی حالت میں موجود ہے۔ اصحابہ صفہ کو رسول اللہ ﷺ خود تعلیم دیتے اور ان کی روحانی و اخلاقی تربیت فرماتے۔ صفہ سے بڑے بڑے بزرگ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہ اجمعین تربیت پا کر نکلے۔ ان میں اسلام کے مبلغ قرآن کے مفسر صوبوں کے گورنر، فوج کے سپہ سالار، حدیث نبوی ﷺ کو پھیلانے والے عالم و خطیب شامل تھے۔ رسول اکرم ﷺ نے علم اور تعلیم کی اہمیت پر بہت زور دیا ہے۔ آپ نے جنگ بدر کے قیدیوں کی رہائی کا معاوضہ یہ مقرر فرمایا کہ ہر قیدی دس مسلمان بچوں کو پڑھنا لکھنا سکھلا دے۔ دینی مدارس دین اسلام کی وہ تربیت گاہیں ہیں جہاں سے علم و عرفان کے چشمے پھوٹے ہیں۔ یہ مدارس رسول اکرم ﷺ کے مدارس صفہ کا تسلسل ہیں۔ اسلام کی بقا کا دار و مدار دینی مدارس پر ہے۔ انہی مدارس دینیہ کی ایک کڑی فیضانِ مدینہ رواترہ شریف جس کی بنیاد قبلہ عالم پیر

سید بشیر حسین شاہ صاحب نے ۳۰ سال قبل کرنل محمد افضل کیانی کی مشاورت سے رکھی تھی۔ شاہ جی صاحب کی خواہش تھی کہ ایک دینی مدرسہ قائم کیا جائے جس میں گاؤں کے اور دوسرے علاقوں کے بچے قرآن پاک کی تعلیم حاصل کر سکیں۔ اس طرح پہلا دینی مدرسہ ۱۹۷۵ء میں ”دارالعلوم نقشبندیہ جماعتیہ امیریہ“ کے نام سے رواترہ شریف میں قائم ہوا۔ اس مدرسے کے پہلے معلم مولانا میاں فضل احمد صاحب مقرر ہوئے اور باقاعدہ پڑھائی شروع ہو گئی لیکن بڑھاپے کی وجہ سے موضع لہڑی سے پیدل رواترہ شریف آنا مشکل ہو گیا۔ میاں صاحب کے بعد ایک اور مولوی صاحب تشریف لائے بمشکل ایک رات گزاری صبح شاہ صاحب سے عرض کرنے لگے میرے لئے اس بیابان جنگل میں رہنا مشکل ہے۔ ان کے بعد اسلام آباد سے مولوی رفیق صاحب تشریف لائے اور ۱۰۰ روپے ماہوار تنخواہ پر دینی خدمات سرانجام دیں۔ کچھ عرصہ بعد شاہ کلی گجرات سے حافظ محمد زمان صاحب تشریف لائے اور معلم کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیں آپ ۲۰ سال تک اس مدرسہ میں بطور معلم رہے۔ بعد میں اس دینی مدرسے کا نام تبدیل کر کے فیضان مدینہ رکھ دیا گیا۔ درس و تدریس کا نظام روز بروز ترقی کی منزلیں طے کر رہا ہے۔ اب طلباء اور طالبات کے مدرسے الگ الگ قائم ہو چکے ہیں۔ ہزاروں بچے دینی تعلیم مکمل کر چکے ہیں اور سینکڑوں طلباء اور طالبات قرآن پاک حفظ کر چکے ہیں زیادہ بچے مسافر ہیں جن کے رہائش و طعام کے اخراجات پیر سید بشیر حسین شاہ صاحب پورے کر رہے ہیں۔ (۱۰۱)

پیر سید بشیر حسین شاہ صاحب کی سرپرستی میں جو مدارس قائم کئے گئے ان کی تفصیل کچھ اس طرح سے ہے۔

- ۱۔ فیضان مدینہ، موضع پنڈوڑی ضلع جہلم اس مدرسہ میں ناظرہ، حفظ اور درس نظامی کی تعلیم دی جا رہی ہے۔
- ۲۔ فیضان مدینہ، موضع رواترہ شریف ضلع جہلم، طلباء کے لئے
- ۳۔ فیضان مدینہ، موضع رواترہ شریف ضلع جہلم، طالبات کے لئے
- ۴۔ فیضان مدینہ، موضع ریتی تحصیل سوہاڑہ ضلع جہلم۔
- ۵۔ فیضان مدینہ، موضع جناح کالونی چک اکا، جی روڈ جہلم۔
- ۶۔ فیضان مدینہ، موضع پنڈوڑی ڈھوک طمہ ضلع جہلم طالبات کے لئے
- ۷۔ فیضان مدینہ، موضع ساگری ضلع جہلم

ان مدارس میں ہزاروں بچے دینی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ ان کے قیام و طعام کا ذمہ پیر صاحب نے خود لیا ہوا ہے۔ پیر طریقت رہبر شریعت اعلیٰ حضرت قبلہ محترم پیر سید بشیر حسین شاہ صاحب میں قابل ذکر بات یہ ہے کہ آج تک کسی سے ایک روپیہ بھی نہیں مانگا اور نہ ہی دینی مدارس کے لئے چندے اور قربانی کی کھالوں کے بینر لگائے۔ آپ فرمایا کرتے ہیں کہ کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلا نا نہ چندہ مانگنا ہے۔ بلکہ مانگنا ہے تو صرف اللہ سے اس طرح تمام اخراجات بفضل خدا بن مانگے پورے ہو رہے ہیں۔ یہ بھی شاہ صاحب کی ایک کرامات ہے کہ ہزاروں طلباء و طالبات کے اخراجات خود بخود پورے ہو رہے ہیں۔ (۱۰۲)

غیر آباد مساجد کے لئے امام: آپ غیر آباد مساجد کے لئے امام مقرر کرتے اور اگر گاؤں کے لوگ امام کے اخراجات برداشت نہ کر سکیں تو شاہ صاحب امام کے اخراجات خود برداشت کرتے ہیں۔ اسلام میں مسجد کو اہم مقام حاصل ہے۔ مساجد دینی، اصلاحی اخلاقی، اور روحانی اصلاح کا ادارہ ہونے کے ساتھ ساتھ امت مسلمہ میں اتحاد و اخوت کی علامت بھی ہیں۔ جہاں ضرورت ہو وہاں خوبصورت مساجد تعمیر کرواتے اور وہاں امام بھی مقرر کرتے۔ موضع پنڈوڑی بس سٹاپ کے ساتھ ایک خوبصورت مسجد آپ نے تعمیر کروائی۔

توسیع کے کام: روضہ مبارک سے متصل دو منزلہ مسجد کی نئے سرے سے تعمیر کروائی گئی۔ آپ کے مرید لیفٹیننٹ طلعت صاحب نے مسجد میں شیشے کا شاہکار کام کروایا ہے۔ جہاں پرانی بیٹھک تھی وہاں مہمانوں کے لئے۔ چار منزلہ خوبصورت عمارت تعمیر کروائی گئی ہے۔ جس میں بہت سے کشادہ اور ہوادار کمرے بنائے گئے ہیں جو عرس مبارک کے موقع پر مہمانوں کے لئے رہائش کے کام آتے ہیں۔ اسی عمارت کے اندر ایک خوبصورت مسجد بھی تعمیر کی گئی ہے۔ رواترہ شریف بس سٹاپ کے ساتھ دو عالیشان عمارتیں تعمیر کی گئی ہیں جو طلباء و اساتذہ کی بطور رہائش اور دیگر مہمانوں کے استعمال میں آتی ہیں۔ مہمانوں کی سہولت کے لئے مزید وضو اور طہارت خانے تعمیر کروائے گئے ہیں۔

ویلفیئر ٹرسٹ کا قیام: حضرت پیر سید بشیر حسین شاہ صاحب کے چھوٹے صاحبزادے سید عطاء المصطفیٰ المعروف سید عثمان شاہ کا وصال ۱۱ جون ۲۰۰۰ء کو ہوا ہے کی یاد اور ایصال ثواب کے لئے رواترہ شریف تحصیل سوہا وہ ضلع جہلم میں سید عثمان شاہ میموریل ویلفیئر ٹرسٹ قائم کیا گیا جس کے تحت علاقے کی ضرورت کے مطابق فری ڈسپنری کا قیام عمل میں لایا گیا جہاں غریب اور ضرورت مند لوگوں کا مفت علاج کیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر اور ایمبولینس

کا انتظام بھی ہے۔ یہ ٹرسٹ پیرسید بشیر حسین شاہ صاحب کی زیر سرپرستی اور آپ کے صاحبزادے سید عرفان امیر شاہ صاحب کی زیر نگرانی چل رہا ہے۔

آپ کی شادی: آپ کی شادی آپ کے استاد محترم حافظ محمد فاضلؒ کی خواہش پر پلا ہوڑی ضلع گجرات کی انتہائی بزرگ شخصیت سید فضل حسین شاہ صاحبؒ کی نور چشم سے ۱۹۷۶ء میں انجام پائی۔ آپ کی شادی تمام رسومات سے پاک انتہائی سادگی سے انجام پائی۔ آپ کی شادی میں کوئی غیر شرعی کام نہیں ہوا آپ نے سفید شلوار قمیض کالی جناح کیپ اور کالے رنگ کی کمبل نما چادر زیب تن کی۔ ملک کے نامور قاری خوشی محمد الازہریؒ اور حضرت پیر صاحبزادہ عتیق الرحمن فیض پوری آزاد کشمیر نے بھی شرکت کی۔ آپ کے سر محترم سید فضل حسین شاہ صاحبؒ نے نکاح پڑھایا۔ نکاح کے بعد کھانا کھلایا گیا اور پھر انتہائی سادگی سے رخصتی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو بیٹے اور چار بیٹیوں سے نوازا۔ بڑے بیٹے سید محمد عرفان امیر شاہ ۱۶ دسمبر ۱۹۷۸ء اور چھوٹے بیٹے سید عطا المصطفیٰ شاہ بخاری المعروف عثمان شاہ ۲۷ اکتوبر ۱۹۸۰ء میں عنایت ہوئے۔ آپ کے چمن کا ایک پھول سید عطا المصطفیٰ ۱۱ جون ۲۰۰۰ء کو اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اپنے جوان بیٹے کے وصال پر آپ نے جس قدر صبر کیا اس کی مثال نہیں ملتی آپ نے اپنے بیٹے کے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا بیٹا تم اللہ کی امانت تھے سو اللہ نے اپنی امانت واپس لے لی ہے۔ صاحبزادہ سید محمد عرفان امیر شاہ بخاری نقشبندی مجددی: آپ نے ابتدائی تعلیم گورنمنٹ ہائی اسکول گلیانہ ضلع گجرات سے حاصل کی۔ میٹرک پاس کر کے واپس رواترہ شریف آ گئے۔ دینی تعلیم کے لئے کچھ عرصہ دینہ میں رہے۔ آستانہ عالیہ اور دینی مدارس کے تمام معاملات حضرت پیرسید بشیر حسین شاہ صاحب کی زیر سرپرستی اور صاحبزادہ سید محمد عرفان صاحب کی زیر نگرانی چل رہے ہیں۔ صاحبزادہ سید محمد عرفان امیر شاہ صاحب گھریلو ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ پنڈوڑی ضلع جہلم کے دینی مدرسہ میں درس نظامی کی تعلیم بھی حاصل کر رہے ہیں۔

حج بیت اللہ اور عمرہ کی سعادت: صاحبزادہ سید محمد عرفان امیر شاہ صاحب ۲ بار حج بیت اللہ اور کئی بار عمرہ شریف کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔

شادی: آپ کی شادی حضرت پیرسید فضل شاہ صاحب سجادہ نشین دربار عالیہ علی پور سیداں شریف کی خواہش پر ۲۲ اکتوبر ۲۰۰۰ء کو موضع نکودر ضلع جہلم کی انتہائی بزرگ شخصیت سید خادم حسین شاہ کی صاحبزادی سے ہوئی۔ (۱۰۳)

خلفائے عظام: حضرت قبلہ عالم پیر سید محمد لطف شاہ بخاری نقشبندی مجددیؒ کے مریدین کی تعداد کسی کو صحیح معلوم نہیں اسی طرف آپ کے خلفائے کرام کی صحیح گنتی بھی کبھی سننے میں نہیں آئی۔ یہ سب جانتے ہیں کہ آپ نے دینی خدمات اور لوگوں کی اصلاح میں مدت العمر کوشاں رہے۔ آپ جہاں بھی تشریف لے جاتے لا تعداد لوگ حاضر خدمت ہو کر فیض حاصل کرتے۔ علاقہ میں آپ کی مقبولیت اور شہرت قابل رشک حد تک پہنچ چکی تھی۔ آپ کے ہم عصر پیر بھائی جن کا فیض جاری ہے۔

۱۔ حافظ علم دین صاحب: نقشبندی مجددی موضع جھنڈ شریف تحصیل کھاریاں، ضلع گجرات آپ روحانی بزرگ ولی کامل تھے۔ آپ نے ایک سو چالیس بچوں کو قرآن پاک حفظ کرایا۔ آپ کی قرأت اس قدر پیاری تھی کہ آپ کی قرأت سن کر پرندے بھی فضا میں رک جاتے جب آپ قرأت ختم کرتے تو پرندے دوبارہ اپنا سفر جاری کرتے۔ آپ نے ہزاروں لوگوں کو روحانی فیض سے نوازا جو آج بھی جاری ہے۔

۲۔ حضرت پیر سید حیدر علی شاہ صاحب: موضع جلال پور شریف ضلع جہلم آپ بھی اللہ کے ولی تھے اور بڑے مہمان نواز تھے۔ جمال ظاہری اور جمال باطنی سے آراستہ تھے آپ کے مزار پر بڑی بڑی اہم شخصیات بھی حاضری دینا باعث سعادت سمجھتی ہیں۔

۳۔ صاحبزادہ نواب علی نقشبندی مجددیؒ موضع مہلماں شریف تحصیل گجر خان ضلع راولپنڈی۔ آپ روحانی بزرگ اور ولی کامل تھے۔ آپ کو شاہ جی صاحب سے پیر بھائی ہونے کے ناطے بہت محبت تھی۔ (۱۰۴)

خادم دربار راجہ علی احمد: خادم دربار راجہ علی احمد ولد دوست محمد موضع رواترہ شریف بچپن میں ہی لا اعلیٰ علاج بیماری میں مبتلا ہو گئے۔ راجہ صاحب کے والدین بچے کو اٹھا کر پیر سید محمد لطف شاہ کے دربار پر لے جا کر اللہ سے دُعا کی کہ اے اللہ ہمارے بیٹے کو ان اولیاء اللہ کے صدقے شفا ملی تو ہم اس بیٹے کو تاحیات پیر صاحب کی آل اولاد اور مہمانوں کی خدمت کے لئے وقف کر دیں گے۔ ایسا ہی ہوا بچے کو اللہ نے شفا دی جوں ہی بچہ کام کاج کے قابل ہوا دربار عالیہ رواترہ شریف پیر سید محمد امیر شاہ کی خدمت عالیہ میں پیش کر دیا گیا جو آج بیالیس سال گزر گئے۔ راجہ علی احمد صاحب حضرت پیر سید محمد لطف شاہ کے آل اور آستانہ عالیہ رواترہ شریف کے مہمانوں کی خدمت سر انجام دے رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین۔ (۱۰۵)

سالانہ محافل پاک کا انعقاد: پیرسید بشیر حسین شاہ کی زیر نگرانی ہر سال درج ذیل محافل پاک کا باقاعدگی سے اہتمام کیا جاتا ہے۔

۱۔ جشن عید میلاد النبی ﷺ ہر سال بڑے جوش و خروش اور مذہبی عقیدت و احترام سے منایا جاتا ہے۔ جس میں ہزاروں عقیدت مند جلوسوں کی شکل میں آستانہ عالیہ رواترہ شریف میں جمع ہوتے ہیں۔ جلسے کی کاروائی تلاوت کلام پاک سے شروع ہوتی ہے۔ نعت خواں حضرات سرکار مدینہ ﷺ کو گلہائے عقیدت کے پھول پھینکا کرتے ہیں۔ علماء کرام سیرت النبی ﷺ کے ہر پہلو پر مفصل روشنی ڈالتے ہیں۔ آخر میں مہمانوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے۔

۲۔ محفل بسلسلہ یوم شہادت حضرت امام حسینؑ ہر سال دس محرم کو مذہبی جوش و جذبے سے یہ دن منایا جاتا ہے۔

۳۔ گیارویں شریف کا ماہانہ ختم شریف

۴۔ عرس مبارک حضرت پیرسید محمد لطف شاہ بخاریؒ کا ہر سال ۲۷-۲۸ مارچ۔

۵۔ سالانہ برسی حضرت پیرسید محمد امیر شاہ بخاریؒ

۶۔ سالانہ برسی سید عطاء المصطفیٰ بخاری المعروف سید عثمان شاہؒ

روزانہ کے معمولات: بعد نماز فجر، درس قرآن، بعد نماز عصر درس بہار شریعت، بعد نماز عشاء ختم خواجگان، بزم ادب، ہر جمعرات بعد نماز عشاء محفل بزم ادب منعقد ہوتی ہے۔ جس میں تلاوت قرآن پاک نعت خوانی اور درس نظامی کے طلباء سے تقاریریں کروائی جاتی ہیں تاکہ طلباء کی جھجک ختم کی جاسکے اور وہ بہترین مقرر بن سکیں۔ (۱۰۶) سجادہ نشینان رواترہ شریف ضلع جہلم:

- | | | |
|----|--|--------------------|
| ۱۔ | حضرت پیرسید محمد مصری شاہ رحمۃ اللہ علیہ | ۱۹۰۴ء تا ۱۹۳۷ء |
| ۲۔ | حضرت پیرسید محمد امیر شاہ رحمۃ اللہ علیہ | ۱۹۳۷ء تا ۱۹۷۲ء |
| ۳۔ | حضرت پیرسید بشیر حسین شاہ مدظلہ۔ | ۱۹۷۲ء تا حال (۱۰۷) |

حوالہ جات

- ۱۔ مہربان حسین و ذوالفقار حسین شاہ بخاری، سید، ”گلزار ولایت“، کراچی، فرید آرٹ پریس ۲۰۰۲ء، ص ۵۸
- ۲۔ الفت حسین شاہ بخاری، سید، ”گلشن سادات“، لاہور، اقرار خان پرنٹر، ۲۰۰۳ء، ص ۲۱۔
- ۳۔ ذوالفقار حسین شاہ بخاری، سید، ”گلزار ولایت“، محولہ بالا، ص ۵۸۔
- ۴۔ ایضاً، ص ۵۹-۶۰۔
- ۵۔ الفت حسین شاہ بخاری، سید، ”گلشن سادات“، محولہ بالا، ص ۲۱-۲۲۔
- ۶۔ القرآن، ۲۱: ۵۲
- ۷۔ القرآن، ۲۴: ۱۴
- ۸۔ القرآن، ۲۱: ۵۷
- ۹۔ انٹرویو از مقالہ نگار۔
- ۱۰۔ مہربان حسین و ذوالفقار حسین شاہ بخاری، سید، ”گلزار ولایت“، محولہ بالا، ص ۱۲-۱۸۔
- ۱۱۔ ایضاً، ص ۱۶-۱۸۔
- ۱۲۔ الفت حسین شاہ بخاری، سید، ”گلشن سادات“، محولہ بالا، ص ۲۷۔
- ۱۳۔ مہربان حسین و ذوالفقار حسین شاہ بخاری، سید، ”گلزار ولایت“، محولہ بالا، ص ۱۰۱-۱۰۲۔
- ۱۴۔ محمد فاضل، مولانا، ”سوانح حیات“، (حضرت خواجہ محمد خان عالم) جہلم مکتبہ نسیم، ۱۹۸۲ء، ص ۱۲-۱۵۔
- ۱۵۔ الفت حسین شاہ بخاری، سید، ”گلشن سادات“، محولہ بالا، ص ۲۸-۳۰۔
- ۱۶۔ مہربان حسین و ذوالفقار حسین شاہ بخاری، سید، ”گلزار ولایت“، محولہ بالا، ص ۱۰۴۔
- ۱۷۔ جیلانی، عبدالقادر، شیخ، ”فیوض یزدانی“، کراچی، آفسٹ پریس، ۱۹۸۹ء، ص ۳۔
- ۱۸۔ مہربان حسین و ذوالفقار حسین شاہ بخاری، سید، ”گلزار ولایت“، محولہ بالا، ص ۱۰۰-۱۰۲۔
- ۱۹۔ القرآن، ۱۸: ۹
- ۲۰۔ ابن کثیر، عماد الدین اسماعیل، مترجم، علامہ محمد میمن جونا گڑھی، ”تفسیر القرآن العظیم“، کراچی، نور محمد

المطالع، ص۔ ۳۸، ج۔ ۲۔

۲۱۔ ولی الدین محمد بن عبد اللہ، خطیب، ”مشکوٰۃ المصابیح“، کراچی قدیمی کتب خانہ، ۱۳۶۸ھ، ص۔ ۱۹۷، ج۔ ۱۔

۲۲۔ عبد الوہاب شعرانی، سید ”کشف الغمہ“، مصر، مطبعہ مصطفیٰ البابی الحلبی، ۱۳۷۰ھ، ص۔ ۸۰، ج۔ ۱۔

۲۳۔ اختر حسین شاہ، سید، ”سیرت امیر ملت“، کراچی، اے اینڈ ایس پرنٹر، ۱۴۱۰ھ، ص۔ ۶۲۸، ۶۳۰۔

۳۴۔ عبد اللہ بن اسعد یافعی، امام، مترجم مولانا بدر قادری، ”بزم اولیاء“، مبارک پور، الجمع الاسلامی، ۱۹۹۵ء، ص۔ ۵۶۔

۲۵۔ القرآن، ۱۱: ۳۔

۲۶۔ القرآن، ۲۴: ۳۱۔

۲۷۔ القرآن، ۶۶: ۸۔

۲۸۔ القرآن، ۳: ۲۰۰۔

۲۹۔ القرآن، ۳۹: ۱۰۔

۳۰۔ القرآن، ۴۲، ۴۳۔

۳۱۔ القرآن، ۴۷: ۳۱۔

۳۲۔ القرآن، ۵: ۱۱۔

۳۳۔ القرآن، ۵: ۱۱۔

۳۴۔ القرآن، ۳: ۱۵۹۔

۳۵۔ احمد جعفری، رئیس، ”انوار اولیاء“ (کامل) لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۷۸ء، ص۔ ۲۰۔

۳۶۔ بخاری، عبد اللہ محمد بن اسماعیل، ”الصحيح البخاری“، کراچی قدیمی کتب خانہ، ص۔ ۱۹۷، ج۔ ۱۔

۳۷۔ مسلم، بن الحجاج القشیری، ”کتب الزهد“، کراچی، ایچ ایم سعید، ص۔ ۴۰۷، ج۔ ۲۔

۳۸۔ عبد الوہاب شعرانی، شیخ، ”طبقات الاولیاء“، کراچی انٹرنیشنل پریس، ۱۹۶۵ء، ص۔ ۱۹۷، ج۔ ۱۔

۳۹۔ ذوالفقار حسین شاہ بخاری، سید، ”گلزار ولایت“، محولہ بالا، ص۔ ۱۰۵،

۴۰۔ القرآن، ۷: ۲۰۵۔

- ۴۱۔ القرآن، ۲: ۱۵۲
- ۴۲۔ القرآن، ۳۳: ۱، ۲۳
- ۴۳۔ ولی الدین محمد بن عبداللہ، خطیب، ”مشکوٰۃ المصابیح“، محولہ بالا، ص۔ ۱۹۷، ج۔ ۱
- ۴۴۔ احمد جعفری، رئیس، ”انوار اولیاء“ (کامل)، محولہ بالا، ص۔ ۲۹-۳۱
- ۴۵۔ الفت حسین شاہ بخاری، سید، ”گلشن سادات“، محولہ بالا، ص۔ ۳۵-۳۷
- ۴۶۔ القرآن، ۱۰: ۶۲
- ۴۷۔ القرآن، ۳۵: ۶۳-۶۵
- ۴۸۔ جامی، عبدالرحمن، ”نفحات الانس“، کراچی، آفسٹ پریس، ۱۹۸۲ء، ص۔ ۲۹۷
- ۴۹۔ القرآن، ۴: ۶۹-۷۰
- ۵۰۔ القرآن، ۱۷: ۶۵
- ۵۱۔ القرآن، ۵: ۵۴
- ۵۲۔ القرآن، ۳۳: ۲۳
- ۵۳۔ عبداللہ بن اسعد یافعی امام مترجم مولانا بدر قادری، ”بزم اولیاء“، محولہ بالا، ص۔ ۶۰
- ۵۴۔ ذوالفقار حسین شاہ بخاری سید، ”گلزار ولایت“، محولہ بالا، ص۔ ۷۳-۷۴
- ۵۵۔ محمد بخش، میاں، ”سیف الملوک“، لاہور، رضا پرنٹر، ۱۹۹۹ء، ص۔ ۲۶
- ۵۶۔ محمد طاہر فاروقی، ”سیرت اقبال“، لاہور، مظفر پرنٹر، ۱۹۳۹ء، ص۔ ۳۷۵
- ۵۷۔ ظہور الحسن شارب، ڈاکٹر ”ختم نامہ تصوف“، لاہور، یونس ندیم پرنٹر، ۱۹۸۰ء، ص۔ ۱
- ۵۸۔ ہجویری، سید علی، داتا گنج بخش، کشف المحجوب، لاہور، عبدالحمید خان پرنٹر، ص۔ ۳۵
- ۵۹۔ رومی، جلال الدین، مولانا، ”مثنوی معنوی“، لاہور، نظامی پرنٹر، ۱۳۹۴ھ، ص۔ ۲۴-۲۵، ج۔ ۱
- ۶۰۔ رومی، جلال الدین، مولانا، ”مثنوی معنوی“، محولہ بالا، ص۔ ۴۰۶، ج۔ ۳
- ۶۱۔ نور محمد ربانی سلامی، ڈاکٹر، ”کشف العرفان“، کراچی، ایسٹ پبلشر ۱۹۹۸ء، ص۔ ۹۶

- ۶۲۔ محمد اختر، مولانا، ”معارف مثنوی“، کراچی، مظہری کتب خانہ، ۱۹۹۶ء، ص۔ ۲۸۵۔
- ۶۳۔ مسلم بن حجاج القشیری، ”صحیح مسلم“، کراچی، قدیمی کتب خانہ، ۱۹۵۶ء، ص۔ ۳۲۹، ج۔ ۲۔
- ۶۴۔ عبد اللہ بن اسدیافعی، امام، مترجم مولانا بدرقادی ”بزم اولیاء“، محولہ بالا، ص۔ ۸۹۔ ۹۰۔
- ۶۵۔ عارف نوری، ”جواہر الانوار“، لاہور، اسلام عصمت پرنٹر، ۲۰۰۰ء، ص۔ ۴۵۵۔
- ۶۶۔ اعجاز انجم لطیفی، ڈاکٹر، ”ڈاکٹر محمد مسعود احمد حیات، علمی اور ادبی خدمات“، کراچی، شاہکار پریس، ۲۰۰۲ء، ص۔ ۱۶۸۔
- ۶۷۔ ادارہ تصنیف و تالیف، ”انوار اصفیا“، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۷۸ء، ص۔ ۱۱۔
- ۶۸۔ احمد سرہندی، ”مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی“ (مترجم، مولانا سعید احمد صاحب نقشبندی) کراچی، آفٹ پریس، ۱۹۷۶ء، ص۔ ۳۰۶، دفتر اوّل، حصہ اول۔
- ۶۹۔ ذوالفقار حسین شاہ بخاری، سید، ”گلزار ولایت“، محولہ بالا، ص۔ ۱۰۸۔ ۱۱۲۔
- ۷۰۔ الفت حسین شاہ بخاری، سید، ”گلشن سادات“، محولہ بالا، ص۔ ۲۲۔ ۲۵۔
- ۷۱۔ ایضاً، ص۔ ۳۰۔ ۳۲۔
- ۷۲۔ ولی الدین محمد بن عبد اللہ، خطیب، ”مشکوٰۃ المصابیح“، محولہ بالا، ص۔ ۴۳۲، ج۔ ۲۔
- ۷۳۔ ایضاً ۴۳۲۔ ج۔ ۲۔
- ۷۴۔ الفت حسین شاہ بخاری، سید، ”گلشن سادات“، محولہ بالا، ص۔ ۳۳۔ ۳۴۔
- ۷۵۔ ولی الدین محمد بن عبد اللہ، خطیب، ”مشکوٰۃ المصابیح“، محولہ بالا، ص۔ ۲۵۸، ج۔ ۱۔
- ۷۶۔ الفت حسین شاہ بخاری، سید، ”گلشن سادات“، محولہ بالا، ص۔ ۳۴۔ ۳۵۔
- ۷۷۔ مہربان حسین و ذوالفقار حسین شاہ بخاری، سید، ”گلزار ولایت“، محولہ بالا، ص۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔
- ۷۸۔ عبد اللہ بن اسدیافعی، امام مترجم مولانا بدرقادی ”بزم اولیاء“، محولہ بالا، ص۔ ۹۰۔ ۹۱۔
- ۷۹۔ القرآن، ۳: ۳۷۔
- ۸۰۔ القرآن، ۱۹: ۲۵۔
- ۸۱۔ عبد اللہ بن اسدیافعی، امام، مترجم مولانا بدرقادی ”بزم اولیاء“، محولہ بالا، ص۔ ۹۲۔ ۹۴۔

- ۸۲- ذوالفقار حسین شاه بخاری، سید، "گلزار ولایت"، محوله بالا، ص-۸۹۔
- ۸۳- ایضاً، ص-۸۳-۸۵۔
- ۸۴- الفت حسین شاه بخاری، سید، "گلشن سادات"، محوله بالا، ص-۵۶-۵۷۔
- ۸۵- ایضاً، ص-۵۴-۵۵۔
- ۸۶- مہربان حسین و ذوالفقار حسین شاه بخاری، سید، "گلزار ولایت"، محوله بالا، ص-۹۱-۹۲۔
- ۸۷- الفت حسین شاه بخاری، سید، "گلشن سادات"، محوله بالا، ص-۴۵-۴۶۔
- ۸۸- ایضاً، ص-۴۲-۴۳۔
- ۸۹- ایضاً، ص-۶۲-۶۳۔
- ۹۰- ایضاً، ص-۶۳-۶۶۔
- ۹۱- مہربان حسین و ذوالفقار حسین شاه بخاری، سید، "گلزار ولایت"، محوله بالا، ص-۱۱۸۔
- ۹۲- الفت حسین شاه بخاری، سید، "گلشن سادات"، محوله بالا، ص-۶۶-۷۴۔
- ۹۳- ایضاً، ص-۷۴-۷۵۔
- ۹۴- ایضاً، ص-۶۴۔
- ۹۵- ایضاً، ص-۷۶-۷۹۔
- ۹۶- ایضاً، ص-۸۰-۸۱۔
- ۹۷- ایضاً، ص-۸۲-۱۰۰۔
- ۹۸- مہربان حسین و ذوالفقار حسین شاه بخاری، سید، "گلزار ولایت"، محوله بالا، ص-۱۲۸۔
- ۹۹- الفت حسین شاه بخاری، سید، "گلشن سادات"، محوله بالا، ص-۱۱۷۔
- ۱۰۰- مہربان حسین و ذوالفقار حسین شاه بخاری، سید، "گلزار ولایت"، محوله بالا، ص-۱۲۹-۱۳۰۔
- ۱۰۱- محمد طاہر فاروقی، "سیرت اقبال"، محوله بالا، ص-۳۶۷۔
- ۱۰۲- الفت حسین شاه بخاری، سید، "گلشن سادات"، محوله بالا، ص-۱۶۲-۱۴۰۔

باب: سوّم

الحاج حافظ امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری

ولادت: ۱۲۵۷ھ، بمطابق ۱۸۴۱ء موضع علی پور سیداں ضلع نارووال

وسال: ۱۳۷۰ھ بمطابق ۱۹۵۱ء موضع علی پور سیداں ضلع نارووال

خاندان: مغل شہنشاہ جلال الدین اکبر کے عہد میں سید محمد حنیف نامی ایک بزرگ شیراز سے ہندوستان میں وارد ہوئے اور علی پور سیداں میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ شہنشاہ نے انکو ایک گرانقدر جاگیر نذر گزاری، اسی بزرگ کے خاندان میں چوتھی جگہ سید کریم شاہ کے ہاں اُس مبارک بچے کی ولادت ہوئی جو آگے چل کر امیر ملت اور محدث علی پوری کے نام سے مشہور ہوا۔ (۱)

ولادت باسعادت: سنوئی ہند امیر ملت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ قدس سرہ کی ولادت باسعادت ۱۸۴۱ء / ۱۲۵۷ھ میں علی پور سیداں تحصیل و ضلع نارووال (پنجاب) میں قطب وقت حضرت پیر سید کریم شاہ (ف ۲ صفر ۱۳۲۰ھ / ۱۳ مئی ۱۹۰۲ء بروز منگل) کے یہاں ہوئی۔ (۲)

فرمان الہی ہے:

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِنْ شَيْءٍ (۳)

ترجمہ اور جو ایمان لائے۔ اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی، ہم نے ان کی اولاد کو ان کے ساتھ ملایا اور ان کے عمل میں ذرا سی بھی کمی نہیں کی۔ حضرت قبلہ عالم رحمہ اللہ علیہ کا شجرہ نسب دالدین کی جانب سے حضرت نبی کریم ﷺ تک پہنچتا ہے، اس طرح آپ نجیب الطرفین ہیں۔ آپ کے آباؤ اجداد سب کے سب مومن و متقی، صالح و برگزیدہ حیثیت کے حامل تھے اور آیت بالا کے صحیح مصداق (۴) آپ کا شجرہ نسب صحیح معنی میں اس آیت شریفہ سے مطابقت رکھتا ہے۔ کَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ (۵)

(ترجمہ) مثل اس پاکیزہ درخت کے جس کی جڑ قائم ہے اور شاخیں آسمان میں ہیں۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اس مقدس اور مستحکم درخت کی وہ پاکیزہ شاخ تھے، جن کا شجرہ نسب ان کے تقدس کی دلیل اور جن کے اعمال صالحہ ان کی علو شان پر شاہد و عادل ہیں۔ آپؐ کی حیات پاک اپنے آباؤ اجداد اور بالخصوص رسول کریم ﷺ کے مکمل اتباع میں بسر ہوئی اور اس آخری دور میں آپؐ نے اعلیٰ کلمۃ الحق اور اتباع سنت رسول ﷺ کی وہ ایمان افروز اور روح پرور مثال قائم کی کہ باید و شاید بہت کم کو یہ حاصل ہوا۔ (۶)

ذٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ (۷)

ترجمہ یہ اللہ کا فضل ہے۔ وہ جسے چاہے اپنے فضل سے نوازے۔

پدری شجرہ نسب

۱	رسول اکرم و نبی محترم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	۱۱	حضرت سید ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ	۲۱	حضرت سید نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ	۳۱	حضرت سید علی رحمۃ اللہ علیہ
۲	سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا بنت رسول خدا (زوجہ) حضرت علی بن ابی طالبؑ	۱۲	حضرت سید عارف رحمۃ اللہ علیہ	۲۲	حضرت سید منصور رحمۃ اللہ علیہ	۳۲	حضرت سید میر محمد رحمۃ اللہ علیہ
۳	حضرت حسین ابن علی سید الشہداء رضی اللہ عنہ	۱۳	حضرت سید خسرو رحمۃ اللہ علیہ	۲۳	حضرت سید جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ	۳۳	حضرت سید عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ
۴	حضرت علی ابن حسین زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ	۱۴	حضرت سید اسد اللہ رحمۃ اللہ علیہ	۲۴	حضرت سید علاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ	۳۴	حضرت سید امان اللہ رحمۃ اللہ علیہ
۵	حضرت محمد باقر رضی اللہ عنہ	۱۵	حضرت سید کمال الدین رحمۃ اللہ علیہ	۲۵	حضرت سید علی رحمۃ اللہ علیہ	۳۵	حضرت سید محمد عابد رحمۃ اللہ علیہ
۶	حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ	۱۶	حضرت سید نور اللہ رحمۃ اللہ علیہ	۲۶	حضرت سید امام الدین رحمۃ اللہ علیہ	۳۶	حضرت سید محمد حنیف رحمۃ اللہ علیہ
۷	حضرت محمد مامون قطب شیرازی رحمۃ اللہ علیہ	۱۷	حضرت سید عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ	۲۷	حضرت سید میر احمد رحمۃ اللہ علیہ	۳۷	حضرت سید منور علی رحمۃ اللہ علیہ
۸	حضرت علی عارض رحمۃ اللہ علیہ	۱۸	حضرت سید شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ	۲۸	حضرت سید محی الدین رحمۃ اللہ علیہ	۳۸	حضرت سید کریم شاہ رحمۃ اللہ علیہ
۹	حضرت حسین رحمۃ اللہ علیہ	۱۹	حضرت سید خلیل اللہ رحمۃ اللہ علیہ	۲۹	حضرت سید حسین شیرازی رحمۃ اللہ علیہ	۳۹	امیر ملت السنّت مجدد دوران قیوم زمان قدوة السالکینزبدۃ العارفين
۱۰	حضرت سید طاہر احمد رحمۃ اللہ علیہ	۲۰	حضرت سید حبیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ	۳۰	حضرت سید محمد سعید نوروز رحمۃ اللہ علیہ		حضرت حاجی پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ (۸)

مادری شجرہ نسب

آپ کا مادری شجرہ نسب ساتویں پشت پر پہنچ کر پدری شجرہ نسب سے مل جاتا ہے۔ حضرت سید عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کے ایک صاحبزادے حضرت سید امان اللہ آپ کے جد امجد (دادا) اور دوسرے صاحبزادے حضرت عزیز الرحمن آپ کے نانا تھے۔ سلسلہ نسب طرفین سے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔

۱	رسول اکرم و نبی محترم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ	۱۱	حضرت سید ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ	۲۱	حضرت سید نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ	۳۱	حضرت سید علی رحمۃ اللہ علیہ
۲	سیدۃ النساء فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا بنت رسول خدا (زوجہ) حضرت علی ابن ابی طالب	۱۲	حضرت سید عارف رحمۃ اللہ علیہ	۲۲	حضرت سید منصور رحمۃ اللہ علیہ	۳۲	حضرت سید میر محمد رحمۃ اللہ علیہ
۳	حضرت حسین ابن علی سید الشہداء رضی اللہ عنہ	۱۳	حضرت سید خسرو رحمۃ اللہ علیہ	۲۳	حضرت سید جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ	۳۳	حضرت سید عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ
۴	حضرت علی ابن حسین زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ	۱۴	حضرت سید اسد اللہ رحمۃ اللہ علیہ	۲۴	حضرت سید علاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ	۳۴	حضرت سید عزیز الرحمن رحمۃ اللہ علیہ
۵	حضرت محمد باقر رضی اللہ عنہ	۱۵	حضرت سید کمال الدین رحمۃ اللہ علیہ	۲۵	حضرت سید علی رحمۃ اللہ علیہ	۳۵	حضرت سید محمد خلیل رحمۃ اللہ علیہ
۶	حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ	۱۶	حضرت سید نور اللہ رحمۃ اللہ علیہ	۲۶	حضرت سید امام الدین رحمۃ اللہ علیہ	۳۶	حضرت سید دسوندھی شاہ رحمۃ اللہ علیہ
۷	حضرت محمد مامون قطب شیرازی رحمۃ اللہ علیہ	۱۷	حضرت سید عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ	۲۷	حضرت سید میر احمد رحمۃ اللہ علیہ	۳۷	حضرت سید حسن علی رحمۃ اللہ علیہ
۸	حضرت علی عارض رحمۃ اللہ علیہ	۱۸	حضرت سید شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ	۲۸	حضرت سید محی الدین رحمۃ اللہ علیہ	۳۸	حضرت سید کریم شاہ رحمۃ اللہ علیہ
۹	حضرت حسین رحمۃ اللہ علیہ	۱۹	حضرت سید خلیل اللہ رحمۃ اللہ علیہ	۲۹	حضرت سید حسین شیرازی رحمۃ اللہ علیہ	۳۹	امیر ملت السنّت مجدد دوران قیوم زمان قدوة السالکین بدۃ العارفين
۱۰	حضرت سید طاہر احمد رحمۃ اللہ علیہ	۲۰	حضرت سید حبیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ	۳۰	حضرت سید محمد سعید نوروز رحمۃ اللہ علیہ		حضرت حاجی پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ (۹)

شجرہ طریقت (۱) حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم، (۲) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، (۳) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، (۴) حضرت قاسم بن محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ تعالیٰ عنہ، (۵) حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، (۶) حضرت بایزید بُسطامی رحمۃ اللہ علیہ، (۷) حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ، (۸) حضرت خواجہ بوعلی فارمدی رحمۃ اللہ علیہ، (۹) حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ، (۱۰) حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ، (۱۱) حضرت خواجہ عارف ریوگری رحمۃ اللہ علیہ، (۱۲) حضرت خواجہ محمود الخیر فغ نوی رحمۃ اللہ علیہ، (۱۳) حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتنی رحمۃ اللہ علیہ، (۱۴) حضرت بابا محمد سماسی رحمۃ اللہ علیہ، (۱۵) حضرت خواجہ سید امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ، (۱۶) حضرت خواجہ سید محمد بہاء الدین نقشبندی بخاری رحمۃ اللہ علیہ، (۱۷) حضرت خواجہ علاء الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ، (۱۸) حضرت خواجہ یعقوب چرخنی رحمۃ اللہ علیہ، (۱۹) حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ، (۲۰) حضرت خواجہ محمد زاہد خوشی رحمۃ اللہ علیہ، (۲۱) حضرت خواجہ درویش محمد سبز داری رحمۃ اللہ علیہ، (۲۲) حضرت خواجہ محمد مقتدا المکنگی رحمۃ اللہ علیہ، (۲۳) حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ، (۲۴) امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ، (۲۵) حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی رحمۃ اللہ علیہ، (۲۶) حضرت خواجہ محمد حجتہ اللہ سرہندی رحمۃ اللہ علیہ، (۲۷) حضرت خواجہ محمد زبیر سرہندی رحمۃ اللہ علیہ، (۲۸) حضرت خواجہ قطب الدین حیدر رحمۃ اللہ علیہ، (۲۹) حضرت خواجہ شاہ محمد جمال اللہ رامپوری رحمۃ اللہ علیہ، (۳۰) خواجہ محمد عیسیٰ گنڈاپوری رحمۃ اللہ علیہ، (۳۱) حضرت خواجہ محمد فیض اللہ تیراہی رحمۃ اللہ علیہ، (۳۲) حضرت خواجہ نور محمد تیراہی رحمۃ اللہ علیہ، (۳۳) حضرت خواجہ باواجی فقیر محمد چوراہی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ، (۳۴) حضرت امیر ملت پیر سید حافظ جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ۔ (۱۰)

تعلیم و تعلم: آپ نے اپنے ہی گاؤں میں حافظ قاری شہاب الدین کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے سات سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کیا۔ عربی اور فارسی کی ابتدائی کتب میاں عبدالرشید علی پوری رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھ کر مولانا عبد الوہاب امرتسری رحمۃ اللہ علیہ سے درس نظامی کی تکمیل کی۔ بعد ازاں لاہور جا کر مولانا غلام قادر بھیروی رحمۃ اللہ

علیہ اور مولانا مفتی محمد عبداللہ ٹوٹکی رحمۃ اللہ علیہ (پروفیسر اور نٹیل کالج لاہور) سے مولوی عالم اور مولوی فاضل کے درسیات پڑھے اس کے بعد سہارنپور جا کر مولانا محمد مظہر سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا فیض الحسن سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ کیا۔ مگر تشنگی علم ہنوز باقی تھی۔ چنانچہ یہ تشنگی کشاں کشاں آپ کو مولانا سید محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ ناظم دارالعلوم ندوہ، مولانا احمد حسن کانپوری رحمۃ اللہ علیہ مولانا ارشاد حسین رامپوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا شاہ فضل رحمن گنج مراد آبادی، مولانا شاہ عبدالحق الہ آبادی مہاجر مکی، مولانا قاری عبدالرحمن محدث پانی پتی اور حضرت علامہ محمد عمر ضیاء الدین استانبولی رحمۃ اللہ علیہ اجمعین کی خدمت میں لے گئی اور تمام علوم متداولہ عقلیہ و نقلیہ پر دسترس اور مہارت تامہ حاصل کر کے اسناد حاصل کیں۔ حضرت شاہ فضل رحمن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے تو اپنی کلاہ مبارک اُتار کر آپ کے سر اقدس پر رکھ دی اور پس خوردہ پانی پلا کر بہت سے اوراد و وظائف اور سند حدیث کی اجازت عنایت فرما کر رخصت کیا۔ (۱۱)

اکتاب فیض: علوم ظاہری میں یدِ طولیٰ حاصل کرنے کے بعد آپ غوثِ وقت حضرت بابا جی فقیر محمد فاروقی نقشبندی مجددی (ف۔ ۱۳۱۵ھ) چورہ شریف ضلع اٹک کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف بیعت سے مشرف ہوئے بابا جی آپ کی آمد سے از حد مسرور ہوئے۔ چند روز صحبت کے بعد آپ اجازت و خلافت سے نوازے گئے تو دوسرے مریدوں نے اعتراض کیا کہ ہم عرصے سے حاضر خدمت ہیں مگر ہمیں آج تک خلافت نہیں ملی اور جماعت علی شاہ کو آپ نے آتے ہی سب کچھ عطا فرما دیا۔ اس پر بابا جی نے ارشاد فرمایا۔ جماعت علی شاہ کے پاس چراغ بھی تھا تیل بھی تھا اور بتی بھی، ہم نے صرف آگ ہی لگائی ہے۔

مرشدِ کامل نے آپ کے حق میں یہ دُعا فرما کر رخصت کیا: خداوند! اس دور میں میرے جماعت علی شاہ کو لاٹانی بنادے۔ چنانچہ مرشدِ کامل کی دُعا رنگ لائی اور جو شہرت عام بقاءِ دوام آپ کو ملی دوسرے ہم عصروں کو اس کا عشرِ عشیر بھی نصیب نہ ہوا پشاور سے راج کمار کی اور کشمیر سے بدراس تک آپ کی دھوم مچی دس لاکھ سے زائد لوگ حلقہ غلای میں داخل ہوئے۔ برصغیر کے علاوہ کابل، برما، سعودی عرب روس اور دیگر ممالک میں بھی مسلمانوں کی کثیر

تعداد نے آپ کی غلامی کا طوق پہنا۔ آغا خلیل کلید بردار و جاروب کش روضہ رسول ﷺ نادر شاہ والی افغانستان (ف ۱۹۳۲ء) میر عثمان علی خان نظام حیدر آباد دکن، قائد اعظم محمد علی جناح قائد ملت بابائے کشمیر چوہدری غلام عباس، ڈاکٹر سید ظفر الحسن، صدر شعبہ فلسفہ علی گڑھ یونیورسٹی، مولانا غلام محمد ترنم امرتسرتم لاہوری، بیرسٹر عبدالرب مرزا والد گرامی قدر جناب غلام مجدد مرزا سابق چیف جسٹس پنجاب ہائی کورٹ لاہور، حکیم فیروز طغرانی امرتسری علامہ ابوالمعانی تاج الدین احمد تاج عرفانی لاہوری جیسے نابغہ روزگار اور مشاہیر نے آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کر کے آپ کی عظمت کا لوہا مانا۔ اور حکیم الامت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نواب مشتاق حسین المعروف نواب وقار الملک، نواب بہادر یار جنگ، سر آغا خان سوم، نواب شاہ نواز ممدوٹ، نواب احمد یار خان دولتانہ، نواب اسماعیل خان آف میرٹھ، علی برادران، مولانا شوکت علی، مولانا محمد علی جوہر، مولانا عبدالباری فرنگی محلی، حکیم اجمل خان، مولانا ظفر علی خان، علامہ عنایت اللہ المشرقی، میر غلام بھیک نیرنگ، مخدوم سید صدر الدین گیلانی ملتانی، شاہ محمد حسین کچھ چھوٹی، شاہ محمد حسین پھلواردی، شاہ سید محمد محدث کچھ چھوٹی، مولانا حامد رضا خان بریلوی، مولانا عبدالحامد بدایونی، پیر محمد امین الحسنات آف مانکی شریف، پیر محمد فضل شاہ جلال پوری، مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، مولانا مظہر الدین شیرکوٹی، ایڈیٹر الامان دہلی، میاں ممتاز محمد خان دولتانہ، نواب زادہ لیاقت علی خان، سردار عبدالرب نشتر، نواب افتخار حسین ممدوٹ اور ابوالاثر حفیظ جالندھری جیسے مقتدر اور عبقری عصر حضرات آپ کی عقیدت کا دم بھرتے رہے۔ (۱۲)

علوم ظاہری و باطنی کے حصول کے بعد آپ نے سب سے پہلے علی پور شریف کی مسجد ہی کو وعظ و نصیحت کا مرکز بنایا۔ بعد ازاں پشاور، کوئٹہ، بمبئی، کلکتہ، کراچی، میسور، حیدر آباد دکن، دہلی بھوپال، کوہ نیلگوہی، کشمیر، کابل وغیرہ دور دراز علاقوں کے تبلیغی دورے فرمائے۔ ہزار ہا مشکلات و مصائب کو برداشت کر کے لاکھوں گمکشنگان راہ کو صراطِ مستقیم پر گامزن کیا۔ ہزاروں غیر مسلموں نے آپ کے دستِ حق پرست پر اسلام قبول کیا۔ کئی جگہوں پر آپ نے تبلیغی انجمنیں، مدرسے، مسجدیں اور کنوئیں بنوائے آپ کی ان تبلیغی کوششوں اور سرگرمیوں سے

اسلام کے خزاں دیدہ چمن میں بہار آگئی۔ اس لحاظ سے آپ بلاشبہ محی الدین ثانی اور مجددِ دوراں کہلانے کے مستحق ہیں (۱۳)
 آپ رحمۃ اللہ علیہ کو درج ذیل زبانوں پر عبور حاصل تھا۔ پنجابی، اردو، فارسی، عربی (مہارتاً) پوربی، سندھی، پشتو
 (ضرورتاً) (۱۴)

آپ رحمۃ اللہ کی تصانیف:

- ۱۔ ضرورتِ شیخ
- ۲۔ مرید صادق
- ۳۔ یارانِ طریقت یا پیر بھائی
- ۴۔ فضائلِ مدینہ منورہ
- ۵۔ فضائلِ نماز تہجد (۱۵)

عشق رسول ﷺ: عشق رسول ﷺ تو آپؐ کے قلب و روح میں سمایا ہوا تھا۔ سرکارِ مدینہ حضور سید عالم ﷺ کا نام
 نامی اسم گرامی سن کر آپ کی پلکیں بھیگ جاتیں۔ رنگ زرد ہو جاتا، سر دآہوں اور سسکیوں کا لا متناہی سلسلہ شروع
 ہو جاتا۔

مندرجہ ذیل اشعار تو ہر وقت آپ کی زبان پر رہتے تھے اور آنکھیں اشکوں کا ہار پروتی رہتی تھیں۔

قابل تھا میں نار کے مجھے جنت ہوئی نصیب

اس در کی حاضری سے میری قسمت بدل گئی

سب کچھ ملا جو مل گئی اس در کی حاضری

گو ملک و مال و خویش وطن سے جدا ہوا

آپ کے عشق رسول ﷺ کا اعتراف مخالفوں نے بھی کیا چنانچہ مولانا حسین احمد دیوبندی سابق صدر

جمعیت علماء ہند و سابق پرنسپل دارالعلوم دیوبند آپ کے نکتہ چینوں کے جواب میں کہا کرتے تھے کہ عشق رسول

ﷺ میں شاہ صاحب (امیر ملت) کے مقام کو کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ (۱۶)

فنائی الرسول ﷺ: ذیل میں چند واقعات پیش خدمت ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ واقعی فنائی الرسول

تھے ۱۹۱۶ء کی بات ہے کہ آپ ایک طویل دورے کے بعد لاہور مسجد پٹولیاں (اندرون لوہاری دروازہ) میں

فروش تھے۔ سردی کا موسم تھا اور آپ کو شدید بخار تھا اتنے میں برصغیر کے نامور نعت گو شاعر حافظ پیلی بھیجی کی آمد

کی اطلاع ملی۔ آپ نے حکم دیا کہ فوراً بلاؤ حالانکہ آپ لحاف اوڑھے ہوئے تھے کپچی طاری تھی۔ بابائے لاہور شیخ

عبدالشکور لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں بھی اُس وقت آپ کے قدموں میں حاضر تھا۔ آپ نے حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا۔ ”آپ حضور رسول اکرم ﷺ کی شانِ اقدس و اطہر میں نعتیں لکھتے ہیں، افسوس کہ بیماری کی وجہ سے آپ کا استقبال نہ کر سکا۔“ پھر دریافت فرمایا کہ ”حافظ صاحب کوئی تازہ نعت لکھی ہے؟“ حافظ صاحب فوراً دوزانو ہو بیٹھے، بیاض کھولی اور نعت شروع کی۔ مطلع تھا۔

زاروں کی بھیڑ ہو روضہ تراہو میں نہ ہوں وائے ناکامی کہ اک خلقِ خدا ہو میں نہ ہوں
مطلع بے پناہ پر زور تھا سب محفوظ ہوئے حضرت نے فرمایا ”مکڑ پڑھو“ دو تین بار سماعت فرمایا اور لحاف
چہرہ مبارک سے دور کر دیا۔ حافظ صاحب نے دوسرا شعر پڑھا۔

صدقے اُس روضے کے جس پر سر سے دل سے جان سے اک جہاں اک خلقِ اک عالم فدا ہو میں نہ ہوں
اب تو آپ نے بے ساختہ لحاف جسم پر سے اتار دیا۔ ہم سب ڈر رہے تھے کہ کہیں سردی نہ لگ جائے۔
حافظ صاحب نے تیسرا شعر پڑھا۔

میں وہ ردِ خلق ٹھہرا ہوں کہ بزمِ شاہ میں انس ہو جن ہو، فرشتہ ہو، ہوا ہو میں نہ ہوں
اب تو آپ اٹھ کر بیٹھ چکے تھے کہ گویا بخار تھا ہی نہیں، جسم سے پسینہ جاری تھا بے اختیار داد دے رہے
تھے اور کیف طاری تھا جب حافظ صاحب نے یہ شعر پڑھا

میں وہاں ہوں وہ وہاں ہوں یا نہ ہوں پر یہ نہ ہو شاہ کے دربار میں چرچا مرا ہو میں نہ ہوں
تو حضرت صاحب بیتاب ہو گئے اور اک دم حجرہ سے مسجد میں تشریف لے گئے اور حاجی بوٹا خادم خاص کو
حکم دیا۔ ”جلد اسباب باندھو اور مدینہ شریف چلو“ جہاز پر سوار ہوتے وقت بھی مصرع زبان پر جاری تھا۔

شاہ کے دربار میں چرچا مرا ہو میں نہ ہوں
مشہور احراری لیڈر سید عطاء اللہ شاہ بخاری (ف ۱۹۶۱ء) باوجود آپ سے اختلاف کے آپ کے عشق
رسول ﷺ کا ایک واقعہ اکثر و بیشتر بیان کر کے اپنی تقاریر کو مزین کیا کرتے تھے۔ اور مشہور اہلحدیث عالم مولانا

محمد داؤد غزنوی (ف۔ ۱۹۶۳ء) کا بیان ہے کہ میں نے یہ واقعہ پنجم خود دیکھا ہے کہ ایک دفعہ مدینہ منورہ میں باب السلام کے قریب چند کتے لیٹے ہوئے تھے۔ ایک ناسمجھ نے جاتے جاتے ایک کتے کو زور سے لاٹھی مار دی، کتا لنگڑاتا اور چیختا چلاتا ہوا جا رہا تھا کہ اچانک آپ رحمۃ اللہ علیہ وہاں تشریف لے آئے۔ جب حقیقت حال معلوم ہوئی تو کتے کو پاس بٹھالیا اور اُس شخص سے کہا، ظالم! تو نے یہ نہ دیکھا کہ مدینہ شریف کا کتا ہے۔ پھر عمامہ پھاڑ کر کتے کی زخمی ٹانگ پر پٹی باندھی اور بازار سے کھانا منگوا کر اُسے کھلایا۔

سرزمین حجاز سے محبت: ایک دفعہ سرزمین حجاز میں قحط نمودار ہوا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ یہ سن کر تڑپ اُٹھے کہ میرے محبوب ﷺ کے ملک میں قحط پڑھ گیا ہے۔ چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک لاکھ روپیہ کی گرانقدر رقم بھجوائی۔ (۱۷)

جالی مبارک کے اندر شب باشی: ترکوں کے زمانے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ایسی بہت سی مراعات حاصل تھیں جو اوروں کے نصیب میں نہ ہوتیں۔ آپ مدینہ منورہ میں رات کو روضہ شریف کی جالی مبارک کے اندر شب باش ہو تے تھے سعودی دستور کے مطابق عشاء کی نماز کے کچھ دیر بعد سب کو حرام شریف سے باہر کر دیا جاتا ہے۔ مگر آپ رحمۃ اللہ علیہ کو یہ خصوصی رعایت تھی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ جالی مبارک کے اندر رات بسر کرتے تھے۔ اس بات کا ذکر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مطبوعہ ملفوظات شریف میں بھی آیا ہے۔ (۱۸) آپ رحمۃ اللہ علیہ کو مدینہ منورہ کے چرند پرند اور گرد و غبار تک سے بے پناہ محبت تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ مدینہ شریف کی ہر چیز کا احترام کرتے تھے جب تک مدینہ شریف رہتے نعت خوانی کی مجلسیں ہوتی رہتیں۔ ایک ایسی ہی مجلس میں حضرت حفیظ جالندھری (ف۔ ۱۹۸۲ء) نے یہ شعر سنایا۔

کہاں تھے یہ نصیب اللہ اکبر حجرِ اسود کے یہاں کے پتھروں نے پاؤں چومے ہیں محمد ﷺ کے
آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ شعر سنتے ہی فوراً اپنی گرم واسکٹ بمعہ نقدی حفیظ صاحب کی نذر کر دی آپ رحمۃ اللہ علیہ جب بھی مدینہ شریف حاضر ہوتے تو سب سے پہلے غسل فرماتے۔ پھر عجز و انکسار کے ساتھ دربار

رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہو کر سلام عرض کرتے۔ حضوری کے وقت آپؐ کا جسم کانپتا رہتا اور سردیوں میں بھی کپڑے پسینے سے تر ہو جاتے۔ چہرہ مبارک کی رنگت کبھی سرخ ہو جاتی کبھی زرد مواجہ شریف میں سلام عرض کرنے کے بعد دوسری طرف جا بیٹھتے تو سردی ہوتے ہوئے بھی دیر تک پنکھا جھلنا پڑتا۔ محسوس ہوتا تھا کہ آپؐ پر کامل رعب طاری ہے۔ یہ شہنشاہوں کے شہنشاہِ اعظم کا دربار ہے۔ یہاں کی حاضری کوئی آسان بات نہیں بے خبروں کو کیا معلوم کہ وہ کس عظیم الشان بارگاہ میں حاضر ہیں۔

اس قسم کے ایک دو نہیں بلکہ بیسیوں واقعات ہیں مگر طوالت کے خوف سے انہی پر اکتفا کرتا ہوں۔ شائقین حضرت سیرت امیر ملتؒ کا مطالعہ فرما کر مستفید ہو سکتے ہیں۔ (۱۹)

ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے۔ سفینہ چاہئے اس بحر بیکراں کے لئے (۲۰)

امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ سے علامہ اقبالؒ کی عقیدت: حکیم الامت حضرت علامہ اقبالؒ کو آپ رحمۃ اللہ علیہ سے بہت عقیدت و محبت تھی اکثر و بیشتر آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر روحانی استفادہ کرتے رہتے تھے۔ چند ایک واقعات درجہ ذیل ہیں۔

ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ اجلاس کی صدارت فرما رہے تھے۔ تمام کرسیاں بھری ہوئی تھیں فرش پر بھی لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ علامہ اقبالؒ ذرا دیر سے پہنچے تو جگہ نہ پا کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں میں بیٹھ گئے اور کہنے لگے کہ ”اولیاء اللہ کے قدموں میں جگہ پانا موجب فخر ہے، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تبسم فرمایا اور کہا ”اقبال جس کے قدموں میں آجائے اس کے فخر کا کیا ٹھکانا“۔

۱۹۳۷ء کا واقعہ ہے کہ ایک صحبت حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ نے حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سے کہا

کہ آپ کا ایک شعر تو ہمیں بھی یاد ہے۔ پھر یہ شعر پڑھا۔

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اُس کے زور بازو کا نگاہِ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں (۲۱)

حکیم الامت یہ سن کر بے حد مسرور ہوئے اور کہنے لگے ”میری نجات کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔

حضرت امیر ملت سے حکیم الامتؒ کی عقیدت اس قدر گہری تھی کہ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے سوائے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے کسی کو بھی نہیں بتایا تھا کہ انہوں نے بیعت کہاں کی ہے۔ چنانچہ اس راز کی عقدہ کشائی سب سے پہلے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ہی ۱۹۳۵ء میں فرمائی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد کیا کہ۔

اقبالؒ نے رازداری کے طور پر مجھ سے کہا تھا کہ میں اپنے والد مرحوم سے بیعت ہوں۔“

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مزید فرمایا کہ: اقبالؒ کے والد ماجد کے پاس ایک مجذوب صفت درویش آیا کرتے تھے وہ انہی سے سلسلہ قادریہ میں بیعت تھے۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ کی جو قدر و منزلت تھی اُس کا اظہار ”ضرب کلیم میں مردِ بزرگ“ کے عنوان والے مندرجہ ذیل قطعہ سے ہوتا ہے۔

اُس کی نفرت بھی عمیق اُس کی محبت بھی عمیق قہر بھی ہے اُس کا اللہ کے بندوں پہ شفیق!

انجمن میں بھی میسر رہی خلوت اس کو شمع محفل کی طرح سب سے جدا سب کا رفیق!

مثل خورشید سحر فکر کی تابانی میں! بات میں سادہ و آزاد معانی میں دقیق

اُس کا اندازِ نظر اپنے زمانے سے جدا اُس کے احوال سے محرم نہیں پیرانِ طریق (۲۲)

حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ کو بھی علامہ مرحوم سے بہت محبت و شفقت تھی۔ چنانچہ وصال سے قبل اکثر علامہ کا یہ شعر زبان پر رہتا تھا۔

تری بندہ پروری سے مرے دن گزر رہے ہیں نہ گلہ ہے دوستوں کا، نہ شکایتِ زمانہ (۲۳)

گزشتہ سطور میں علامہ اقبالؒ کے ذکر کے ضمن میں انجمن حمایت اسلام لاہور کا ذکر بھی آیا ہے کہ اس کے

سالانہ اجلاس کی صدارت حضرت امیر ملت نے فرمائی تھی۔ اس موقع پر ایک ایسی ہی صدارت کی تفصیل بیان کرنا

ضروری سمجھتا ہوں جس سے حضرت کی جرأت و استقلال۔ حاضر جوابی، مضبوطی اعصاب اور داد و دہش کا اظہار

ہوتا ہے۔ مولانا شاہ محمد جعفر پھلواری (ف ۱۹۸۷ء کراچی) کے الفاظ میں واقعہ کچھ یوں ہے۔

ایک سال انجمن حمایت اسلام لاہور کے اجلاس کا صدر حضرت پیر صاحب کو بنایا گیا۔ چندے کی اپیل

کے لئے مولانا ظفر علی خان کھڑے ہوئے اور کہا کہ ہم سب سے پہلے یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ ہمارے محترم صدر صاحب ہماری انجمن کو کیا تبرک عطا فرماتے ہیں۔ مولانا ظفر علی خان نے یہ آغاز اس لئے کیا تھا کہ صدر صاحب زیادہ سے زیادہ ہزار پانچ سو دیں گے ان کے مقابلے میں دوسرے امیر لوگ اُن سے کہیں بڑھ کر رقم کا اعلان کریں گے تو صاحب صدر خود اپنی خفت محسوس کریں گے اور تمام لوگ بھی انہیں کچھ حقیر سمجھنے لگیں گے۔ مگر واہ رے درویش دانا، جو نبی مولانا ظفر علی خان نے کہا کہ چندے کا آغاز صدر صاحب کے اعلان سے ہونا چاہئے۔ اُسی وقت پیر صاحب کھڑے ہوئے اور فرمایا:

ارے بھائی! فقیر کے پاس کیا ہے اور یہ کیا دے سکتا ہے یہاں بڑے بڑے دولت مند چندہ دینے والے بیٹھے ہیں۔ اُن کے سامنے میں اپنی خالی جھولی میں سے کیا نکال کر پیش کر سکتا ہوں۔ میں صرف یہ کر سکتا ہوں کہ اس وقت آپ سب حضرات اپنے چندوں کا اعلان کریں یہ سب چندے مل کر جتنی رقم ہو اتنی رقم تنہا اس فقیر کی طرف سے ہوگی۔ یہ اعلان ہونا تھا کہ مجمع اُچھل پڑا اور حضرت صاحب کو خفیف کرنے کی جتنی اسکیم تھی وہ فیل ہو گئی۔ (۲۴)

الحاج حافظ امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ محدث علی پوری کا شخصی خاکہ اور اوصاف حمیدہ:

حلیہ مبارک: حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کا قد مبارک درمیانہ، موزوں متناسب اور مائل بہ بلندی خوبصورت چہرہ مبارک رنگ سرخ اور سفید، سر بڑا پیشانی کشادہ و بلند سجدے کے نشان نظر آتے تھے۔
لباس: آپ رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ سفید لباس پسند فرماتے تھے کرتا چکن کا اور شلوار لٹھے کی ہوتی تھے، عمامہ باریک ململ کا ہوتا تھا۔

غذا: آپ رحمۃ اللہ علیہ نہایت سادہ غذا تناول فرماتے تھے، شہد یا لسی اور مرغی کا شور با پسندیدہ غذا تھی۔

اخلاق حسنہ: آپ رحمۃ اللہ علیہ کا اخلاق کریمانہ اور صفات حسنہ سے متصف تھے آپ رحمۃ اللہ علیہ نبی کریم ﷺ

کی سنت مبارکہ کا کامل اتباع فرماتے تھے۔

شفقت و مدارت: اپنا ہوا یا غیر ہر ایک کے ساتھ انتہائی شفقت اور مدارت سے پیش آتے تھے۔ مہمان نوازی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت ثانیہ بن گئی تھی۔

جود و سخا، ضبط و تحمل: آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جود و سخا کا بھی یہی حال تھا کہ کبھی کوئی سائل اور حاجتمند آپ رحمۃ اللہ علیہ کے در سے خالی نہیں جانے پایا۔

خدمت و ایثار: فلاحی اداروں کے قیام اور تعمیر میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو حد درجہ اہتمام مقصود ہوتا تھا۔

تقویٰ شریعت و طریقت: آپ رحمۃ اللہ علیہ شریعت کے کامل پابند اور سنت کے پکے متبع تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے شریعت کی حقیقت پر عمل کرنے کا نام تصوف ہے۔ تقویٰ ایمان کی شرط ہے۔

کھانے میں احتیاط: کھانے پکانے کے برتن، پانی ظروف، چائے کا سامان، وضو کا لوٹا، لباس، دوسرے کپڑے سب ہر طرح پاک و صاف ہوتے۔

وضو اور استنجا میں مٹی اور پانی کا استعمال، پانی کی احتیاط، متبرک جانماز، ریل کے سفر میں احتیاط، بازار کی چیزوں سے احتیاط، چلتے پانی کا استعمال، بے نمازی اور تمباکو نوشی سے پرہیز، نئے کپڑے، شکر اور گڑھ کا استعمال، ولایتی صابن اور دوائیں کبھی استعمال نہیں کرتے تھے۔

جود و سخا: آپ رحمۃ اللہ علیہ کا جود و سخا فضل خداوندی کا ایک کرشمہ تھا۔ جس کی مثال تلاش سے بھی نہیں ملتی۔

غیب کے خزانے: آپ رحمۃ اللہ علیہ پر رب العزت کا خاص کرم تھا خزانہ غیب سے عطا فرماتا۔ پنجاب میں پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری سرحد میں پیر مانکی شریف اور سندھ میں عبدالرحمن بھر چونڈی اور شاہ مغفور القادری نے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں اُسے مسلمانوں کی مذہبی تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ (۲۵)

دینی و ملی خدمات

۱۹۰۱ء میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے منظم طریقے سے دینِ متین کی تبلیغ اور سلسلہ عالیہ کی ترویج کے لئے انجمن خدام الصوفیہ قائم کی جس کے مقاصد کی تشریح یوں کی گئی۔

۱۔ اتحادِ جمیع سلاسل تصوف، ۲۔ اشاعتِ اسلام و تصوف، ۳۔ تردید الزامات خلافِ اسلام و تصوف، ۴۔ تردید مذاہب باطلہ

اس انجمن کا پہلا اجلاس اسی سال بادشاہی مسجد لاہور میں ہوا اور متواتر تین سال تک اجتماعات کا مرکز حضرت محی الدین اور رنگ زیب عالمگیر شہنشاہ ہند رحمۃ اللہ علیہ کی بنا کردہ مسجد میں رہنے کے بعد ۱۹۰۴ء سے یہ سلسلہ علی پور سیداں میں شروع ہو گیا۔ انجمن کے اجلاسوں میں برصغیر کے ممتاز علماء کرام اپنے مواعظِ حسنہ سے مستفید و مستفیض فرماتے اور اکناف و اطراف سے لاکھوں کی تعداد میں لوگ شریک ہو کر ایمان تازہ کرتے تھے۔ تاریخ گواہ ہے کہ اس انجمن نے فتنہ ارتداد، تحریک خلافت، ساردا ایکٹ، تحریک شہید گنج، غازی علم الدین کیس، تحریک پاکستان و دیگر تحریکوں میں جو کردار ادا کیا وہ اسی کا حصہ ہے۔ اس انجمن کی شاخیں برصغیر کے طول و عرض میں پھیل گئی تھیں اس کے علاوہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۰۴ء میں ماہنامہ ”انوار الصوفیہ“ جاری کیا تھا تا کہ تحریری میدان میں بھی مذہب و ملت کی خدمت کی جاسکے۔ یہ رسالہ پہلے لاہور اور پھر سیالکوٹ سے شائع ہو کر اکناف و اطراف عالم کو اپنی ضیا پاشیوں سے منور کرتا رہا۔ بعد ازاں ستمبر ۱۹۶۰ء سے دسمبر ۱۹۸۴ء تک قصور سے منصہ شہود پر جلوہ گر ہوتا رہا۔ رسالہ کے علاوہ انجمن نے بے شمار کتابیں چھاپ کر دنیائے تصوف میں ایک تاریخ ساز انقلاب برپا کیا۔ (۲۶) آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مذہبی، تبلیغی، ملی اور سیاسی خدمات کا احاطہ کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے قومی کارنامے روز روشن کی طرح عیاں ہیں۔ (۲۷)

امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ اور تحریک ختم نبوت: ۱۸۵۷ء میں جب مغل سلطنت کا ٹٹماتا ہوا چراغ گل ہو گیا اور انگریز بر اعظم کے فرمانروا بن گئے تو انہوں نے مسلمانوں کی ملی وحدت کے حصار میں شگاف پر شگاف پیدا کرنے شروع کیے۔ اپنے ہمنوا علماء کی جماعت تیار کر کے مختلف طریقوں سے اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ پر رکیک حملوں کا محاذ کھول دیا تا کہ مسلمان جہاد سے روگرداں ہو کر مدافعت کے محاذ پر آجائیں۔ مجادلہ کی جگہ مناظرہ لے لے جہاد کا

خدا شہ مٹ جائے۔ عظمت رسول ﷺ کے فلک بوس مینار گر جائیں تو مسلمانوں کی کایا کلب ہو جائے گی نتیجتاً برطانوی سلطنت کے استحکام کی راہیں ہموار ہو جائیں گی۔ (۲۸)

بقول حکیم الامت علامہ اقبالؒ۔

یہ فاقہ کش موت سے ڈرتا نہیں ذرا روح محمدؐ اس کے بدن سے نکال دو
فکر عرب کو دے کے فرنگی تخیلات اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو (۲۹)

قادیانی فرقے کی ایجاد: عیار انگریز نے اپنے عزائم کی تکمیل کے لئے بہت سے علماء کو خرید ا۔ اُن پر نوازشات کی بارش کر دی اور اُن سے اسلام دشمنی اور رسول ﷺ دشمنی کا خوب کام لیا۔ مسلمانوں کو پارہ پارہ کرنے کے لئے نئے نئے فرقے ایجاد کئے، جن میں سے ایک قادیانی فرقہ بھی ہے۔ جس کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی کا تعارف: مرزا غلام احمد قادیانی بن مرزا غلام مرتضیٰ بن مرزا عطا محمد بن مرزا گل محمد قوم مغل برلاس ۴۰-۱۸۳۹ء میں قادیان (مشرقی پنجاب، انڈیا) میں پیدا ہوئے۔ آباؤ اجداد سمرقند سے ترک سکونت کر کے ہندوستان آئے تھے۔ جہاں انہیں بادشاہ وقت کی طرف سے دیہات بطور جاگیر ملے تھے جو رفتہ رفتہ مرزا غلام مرتضیٰ کے زمانہ میں پانچ بلکہ اس سے بھی کم رہ گئے۔ مرزا غلام احمد نے اپنے والد کے ملازم فضل الہی سے قرآن شریف ناظرہ اور کچھ فارسی پڑھی۔ فضل احمد سے عربی پڑھی اور منطق، حکمت اور نحو وغیرہ کی تعلیم مولوی گل علی شاہ سے حاصل کی۔ علم طبابت اپنے باپ سے حاصل کیا۔ کتب بینی کا شوق کثرت سے شروع ہی سے تھا۔ حصول علم کے بعد اپنے والد کے ساتھ انگریزی عدالتوں میں اپنے اجداد کے بعض کھوئے ہوئے دیہات کے حصول کے لئے مقدمات میں مشغول رہے۔ (۳۰) ۱۸۶۷ء میں مرزا غلام احمد ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ کی کچھری میں کلرک بھرتی ہو گئے۔ کچھری کے ملازموں کے لئے انگریزی سیکھنے کے لئے ایک مدرسہ قائم ہوا جس میں چھوٹے ملازمین رات کو انگریزی پڑھا کرتے تھے جس میں مرزا صاحب بھی شامل تھے۔ دوران ملازمت سیالکوٹ کے پادری مسٹر بٹلر ایم اے سے رابطہ پیدا کیا۔ وہ مرزا صاحب کے پاس اکثر و بیشتر آتا اور دونوں تھلے

میں بات چیت کرتے رہتے۔ بٹلر نے وطن جانے سے پہلے مرزا صاحب سے تخیلہ میں کئی ایک طویل ملاقاتیں کیں پھر اپنے ہم وطن ڈپٹی کمشنر کے پاس گیا اس سے کچھ کہا اور پھر انگلستان چلا گیا۔ ادھر مرزا صاحب استعفیٰ دے کر قادیان آ گئے۔

برٹش پارلیمنٹ کے ممبروں اور اخبار کے ایڈیٹروں کی آمد: ۱۸۶۹ء کے اوائل میں انگلستان کی حکومت نے برٹش پارلیمنٹ کے ممبروں اخبارات کے ایڈیٹروں اور چرچ آف انگلینڈ کے نمائندوں پر مشتمل ایک وفد ہندوستان بھیجا جس کا مقصد یہ تھا کہ وہ پتہ چلائے کہ ہندوستانی عوام میں وفاداری کس طرح پیدا کی جاسکتی ہے۔ اور مسلمانوں کے جذبہ جہاد کو سلب کر کے انہیں کس طرح رام کیا جاسکتا ہے۔ اس وفد نے واپس جا کر دور پور میں مرتب کیں۔

جن ارکان نے ”ہندوستان میں برطانوی سلطنت کی آمد“ The arrival of british empire of india کے عنوان سے رپورٹ لکھی انہوں نے لکھا کہ ”ہندوستانی مسلمانوں کی اکثریت اپنے روحانی رہنماؤں کی اندھا دھند پیروی کا رہے۔ اگر اس وقت ہمیں کوئی ایسا آدمی مل جائے جو حواری نبی (اپاٹالک پرافٹ) ہونے کا دعویٰ کرے تو اس شخص کی نبوت کو حکمت کی سرپرستی میں پروان چڑھا کر برطانوی مفادات کے لئے مفید کام لیا جاسکتا ہے۔“ ان رپورٹوں کے فوراً بعد ہی مرزا صاحب نے اپنا سلسلہ شروع کر دیا۔ برطانوی ہند کے سنٹرل انٹیلی جنس کی روایت کے مطابق ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ نے چار اشخاص کو انٹرویو کے لئے طلب کیا۔ ان میں سے مرزا صاحب نبوت کے لئے نامزد کئے گئے۔ (۳۱) مرزا صاحب کی پہلی تصنیف ”براہین احمدیہ“ چار حصوں میں شائع ہوئی۔ ۱۸۸۰ء میں پہلے دو حصے شائع ہوئے، ۱۸۸۲ء میں تیسرا اور ۱۸۸۳ء میں چوتھا۔ مرزا صاحب کے فرزند ثانی مرزا بشیر الدین احمد کی تالیف ”سلسلہ احمدیہ“ کے مطابق مرزا صاحب کو ”ماموریت“ کا تاریخی الہام، مارچ ۱۸۸۲ء میں ہوا اس سے پہلے آپ نے ۱۸۸۰ء میں ”ملہم من اللہ“ ہونے کا اعلان کیا اور اپنے مجدد ہونے کا دعویٰ کیا۔ دسمبر ۱۸۸۸ء میں اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بیعت لینے کا حکم فرمایا ہے۔ ۱۸۹۱ء میں اپنے مسیح موعود ہونے کی خبر دی اور ”ظلی“ بنی ہونے کی اصطلاح ایجاد فرمائی۔ پھر ۱۹۰۱ء میں نبوت کا دعویٰ کیا۔ اور نومبر ۱۹۰۴ء میں

کرشن ہونے کا اعلان داغا۔ یہی وہ سال تھے جب انگریزی سیاست اپنے استعماری عزائم پروان چڑھانے کے لئے پنجاب اور سرحد کے مسلمانوں کا شکار کر رہی تھی۔ اور اس کے سامنے بیرون ہندوستان کے مسلمان ریاستوں کو اپنے درم میں لانے کا منصوبہ بھی تھا۔ مرزا غلام احمد اُن کے تمام نکات کے جامع ہو کر سامنے آئے، جو انگریزوں کے ذہن میں تھے۔ انہوں نے انگریزی سلطنت کے استحکام و طاعت کی بنیاد ہی اپنے الہام پر رکھی۔ اور ایک نبی کا روپ دھار کر انگریزی سلطنت کی وفاداری سے انحراف کو جہنم کی سزا کا مستحق قرار دیا۔ اپنی ربانی سند کے مفروضہ پر جہاد کو منسوخ کر ڈالا۔ اور اُن لوگوں کو حرامی قرار دیا جو اس کے بعد جہاد کا نام لیتے یا اُس کی تلقین کرتے تھے۔ (۳۲) علمائے اسلام اور مشائخ عظام نے مرزا غلام احمد قادیانی کی رد میں پوری سرگرمی دکھائی مگر اس سلسلہ میں جو کوششیں سنوئی ہند امیر ملت الحاج پیر سید حافظ جماعت علی شاہ محدث علی پوری قدس سرہ نے کیں وہ تاریخ کا ایک سنہرے باب ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے تن من دھن کی بازی لگادی اور ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ بارہا مرزا جی کو لاکھ لاکھ روپے فراہم فرما رہے، بالآخر حضرت قدس سرہ کی بددعا کے نتیجے میں لقمہ اجل بنے۔ (۳۳) مرزا قادیانی نے جب اپنے بال و پر نکالنے شروع کئے تو حضرت امیر ملت قدس سرہ نے مندرجہ ذیل اعلان جاری فرما کر اُس کے دعوؤں کی قلعی کھول دی۔

۱۔ سچا نبی کسی اُستاد کا شاگرد نہیں ہوتا، اس کا علم لدنی ہوتا ہے۔ وہ روح قدس سے تعلیم پاتا ہے۔ بلا واسطہ اس کی تعلیم و تعلم خداوند قدس سے ہوتی ہے۔ جھوٹا نبی اس کے برخلاف ہوتا ہے۔

۲۔ ہر سچا نبی اپنے چالیس سال گزارنے کے بعد یکدم بحکم رب العالمین مخلوق کے روبرو دعویٰ نبوت کر دیتا ہے اور اِنی رَسُوْلُ اللہ کے الفاظ سے دعویٰ کرتا ہے۔ بتدریج اور آہستہ آہستہ کسی کو درجہ نبوت نہیں ملا کرتا۔ جو نبی ہوتا ہے وہ پیدائش سے نبی ہوتا ہے۔ جھوٹا نبی اس کے برخلاف آہستہ آہستہ دعوؤں کے بعد نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ پہلے محدث، مجدد ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔

۳۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور خاتم الانبیاء ﷺ تک جتنے نبی ہوئے تمام کے نام مفرد تھے۔ کس

سچے نبی کا نام مرکب نہ تھا۔ برعکس اس کے جھوٹے نبی کا نام مرکب ہوا۔

۴۔ سچا نبی کوئی ترکہ نہیں چھوڑتا جبکہ جھوٹا نبی ترکہ چھوڑ کر مرتا ہے اور اولاد کو وارث قرار دیتا ہے۔ (۳۴)

اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے قادیانی فتنہ کی تیغ کٹی کے لئے ملک گیر درے فرمائے اور اُس کی عیاریوں کو خوب بے نقاب کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دو خلفاء حضرت مولانا غلام احمد انکرا امرتسری (ف ۱۹۲۷ء) اور حضرت سید محبوب احمد شاہ المعروف پیر خیر شاہ امرتسری (ف ۱۹۲۰ء) بارہا قادیان جا کر مرزائی عقائد کی تردید فرمائی مرزا صاحب یا اُن کے کسی حواری کو ان حضرات کے مد مقابل آنے کی جرات نہ ہو سکی۔

اگست ۱۹۰۰ء میں جب مرزا صاحب نے حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی (ف ۱۹۳۷ء) کو دعوت مناظرہ دی تھی تو حضرت امیر ملت قدس سرہ بھی حضرت گولڑوی کے ساتھ لاہور میں موجود تھے۔ مرزا صاحب کے فرار کے بعد بادشاہی مسجد لاہور میں حضرت گولڑوی کے اعزاز میں جو جلسہ منعقد ہوا تھا۔ اُس میں بھی حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ایمان افروز اور باطل سوز تقریر فرمائی تھی۔ اس طرح جب مرزا صاحب کے خلیفہ اول حکیم نور الدین نے نارووال ضلع سیالکوٹ میں اپنا تبلیغی کیمپ لگایا اور سادہ لوح لوگ اس کے دام فریب میں پھنسے لگے تو حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ اُس وقت صاحب فراش تھے، چارپائی سے اٹھا نہیں جاتا تھا۔ لیکن آپ نے حکم دیا کہ میری چارپائی اٹھا کر نارووال لے چلو تا کہ اس فتنہ کی سرکوبی میں اپنا فرض ادا کر سکوں۔ چنانچہ متواتر چار جمعے آپ کی چارپائی اٹھا کر نارووال لے جاتے رہے اور خطبہ جمعۃ المبارک میں مرزائی عقائد کا تار و پود بکھیرتے رہے۔ ناچار حکیم نور الدین کو راستہ ناپنا پڑا۔ (۳۵)

ردِ مرزائیت: جب مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا تو مسلمان بے حد مضطرب ہوئے۔ سب علماء اور صلحاء نے اس کے دعویٰ کی تکذیب کی اور دین متین میں اس نئے رخنے کا سد باب کرنے کی مساعی میں مصروف ہو گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اس جماعت کے سرخیل بنے رہے اور ابتدا سے کامل سرگرمی کے ساتھ مرزا کی مخالفت اور تکذیب فرماتے رہے۔ جہاں ضرورت ہوتی آپ فوراً پہنچ کر انسداد اور تبلیغی کام شروع کر دیتے اور مسلمانوں

کے دین ایمان کے تحفظ میں مشغول ہو جاتے۔ مرزا اور مرزائیوں سے ان مخالفتوں اور مخاصمتوں کی داستان بہت طویل ہے۔ مگر یہاں پوری تو نہیں لیکن ضروری اور متعلقہ تفصیل لکھی گئی ہے۔ جس سے حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ کے طریق کار، جوش و عزم، اور کامرانی و فتح مندی کا اندازہ ہو سکے گا۔ (۳۶)

مرزا قادیانی کی سرکوبی : آپ رحمۃ اللہ علیہ دین کے کاموں کو بڑی تن دہی اور فرض شناسی سے انجام دیا کرتے تھے۔ کہ جب تک میں دین کا کام نہ کر لوں ایک لقمہ کھانا بھی حرام سمجھتا ہوں۔ چنانچہ مرزا قادیانی کی سرکوبی کے لئے آپ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ مرزا قادیانی کا مقابلہ ہر وقت علماء ظواہر کے ساتھ رہتا تھا۔ اگرچہ وہ اُن سے بھی ہر وقت شکست کھاتا اور ذلیل و خوار ہوتا رہتا تھا۔ مگر ۲۷ اکتوبر ۱۹۰۴ء کو جب مرزا نے سیالکوٹ میں حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ سے مناظرہ کا ارادہ کیا تو تاب نہ لا کر میدان سے بھاگ بکھڑا ہوا اور جس قدر لوگ اُس کی بیعت کے لئے تیار تھے اُس کی یہ ذلت و رسوائی دیکھ کر بدظن ہو گئے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے۔ حضرت پیر مرعلی شاہ کا تعاون ۶ مئی ۱۹۰۸ء کو مرزا قادیانی اپنی بیوی کے علاج کے لئے لاہور میں خواجہ کمال الدین کے مکان پر وارد ہوا تو اپنا دام دجل و فریب پھیلانا شروع کر دیا۔ مسلمانانِ لاہور نے حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر صورت حال بیان کی اور لاہور تشریف لانے کی درخواست کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ لاہور تشریف لائے اور آتے ہی بادشاہی مسجد میں ۲۲ مئی کو ایک شاندار جلسہ منعقد کیا جس میں کثیر التعداد علمائے اہلسنت بھی موجود تھے۔ حضرت پیر مرعلی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ سے تعاون کے لئے موجود تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخی اور عدیم النظیر جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:

”اگر مرزا اپنے دعویٰ نبوت میں سچا ہے تو سامنے آ کر ثابت کرے اگر مباحثہ نہ کر سکے تو مباہلہ ہی سہی۔“

مگر چونکہ مرزا اپنے مکائد سمیت حضرت کے ہاتھوں ۱۹۰۴ء میں ذلیل و خوار ہو چکا تھا۔ اس لئے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے آنے کی جرأت نہ کر سکا۔

مرزا قادیانی کا خدائی فیصلہ: آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: ”ہم نے اُس کا بہت انتظار کیا ہے لیکن وہ سامنے نہیں آیا۔ پیشگوئی کرنا میری عادت نہیں لیکن یہ بتادینا چاہتا ہوں کہ مرزا جی کا خدائی فیصلہ ہو چکا ہے۔ لہذا وہ چند دن کے اندر کیفر کردار کو پہنچے گا۔“ (۳۷)

مرزا جی کی موت کی پیشگوئی: ۲۵ مئی ۱۹۰۸ء بروز پیر حضرت امیر ملت نے ارشاد کیا کہ مرزا جی چوبیس گھنٹے کے اندر اندر دُنیا سے رخصت ہو جائیں گے یہ بات حضرت نے رات دس بجے ارشاد فرمائی اور ۲۶ مئی کو صبح دس بج کر دس منٹ پر مرزا جی آنجہانی ہو گئے۔ مرنے سے چھ گھنٹے قبل زبان بند ہو گئی۔ خدا جانے ہیضہ تھا یا کچھ اور نجاست منہ سے نکلتی رہی اور اس حالت میں خاتمہ ہو گیا۔ مرزا جی کی تاریخ وفات ہے۔ لَقَدْ دَخَلَ فِي قَعْرِ جَهَنَّمَ۔ جس وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مرزا جی کی موت کی پیشن گوئی فرمائی تو لوگوں نے اسے اہمیت نہ دی مگر جب پوری ہو گئی تو حد درجہ حیران ہوئے۔ اس پیشگوئی کا مرزائیوں نے آج تک ذکر نہیں کیا۔ (۳۸)

عوام کا مرزائی مسلک سے تائب ہو کر مسلمان ہونا: جب امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ کی پیش گوئی پوری ہونے پر لوگوں نے جگہ جگہ شکرانہ کے جلسے منعقد کئے اور مسجدوں میں شکرانہ کے نفل ادا کئے۔ ان میں سے بیشتر جلسوں میں حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ خود شریک ہوئے اور اپنے مواظظ حسنہ سے لوگوں کو مستفید کرتے رہے۔ آپ کی تقریروں سے لوگ بہت متاثر ہوئے اور بے شمار لوگ قادیانی مسلک سے تائب ہو کر مسلمان ہوئے اور کثیر تعداد میں لوگوں نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں داخل ہوئے داخل ہونے والوں کی تعداد ہر روز اتنی زیادہ ہوتی تھی کہ حضور سٹیج پر کھڑے ہو کر سب کو داخل سلسلہ فرماتے تھے۔ آپ ردِ مرزائیت میں بے حد جوش سے سرگرم رہے اور اکثر جلسوں میں ختم نبوت کے مسئلے کو مضبوط دلائل سے ثابت فرمایا کرتے تھے۔ مرزائیوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مخالفت میں ہر قسم کے ہتھکنڈے استعمال کئے۔ مگر نہ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کبھی پریشان ہوئے نہ آپ نے اعلائے الحق میں کمی کی۔ اور اللہ کے فضل و کرم سے ہمیشہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ہی کو فتح و کامرانی حاصل ہوئی۔ سچ ہے۔ ”سانچ کو آنچ نہیں“۔ (۳۹)

خلیفۃ الاسلام سلطان ترکی کی مالی مدد کرنا: ۱۹۱۰ء میں خلیفۃ الاسلام سلطان ترکی غازی عبدالحمید خان مرحوم حجاز ریلوے لائن کی تعمیر کیلئے مسلمانانِ عالم سے چندہ کی اپیل کی تو اُس وقت آپ نے اپنے اور متوسلین کی جانب سے چھ لاکھ روپیہ نقد کی امداد فرمائی۔ بنا بریں سلطان المسلمین نے اپنے دستخط خاص کے ہمراہ حضرت کو پانچ تمنغے خوشنودی کے اظہار کے لئے بھیجے۔ اور شاہی فرامین میں آپ کو عہدۃ الامثل والا فاضل“ کے معزز القاب اور خطاب سے سرفراز فرمایا۔ (۴۰)

مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کیلئے تین لاکھ روپے کی امداد: مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کیلئے جب چندہ جمع کرنے کی مہم شروع ہوئی تو لاہور میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا جس میں امیر ملت کو خصوصی طور پر مدعو کیا گیا۔ نواب وقار الملک (ف ۱۹۱۷ء) نے دورانِ تقریر اپنی ٹوپی اتار کر حضرت کے قدموں میں رکھ دی اور پریم آنکھوں کے ساتھ اپیل کی کہ ”معاملہ مسلمانوں کی حمیت و وقار کا ہے آپ ہاتھ بٹائیں“ آپ نے استفسار فرمایا کہ ”کیا یونیورسٹی میں دینیات کی تعلیم لازمی ہوگی؟ تو نواب وقار الملک نے یقین دلایا کہ انگریزی کے ساتھ ساتھ دینیات کی تعلیم لازمی ہوگی اور پھر یونیورسٹی کی مساجد میں پنج وقتہ نمازوں میں حاضری لازمی ہوگی اس جواب سے مطمئن ہونے پر آپ نے تین لاکھ روپیہ کی گرانقدر رقم چندہ میں دی اور بعد ازاں بھی معاونت فرماتے رہے چنانچہ سب جانتے ہیں کہ علی گڑھ کی ہمیشہ یہ خصوصیت رہی ہے کہ وہاں نماز کی باقاعدہ حاضری ہوتی تھی اور دینیات کی تدریس کا خصوصی اہتمام ہوتا تھا۔ حضرت سید سلیمان اشرف بہاری (ف ۱۳۵۲ھ) جیسے علماء کرام دینیات کے نگراں تھے۔ یہ سب حضرت امیر ملت کا ہی فیض تھا۔ حضرت امیر ملت کے مرید خاص اور برصغیر کے نامور فلسفی ڈاکٹر سید ظفر الحسن (ف ۱۹۴۹ء) کا علی گڑھ یونیورسٹی میں اسلامی خدمات کا سرانجام دینا بھی اسی سلسلہ کڑی ہے۔

تحریک ترکِ موالات: ۱۹۱۴ء میں حضرت امیر ملت نے ”تحریک ترکِ موالات“ کی مخالف کی اور اعلان فرمایا کہ: ”ہندو مُردے کو جلا کر خاک کر دیا جاتا ہے اور خاک ہوا میں اڑ جاتی ہے اگر مسلمان مرے تو دو گز زمین تا قیامت اُس کی ملکیت ہوتی ہے۔ مسلمانو! ہجرت نہ کرو، آپ کا وطن آپ کا جدی ورثہ اپنے ہاتھ سے نہ جانے دو۔“

تحریک خلافت اور امیر ملت: تحریک خلافت میں آپ نے جان جو کھوں میں ڈال کر حصہ لیا۔ اس تحریک میں آپ نے جس قدر خدمات سرانجام دیں شاید بانیانِ تحریک نے بھی نہ دی ہوں گی۔ آپ نے بجلی کی سی سرعت و تیزی کے ساتھ تمام ملک کا دورہ کیا خلافت فنڈ میں لاکھوں روپے چندہ دیا۔ دورانِ تحریک اُن علاقوں کا بھی دورہ کیا جہاں تک پہنچنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن بھی تھا مثلاً ریاست کورک (علاقہ مدراس) مرکارا، ویراجندر، پیٹ اسی، بلکنڈ اور کوہ نیل گڑھی وغیرہ وغیرہ۔ (۴۱)

تحریک خلافت کیلئے چندہ جمع کرنا: ایک بار مولانا شوکت علی نے یہ تحریک پیش کی کہ ہندوستان کے ہر مسلمان سے ایک روپیہ فی کس کے حساب سے خلافت فنڈ وصول کیا جائے تو آپ نے نیل گڑھی (علاقہ میسور کا ایک دور افتادہ مقام) سے اپنا اور اپنے تمام متعلقین کا چندہ بحساب ایک روپیہ فی کس بمبئی بھیج دیا اور ساتھ ہی یہ اعلان جاری فرمایا کہ مجھ سے محبت رکھنے والے سب ایک ایک روپیہ فی کس اپنا اور اپنے متعلقین کا چندہ خلافت فنڈ میں داخل کریں۔ مولانا شوکت علی خان نے اس اعلان کو تمام ملک میں مشتہر کر دیا جس کے نتیجے میں ملک کے گوشے گوشے سے زرخیز موصول ہوا اس کے علاوہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ہزاروں روپے خلافت فنڈ میں دیئے آپ کے ارشاد پر نورانی سیٹھ آف بمبئی پچیس ہزار روپے اور اہلیانِ کوہاٹ نے ستائیس ہزار روپے کی گرانقدر رقومات خلافت فنڈ میں پیش کیں۔ دینی خدمات کے سلسلے میں ۴،۳ مارچ ۱۹۲۱ء لائل پور (حال فیصل آباد) میں ڈسٹرکٹ خلافت کانفرنس منعقد ہوئی تو حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی صدارت قبول فرمائی اور خطبہ صدارت میں فرمایا کہ ”جس کو خلافت سے محبت نہیں ہے اُسے اسلام سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ جو لوگ مجھ پر بہتان باندھتے ہیں کہ میں خلافت میں دلچسپی نہیں لیتا وہ کذاب اور مفتری ہیں۔ پڑھو لوگو لَعْنَتُہُ اللہِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ“ چنانچہ سب مسلمانوں نے پڑھا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فی البدیہہ خطبہء صدارت میں پُر جوش اور درد انگیز کلمات سے عوام و خواص کے دلوں کو مسخر کر لیا۔ خدمتِ خلافت کیلئے ایسے کمر بستہ ہوئے کہ ہزاروں کے خلافت نوٹ آن کی آن میں فروخت ہو گئے۔ (۴۲) اپنے تو اپنے مخالف بھی آپ کی اس دینی دلی خدمات کے

اعتراف میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ہدیہ تبریک پیش کیا:

مولانا ظفر علی خان کی آپ رحمۃ اللہ علیہ سے بھرپور مخالفت: مولانا ظفر علی خان چونکہ اہلحدیث مسلک سے تعلق رکھتے تھے بدیں وجہ وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے شدید مخالف تھے کے باوجود اپنے اخبار ”زمیندار“ مورخہ ۱۰ مارچ ۱۹۲۱ء میں آپ کو یوں ہدیہ تبریک پیش کیا۔ انہوں نے لکھا کہ ۴/۳ مارچ ۱۹۲۱ء کو (لاٹل پور) حال فیصل آباد میں عظیم الشان جلسہ خلافت منعقد ہوا، اس میں پنجاب کے مشہور معروف صوفی حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب قبلہ صدر تھے۔ آپ نے فی البدیہہ خطبہ صدارت میں جس بے نظیر جرأت ایمانی اور جوش اسلامی سے مسلمانانِ عالم کی صحیح رہنمائی فرمائی ہے وہ اس قابل ہے کہ ہمارے تمام مشائخ اور پیرزادگان اس سے سبق حاصل کریں، آپ نے اپنے خطبہء صدارت میں اُن تمام غلط فہمیوں کا ازالہ کر دیا ہے جو بعض سیاہ باطن لوگ حضرت ممدوح کے متعلق پھیلاتے تھے اور صاف صاف کہہ دیا ہے کہ جو مسلمان خلافت سے محبت نہیں رکھتا وہ بے ایمان ہے اور ہرگز مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں ”خلافت اسلامیہ“ اور مقاماتِ مقدسہ کے لئے اپنی جان تک نثار کرنے کو تیار ہوں اور میرا جو مرید تحریک خلافت میں حصہ نہیں لیتا اُس کو میں یا رانِ طریقت میں سے نہیں سمجھتا کیونکہ ”خلافت“ خدا اور رسول ﷺ کی ہے جو مسلمان خدا اور رسول ﷺ کی خلافت سے بیزار ہے یا بعض دنیاوی مصلحتوں کے پیش نظر صداقت سے خوف کھاتا ہے، وہ میرے نزدیک مسلمان نہیں ہے ہم حضرت قبلہ شاہ صاحب کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں کہ خدائے بزرگ برتر نے حضرت ممدوح کو کلمۃ الحق اور صداقت کی وہی جرأت عطا کی جو قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کا طرہ امتیاز تھی۔ ہمیں یقین ہے کہ آپ جیسی متقی شخصیت، متشرع عالم اور پیشوا کی رہنمائی سے تحریک خلافت کو عظیم الشان تقویت پہنچے گی اور دیگر مشائخ عظام بھی اپنی سنہری اور روپیلی مصلحتوں اور طواغیت باطلہ کے خوف کو بالائے طاق رکھ کر خدا اور رسول ﷺ کے جھنڈے تلے آئیں گے۔ (۴۳) روالپنڈی کی مشائخ کانفرنس کی صدارت بھی حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی تھی۔ دورانِ تقریر مولانا شوکت علی نے دریافت کیا کہ:- ”کوئی ہے جو راہِ خدا میں اپنی جان فدا کرے؟“ تو اُس

وقت بارہ ہزار کے مجمع میں سے صرف حضرت قبلہ ہی کھڑے ہوئے تھے اور آپ نے نہایت چاہ و استقلال سے فرمایا تھا کہ ”میں حاضر ہوں اور راہِ خدا میں اپنی جان فدا کرنے کو تیار ہوں“ مولانا شوکت علی نے آپ کے ایثار کی بے حد تحسین کی اور آپ کو ”سنوئی ہند“ کے لقب سے یاد کیا۔

تحریک خلافت میں آپ کی روز افزوں سرگرمیوں سے حکومت کے اخبار ”سول اینڈ ملٹری گزٹ“ لاہور نے بڑی بوکھلاہٹ کا اظہار کرتے ہوئے لکھا کہ: ”حکومت کو گاندھی جی کا اس قدر خطرہ نہیں ہے جس قدر پیرسید حافظ جماعت علی محدث علی پوری کا ہے“ (۴۴)

شدھی تحریک کا آغاز ۱۹۲۳ء میں جب صوبہ یوپی (انڈیا) میں شدھی تحریک کا آغاز ہوا تو چند ہندو سرمایہ داروں نے اور بالخصوص سوامی شردھانند نے انگریز حکمرانوں کی سازش سے مسلمانوں کو مرتد بنانے کی اسکیم بنائی اس صورت حال سے حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ کو سخت صدمہ پہنچا۔ آپ نے اس فتنہ کے انسداد و استحصال کا مصمم ارادہ کر لیا اور ۱۰ اپریل ۱۹۲۳ء کے سالانہ اجلاس انجمن خدام الصوفیہ ہند منعقدہ علی پور سیداں میں اپنے تاثرات عزائم اور پروگرام کا یوں اظہار فرمایا کہ ”یہ ایک ایسا نازک موقع ہے کہ اس کی نظیر تاریخ اسلام میں نہ ملے گی۔ اسلام کی دنیاوی وجاہت کو نہیں تا کا جاتا بلکہ سرے سے اسلام کی ہستی پر زد لگائی جاتی ہے۔ کوئی مسلمان ایسا نہیں ہے جس کا دل اس صدمے سے متاثر نہ ہوا ہو۔ بانی اسلام ﷺ کا تو یہ حکم ہے کہ اپنے مردے بھی اغیار کے ہاتھوں میں نہ جانے دو اور یہاں یہ حالت ہے کہ ہمارے زندوں کو اغیار لئے جائیں اور ہم دیکھا کریں۔“

”اس وقت حمیت تو یہ ہے کہ جب تک اس فتنہ کا انسداد نہ ہو۔ ہر مسلمان اپنے اوپر خواب و خور حرام سمجھے اور دامے، درمے قلمے قدمے، سخن الغرض ہر ذریعہ سے جو خدمت دین اسلام کی اس سے ممکن ہو اس سے دریغ نہ کرے اور جب تک یہ فتنہ فرد نہ ہو جائے اپنی سعی کو مسلسل جاری رکھے۔ میں نے عزم بالجزم کر لیا ہے کہ اس اہم مقصد کی خاطر سینکڑوں مبلغ میدانِ ارتداد میں بھیجوں گا اور خود بھی موقع پر پہنچ کر حصہ لوں گا۔ اور جب تک گمشتگانِ دین متین کو حلقہ اسلام میں واپس نہ لے آؤں، چین سے نہ بیٹھوں گا۔ سردست مبلغ گیارہ سو روپے

نقد دیتا ہوں اور سو روپیہ ماہوار اس کارِ خیر میں دیتا رہوں گا اور اپنے تمام ذرائع و وسائل کو انسدادِ فتنہ ارتداد کے لئے وقف کر دوں گا۔“

شدھی تحریک کی سرکوبی: اس اعلان کے فوراً بعد آپ نے اس فتنہ کی سرکوبی کیلئے مہم شروع کر دی آپ کے صاحبزادگان و دیگر اہل خاندان نے بھرپور کردار ادا کیا۔ آپ نے پہلا وفد ۲۱ مئی ۱۹۲۳ء کو روانہ کیا اور خود رہتک شہر تک اُن کے ساتھ تشریف لے گئے۔ تین ماہ میں آپ نے چھپا سی وفد بھیجے جن میں خلفِ اکبر سراج الملت حضرت صاحبزادہ پیر سید محمد حسین شاہ صاحب (ف ۱۹۶۱ء) خلفِ اصغر شمس الملت صاحب زادہ نور حسین شاہ صاحب (ف ۱۹۷۸ء) مولانا غلام احمد اغلہ امرتسری (ف ۱۹۲۸ء) مولانا قاضی حفیظ الدین رہتکی (ف ۱۹۴۴ء) مولانا محمد حسین قصور بی اے (ف ۱۹۲۷ء) مولانا امام الدین رائے پوری (ف ۱۹۵۲ء) مولانا قاضی عبدالمجید (ف ۱۹۵۶ء) جیسے علماء و فضلاء اور مناظر سب ہی لوگ شامل تھے۔ اللہ کے فضل و کرم سے آپ کی کوششیں بار آور ثابت ہوئیں اور ہزاروں مرتد دوبارہ داخلِ اسلام ہو گئے۔ آپ نے تمام متاثرہ علاقوں کا دورہ کیا۔ آگرہ، متھرا، ریاست بھرت پور، ریاست بڑودہ، گڑگانوال فرخ آباد اور رہتک میں وفد کے ساتھ شب و روز کام کیا۔ (۴۵)

فتنہ دو آبہ گنگ کی سرکوبی: دو آبہ گنگ و جمن علاقہ برج میں آگرہ شہر سے ایک ہزار با اثر ہندو و کلاء، بیرسٹر، بڑے بڑے تاجر اور زمیندار موٹروں اور تانگوں کے ذریعے سکندر پورہ پہنچے اور مسلمانوں کو مرتد بنانے کی پوری پوری کوشش کی۔ آپ نے مردانہ وار مقابلہ کر کے اُن کو میدان چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ اس طرح علاقہ مذکورہ اس عظیم فتنہ سے محفوظ رہا۔ اس تحریک کے دوران آگرہ آپ کا ہیڈ کوارٹر تھا۔ آپ نے اکیس جلسوں کی صدارت خود فرما کر فتنہ مذکورہ کو کچل دیا۔ کئی دینی مدارس، مسجدیں اور کنوئیں بنوائے لاکھوں روپیہ غربا میں تقسیم کر کے انہیں دولت اسلام سے محروم ہونے سے بچالیا۔

آل انڈیائی کانفرس کا انعقاد: ۱۹۲۵ء میں آل انڈیائی کانفرس مراد آباد (انڈیا) کا انعقاد ہوا جس میں برصغیر کے طول و عرض سے ہزاروں علماء و مشائخ اور لاتعداد عوام اہلسنت نے شرکت کر کے دہر میں اسم محمد ﷺ سے اجالا

کرنے کا عہد کیا اور پروگرام کی تشکیل ہوئی۔ آپ کو با اتفاق رائے صدر منتخب کیا گیا۔ آپ نے معرکہ الآرائی البدیہ خطبہ صدارت میں اسلام کی حقانیت، تبلیغ عیسائی مشزیوں کا مقابلہ کرنے اہلسنت کے حقوق کی حفاظت اور دیگر امور کا تفصیل سے ذکر کیا اور عوام اہلسنت کو متحرک، فعال اور منظم کرنے کے لئے تجاویز پیش کیں۔ (۴۶)

مسجد شہید گنج کا واقعہ: ۱۹۳۵ء مسجد شہید گنج کی تحریک چلی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ تن من دھن کی بازی لگا کر میدان میں آئے۔ مسجد کی واگزاری کے لئے یکم ستمبر کو راولپنڈی میں ایک کانفرنس ہوئی جس میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ اور محمد اسحاق مانسہروی کو نائب امیر ملت منتخب کیا گیا۔ بیعت امارت سب سے پہلے علامہ عنایت اللہ مشرقی (ف ۱۹۶۲ء) نے کی۔ امیر ملت منتخب ہونے کے بعد آپ نے مندرجہ ذیل اعلان جاری فرمایا:

1. مجھے ایک لاکھ سرفروش جاننا زدر کار ہیں۔

2. ایک روپیہ فی کس کے حساب سے ایک لاکھ روپیہ بیت المال کے لئے درکار ہے۔

3. تمام بازاری عورتیں پیشہ ترک کر دیں اور شرعی نکاح کر کے رمضان المبارک سے پہلے پہلے گھروں میں بیٹھ جائیں۔

4. مسلمان تجارت اپنے ہاتھ میں لے لیں۔

رات کو مسجد انگور محلہ امام باڑہ راولپنڈی میں آپ کی صدارت میں ایک سو سے زائد نمائندگان قوم کا اجتماع ہوا اور آپ کی باوقار قیادت میں انگریز حکمرانوں سے ٹکر لینے کا با اتفاق رائے فیصلہ ہوا۔ تمام پولیس کو اجلاس سے باہر نکال دیا گیا تو DC کا حکم آیا کہ ہمارا DSP لازماً اجلاس میں شریک رہے گا ورنہ ہم طاقت استعمال کریں گے۔ اس موقع پر حضرت امیر ملت نے جس جرأت و پامردی کا ثبوت دیا۔ اُس کی مثال شاید ہی ملتی ہے۔ تحریک پاکستان کے نامور سپاہی سید غلام مصطفیٰ خالد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ آف راولپنڈی اپنے ایک مضمون مطبوعہ ماہنامہ انوار الصوفیہ، قصور بابت اگست ۱۹۷۵ء ص ۳۰ پر لکھتے ہیں کہ ”یہ مرحلہ امیر ملت بننے کے چند گھنٹے بعد پیش آیا۔ آزمائش میں تمام ذمہ داری حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ پر ڈال دی گئی اور حضرت نے ایک عظیم مجاہد کی طرح اپنے نیلی پوش کفن بردوش رضا کاروں کو حکم دیا کہ اجلاس میں موجود ڈی ایس پی خفیہ کو مسجد انگور کی حدود سے

خارج کر دیا جائے۔ پھر دیکھا جائے گا کہ انگریز کیا کرتا ہے۔ الغرض حکم کی تعمیل کی گئی اور ڈی ایسی پی کو مسجد کی حدود سے نکال باہر کیا۔ اس جرأت مندانہ اقدام سے اجلاس میں غیر معمولی جوش و خروش پیدا ہو گیا اور تمام لیڈروں نے امیر ملت کے حکم پر کٹ مرنے کی بیعت کی ”اس کے چند روز بعد لاہور میں گولی چلی اور آپ فوراً لاہور کے لئے روانہ ہو گئے۔ (۴۷)

تاریخ ساز جلوس کی قیادت: ۸ نومبر ۱۹۳۵ء کو بادشاہی مسجد لاہور سے آپ کی قیادت میں پانچ لاکھ جانبازوں کا ننگی تلواروں کے ساتھ شاندار اور عدیم النظیر جلوس نکلا جس کا نظارہ چشم فلک نے کبھی نہ دیکھا ہوگا۔ جب آپ صحن مسجد سے جلوس کی قیادت کے لیے اترے تو مسلمان دیوانہ وار خیر مقدم کے لئے آپ کی طرف لپکے۔ حکومت اور غیر مسلموں کو خطرہ تھا کہ کہیں فساد نہ ہو جائے لیکن نظام ایک مرد حقیقت آگاہ کے ہاتھ میں تھا۔ لہذا فساد کیسے ہو سکتا تھا۔ یہ جلوس بخیر و خوبی دہلی دروازہ پہنچ کر ختم ہو گیا۔

اس عدیم المثال جلوس میں حضرت اقدس کے صاحبزادگان اور متوسلین کے علاوہ برصغیر کی تمام مشہور شخصیتوں مثلاً حامد رضا بریلوی (ف ۱۹۴۳ء) اور علماء مشائخ نے شرکت کی۔ اُسی رات دہلی دروازہ کے باہر ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا جس میں مختلف مقررین کے بعد آپ نے عدیم المثال خطبہ صدارت ارشاد فرمایا جس میں مسلمانوں کو درپیش مسائل و مشکلات کے علاوہ مسجد شہید گنج کی شہادت کا خاص طور پر ذکر کیا جس میں آپ کے ارشاد پر سب مسلمانوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ حضرت اقدس کے اس ایمان افروز باطل سوز خطاب کے بعد قراردادیں منظور کی گئیں اور پھر دعائے خیر کے ساتھ جلسہ اختتام پذیر ہوا۔ (۴۸)

تجدید و احیاء دین: ”حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ کی نوجوانی کے زمانے میں تمام ملک ہندوستان میں الحاد کا دور دورہ تھا۔ عوام الناس عادات و اخلاقی اور اعمال و افعال کے لحاظ سے گمراہی اور الحاد کے رنگ میں ایسے رنگے ہوئے تھے کہ اسلامی شان و امتیاز سے یکسر بیگانہ تھے۔ غیر اسلامی رسوم و شعائر کو دین و ایمان سمجھ بیٹھے تھے کہ خدا رسول ﷺ کی تعلیمات سے یکسر بیگانگی تھی۔ کفر اور شرک کے پجاری رشد و ہدایت سے نبرد آزما تھے اور ہندوستان

سے اسلام کا نام مٹا دینے پر کمر بستہ۔ غرض پورا برصغیر شمال سے جنوب اور مشرق سے مغرب تک اسپین میں اسلام کے آخری دور سے مماثل نظر آتا تھا۔“ (۴۹)

انیسویں صدی میں مسلمانوں کی زبوں حالی: انیسویں صدی میں مسلمانان ہند کی مذہبی حالات بے حد زبوں تھی۔ شمال سے جنوب اور مشرق سے مغرب تک یکساں گمراہی پھیلی ہوئی تھی۔ دیہات کے مسلمان تو صرف برائے نام مسلمان تھے۔ سکھا شاہی کے اثرات بد کی وجہ سے شمالی ہند اور خصوصاً پنجاب میں مسلمانوں کا حال اور بھی ابتر تھا۔ ہندو اور سکھ مسلمانوں کے ساتھ اچھوتوں سے بدتر سلوک کرتے تھے۔ سکھوں کی وحشی حکومت اور ان کی بربریت و اقتدار ختم ہوا تو انگریز آئے وہ ان سے زیادہ اسلام دشمن اور مسلم کش تھے۔

انہوں نے دشمنان اسلام کے کام کو اور آگے بڑھایا۔ اپنے منافقانہ اور مفسدانہ عزائم کو نئی شکل دی اور اسلام کی بیخ کنی اور مسلمانوں کو ملیا میٹ کرنے کیلئے نئے نئے حربے ایجاد کئے۔ جگہ جگہ اپنے پادری بھیجے جو مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے نئے طریقے استعمال میں لائے تاکہ مسلمان صراطِ مستقیم سے بھٹک جائیں ان میں حلال و حرام کا امتیاز جاتا رہا۔ اور اسلام کی بیخ کنی کی راہ ہموار ہو جائے۔ ہندوستان میں مسلمانوں پر جو برا وقت آیا تھا، اُس کا آغاز دو سو سال قبل ہو چکا تھا۔ ہندوؤں اور سکھوں کی اجتماعی کوششوں اور سکھا شاہی نے اسے تقویت پہنچائی۔ اور انیسویں صدی عیسوی میں پورے برصغیر میں دینِ متین کا چراغ ٹمٹماتا ہوا نظر آنے لگا۔ عام مسلمانوں اور خصوصاً دیہات کے مسلمانوں کی حالت زار پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا کہ وہ صرف نام کے مسلمان رہ گئے تھے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور دوسرے احکامِ شریعت مطلقاً بھول چکے تھے۔ اسلامی اعمال و شعائر سے قطعاً نا بلد ہو چکے تھے۔ رمضان شریف میں دن کو پکاتے اور کھاتے۔ نماز کی کوئی پروا نہیں رہی تھی۔ اسی طرح دوسرے اسلامی احکام کی کھلم کھلا خلاف ورزی کرتے اور ان کو احساس بھی نہ ہوتا تھا کہ کیا کر رہے ہیں۔ اور راہِ راست سے کتنے دور بھٹکے جا رہے ہیں۔ اکثر مقامات اور دیہات میں مسلمانوں کے نام بھی ہندوؤں جیسے ہونے لگے تھے۔ حرامِ حلال کی تمیز ختم ہو گئی تھی گاؤں میں مسجدیں منہدم کر دی گئی تھیں۔ جو باقی تھیں وہ بھی ویران

اور غیر آباد تھیں سکھ مسجدوں میں اذان نہیں دینے دیتے اگر کوئی جرأت کر کے اذان دے دیتا تو اُسے مارتے پیٹتے اور سختی سے پیش آتے تھے۔ مسلمانوں کو ذبیحہ کی اجازت نہ تھی۔ گائے تو کیا کوئی بکری بھی ذبح کرے تو اُس کو زود کو بکرتے تھے۔ اور جھٹکے کا گوشت کھانے پر مجبور کرتے تھے۔ غرض مسلمانوں کی زبوں حالی اور اسلام کو مٹا دینے کی کوششیں شباب پر تھیں اور مسلمان روز بروز قعر و ذلت میں گرتے جا رہے تھے۔ ہندو ماشکی (چیور) مسلمانوں کے گھروں میں پانی بھرتے تھے۔ اور یہ پانی صرف ہندوؤں کے کنوؤں سے لایا جاتا تھا۔ ہندوؤں کے کنوؤں کا حال سب کو معلوم ہے کہ وہ ہر حال میں پاک سمجھے جاتے ہیں۔ خواہ ان میں گوبر، بول، براز چوہا، بلی گر کر اُسے گندہ کر دے۔ مساجد کو ہندوؤں اور سکھوں نے ویران اور غیر آباد تو کر ہی دیا تھا۔ مگر کتنی مسجدوں کو ان بد بختوں نے اپنے تصرف میں لے رکھا تھا اور وہاں مویشی باندھتے تھے جس کی وجہ سے ہر طرف نجاست اور غلاظت پھیلی رہتی تھی۔ لوگوں کو انیسویں صدی کے ان حالات کا اندازہ کرنا بھی مشکل ہے۔ لیکن دیہات میں جو ابتر حال تھا اس سے صرف نظر کر کے اس تاریخی حقیقت پر غور کیجئے تو آپ اپنا سر پیٹ لیں گے کہ اس زمانے میں پشاور جیسے مسلمان اکثریت کے شہر میں کتنی ہی مسجدیں ہندوؤں اور سکھوں کے قبضے میں مدتوں رہیں۔ اسی طرح تاریخ شاہد ہے کہ دہلی کی جامع مسجد مدتوں غیر مسلموں کے تصرف میں رہی۔ پشاور اور دہلی کی یہ مسجدیں بیسویں صدی میں واگزار ہو سکی ہیں اور تاریخ کی شہادت حقیقت کی صداقت پر گواہ عادل ہے۔ (۵۰)

احیائے دین اور ترویج شریعت: ضرورت تھی کہ کوئی بندہ خدا اور مرد با خدا میدان عمل میں اترے۔ احیائے دین اور ترویج شریعت کا بیڑا اٹھائے اور مسلمانوں کو از سر نو صراطِ مستقیم پر گامزن کرے۔ تو آپ پیر سید حافظ جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ بمنشائے ایزوی دین متین کی تجدید و احیا اور شریعت حقہ کی ترویج و تبلیغ کے لئے صرف توکل اور نصرت الہی کے بھروسے پر سرگرم عمل ہو گئے اور مدت العمر اس منصب عالی پر فائز رہ کر جفاکشی، تن دہی، اور ریاضت شاقہ کی وہ مثال قائم فرمائی جس کی نظیر انیسویں اور بیسویں صدی میں ملنی ناممکن ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو خداوند رب العزت کی تائید اور نصرت حاصل تھی کہ باوجود ہر قسم کی مشکلوں اور رکاوٹوں کے کامیابی و کامرانی

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے قدم چومتی رہی اور ترویج شریعت، تجدید دین اور احیائے اسلام میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو حیرت انگیز اور عظیم کامیابیاں اور فتوحات حاصل ہوئیں۔

الاقرب فالاقرب: سب سے پہلے حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز نے علی پور سیداں کی اصلاح فرمائی۔ اَلَا قُرْبُ فَا لَا قُرْبُ کا اصول اور سنت نبوی ﷺ کا مکمل اتباع منظور تھا۔ یہاں سادات کرام کا اثر تھا۔ اس لئے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے مقصد میں بہت جلد کامیابی ہوئی۔ اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے آس پاس کے دیہات کی جانب توجہ کی اور ان کی اصلاح کے بعد دُور دُور کے دیہات اور قصبات تک اپنے دائرہ کو بڑھایا۔ اسی طرح پنجاب کے شہروں میں تبلیغ ارشاد فرمائی۔ چونکہ سڑکیں اور سواریاں نام کو بھی نہ تھیں اس لئے آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک جگہ سے دوسری جگہ پیدل سفر کرتے غرض اس طرح بتدریج حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اپنے دائرہ عمل کو وسعت دیتے رہے۔ پنجاب کے بعد دہلی اور یوپی اور اس کے بعد سی پی اور دکن اور مشرق و مغرب کے دوسرے شہروں اور مضافات میں احیائے دین اور تجدید اسلام کے لئے ہر طرح کی صعوبتوں اور ریاضتوں کو آسان جان کر سفر فرماتے اور اس مقصد عظیم کی تکمیل فرماتے تھے۔ بیسویں صدی میں آپ کو رب العزت کے فضل و کرم سے گھوڑے اور تانگہ کی سواری بھی فراہم ہو گئی۔ چنانچہ آپ دور کے سفروں میں گھوڑے یا تانگہ سے کام لینے لگے۔ ریلیں پھیلتی گئیں تو لمبے سفر ریل سے طے فرمانے لگے۔ مگر آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے فرض کی انجام دہی اور مقصد کی سر بلندی کے لئے سہولتوں کی تلاش نہ ہوتی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سینکڑوں سفر ایک ضلع سے دوسرے ضلع ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں پیدل ہی سر انجام دیئے ہیں۔ (۵۱)

اپنے تمام اخراجات خود اٹھانا: حضور قبلہ عالم کا قیام کسی گاؤں میں کم ہوتا تھا اور کسی میں زیادہ عموماً مساجد میں قیام فرماتے تھے۔ اگر کوئی مسلمان قیام کیلئے جگہ فراہم کرتا تو عام طور پر اس کو قبول کرنے میں تامل فرماتے تھے۔ جس گاؤں میں قیام ہوتا وہاں کام کی تکمیل کے بعد ہی اگلے گاؤں کا قصد فرماتے تھے۔ بسا اوقات آپ نے کئی مہینے اس طرح کے تبلیغی دوروں میں صرف فرمائے۔ اور کبھی کبھی سال بھر اور اس سے بھی زیادہ طویل ہو گئی ہے۔ اس

تمام مدت میں آپ اپنا بار کسی دوسرے پر نہیں ڈالتے تھے۔ کھانے پکانے کا سامان آپ کے ہمراہ ہوتا تھا۔ جہاں قیام فرماتے اپنا پکاتے اپنا کھاتے۔ جو رفقا آپ کے ساتھ ہوتے ان کے اخراجات کی کفالت بھی آپ فرماتے تھے۔ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز جس گاؤں اور مقام پر پہنچتے وہاں لوگوں کو از سر نو مسلمان بناتے تھے۔ ان کو کلمہ یاد کراتے نماز روزے کی سخت تاکید فرماتے۔ ارکان اسلام سکھاتے۔ شرعی مسائل بتاتے۔ پابندی شریعت اور اتباع سنت کا راستہ دکھاتے سمجھاتے جزئی اور فروعی احکام اور مسائل سکھاتے۔ غیر اسلامی رسموں اور رواجوں سے منع کرتے اور ان کو بند کراتے۔ غرض جاہل، ناواقف اور بے خبر نام نہاد مسلمانوں کو سچا مسلمان بناتے اور ان کو صراطِ مستقیم پر گامزن ہونے کی توفیق دیتے تھے۔ (۵۲)

مجدد دوران: قطب ارشاد اور سید بھی اس صدی کے وہی مجدد بھی حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ منجانب اللہ مجدد دوراں کے مرتبے پر فائز اور تجدید و احیاء دین کے لئے مامور تھے۔ امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے سنن ابو داؤد کی جلد ۲ صفحہ ۲۴۱ پر صحیح حدیث روایت کی ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ إِنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ فِي هَذِهِ الْأُمَّةِ عَلَى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُجَدِّدُ دِينَهَا (ترجمہ: بے شک اللہ اس امت میں ہر صدی کے آغاز پر ایسے شخص کو بھیجے گا جو امت کیلئے دین کی تجدید کریگا۔) بلاشبہ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز اس حدیث نبوی کا مصداق تھے۔ اور آپ ہی چودھویں صدی ہجری کے مصلح، اور مجدد تھے۔ (۵۳) حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو مشیت ایزوی نے حزب اللہ کا سردار بنایا تھا۔ اور بمصداقِ آلا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (۵۴) نصرت الہی اور اعانت ربانی آپ کے ساتھ تھی۔ چنانچہ اس برصغیر میں جہاں مسلمانوں میں دینِ متین کی صحیح روح منقود ہونے لگی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تجدید دین فرمائی۔ احیائے مذہب کیا اور مسلمانوں کو قرآن و حدیث کی راہ پر چلنا سکھایا۔ اور اس طرح جہاد اکبر تبلیغ دین احیاء اسلام کے فرائض بہ یک وقت انجام دے کر اس صدی کے مجدد کے منصبِ جلیلہ پر مدتِ العمر فائز رہے۔ ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرمائے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو رب العزت نے عظیم الشان قوت برداشت

ہمت اور طاقت عطا فرمائی تھی۔ آپ مہینوں تک مسلسل شبانہ روز جفاکشی اور ریاضت کی زندگی میں مصروف رہتے، مگر حوصلہ و استقامت ذرہ برابر فرق نہ آنے پاتا تھا۔ اور کبھی انہیں کٹھن صعوبتوں اور مشقتوں سے تھکن تک محسوس نہ فرماتے تھے۔ پھر یہ کہ یہ عمل صرف جوانی کے زمانے میں نہ تھا بلکہ سو سال سے اوپر عمر بیماریوں اور ضعف میں بھی یہی معمولات جاری رہے۔ جہاں آپ کو رب تعالیٰ نے ایسی غیر معمولی طاقت و ہمت عطا کی تھی، اسی کے ساتھ آپ کی زبان فیض ترجمان میں وہ تاثیر بھردی تھی کہ لوگ جوق در جوق آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ کے پند و نصائح سے اثر پذیر ہوتے اور ہدایت حاصل کرتے تھے۔ ”جو اللہ کا ہو جاتا ہے، اللہ بھی اس کا ہو جاتا اور اس کی اعانت فرماتا ہے“ درحقیقت یہ سب کچھ اس کا فیضان تھا۔ اور سنت نبویؐ کے کامل اقتدا کے ثمرات تھے جو آپ کو ساری عمر حاصل ہوتے رہے۔ ایں سعادت بزور بازو نیست۔ تانہ نخشہ خدائے بخشندہ حضرت قبلہ عالمؑ نے تجدید مذہب، احیائے دین اور ترویج احکام و شعائر اسلام کے لئے بے شمار طریقوں پر عمل فرمایا ہے۔ اور حالات و مقامات کے مطابق مناسب راہ اختیار فرمائی ہے۔ (۵۵)

پابند شریعت بنانا: خواتین اپنی مشکلات اور حاجات حل کرانے کیلئے دعا اور تعویذ کیلئے اکثر خدمت والا میں حاضر ہوتیں۔ آپؐ انکی فریاد سنتے۔ اول انکو نماز روزے پر عامل بننے کا حکم دیتے پابندی کی تاکید فرماتے، اور احکام شرعیہ کے مطابق عمل کرنے کا پختہ وعدہ لیتے تھے۔ اس طرح بیماروں کو دعا اور دوا سے قبل نماز کی پابندی اور شریعت پر قائم رہنے کی سخت تاکید فرماتے۔ چنانچہ ہزاروں لاکھوں خواتین و حضرات صاحب سے ہدایت و رہنمائی حاصل کر کے کامیاب و بامراد لوٹتے اور آخر دم تک نماز اور احکام شرع کے پابند رہتے تھے۔ اور انکی اولاد در اولاد پابند شریعت اور قبیح سنت بن گئی ہے۔ آپؐ ترویج سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں سرگرم عمل رہے۔ جو لوگ آپؐ کے دست حق پرست پر بیعت کر کے سلسلہ عالیہ میں داخل ہوتے، آپؐ انکو تعلیم و تلقین فرماتے۔ اور ادو وظائف سکھاتے تہجد کا پابند بناتے اور دیگر تعلیمات پر پابندی کی ہدایت کرتے۔ اس سلسلے میں بارہا ایسا ہوا ہے کہ حضرت قبلہ عالمؑ مہینوں اپنے گاؤں سے باہر رہے۔ کبھی سال سال بھر وطن سے بہت دور گزارا ہے۔ مگر اس مشقت شاقہ

سے آپ کا شوق و ذوق بڑھتا ہی جاتا تھا۔

تبلیغی دوروں کے رفقا: ان تبلیغی دوروں میں حضور رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ کم یا زیادہ تعداد میں یا ران طریقت اور علماء دین بھی شریک کار ہوتے تھے۔ آپ ان سب رفقا کے جملہ اخراجات سفر و طعام و قیام کے کفیل ہوتے اور ان کے آرام کا ہر طرح کا خیال رکھتے تھے۔ (۵۶)

سور المومن شفاء: حدیث شریف میں آیا ہے فی سور المومن شفاء (ترجمہ) ”مومن کے مابقی میں شفا ہے“ اور یہ حدیث کتب صحاح میں مختلف اسناد صحیحہ سے نقل ہوئی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ مومن کامل اور بندہ صالح تھے۔ کتنے مریض آپ کے اُش مبارک سے شفا یاب ہو کر دیرینہ بیماریوں سے نجات حاصل کرنے میں کامیاب ہوتے رہے ہیں۔ (۵۷)

ہندوانہ رسموں کا انسداد: دیہات کے مسلمانوں میں کتنی ہی ہندوانہ رسمیں عام طور پر رائج تھیں۔ ان کو پتہ ہی نہ تھا کہ بہت سی رسمیں خلاف شریعت ہیں۔ وہ اپنے اجداد کی رسموں کو صحیح سمجھتے تھے اور کوئی بتانے والا نہ تھا کہ وہ اس طرح واضح طور پر کفر کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ راجپوت اور جاٹ قبائل کے جو لوگ مسلمان ہوئے تھے۔ وہ بے چارے ایسے بہت سے خلاف شرع اعمال پر قائم تھے۔ آپ پہلی مرتبہ موضع نکودر ضلع جہلم تشریف لے گئے۔ وہاں ایک درخت کی جڑ میں بہت بڑا پتھر گڑا ہوا تھا۔ ان مسلمانوں کا یہ عقیدہ تھا کہ جس کی گائے بھینس نئی دودھ دینے والی ہو وہ پہلی مرتبہ سارا دودھ اس پتھر پر لا کر ڈالے۔ اگر کوئی نہ ڈالے تو اس کی گائے بھینس کے تھنوں میں سے خون آنے لگے گا۔ اس عقیدے کے مطابق سب لوگ پہلی مرتبہ دودھ اس پتھر پر لا کر ڈال دیتے تھے۔ جب آپ گوان کی اس مشرکانہ رسم کا علم ہوا تو آپ نے حکم دیا کہ اس پتھر کو یہاں سے اُکھاڑو اور فرمایا کہ ہم آج نکودر والوں کے خدا کو دریاے جہلم میں ڈالنے لئے جاتے ہیں۔ آپ نے سب کو حکم دیا کہ کوئی آج سے دودھ یہاں نہ ڈالے۔ اگر کسی کی گائے بھینس کے تھن میں خون آئے گا تو اس کا میں ذمہ دار ہوں۔ اس طرح اہل نکودر کی اس مشرکانہ رسم کو محو کیا۔

نکاح بیوگان کا مسئلہ: رہتک حصار وغیرہ اضلاع کے دیہات میں جہاں اور بہت سی ہندوانہ رسمیں رائج تھیں۔ انہی میں بیوہ کا معاملہ بھی تھا۔ آپؐ کو مشرکانہ رسموں اور کافرانہ رواجوں کا علم ہوا تو آپؐ نے برملا تبلیغ شروع فرمائی اور وعظ میں برسر عام اس طرح کی بے دینی کی مذمت کی۔ نکاح بیوگان کے مسئلے کو شرع و بسط سے بیان کیا۔ بیوہ کا نکاح نہ کرنے کو گناہ عظیم بتایا۔ شریعت کے مسائل واضح کئے۔ اور زور دیا کہ بیوہ عورتوں کا نکاح کرو اور اس طرح اللہ رسول ﷺ کے احکام کی تعمیل کر کے اپنی دنیا اور عاقبت سدھارو۔ ان اضلاع کے دیہات میں اس کے بعد سے نکاح بیوگان نے رواج پایا۔ اور اللہ کے فضل و کرم سے ان گھروں نے دولت ایمان حاصل کی۔ روہتک اور حصار کے ان راجپوتوں کو راہ راست پر لانے اور دین پر چلانے کے کام میں حضرت امیر ملتؒ کے ساتھ مولانا مولوی عبدالحق صاحبؒ کا بہت بڑا حصہ ہے۔ آپؐ نے لاکھوں انسانوں کو دیندار بنایا، نمازوں کا پابند کیا، اتباع سنت کا راستہ دکھایا اور تمام کاموں میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا فرماں بردار بننا سکھایا۔ اسی لئے آپؐ کے مدارج میں وہ اضافہ ہوتا رہا ہے جو دوسروں کو نصیب نہیں ہو سکتا۔ (۵۸)

تبلیغ وارشاد: حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز تبلیغ وارشاد کے لئے برصغیر کے دور دراز علاقوں میں تشریف لے جاتے تھے۔ آپؐ نے پنجاب، سرحد، بہاولپور، سندھ، کراچی، یوپی، سی پی، مدراس، بمبئی، میسور، دکن، حیدرآباد، دہلی، بنگال، آسام اور دور دراز علاقوں میں بار بار تبلیغی دورے فرمائے ہیں۔ یاغستان، افغانستان، سعودی عرب وغیرہ اور برصغیر کی مسلم اور ہندو ریاستوں میں بھی تشریف لے گئے ہیں اور ہر جگہ لوگوں کو اسلام سے روشناس کیا۔ ان کے ایمان کو بچایا، دین و شریعت کا پابند بنایا، غیر مسلموں کو زیور ایمان سے مالا مال کیا، اور صراطِ مستقیم پر چلنا سکھایا ہے۔

تبلیغ دین اور ترویج سلسلہ: آپ رحمۃ اللہ علیہ اسلام کی نشر و اشاعت اور دین کے لئے احیاء و تجدید کے مقصد جلیل کے لئے جو دورے فرماتے تھے وہ تمام ملک ہندوستان پر محیط تھے۔ اس کے ساتھ آپؐ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی ترویج بھی فرماتے۔ جو لوگ داخل سلسلہ ہونے کا اشتیاق ظاہر کرتے آپؐ انہیں حلقہ ارادت میں شامل کرتے یہ کوئی نئی بات نہ تھی۔ وہی اتباع سنت نبویؐ اور پیروی سلف صالحین اس طریقہ کا سرچشمہ ہے۔ اس طرح داخلے

سلسلہ ہونے والوں کو گناہوں سے توبہ کرانا اور اعمال صالحہ پر کاربند بنانا مقصود ہوتا ہے۔ محرمات و منہیات سے باز رکھنا۔ قرآن و حدیث کے مطابق صراطِ مستقیم اور نیک کاموں پر چلنا۔ سیرتِ نبویؐ کی راہِ راست پر اپنے اعمال کو ڈھالنا۔ اور شریعت و سنت کا کامل اتباع کرنا سلسلہِ عالیہ کی خصوصیات میں سے ہے۔ لوگوں کو داخل سلسلہ کرنے سے آپؐ کا مقصد والا بھی یہی تھا کہ اس طرح لوگ اچھے مسلمان اور پابند شریعت و سنت بن جائیں۔ آپؐ کی روحانیت کی بلندی کا یہ عالم تھا کہ جب آپؐ اسمِ ذات کی ضرب لگاتے تو سب پر وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ بعض لوگ تو بیہوش ہو جاتے تھے اور گھنٹوں ان کو ہوش نہیں آتا تھا۔ آپؐ داخل سلسلہ ہونے والوں کو کلمہ طیبہ پڑھواتے۔ اس کے معنی اور اس کی روح بتاتے اسمِ ذات کی تلقین فرماتے۔ اور اپنے روحانی تصرف سے ان کے دلوں میں ایمان کی روح اور اسلام کی محبت راسخ فرما دیتے تھے۔ سلسلہِ عالیہ میں داخل ہونے والے حضور کے ایسے گرویدہ ہو جاتے کہ حضور والا کے ارشادِ عالیہ کی پیروی و پابندی پر دل و جان سے مستعد ہوتے۔ اور ساری عمر کوتاہی نہ کرتے پانچوں نمازیں ہی نہیں تہجد بھی پابندی سے ادا کرتے۔ درود شریف کا ورد اور حضور کے بتائے ہوئے دیگر اوراد و وظائف کی پابندی، نیز فرائض و واجبات کے علاوہ سنن و نوافل کی ادائیگی انکی طبیعتِ ثانیہ بن جاتی۔ بلکہ یہ خوبیاں ان کے گھروں میں نسل در نسل باقی رہتیں۔ اور ان کے گھرانے اسلامی کردار کا صحیح نمونہ بن جاتے تھے۔ (۵۹)

ایڈیٹر جماعت امرتسری کی بیان کردہ روداد سفر: رسالہ جماعت امرتسر کے ایڈیٹر جناب عزیز مخدومی امرتسری ایک سفر میں حضرت قبلہ عالم قدس سترہ العزیز کے ہم رکاب تھے۔ یہ نومبر ۱۹۲۲ء کی بات ہے جب حضور کی عمر مبارک اسی سال سے تجاوز فرما چکی تھی اس سفر کی روداد انہی کے الفاظ میں ”ملی اور فلاحی ادارے“ عنوان کے ذیل میں درج کی گئی ہے۔ اس کے مطالعہ سے اندازہ ہو جائے گا کہ اس ضعیف العمری اور پیرانہ سالی میں بھی حضور قبلہ عالم اشاعتِ اسلام میں کیسی سرگرمی سے حصہ لیتے تھے۔ اور دینی اداروں کی سرپرستی میں کس قدر پیش رہتے تھے۔ ”فتنہ ارتداد“ اسی زمانے کی بات ہے۔ اس سے قبل ”تحریک خلافت“ میں آپؐ پورے جوش و خروش سے غیرتِ دینی

اور حمیت اسلامی کا مظاہرہ فرما چکے تھے۔ اور اس کے بعد ”ساردا ایکٹ“ اور مسجد شہید گنج کی تحریکوں میں باوجود کبرسنی اور ضعف جسمانی کے آپؐ جوانوں سے زیادہ جوش کے ساتھ سرگرم عمل رہے۔ مسلم لیگ کا مطالبہ پاکستان اور اس ذیل کی تحریکات کا زمانہ وہ ہے جب آپکا سن مبارک سو سال سے تجاوز کر چکا تھا۔ اور جبکہ ضعف اور امراض نے آپکو چلنے پھرنے سے معذور کر رکھا تھا۔

قومی و ملی خدمات: لیکن اس قومی و ملی تحریک میں آپؐ نے جس جوشِ عمل کا مظاہرہ فرمایا، اور آپ کی حمایت اور سرپرستی میں تحریک قیام پاکستان جس طرح پروان چڑھی اس کا ذکر بھی اس عنوان کے تحت آیا ہے جس کی تفصیل پڑھنے کیلئے قاری کو اُ کی سوئخ حیات پر لکھی ہوئی کتاب دیکھنی چاہیے۔ یہاں ہر بات تفصیل سے لکھنی ممکن نہیں مقصد یہ ہے کہ مختصر طور ہی سہی، حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کی حیات مبارک کے تمام پہلو یعنی دینی، فلاحی اور سیاسی خدمات قارئین کے سامنے آجائیں۔ اور موجودہ و آئندہ نسلوں کے لئے رہنمائی کا کام دیں۔ ورنہ حق یہ ہے کہ تجدید و ترویج دین، اور نشر و اشاعت سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے لئے آپؐ نے تقریباً ایک صدی تک جو خدمات جلیلہ کیں اور مساعی جمیلہ فرمائیں ان کا حصار و احاطہ ممکن نہیں۔ حضرت قبلہ عالم کی ریاضت و جفاکشی اور محنت و خودسپاسی کی مثال اس زمانہ میں ناپید ہے۔ آپؐ رب العزت کی جانب سے تجدید و احیائے دین کے منصب جلیل پر فائز کئے گئے تھے۔ اس لئے نصرت الہی اور تائید ایزوی آپؐ کے شامل حال تھی۔ ورنہ ہندوپاک میں ظلمت و جہالت اور بے دینی و گمراہی کی جو تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ اسلام کے خلاف جس طرح دشمن قوتیں محاز آ رہیں اور مسلمان جیسے خواب غفلت میں ڈوبے ہوئے فرائض دینی اور احکام شرعی سے ناواقف اور بے بہرہ ہو چکے تھے۔ اس کا انجام سخت خطرناک نظر آتا تھا۔ لیکن رب العزت کو ہماری نجات و فلاح مقصود تھی۔ کہ اس نے حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کو اس مقصد عظیم کیلئے متعین فرمایا۔ اور آپؐ نے ظاہری بے سروسامانی اور دنیاوی صعوبات و مشکلات کے باوجود، اپنے عزم و استقامت، جرأت و بے خوفی اور حوصلہ و استقلال سے اس برصغیر کے طول و عرض میں اسلام کے علم کو سر بلند کرنے اور شریعت حقہ کے اوامرو نواہی کو مروج کرنے میں اللہ کے فضل و

کرم اور فتح و نصرت کے زیر سایہ نمایاں کامیابی و کامرانی حاصل فرمائی۔ اوائل عمر میں پیدل چل کر اور آخری عمر میں چارپائی پر لیٹ کر تبلیغ فرماتے رہے۔ اور دینی و فلاحی خدمات سر انجام دیتے رہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں سر مو بھی فرق نہ آنے دیا۔ (۶۰)

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بے شمار دینی اور ملی خدمات ہیں: انجمن خدام الصوفیہ کا قیام، مدارس دینیہ، خدمت حرمین الشریفین، تعمیر مسجد، دیگر عمارت، ملی اور فلاحی ادارے، تحریک خلافت، فتنہ ارتداد، ساردا ایکٹ، مسجد شہید گنج، سنی کانفرنس اور تحریک پاکستان آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ان سب میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ان اداروں کی مالی اعانت بھی فرماتے تھے۔ کئی اخبار اور رسالے تو صرف آپ کی کفالت کی بدولت ہی جاری تھے۔ ان سب کا مقصد ایک تھا تبلیغ و ارشاد۔ مسائل دین کی تعلیم۔ اشاعت اسلام۔ تردید فرق باطلہ۔ حقانیت اسلام۔ اعلائے کلمۃ الحق۔ صحیح تصوف کی ترویج۔ شعائر اسلام کا تحفظ اور مسلمانوں کو ان کے دینی و ملی فرائض و احکام کی طرف متوجہ کرنا۔ (۶۱)

مدارس دینیہ: آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تبلیغ دین اور عامۃ المسلمین کی دینی و اخروی فلاح کیلئے ہر قسم کی مساعی فرمائیں جیسا کہ صفحات ماقبل سے اندازہ ہوگا انہی میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک کوشش یہ ہوتی تھی کہ زیادہ سے زیادہ دینی مدارس قائم کئے جائیں۔ چنانچہ اطراف و اکناف میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سے مدرسے جاری فرمائے، دوسروں کو ترغیب دی کہ مدرسے قائم کریں، اور قائم شدہ مدارس کی زیادہ سے زیادہ امداد فرمائی۔ چنانچہ یہ صدقہ جاریہ اب تک مختلف مقامات پر بچوں کی تعلیم و تربیت کا کفیل بنا ہوا ہے۔ اور بحمد اللہ دینی تعلیم کا مقصد خوش اسلوبی سے انجام پا رہا ہے۔ ایک عظیم دینی درسگاہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی میں ۱۹۱۶ء میں علی پور سیداں ضلع نارووال مدرسہ نقشبندیہ کے نام سے قائم کی تھی جو بخیر و خوبی جاری ہے۔ حضرت اکبر حضرت الحاج حافظ پیر مولانا سید محمد حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جید عالم و فاضل بزرگ تھے۔ ابتداء سے اپنی سجادگی کے زمانے تک آپ رحمۃ اللہ علیہ ہی اس مدرسہ کے مہتمم رہے۔ اساتذہ کا تقرر، طلبہ کے قیام و طعام کا انتظام، آمد و خرچ کے حسابات

اور دوسرے تمام کام آپ کی سرپرستی اور نگرانی میں انجام پاتے رہے۔ اس دینی درس گاہ میں درس نظامیہ کی تکمیل اور جملہ علوم شرعی منقولات کی تدریس اور دورہ حدیث کے علاوہ اس مدرسہ میں خاص طور پر حفظ اور تجوید کا انتظام ابتدا سے ہی ہوتا رہا ہے۔ مدرسہ نقشبندیہ علی بوریسیداں میں دور دور سے طلبہ تحصیل علم کے لئے آتے تھے۔ بخارا، کابل، بلوچستان، قندھار، سندھ، سرحد، بنگال اور ہندوستان کے دوسرے علاقوں کے طلبہ یہاں آکر معقول و منقول کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ طلبہ کو قیام و طعام کی تمام سہولتیں مفت مہیا کی جاتی تھیں۔ اور کسی قسم کی کوئی فیس نہ جب لی جاتی تھی اور نہ اب لی جاتی ہے۔ مدرسہ علی پور شریف میں ایک عظیم کتب خانہ بھی ہے۔ جس کی مالیت کئی لاکھ روپے ہیں۔ چونکہ کتب خانہ میں کتابوں کی فہرست طویل ہے صرف عنوان کے طور پر نام تحریر کئے جاتے ہیں۔ کتب تفسیر۔ کتب حدیث، کتب فقہ، کتب عقائد، کتب تصوف، کتب فارسی، کتب لغت، کتب قواعد و معانی، کتب تاریخ و سیر، کتب ادب، کتب علوم عقلی اور بے شمار مخطوطات ہیں۔ (۶۲)

مدینہ منورہ میں دینی درس گاہ اور یتیم خانہ: آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مدینہ منورہ میں ایک دینی درس گاہ کا قیام و اجراء فرمایا جو خاص طور پر ملحوظ تھا۔ چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک وسیع و عریض زمین خرید فرمائی اور عظیم عمارت تعمیر کرنے کا اہتمام فرمایا اب یہ عمارت کئی منزلہ بن چکی ہے۔ مگر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی حیات مبارک ہی میں درس گاہ اور یتیم خانہ قائم ہو چکا تھا۔ الحمد للہ مدینہ منورہ کا یہ ادارہ اور درس گاہ ترقی پر ہے۔ کافی تعداد میں طلبہ دینی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ یتیم و نادار بچوں کی کفالت کی جاتی ہے۔ حضرت قبلہ عالم کی باقیات الصالحات میں اسے ایک امتیازی حیثیت حاصل ہے۔ (۶۳)

دوسرے مدارس دینیہ: میسور میں مسجد اعظم کی تعمیر کے ساتھ ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مدرسہ نقشبندیہ قائم کیا تھا جو آج تک دینی خدمات انجام دے رہا ہے۔ جامع مسجد حاجی کالے خان صاحب مرحوم کوٹ عثمان خان قصور میں مدرسہ نقشبندیہ قائم کیا جو آج تک کام کر رہا ہے۔ فیصل آباد کی مسجد اور مدرسہ قائم کیا تھا جو اللہ کے فضل سے جاری ہے۔ سانگلہ ہل میں مدرسہ نقشبندیہ قائم کیا جو دینی خدمات اب بھی انجام دے رہا ہے۔ گجرات میں مولانا پیر سید

ولایت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی نگرانی میں مدرسہ نقشبندیہ قائم ہوا تھا۔ جوان کے جانشینوں کی سرپرستی میں بخیر و خوبی جاری ہے۔ ڈسکہ ضلع سیالکوٹ، گجرانولہ، چک نمبر ۶ موضع پنوں ضلع شیخوپورہ کے نقشبندیہ مدرسے قابل ذکر ہیں۔ یہ دینی ادارے آج بھی اللہ کے فضل سے قائم ہیں۔ اور دینی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ ان دینی اداروں کی سرپرستی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء سرانجام دے رہے ہیں۔ مکہ معظمہ کا مدرسہ صولتیہ ایک قدیم اور مقتدر درس گاہ ہے۔ اس مدرسہ کے اخراجات آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ہزار ہا روپے ارسال فرمائے۔ لاہور کا مدرسہ نعمانیہ قدیم دینی درس گاہ ہے اس کے قیام و اجراء میں آپ رحمۃ اللہ علیہ ابتدا سے حصہ لیتے رہے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اس کی اعانت اور بہبود سے خاص دلچسپی تھی۔

مدارس علاقہ ارتداد: فتنہ ارتداد کے زمانہ میں جو مدارس قائم فرمائے ان مدارس کی تعداد پینتالیس سے زیادہ تھی جو دہلی، آگرہ، متھرا، ایٹھ، فرخ آباد، علی گڑ، بلند شہر، ریتک وغیرہ کے اضلاع میں کشمیر و بڑودہ کی ریاستوں میں جاری کئے گئے تھے۔ ان مدارس کی رودادوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں ایک وقت میں ایک ہزار سے زیادہ طلبہ تعلیم حاصل کرتے تھے۔ جس کا فوری نمایاں فائدہ اس وقت یہ نظر آیا تھا کہ ان کی بدولت ہزاروں آدمی اللہ کے فضل سے مرتد ہونے سے محفوظ ہو گئے تھے۔ آپؐ نے اپنی طویل حیات مبارک میں دینی مدارس قائم کرنے کا خاص اہتمام کیا تھا۔ اور دور دراز نامعلوم مقامات پر بھی مدرسے قائم کئے تھے۔ جن میں سے اکثر اللہ کے فضل سے اب بھی جاری ہیں اور دینی تعلیم اور تبلیغ کا کام انجام دے رہے ہیں۔

خدمت حرمین الشریفین: حجاز مقدس سے ہر مسلمان کا گہرا دلی تعلق ہوتا ہے۔ اور حرمین الشریفین کی ممکنہ خدمت تو ہر مومن کو بہت زیادہ عزیز ہوتی ہے۔ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کو عرب شریف سے روحانی اور قلبی رابطہ تھا۔ حجاز مقدس کی عموماً اور حرمین الشریفین کی خصوصاً فلاح و بہبود اور ترقی و بہتری کے لئے سعی کرنا آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سب سے مقدم فریضہ تھا۔ چنانچہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی خدمت اور رفاہ عام کا آپ رحمۃ اللہ علیہ کو خصوصی اہتمام مقصود ہوتا تھا۔ اور آپ ہر ایسے کام کی شرکت میں مسرت و طمانیت محسوس فرماتے تھے۔ اور ان امور

کی انجام دہی اور کامیابی میں خاص طور پر سرگرم عمل ہوتے تھے جن سے دیار پاک کے باشندوں کے لئے کسی قسم کی بھی آسانی اور فلاح بہم پہنچ سکے۔ (۶۴)

اصلاحی و فلاحی خدمات:

فوجیوں میں تبلیغ و ارشاد: آپؐ فوجی چھاؤنیوں میں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ وہاں مختلف حیثیتوں اور طرح طرح کے خیالات کے جو افسر اور جوان ہوتے تھے، آپؐ ان کو اللہ کے احکام سناتے اور مسائل شریعت بتاتے تھے۔ آپؐ ان کو سمجھاتے کہ ”تم سب فوج کے نظام کے قائل اور اس پر عامل ہو۔ تم افسروں کا حکم ماننا لازم جانتے ہو۔ تو کیا تم یہ نہیں سمجھ سکتے کہ وہ احکم الحاکمین، جس نے تمہیں پیدا کیا، جو تمہارا رزاقِ حقیقی ہے۔ جسے ہر قدرت اور طاقت حاصل ہے۔ کیا اس کا حکم ماننا تم سب پر فرض نہیں ہے۔ دیکھو وہ سب حاکموں کا حاکم اور سب افسروں کا مالک ہے۔ اس کے حکم سے سرتابی بہت ہی خطرناک ہو سکتی ہے۔ لازم ہے کہ اس کے احکام پر سر جھکاؤ۔ اس کے بتائے راستوں پر چلو اس طرح تمہاری دنیا بھی سدھرے گی اور تم اپنی عاقبت بھی سنوار سکو گے۔ چنانچہ فوجیوں میں بہت لوگ آپؐ کا حکم مانتے، سلسلہ عالیہ میں داخل ہوتے، اور پابند شریعت بن کر فلاح دارین حاصل کرتے تھے۔ فوجیوں کے فرائض بہت سخت ہوتے ہیں۔ ان کو اپنے فرائض کے سلسلے میں خطروں سے بھی دوچار ہونا پڑتا ہے۔ آپؐ عام طور پر ارادت مند فوجیوں کو قرآن مجید کی ایک آیت کی اجازت عطا کرتے۔ اور ہدایت فرماتے کہ نماز عشاء کے بعد ہدایت کے مطابق، اس آیت کا حصار کر لیا کرو۔ اس طرح تم ہر قسم کی بلا آفت اور گولی تک سے محفوظ رہو گے۔ وہ حضور رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایت پر عمل کرتے اور حضور رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ اور فیضان کا عملی تجربہ ان کے سامنے آتا تو ان کے ذوق و شوق میں اضافہ ہوتا تھا۔ کئی فوجیوں کے ساتھ ایسا ہوا ہے کہ وہ اپنے فرائض کے سلسلے میں کسی جنگل میں یا کسی ویران مقام میں جا پھنسے ہیں۔ بھوک پیاس سے تنگ ہیں۔ اور دور دور تک کچھ کھانے پینے کو دستیاب نہیں۔ انہوں نے حضور رحمۃ اللہ علیہ کو یاد کیا تو ان کی مشکل آسان ہوئی۔ غیبی طور پر ان کو کھانے پینے کو مل گیا۔ یا وہ اور کسی قسم کی مشکل میں پھنس گئے اور انہوں نے حضور رحمۃ اللہ علیہ کو یاد کیا تو بر وقت

غیب سے ان کو امداد میسر آئی اور انکی مشکل دور ہو گئی۔ (۶۵)

خلیفہ مجاز حاجیہ نصیب خان کی روداد: حاجی نصیب خان صاحب جو حضرت قبلہ عالم کے خلیفہ مجاز ہوئے، کہتے تھے کہ ہم چند دوست سیالکوٹ چھاؤنی سے شہر میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جیسے ہی حضور رحمۃ اللہ علیہ کے چہرہ مبارک پر نظر پڑی ہم سب نے داخل سلسلہ ہونے کا ارادہ کر لیا اور اپنی خواہش کا اظہار کیا حضور نے ہم سب پر شفقت فرمائی۔ اپنے پاس بٹھایا۔ کھانا کھلایا، عشاء کی نماز کے بعد توبہ کرائی اور داخل سلسلہ فرمایا۔ حضور رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ میں برداشت نہ کر سکا اور بیہوش ہو گیا۔ جب مجھے ہوش آیا تو میں نے دیکھا میرے ساتھی مجھے سہارا دیے ہوئے ہیں۔ اور ہم سب چھاؤنی کی طرف جارہے ہیں۔ راستے میں مجھے سگریٹ پینے کی خواہش ہوئی میں نے جیب میں سے ڈبیہ نکالی۔ مگر فوراً ہی یاد آیا کہ حضور رحمۃ اللہ علیہ نے حکم دیا ہے کہ سگریٹ حقہ تما کو ہرگز کبھی مت پینا۔ میں نے ڈبیہ پھینک دی۔ اور الحمد للہ اس کے بعد کبھی نہیں پیا۔

ہزاروں فوجیوں کی اصلاح: اس طرح سینکڑوں ہزاروں فوجیوں کو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے داخل سلسلہ فرمایا اور ان کی اصلاح ہوئی۔ فوجی لوگ حضرت قبلہ عالم کے فیض و توجہ اور تصرف روحانی کی بدولت عملی طور پر اچھے مسلمان بن جاتے۔ اس طرح سلسلہ عالیہ میں داخل ہو کر متقی اور پارسا بن گئے اور مدارج عالیہ پر فائز ہوئے۔ ان کے دنیوی کام بھی سدھر گئے اور ان کو دینی و روحانی کمالات بھی حاصل ہوئے۔ (۶۶)

کند ذہن بچہ کو تین ماہ میں حفظ کرا دیا: محمد بخش ساکن چچکانہ چک ضلع جھنگ ان کا بڑا بیٹا تین سال سے تیسرے پارے سے آگے نہ بڑھ سکا۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی میرا بیٹا کند ذہن ہے دعا کیجئے یہ بچہ حافظ بن جائے آپ نے اپنی انگلی پر زبان مبارک سے لب لگا کر انگلی اس بچہ کی زبان پر لگائی اور فرمایا لے جاؤ بچہ حافظ ہو جائیگا۔ بچہ نے تین ماہ میں سارا قرآن مجید حفظ کر لیا۔ (۶۷)

عورتوں کی اصلاح اور تلقین: عورتیں عموماً مسائل شرعیہ کے بارے میں تساہل اور حیلے کیا کرتی ہیں۔ آپ کی خدمت میں جو عورتیں آتیں، خواہ داخل سلسلہ ہونے آئیں، یا تعویذ لینے، یا دعا کرانے یا کسی اور دنیاوی احتیاج

کی حل برآری کے لئے، آپ انکی درخواست پوری کرنے سے قبل، ان کو نماز روزے کے مسائل اور شریعت کے احکام سکھاتے۔ اور ان سے ارکان و فرائض پر پابندی سے عامل بننے کا وعدہ لیتے، تب انکے لئے دعا فرماتے یا ان کو تعویذ عطا کرتے۔ چنانچہ تجربہ و مشاہدہ ہے کہ بے شمار عورتیں حضور رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم و تلقین کی بدولت پابند شریعت بن گئیں نماز، روزہ، تہجد ان کا شعار بن گیا۔ اور انکی نیکی و راستبازی کی بدولت ان کے گھروں کی اصلاح ہو گئی۔ جو پشت در پشت سے جاری ہے۔

شبانہ روز محنت اور اصلاح احوال: حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی ذات والا صفات میں ایسی کشش تھی کہ لوگ جوق در جوق حاضری دیتے تھے اور حاضر خدمت ہوتے تو ظاہری و باطنی محاسن سے آراستہ ہو کر واپس جاتے تھے۔ بے ایمان آتے تو ایمان دار بن کر لوٹتے۔ بے نمازی آتے تو نمازی بن کر واپس جاتے۔ روزہ خور ہوتے تو روزہ دار بن جاتے۔ چور ڈاکو بد معاش آتے اور توبہ کر کے نیکو کار پر ہیزگار بن جاتے۔ غرض حضور والا کا یہ فیض عام تقریباً سو سال تک پورے ملک میں شمال سے جنوب اور مشرق سے مغرب تک جارہی رہا ہے۔ ہزاروں لاکھوں کی اصلاح ہوئی ہے۔ اطراف و اکناف میں دین متین کی تجدید و احیاء کے ساتھ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی ترویج و اشاعت بھی کامیابی کے ساتھ جاری و ساری رہی ہے۔ (۶۸)

مہمانداری میں اصلاح احوال: آپ رحمۃ اللہ علیہ سنت نبوی ﷺ پر عامل اور خلق عظیم کے حامل تھے۔ اپنے یاران طریقت سے ہی نہیں، غیروں کے ساتھ بھی انتہائی خلق و مدارت سے پیش آتے تھے۔ اس لئے جو آپ کی خدمت میں آجاتا آپ کا گرویدہ بن جاتا تھا۔ آپ کی مہمانداری اور مہمان نوازی ضرب المثل کے درجے تک پہنچ چکی تھی۔ جتنے زیادہ مہمان ہو جاتے آپ اتنے ہی زیادہ سرور ہوتے تھے۔ آپ کے اسوہ پاک اور اخلاق حسنہ کو دیکھ کر ہزاروں لاکھوں انسان آپ کی طرف مائل ہوتے تھے۔ اور آپ کے اوصاف و کمالات کے گرویدہ بن کر آپ کے فرامین پر عمل کرتے تھے۔ (۶۹) آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ذات اقدس علامہ اقبالؒ کے اس شعر کا صحیح مصداق تھی۔

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زور بازو کا نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں (۷۰)

ترن تارن میں نعرہ حق: پنجاب کے علاقوں میں سکھوں کی آبادی بہت زیادہ تھی اور وہ بڑے سرکش اور جنگجو واقع ہوئے تھے۔ مسلمان سکھوں کے زمانہ حکومت سے ان کے مظالم کا نشانہ بن رہے تھے۔ اسی دوران آپؐ امرتسر میں میاں غلام جیلانی کے گھر تشریف فرما تھے کہ ترن تارن سے ایک وفد آیا اور انکے بیجا اصرار پر آپؐ نے ترن تارن کا دورہ فرمانے کا وعدہ کر لیا۔ یاران طریقت نے آپؐ کو ترن تارن کے ارادے سے منع فرمایا اور عرض کی وہاں سکھوں کا مرکز ہے۔ وہ اسلام کے دشمن ہیں ایسا نہ ہو کہ سکھ کوئی فساد برپا کر دیں۔ اس پر آپؐ نے فرمایا کہ تم مجھے کافروں سے ڈراتے ہو۔ میں سید ہوں جو سید ہے وہ ڈرتا نہیں۔ جو ڈرتا ہے وہ سید نہیں۔ میں اسلام کی حقانیت بیان کرنے اور تبلیغ کرنے کیلئے ضرور جاؤں گا۔ اور میرے ساتھ رحمت علی جائے گا۔ حافظ رحمت علی جو حضرت صاحب کے ہمراہ تھے کا بیان ہے کہ ہر اسٹیشن پر لوگ زیارت کیلئے آتے جن میں زیادہ تعداد سکھوں کی ہوتی۔ اور وہ لوگ آپؐ کے قدموں کو ہاتھ لگاتے اور سلام پیش کرتے اور کہتے ”یہ سچ کا گرو ہے“ سکھوں نے کہا کہ حضور ہمارے گرو ہمیشہ آتے رہتے ہیں آپ کا گرو پہلی دفعہ یہاں آیا ہے۔ پہلے ہمیں درشن کراؤ جب گاڑی کے دروازے پر آئے تو تمام سکھ ادب سے قدموں کو ہاتھ لگا کر سلام بجالاتے تھے۔ ہر طرف یہ آواز گونج رہی تھی کہ ”یہ سچ کا گرو ہے“ غرض ترن تارن اسٹیشن سے قیام گاہ تک حضور کو ایک بڑے جلوس کی شکل میں لایا گیا۔ اور جلوس میں مسلمانوں سے زیادہ سکھوں کی تعداد تھی۔ آپؐ نے اس روز شام کو ایک عظیم الشان جلسہ سے تین گھنٹے تک تبلیغی خطاب کیا۔ اور تمام سکھ حضور رحمۃ اللہ علیہ کا نورانی خطاب خاموشی سے سنتے رہے۔ خطاب کے آخر پر آپؐ نے سکھوں سے کہا کہ آپ اپنی تیز تلوار لے آؤ میں اس قرآن کریم کی آیات پڑھ کر دم کرتا ہوں وہ کسی کو نہیں کاٹے گی۔ یا کوئی لا علاج مریض لے آؤ میں اس پر دم کرتا ہوں وہ ٹھیک ہو جائے گا۔ اس پر ایک سکھ زیل دار نے ایک تیز دھار والی تلوار حضور کی خدمت میں پیش کی ہم دیکھنا چاہتے کہ یہ کیسے نہیں کاٹتی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس تلوار پر دم فرمایا اور ایک سنگترہ سامنے میز پر رکھ کر اس پر بہت زور سے تلوار کا ہاتھ مارا۔ سنگترہ کٹا تو کیا اس

کے چھلکے پر بھی ذرا اثر نہ ہوا۔ مسلمانوں نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔ (۷۱)

افغانستان میں تبلیغ و ارشاد: حدیث نبویؐ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ نِ الْخُدْرِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ مِنْ أَعْظَمِ الْجِهَادِ كَلِمَةً عَدْلٍ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ (۷۲) (ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ”ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنا سب سے بڑے جہادوں میں ایک جہاد ہے۔“ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا عمل اسی پر تھا۔ شریف مکہ ہو یا شاہ افغانستان نظام کا حیدر آباد ہو یا مہاراجہ میسور، آپؐ دین کے معاملے میں کسی کے بھی رو برو حق گوئی میں تامل نہ فرماتے تھے۔ اور برملا ٹوکتے اور نصیحت فرماتے تھے۔

آئین جواں مردان حق گوئی و بے باکی اللہ کے شیروں کو آتی نہیں رو با ہی (۷۳)

تبلیغ اور ارشاد حضرت قبلہ عالمؐ کے فرائض منصبی تھے۔ جب تک آپؐ حیات رہے شبانہ روز اسی میں مصروف رہے۔ فرمایا کرتے تھے کہ جس دن میں اپنے فرائض منصبی کو ادا نہ کر لوں اور اسلام کی خدمت نہ کر لوں۔ میرے لئے کھانا بھی حرام ہے چنانچہ اس مقصد خیر کے لئے آپؐ نے غیر ممالک کے سفر بھی اختیار کئے ہیں۔ افغانستان کے بادشاہ نادر شاہ کی دعوت: حضرت نادر شاہ بادشاہ افغانستان کی دعوت پر آپؐ کوئٹہ، قندھار کے راستے کابل تشریف لے گئے تھے۔ اس سفر میں جہاں جہاں قیام ہوتا آپؐ حسب عادت زائرین اور حاضرین کو وعظ و تذکیر اور پسند و نصائح سے سرفراز کرتے اور جو لوگ داخل سلسلہ ہونا چاہتے ان کو سلسلہ نقشبندیہ میں داخل کرتے تھے۔

شاہی دعوت میں باحسن و جو تبلیغ: پہلی شاہی دعوت میں جب حضور رحمۃ اللہ علیہ شامل ہوئے تو دسترخوان پر چھریاں کانٹے وغیرہ موجود تھے۔ آپؐ نے نادر شاہ کو متوجہ کر کے فرمایا کہ میں ایک دفعہ احرام باندھے ہوئے شریف مکہ کی دعوت میں شریک ہوا۔ سب لوگ انگریزی طرز سے چھری کانٹوں سے کھانے لگے مگر میں سنت کے مطابق ہاتھ سے کھاتا رہا شریف مکہ کے ولی عہد نے میرے معلم سے دریافت کیا کہ یہ کون شخص ہے اور کس طرح

کھاتا ہے۔ معلم نے جواب دیا ”شریف نے خاص طور پر اس شخص کی دعوت کی ہے۔ اصل مہمان تو یہی ہے۔ ہم سب تو طفیلی ہیں۔“ آپ نے فرمایا کہ ”میں عربی سمجھتا ہوں۔ یہ گفتگو سمجھ کر میں نے عربی میں کہا“ میں مسلمان ہوں۔ مسلمان کے گھر پیدا ہوا ہوں اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہوں گا۔ مسلمانوں کی طرح سنت کے مطابق کھانا کھاتا ہوں۔“ شریف مکہ ساتھ بیٹھا ہوا کھارہا تھا اس نے فوراً چھری کانٹے ہاتھ سے رکھ دیئے اور حکم دیا۔ ”یہ اٹھالو اور آج کے بعد کبھی دسترخوان پر مت رکھو۔ سب ہاتھ سے کھایا کرو۔“ نادر شاہ نے یہ بات سنتے ہی فوراً چھری کانٹے اٹھوا دیئے۔ اور حکم دیا کہ آئندہ کبھی بھی دسترخوان پر نہ لائے جائیں۔ (۷۴)

جوتے اتار کر نماز پڑھوانا اور شاہی نذرانہ: حضرت پیر سید حافظ جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے کابل کے قیام کے دوران جمعہ پڑھایا۔ نورانی دعوے فرمائے اور حسب عادت لوگوں کو مسئلے سناتے اور ہدایت فرماتے رہے۔ رخصت کے وقت افغانستان کے بادشاہ نادر شاہ نے نقد و جنس ہر طرح کے تحائف، شاہی شان کے مطابق پیش خدمت کئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ”میں نے سب تحفے قبول کئے اور آپکو واپس بطور عطیہ بخش دیئے“ پھر کہا کہ ”میری ایک خواہش ہے“ اگر آپ مان لیں تو کہوں۔“ بادشاہ نے وعدہ کیا۔ آپ نے فرمایا ”کہ آپ کے فوجی جو توں سمیت نماز ادا کرتے ہیں۔ یہ خلاف سنت ہے ان کو حکم دیجئے کہ جوتے اتار کر نماز پڑھا کریں۔“ نادر شاہ نے کہا ”آپ میرا یہ حقیر ہدیہ قبول فرمالیجئے۔ میں ان کو جوتے اتار کر نماز پڑھوانے کا پختہ وعدہ کرتا ہوں۔“ حضرت صاحب نے فرمایا کہ ”اگر میں روپیہ قبول کر لوں تو جوتے اتارنے کے ثواب سے محروم ہو جاؤں گا۔“ بادشاہ نے پھر اصرار کیا۔ تو آپ نے فرمایا ”اچھا مجھے آپ کا تحفہ قبول ہے۔ اب آپ میری طرف سے یہ سب فوج میں تقسیم کروا دیجئے۔“ چنانچہ گرانقدر شاہانہ نذرانہ کی ساری رقم فوجیوں میں تقسیم کر دی گئی۔

چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ درویش اور فقیر آدمی تھے۔ آپ کے مزاج میں استغنا بدرجہ کمال پایا جاتا تھا۔ جو دوسخا کا یہ عالم تھا کہ بڑے بڑے امراء و سادکھ کر حیران ہوتے تھے۔ سلاطین و امراء کی ملاقاتوں میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ صفات عالیہ اور نمایاں ہو کر سامنے آ جاتی تھیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ”ہمارا ہاتھ

اس شہنشاہ کے خزانے میں ہے جو ساری دنیا کا دانا اور پروردگار ہے۔ پھر ہمیں کسی کی کیا پروا۔“ (۷۵)

چوروں ڈاکوؤں کو اہل اللہ بنانا: حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ کے صد ہا عقیدت مند غلام ایسے ہیں جن کو ابتدا میں برے کاموں کی عادت تھی۔ چوری، ڈاکہ زنی، شراب خوری، بدکاری، بدمعاشی میں پھنسے ہوئے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت کی تو تمام بری عادتیں چھوٹ گئیں۔ نیک اعمال اختیار کئے۔ نماز روزہ کے پابند بنے۔ حج کئے اور خلق خدا کی ایذا رسانی کے بجائے مخلوق کی خدمت کرنے لگے آپ کی ادنیٰ توجہ سے ان کی دنیا بھی بنی اور عاقبت بھی سدھر گئی۔ اور مرد صالح بن گئے۔ (۷۶)

جنات کو مرید کرنا: حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ کا فیض و ارشاد انسانوں کے علاوہ جنات کے لئے بھی عام تھا۔ چنانچہ آپ نے برے اور سرکش جنوں کو راہ راست دکھائی۔ مشرف باسلام کیا۔ اور نماز روزے اور احکام شریعہ کا پابند بنایا۔ (۷۷)

امیر حلقہ کا تقرر: علاوہ ازیں آپ رحمۃ اللہ علیہ ہر شہر میں ایک خلیفہ کو امیر حلقہ بنا کر ہدایت فرماتے تھے کہ سب پیر بھائی ہر ہفتے ایک جگہ جمع ہو کر تبلیغ و ارشاد کا سلسلہ جاری رکھیں۔ بڑے شہروں میں ایک سے زیادہ اصحاب کو امیر حلقہ مقرر کرتے تاکہ دوری کی وجہ سے پیر بھائیوں کو دقت نہ ہو۔ اور سب کی ہر ہفتہ شرکت آسان ہو جائے۔ ہدایت ہوتی کہ جمع ہو کر اول ختم شریف پڑھیں۔ ختم خواجگان، ختم مجددیہ، ختم معصومیہ اور حلقہ ذکر ہوتا۔ ان حلقہ ہائے ذکر کی رودادیں رسالہ انوار الصوفیہ میں شائع ہوتی رہتی تھیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ہر مقام پر کسی خلیفہ کو امیر حلقہ بنادیتے تھے۔ جیسا کہ پشاور میں پہلے حافظ علی احمد جان تھے۔ اب حافظ سلطان احمد صاحب ہیں۔ راولپنڈی میں پہلے مستری محمد شفیع صاحب تھے۔ پھر شیخ زین العابدین صاحب ہوئے اب ڈاکٹر حکیم محمد یسین صاحب ہیں۔ گجرات میں حاجی منشی احمد دین سیالکوٹ میں حافظ عبدالطیف صاحب فیصل آباد میں چوہدری عطاء محمد، حاجی پیر سید طفیل شاہ۔ ملتان میں ولی محمد شاہ صاحب اور حافظ صدیق انور صاحب، کراچی میں نور محمد صاحب اور بخش سید مصطفیٰ علی خان صاحب، پروفیسر حاجی مولانا حامد حسن صاحب قادری اور بھائی حاجی ذاکر علی صاحب لاہور میں

حاجی ذاکر علی صاحب۔ اور حاجی غلام جیلانی صاحب، شیخ مشتاق احمد صاحب، حاجی ڈاکٹر اللہ دتہ صاحب کنجائی، سانگلاہل میں ڈاکٹر غلام حیدر صاحب، کوہاٹ میں حاجی سرور خان صاحب اور سید سعید شاہ صاحب بنوری۔ شیخو پورہ میں ڈاکٹر محمد ظریف صاحب۔ مراد آباد (بھارت) میں محمد طاہر صاحب غرض برصغیر کے طول و عرض میں ہر جگہ حضرت کسی یارانِ طریقت کو امیر مقرر فرماتے تھے تاکہ پیر بھائیوں کا باہمی میل ملاقات اور ذکر و فکر جاری رہے۔ امیر حلقہ حضرات میں جن کو حضور رحمۃ اللہ علیہ نے تعلیم و تلقین کے قابل پایا، ان کو خلافت بھی عطا فرمائی۔ تاکہ تبلیغ و ارشاد کا سلسلہ وسیع تر ہو سکے۔ (۷۸)

خدام خاص: سفر و حضر میں ایک دو خادم ضرور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ ہوتے تھے۔ علی پور شریف میں تو ہر وقت لوگ خدمت میں حاضر رہتے تھے۔ اور کسی قسم کا بھی کام کرنے کا موقع پاتے تو سعادت جانتے تھے۔ مگر خدمت کیلئے خاص درویش متعین ہوتے جو منشاء مبارک کو سمجھتے اور کاموں کی نوعیت سے واقف ہوتے تھے۔ آپ اپنے خادموں اور درویشوں کی ضروریات کا خاص طور پر خیال فرماتے تھے۔ اور ان کے اہل و عیال اور دوسرے متعلقین کی خبر گیری پر نظر رکھتے تھے تاکہ وہ کسی تکلیف میں مبتلا نہ ہوں۔ (۷۹)

مکاشفات: حدیث شریف میں آیا ہے۔ اَتَّقُوا امِنْ فِرَاسَةِ الْمُؤْمِنِ لَا نَهْ يَنْظُرُوْا بِنُوْرِ اللّٰهِ تَعَالٰی (۸۰) (ترجمہ: مومن کی فراست سے بچتے رہو، اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور کی وساطت سے دیکھتا ہے۔) یعنی اللہ تعالیٰ کا بندہ اس کے حکم سے ہر چیز پر آگاہ ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو ایسی طاقت عطا فرماتے ہیں۔ یہ ان کا فضل و کرم ہوتا ہے۔ مشاہدات اور تجربات اس بات پر شاید عادل ہیں۔ اس لئے مولانا رومؒ نے فرمایا ہے۔ ”لوح محفوظ است پیش اولیا“۔ یہ کمال انسان کا اپنا نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی دین ہے۔ جسے چاہے عطا کرے۔

مکاشفات کی قسمیں: تمام اولیائے کرام کا مکاشفہ ان کے مدارج کے مطابق ہوتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو مکاشفہ کی سب قسمیں عطا ہوئی تھیں۔

۱۔ گزشتہ اور آئندہ کے حالات جان لینا۔

۲۔ دوسروں کے دل کے خیالات سے مطلع ہو جانا۔

۳۔ نزدیک ہو یا دور سب احوال سے باخبر ہونا۔

۴۔ مشکلات میں امداد کرنا۔

۵۔ آنے والی آفات سے متنبہ کرنا۔

۶۔ مدت مدید اور عرصہ دراز کی باتیں بالکل صحیح بیان کر دینا۔

۷۔ کتابی علوم کو بروقت بتانا۔

حالانکہ کتابوں سے آپ کو عرصہ دراز سے کوئی ظاہری تعلق نہ رہا تھا۔ واضح رہے کہ علم غیب اور چیز ہے اور مکاشفہ دوسری بات ہے۔ کشف و کرامت ولایت کی دلیل ضرور ہیں مگر ان کا اظہار بے ضرورت پسندیدہ نہیں۔ اولیاء اللہ اس وقت کشف و کرامت کا اظہار کرتے ہیں۔ جب وہ دیکھتے ہیں کہ کسی کے دین، ایمان، جان یا عزت کو ضرر پہنچنے والا ہے۔ ہر وقت اظہار نہیں کرتے۔ حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ”ولی سے اگر کرامت کا اظہار ہوتا ہے تو وہ خیال کرتا ہے کہ اس کی ولایت کو طاعون ہو گیا ہے۔ کیونکہ وہ اسے ریا سمجھتے ہیں اور شہرت کا سبب پاتے ہیں۔ اس لئے حتی الامکان اس سے گریز کرتے ہیں۔“ (۸۱) آپ رحمۃ اللہ علیہ کو وقت اور کائنات پر تصرف حاصل تھا۔ آپ کی بے شمار کرامات میں۔ آپ کے سینکڑوں یارانِ طریقت آپ جیتے واقعات دہراتے رہتے ہیں۔ حجاز مقدس میں لاکھوں روپیہ ضرور تمندوں کو دینا۔ جنات کی تسخیر اور ان کو مشرف باسلام کرنا۔ احیائے دین اور تبلیغ و ارشاد کے لئے مافوق العادات صعوبتیں برداشت کرنا اور ان گنت مشکلات کے ہوتے ہوئے کامیاب ہونا۔ ترن تارن جیسے سکھوں کے مرکز میں حقانیت اسلام کا ڈنکا بجانا۔ فتنہ اردتداد کا سد باب فرمانا۔ ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کو شریعت کا پابند متبع سنت بنادینا۔ اور اس طرح کے دوسرے بے شمار واقعات ہیں جو سب خرقِ عادات اور کرامت کا درجہ رکھتے ہیں۔ (۸۲) آپ رحمۃ اللہ علیہ کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ آج تک آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کا ہر فرد حافظِ قرآن، عالم و فاضل اور پابند شریعت ہے۔ (۸۳)

آریوں کے جال: اللہ کے فضل و کرم سے ہر ہر قدم پر تائید ربانی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے شامل حال رہی اور میدان ارتداد کے سادہ مسلمانوں کو اللہ نے سیاہ و سفید میں تمیز کی توفیق دی کہ وہ آریوں کی طرح مرزائیوں کے شر سے بھی محفوظ رہے۔ دین متین کا علم بلند ہوا۔ اور ملک نے جوق در جوق دولت ایمان سے مالا مال ہوتے رہے۔ آریوں کے مبلغین باقاعدہ تربیت حاصل کر کے میدان عمل میں سرگرم تھے۔ ننگے سر، لمبی لمبی چوٹیاں، موٹا سا لٹھ، نیچی دھوٹیاں اوپر کا جسم برہنہ نہ سردی کا خیال نہ گرمی کی فکر، نہ بھوک نہ پیاس نہ، نیند نہ آرام اس حلیے اور کردار کے ساتھ وہ گاؤں گاؤں جاتے کتھا اور جلسے کا اہتمام کرتے۔ ان کی منظم جماعتیں پیچھے پیچھے پہنچ جاتیں۔ حلوا پوری تیار ہو جاتا۔ گاؤں والوں کی عام ضیافت ہوتی۔ تقریریں کرتے اور اسلامی دور کے مظالم کی فرضی اور جھوٹی کہانیاں سناتے۔ اسلام کا بزور شمشیر پھیلایا جانا۔ لونڈی غلام بنانا، ذبیحہ گاؤں کی مذمت اور ایسی دوسری جھوٹی اور مفروضہ حکایات ایسے درد بھرے لہجے اور نفرت انگیز طریقے سے سناتے کہ بے خبر بے علم، ناواقف دیہاتی مسلمانوں کو کوئی جواب بن نہ پڑتا۔ اپنا وقار قائم کرنے اور بھرم رکھنے کے لئے قدم قدم پر مسلمانوں کو مناظرے کا چیلنج دیتے غرض مکاری عیاری سے ان بھولے بھالے مسلمانوں کو اس طرح پھانسنے کی کوشش کرتے تھے جن کا کاٹ آسان نہ تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اس فتنہ کی خبر ہوئی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دین متین کی تبلیغ اور شدھی کے اسداد کا کام شروع فرمایا اور مبلغین کی ایسی جماعت تیار کی اور انہی پر مشتمل وفد پیہم اور متواتر اور بہ کثرت روانہ کئے، جوان کی ہرزہ سرانیوں کا مدلل جواب دے سکیں اور ان کے بیان کردہ جھوٹے انسانوں اور من گھڑت کہانیوں کی تردید کر کے تصویر کا دوسرا اور صحیح سچا رخ پیش کریں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مبلغین نے ہر مقام پر مناظرہ کے چیلنج کا جواب دیا۔ مناظرہ پر آمادگی ظاہر کی۔ بعض مقامات پر آریوں نے مناظرہ کی دعوت قبول کی مگر مقررہ دن اور وقت پر بھاگ گئے اور سامنے نہ آئے۔ بعض جگہ مناظرے ہوئے اور ہندوؤں کے برہمچاری اور پنڈت مقابلے پر آگئے۔ مگر مبلغین دین متین اور مخلص علماء و واعظین کے مقابلے میں اُن کو منہ کی کھانی پڑی۔ جس کا ان بھولے بھالے دیہاتی مسلمانوں پر بڑا اچھا اثر ہوا اور دور دور تک پہنچا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادگان والا شان

میں سے حضرت بڑے صاحبزادہ صاحب سراج الممت الحاج حافظ مولانا محمد حسین شاہ چھوٹے صاحبزادہ شمس الممت الحاج حافظ مولانا نور حسین شاہ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء بھی بذاتِ خود میدانِ عمل میں پہنچ کر ان تحریکوں کا مقابلہ کیا اور ان نفوسِ قدسی کی مساعیِ جمیلہ اور فیوضاتِ روحانی نے کایا پلٹ دی۔ اور اشاعتِ اسلام اور تبلیغِ دین میں وہ درخشاں کامیابیاں حاصل ہوئیں کہ کافروں کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تشریف آوری اور علاقہ ارتداء کے دوروں نے اس کامیابی کو چار چاند لگا دیئے۔ اور میدانِ ارتداء اللہ جل شانہ کے نام کلمہ طیبہ اور اذان کی آوازوں سے گونجنے لگا۔ ہر طرف اسلام کی حقانیت کا دبدبہ قائم ہو گیا اور کفر و ضلالت کا نام و نشان مٹ گیا۔ (۸۴)

ملکانوں کی تعلیم و تربیت: حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے بھولے بھالے سادہ دل اور سادہ مزاج دیہاتیوں کی تعلیم و تربیت پر خاص توجہ مرکوز فرمائی۔ اس لئے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جگہ جگہ مدارس قائم اور جاری فرمائے مسجدین قائم اور آباد کیں۔ اسلامی اور دینی تعلیم کا اہتمام فرمایا۔ قرآن مجید کی ناظرہ تعلیم اور حفظ کا انتظام کیا۔ نماز اور ارکانِ اسلام کی پابندی پر زور دیا۔ مساجد میں باجماعت نماز کی اہمیت جتا کر مسلمانوں میں اخوت و مساوات کو عام کیا۔ مراسم و شعائرِ اسلام پر عمل پیرا ہو گئے۔ اب وہ خود اس قابل ہو گئے کہ آریوں کے دامِ تزویر میں نہ آئیں اور ان کی مکاریوں، دروغ بیانیوں اور افترا پردازیوں کا جواب دے سکیں۔ مدارس سے جو طلبہ تعلیم پا کر نکلتے وہ خود اپنے گاؤں میں اشاعت و تبلیغ کا کام انجام دیتے۔ خدا کا فضل و کرم ہے کہ چند سال کی مساعیِ جمیلہ سے جرأت ناک کامیابی حاصل ہوئی۔ ہزاروں مسلمان جو غیر مسلم ہو چکے تھے، دوبارہ آغوشِ اسلام میں آ گئے اور لاکھوں مسلمان مرتد ہونے سے بچ گئے۔ فَاَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔ خدائے عز و جل کا شکر ہے کہ یہ ملک نے ایسے راسخ العقیدہ اور پکے مسلمان بن گئے کہ ہندو پنڈتوں اور شدھی کے کارکنوں کو منہ توڑ جواب دینے لگے تھے اور

ہندوؤں کو دعوتِ اسلام دیتے اور انہیں اس بات پر قائل کرتے کہ یہ سچا دین ہے آپ لوگ مسلمان ہو جائیں۔ (۸۵)

نظام و تنظیم: آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے حضرت الحاج مولانا حافظ سید محمد حسین شاہ صاحب رحمۃ

اللہ علیہ (سجادہ نشین اول) اپنے حسن تدبیر اور تصرف باطن کے تحت علی پور سیداں کے مرکزی دفتر سے مبلغین کو تفصیلی اور جزئی ہدایات جاری فرماتے تھے۔ اور مرکزی دفتر سے سارے تبلیغی اور اصلاحی امور کی نگرانی فرماتے رہتے تھے۔ مبلغ، امام، مؤذن، ڈاکٹر کمپوٹنڈر مدرس جملہ افراد کے لئے معاوضے اور مشاہرے معین تھے۔ جو پابندی کے ساتھ مرکزی دفتر علی پور سیداں سے ارسال کئے جاتے تھے۔ اس طرح تمام مسلم مخالف تنظیمیں دم توڑ گئیں اسی کے ساتھ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا لگایا ہوا درخت بار آور ہوا اور حضور رحمۃ اللہ علیہ کے فیض و کرم سے مبلغین کی کوششیں پھل لائیں۔ (۸۶)

تعمیر مساجد: صحیح حدیث ہے۔ مَنْ بَنَى مَسْجِدًا فِي الدُّنْيَا بَنَى لَهُ اللَّهُ تَعَالَى دَارًا فِي الْجَنَّةِ (۸۷) ترجمہ: جس شخص نے دنیا میں مسجد بنائی، اللہ تعالیٰ نے (اس کے صلے میں اس کیلئے جنت میں ایک محل تعمیر فرمایا۔ مساجد کی تعمیر کا شوق: حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے جو مساجد تعمیر کرائیں ان کا احاطہ ممکن نہیں حضرت نے کتنی اور کہاں کہاں مسجدیں تعمیر کروائیں۔ البتہ یہ بات سب کو معلوم ہے کہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ تبلیغ دین کے لئے دور افتادہ دیہات میں تشریف لے جاتے تھے۔ ہر جگہ وعظ و تبلیغ کے ساتھ نماز کی خصوصی تاکید فرماتے تھے۔ جہاں مسجد ہوتی تھی اس کی مرمت اور آرائش میں اہتمام فرماتے تھے۔ جہاں مسجد نہ ہوتی تھی وہاں نئی مسجد تعمیر کراتے تھے۔ یا گاؤں کے لوگوں کو پختہ مسجد تیار کرنے کی ترغیب دیتے تھے۔ اپنے دست مبارک سے سنگ بنیاد رکھ کر تعمیر کا کام شروع کر دیتے تھے۔ مساجد کی تعمیر میں اپنے ہاتھ سے بھی کام کرتے۔ گارابنا مٹی کھودنا۔ مٹی اور گارا ڈھونا، اینٹیں اٹھانا سارے کام اپنے ہاتھ سے ضرور انجام دیتے۔ اگر لوگ مانع آتے اور باادب عرض کرتے کہ ”آپ تشریف رکھیں۔ ہم آپ کے خادم یہ کام کر لیں گے“۔ تو نہ مانتے اور فرماتے ”تم اپنی قبر میں جاؤ گے اور میں اپنی قبر میں مجھے تمہارے کام سے کیا ملے گا“۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کام میں خود ہاتھ لگاتے تو لوگ زیادہ ذوق و شوق دکھاتے اور تعمیر کا کام جلد مکمل ہو جاتا اور مہینوں کا کام دنوں میں ختم ہو جاتا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ مسجد کو مکمل کرنے والوں سے بڑی خوشنودی کا اظہار فرماتے اور دعائیں دیتے۔ اس گاؤں میں دوران وعظ مسجد کو ہمیشہ آباد

رکھنے کی ترغیب دلاتے۔ نماز باجماعت کی بڑائی اور احکام بیان فرماتے۔ نتیجہ یہی ہوتا کہ لوگ زیادہ سے زیادہ تعداد میں جماعت میں آتے اور مسجدیں آباد ہو جاتیں۔ مردوں کے علاوہ عورتیں بھی نماز کی پابند بن جاتیں۔ مشائدہ ہے کہ خدا کے فضل سے یہ مسجدیں اب تک نمازیوں سے بھری رہتی ہیں۔ حالانکہ وقت تعمیر سے اب تک ان لوگوں کی کئی پشتیں گزر چکی ہیں۔ گویا حضور کی مساعی سے اولاد در اولاد آج تک نمازی نبی ہوئی ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تعمیر کردہ مساجد کا پورا علم کسی کو نہیں کیونکہ دوسرے اعمال حسنہ کی مانند حضور اپنی ان دینی خدمات کی نہ کوئی یادداشت محفوظ رکھتے تھے اور نہ ہمیشہ ذکر فرماتے تھے۔ ایک بار حضرت والد صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ (سجادہ نشین اول) دریائے جہلم کے کنارے ایک غیر آباد جگہ پہنچے تو وہاں آپ کو ایک مسجد نظر آئی تو خیال کیا کہ ”نماز یہیں ادا کر لیں۔ اللہ جانے کس بزرگ نے اس دور افتادہ مقام پر مسجد تعمیر کرائی تھی۔“ مسجد میں گئے تو معلوم ہوا کہ یہ مسجد حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ تعمیر کردہ ہے۔ بڑی حیرت ہوئی اور فرمایا ”حضرت نے دین کی کتنی خدمت کی ہے۔ کہاں کہاں اپنے باقیات الصالحات چھوڑے ہیں۔ یہ سعادت کسی اور کو کا ہے نصیب ہوگی۔ لیکن چند مساجد کا ذکر ضروری سمجھتا ہوں ان میں تاریخی مسجد نور ہے۔ (۸۸)

مسجد نور علی پور سیداں: ۱۔ مسجد نور، سنگ مرمر کی یہ عظیم الشان اور خوبصورت مسجد علی پور سیداں میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے صرف خاص سے تعمیر کی ہے اس کی تعمیر کیلئے کبھی کسی سے ایک پیسہ چندہ نہیں لیا۔ ایسی مزین اور منقش مسجد دور دور نہ ملے گی۔ اس مسجد کی شان و شوکت اور قدر و قیمت بیان سے نہیں سمجھ میں آسکتی، دیکھنے ہی سے اندازہ ممکن ہے۔ اس کی تعمیر کے دوران حضور والا خود اپنے دست مبارک سے تعمیر کی خدمات میں ہاتھ بٹاتے تھے سامان اٹھا اٹھا کر مستریوں کو دینا اور اپنے ہاتھ سے پتھروں کی اور صحن مسجد کی رگڑائی کرنا حضور کا شیوہ طریق کار تھا جس کے بہت سے عینی شاہد بقید حیات ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جب اسکی تعمیر کا آغاز کیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک جبہ نہ تھا۔ اسی طرح دوران تعمیر اکثر و بیشتر کوئی پیسہ پاس نہ ہوتا تھا۔ مگر حضور رحمۃ اللہ علیہ کا سارا کام توکل پر تھا۔ اور خدا خود میر سامان است ارباب توکل را چنانچہ یہ مسجد شریف بھی اس آن بان سے تکمیل کو پہنچی

کی باید و شاید ساری مسجد خالص سنگ مرمر کی ہے۔ سنگ مرمر ریاست جو دھپور سے منگوا کر لگایا گیا تھا۔ مسجد کی کھڑکیاں صندل کی ہیں۔ مسجد کے پانچ دروازے ہیں جو کواڑا بنوس کے ہیں درمیان کے دروازے کے کواڑوں پر ہاتھی دانت کا نہایت باریک نفیس کام ہے۔ بازو کے دونوں دروازوں کے کواڑوں پر سیپ کا نہایت خوبصورت کام کیا گیا ہے اور دونوں طرف کے آخری دروازوں پر پیتل کا کام کر کے اوپر خالص سونے کے پترے چڑھائے گئے ہیں۔ صندل اور آبنوس کی لکڑی ریاست میسور سے منگوائی گئی تھی اور گلکاری کا کام مستری نبی بخش رحمۃ اللہ علیہ ساکن نارووال نے کیا ہے۔ مستری صاحب مرحوم بہت بزرگ اور نیک آدمی تھے۔ انہوں نے ساری عمر حضرت کے قدموں میں گزاری حضرت بھی اُن پر خصوصی شفقت اور نوازش کرتے تھے۔ مسجد کی اندرونی دیواروں پر اور محراب میں مینا کاری کا کام جموں، میسور اور بنگلور کے کاریگروں نے کیا ہے۔ یہ نقاشی، گل کاری اور مینا کاری نہایت اعلیٰ درجے کی خوبصورت ہے۔ بعض جگہ نقاشی اور مینا کاری میں خالص سونا بھی استعمال ہوا ہے۔ مسجد کے شیشے کا کام مہاراجہ جموں کے خاص کاریگر میراں بخش مرحوم نے کیا ہے۔ مسجد کے اندر اور باہر دالان برآمدے اور صحن میں سنگ مرمر کے مصلے بنائے گئے ہیں۔ جن میں محراب اور حاشیے سنگ موسیٰ کے ہیں۔ محراب مسجد میں سنگ مرمر کا جو مصلیٰ بنایا گیا ہے اس میں یاقوت اور زمرہ کی گلکاری کی گئی ہے۔ محراب کے مصلے کی قیمت کا اب تو اندزہ بھی ممکن نہیں۔ جو دھپور کے کاریگروں کو اس کی اجرت اس سستے زمانے میں بھی کئی ہزاروں روپے دی گئی تھی۔ محراب کا پردہ مخمل کا ہے جس پر کئی ہزار روپے کا سلمہ ستارہ کا کام ارزانی کے ان ایام میں کرایا گیا تھا۔ اس طرح تمام دروازوں اور کھڑکیوں کے نہایت قیمتی پردے بمبئی سے بنوا کر منگوائے گئے تھے۔

مسجد کے اندرونی دالان میں تین صفیں ہیں۔ ہر صف میں سنگ مرمر کے انیس جانماز بنے ہوئے ہیں اور چاروں طرف ایک فٹ کا حاشیہ ہے۔ پورے دالان کے لئے ایک طویل وعریض سالم قالین امرتسر میں تیار کر دیا تھا۔ اس قالین میں بھی انیس جانماز ہیں۔ قالین کی زمین سرخ ہے۔ گویا مسجد نبوی کے ترکی قالینوں کی یادگار اور تقلید مقصود ہے۔ ہر جانماز کے محراب میں گلاب کے سات سات پھولوں کا خوبصورت گلستہ بنا ہوا ہے۔

محراب اور اس کے چاروں طرف بھی نقش نگار ہیں۔ یہ قالین بے حد حسین، خوش نما اور یادگار چیز ہے۔ اس زمانے میں بیش قرار رقم لگی تھی۔ اور آج تو اس کی قیمت کا تخمینہ لگانا بھی دشوار ہے۔ مسجد کے اندرونی دالان کی جنوبی سمت چھت سے متصل دونوں دیواروں میں وہیل مچھلی کا ایک سولہ فٹ لمبا ایک فٹ چوڑا کاٹنا نصب کیا ہوا ہے جو سبیلہ کے جام صاحب نے تحفۂ ارسال کیا تھا۔ مشرق کی جانب دو الماریاں ہیں جن میں دو نہایت قیمتی قد آدم شیشے لگے ہوئے ہیں۔ ان شیشوں میں مسجد شریف کے مسقف حصے کی تمام چیزوں کا عکس نظر آتا ہے۔ جس سے لطف حاصل ہوتا ہے۔ مسجد کا گھنٹہ دس فٹ لمبا ہے۔ گراں قیمت پر خاص طور سے بمبئی سے لا کر لگایا گیا تھا۔ مسجد کے اندرونی دالان کی چھت پر بھی نقاشی اور گلکاری کی گئی ہے۔ دیواروں میں خاص کعبہ کے غلاف کا فریم کیا ہوا ٹکڑا اور بہت سی آیات قرآن مجید کے طغریٰ کلمہ طیبہ خطاطی کے اعلیٰ نمونوں میں عربی اور فارسی اشعار کے نفیس کتبے لگے ہوئے ہیں۔ اس مسجد میں لاکھوں کا تو محض سنگ مرمر صرف ہوا ہے۔ دوسرے اخراجات کا آج کیا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ یہ تمام مصارف حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اپنی جیب خاص سے ادا فرماتے رہے۔ یہ مسجد اس برصغیر کے عجائبات میں شامل ہے۔ دُور دور سے لوگ اسے دیکھنے آتے تھے جن میں غیر مسلم بھی تھے۔ انگریز حکام اور سیاح بھی زیارت کے لئے آتے رہے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ ان مہمانوں کی مدارت فرماتے اور مسجد کی زیارت کراتے۔ جو شخص حضور رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری دیتے حضرت خود ان سے فرماتے کہ مسجد کی زیارت کر کے واپس جانا۔ بہت سے ہندو از خود مسجد کی زیارت کو جاتے اور کہتے کہ مسجد کی زیارت سے پاپ جھڑ جاتے ہیں۔ کشن چند مجسٹریٹ نے مسجد کی زیارت کی اور کہا کہ میں حضرت کو جانتا ہوں آپ رحمۃ اللہ علیہ برگزیدہ ہستی ہیں اللہ کے گھر پر اتنا روپیہ خرچ کرنا کسی دُنیا دار شخص کا کام نہیں، اللہ کے نیک بندے ہی ایسا کر سکتے ہیں۔ غرض مسجد نور کی تعمیر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا ایسا زبردست کارنامہ ہے کہ اس کا مختصر بیان بھی آسان کام نہیں اور بیان سے اندازہ کرنا بھی ممکن نہیں۔ پس دیکھنے سے ہی پوری حقیقت اور قدرو قیمت آشکار ہو سکتی ہے۔ سرینگر کے خواجہ صاحب نے مسجد کی زیارت کی تو کہنے لگے کوئی دنیا دار بادشاہ ہی کیوں نہ ہو۔ خانہ خدا پر اتنا روپیہ صرف نہیں کر سکتا

اسے تو اپنے محلات کی تعمیر کے علاوہ کوئی اور فکر ہی نہیں ہوتی۔ حضرت بہت بڑے ولی اللہ ہیں۔ تب ہی تو آپ نے اللہ کا گھر ایسا اعلیٰ حسین اور خوشنما تعمیر فرمایا ہے۔ جو اللہ کے محبوب ہوں اُنہی کے ہاتھوں ایسا کارنامہ انجام پا سکتا ہے۔ (۸۹)

دیگر مساجد کی تعمیر و ترقی:

۲۔ آبائی قبرستان کی مسجد: آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے گاؤں علی پور سیداں میں پانچ خوبصورت مسجدیں تعمیر فرمائی ہیں۔ اس مسجد کے ساتھ جنازہ گاہ ہے اور ساتھ ہی دو حجرے مسافروں کے لئے بنائے گئے ہیں۔ عام راستے والی مسجد یہ دیکھنے کے قابل ہے۔ اس کے ساتھ ہی ایک خوبصورت حجرہ بنایا ہے تاکہ مسافروں کے کام آئے۔ عرس شریف پر جو عرب حضرات آتے تھے۔ اُنہیں یہیں ٹھہرایا جاتا تھا۔ کنوئیں والی مسجد: آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ذاتی کنوئیں پر نہایت خوبصورت مسجد تعمیر کروائی تاکہ کام کاج کرنے والے درویش مسجد میں نماز ادا کر سکیں آپ رحمۃ اللہ علیہ ظہر سے عشاء تک نمازیں یہیں ادا فرماتے تھے۔ مسجد ریلوے اسٹیشن: پانچویں مسجد آپ رحمۃ اللہ علیہ علی پور سیداں کے ریلوے اسٹیشن سے متصل تعمیر کرائی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مسجد کے ساتھ ایک کنواں بنوایا اور اس کے ساتھ وسیع مسجد تعمیر فرمائی۔ اس سے ملحق مسافروں کے آرام کے لئے ایک بڑی دو منزلہ سرائے بنائی۔ ملحقہ زمین میں باغ لگوایا۔ بعد میں نصف مربع زمین بلو والی کے لوگوں سے اور خرید فرمائی۔ تاکہ مسجد اور سرائے کے محافظ اور مسافروں کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ اللہ کے فضل سے اب تک سارے انتظامات حسب دل خواہ انجام پا رہے ہیں۔ سادھو کی مسجد: علی پور شریف سے تین میل کے فاصلہ پر گاؤں سادھو میں ایک خوبصورت مسجد تعمیر کرائی اس مسجد کا کام بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ہاتھوں سے کیا۔ اس گاؤں میں زمین خرید کر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے لنگر خانہ بھی تعمیر کرایا۔

۳۔ چک نمبر ۱۶۴ کی مسجد: موضع مہلس چک نمبر ۱۶۴ ضلع فیصل آباد میں حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عالی شان تین منزلہ مسجد بنائی ہے۔ نیچے خوب گہرا اور بہت وسیع تہہ خانہ بنایا ہے تاکہ روزہ دار اور نمازی گرمیوں

میں آرام فرمائیں۔ خوبصورت اور عالی شان مسجد ہے اور اللہ کے فضل اور حضور کے تصرف سے اب تک نمازیوں سے بھری رہتی ہے۔ نماز تراویح اور نماز جمع میں تینوں منزلیں بھر جاتی ہیں۔ الحمد للہ۔

قدیم جامع مسجد فیصل آباد: فیصل آباد کی قدیم جامع مسجد حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی تعمیر فرمودہ ہے۔ اللہ کے فضل سے آج بھی یہ جامع مسجد خوب آباد اور بارونق ہے۔

۴۔ جامع مسجد جھنگ بازار فیصل آباد: فیصل آباد جھنگ بازار میں دوسری جامع مسجد کی ابتدا بھی قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی تھی اور قیام پاکستان کے بعد مکمل ہوئی۔ اس کے ساتھ ایک عظیم الشان مدرسہ بھی بن چکا ہے۔ جہاں ہر سال بیسیوں طلبہ فارغ التحصیل ہوتے ہیں اور پچاسوں حافظ اور عالم بن کر نکلتے ہیں۔ ان کے علاوہ فیصل آباد کی دوسری مسجدوں میں بھی حضور کا حصہ ہے۔ اور حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ان مساجد کی بنیاد کے محرک اور ان کی تکمیل کے ساعی رہے ہیں۔

۵۔ مسجد شاہ جماعت نارووال: مسجد شاہ جماعت کی بنیاد بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ نے رکھی تھی اور اس کی تکمیل آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد ہوئی یہ بھی ایک عظیم الشان مسجد ہے اس کے علاوہ مسجد موضع پنواں، مسجد اعظم میسور، ریاست میسور کے دارالحکومت شہر میسور میں قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بڑی مسجد تعمیر کرائی۔ اس کے ساتھ مدرسہ نقشبندیہ قائم کر رکھا ہے جہاں قرآن و حدیث کی تعلیم دی جاتی ہے۔ ان کے علاوہ کئی دوسری مساجد کی تعمیر و ترقی میں بھی خطیر رقم عطا کی۔ غرض اس طرح متفرق مساجد کی خدمات آپ رحمۃ اللہ علیہ مختلف مقامات پر جو حصہ لیا اُس کو ضبط میں لانا دشوار ہے۔ مساجد کی تعمیر اور آرائش، پختگی اور مرمت میں آپ جس ذوق و شوق سے حصہ لیتے تھے اس کے اظہار کے لئے یہ تفصیل بھی کافی نہیں۔ (۹۰)

مساجد علاقہ ارتداد: فتنہ ارتداد کے زمانے میں بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ دین کی خدمت کی اور پینتالیس سے زیادہ مدارس جاری کئے تھے اور ہر مدرسہ کے ساتھ ایک مسجد بھی تعمیر کرائی اور ہر مسجد میں موزن کا انتظام فرماتے تاکہ مستقل طور پر آباد رہے۔ یہ مساجد تعلیم و تبلیغ اور تلقین و ارشاد کے مرکز کا کام انجام دیتی رہیں اور ہزاروں لوگ

حضور کے اس اقدام کی بدولت دولت ایمان سے مالا مال ہوئے اور یکے نمازی بن گئے۔ (۹۱)

دیگر عمارات: حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو سرائے اور کنوئیں بنوانے کا اہتمام بھی بطور خاص ملحوظ خاطر ہوتا تھا۔ جو کنوئیں اور سرائے بنوائیں اُن کی تعداد کا تو کسی کو علم نہیں لیکن چند ایک کے نام درج کئے جاتے ہیں۔ علی پور ریلوے اسٹیشن کے ساتھ ایک دو منزلہ عمارت مسافروں کے لئے تعمیر کرائی تھی جماعت منزلہ سیالکوٹ، محلہ میانہ پورہ میں جماعت منزل کے نام سے ایک مکان تعمیر فرمایا ہے۔ جس کا رقبہ دو کنال ہے۔

جماعت منزل مدینہ منورہ: حضرت بخش مصطفیٰ علی خان صاحب مدظلہ، مہاجر مدنی خلیفہ مجاز نے کمزوری اور ضعیف العمری کے باوجود سعی بلیغ اور جانفشانی سے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے وفات کے بعد مدینہ منورہ میں ”جماعت منزل“ کے نام سے ایک دو منزلہ عمارت بنوائی ہے جس میں بہت سے کمرے ہیں۔ اس منزل پر لاکھوں روپے خرچ ہوئے ہیں۔ یارانِ طریقت نے اس کی تکمیل میں حصہ لیا ہے۔ اس عمارت میں غربا اور مساکین مستقل رہائش رکھتے ہیں اور زائرین بھی اس عمارت میں قیام کرتے ہیں۔ دوسری جماعت منزل کے لئے بھی بخش مصطفیٰ علی خان صاحب مدظلہ نے جگہ خرید رکھی ہے اور اس کی تعمیر کیلئے بھی کوشاں ہیں اللہ تعالیٰ کامیاب و کامران فرمائے۔

دو منزلہ زنانہ حویلی: علی پور سیداں میں ایک زنانہ حویلی دو منزلہ تعمیر فرمائی ہے جس کے چالیس کمرے ہیں دور سے آنے والی مہمان خواتین کے لئے ٹھہرنے کا انتظام ہے۔ تاکہ وہ آرام کر سکیں۔

شیش محل: مردوں کے قیام و آرام کے لئے بھی حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک وسیع دو منزلہ مکان بنایا ہے جو عرفِ عام میں شیش محل کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں پچیس کمرے ہیں۔ یہ بھی دور دراز سے آنے والے مہمانوں کے لئے وقف ہیں۔ اس شیش محل میں ایک کمرہ بابِ رحمت کے نام سے موسوم ہے جس میں قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ خود فروکش ہوتے تھے۔ اب آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین بابِ رحمت میں فروکش ہوتے ہیں۔

جلسہ گاہ: مسجد نور کے مشرق میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک وسیع و عریض جلسہ گاہ تعمیر فرمائی ہے جس

کے صحن میں ہزاروں کا مجمع سما جاتا ہے۔ یہ حویلی ایک منزلہ ہے اس میں ایک تہہ خانہ اور پندرہ کمرے بنے ہوئے ہیں عرس شریف کے موقع پر صحن میں فرش کر دیا جاتا ہے۔ جس پر کئی ہزار افراد بیٹھ جاتے ہیں۔

دو منزلہ مہمان خانہ: مسجد نور سے شمال کی طرف قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور دو منزلہ عمارت مہمانوں کے لئے تعمیر کروائی جس کے پندرہ کمرے ہیں جسمیں عرس کے دنوں میں مہمانوں کو ٹھہرایا جاتا ہے۔

کنوئیں دالی حویلی: آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کنوئیں پر بھی چار کنال پر ایک بڑی حویلی تعمیر کروائی۔ یہاں بھی مہمان قیام کرتے ہیں۔

تین تالاب: علی پور سیداں کا علاقہ بارانی ہے۔ ایک دفعہ پنجاب میں قحط پڑا تھا۔ علی پور سیداں اور نواحی دیہات سب سے زیادہ متاثر ہوئے تھے۔ بعض جگہ مویثوں تک کے لئے پانی نایاب تھا۔ سب مردوزن قحط سے پریشان تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے علی پور سیداں میں تین تالاب کھدوانے شروع کئے جس کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو مزدوری حاصل ہونے لگی۔ چند ماہ میں تالاب کھد کر تیار ہو گئے۔ بارش کے موسم میں یہ تالاب پانی سے بھر جاتے ہیں اور سال بھر مال مویشی آکر پانی پیتے ہیں۔ (۹۲)

رفاہ عام کے کام محض رضائے الہی کے لئے: حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تمام زندگی دین کی خدمت اور رفاہ عام کے کاموں میں صرف فرمائی ہے۔ ان مختصر تفصیلات سے یہ اندازہ کرنا مقصود ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کس کس طرح عام خلقت کی بہبود کا انتظام فرماتے تھے۔ ورنہ سرائیں، مہمان خانے، کنوئیں وغیرہ جو آپ رحمۃ اللہ علیہ مدت العمر میں تعمیر کروائے ان کا تفصیل سے اندراج کرنا ممکن نہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ محض توکل پر تکیہ کر کے کام شروع فرمادیتے تھے۔ اور رب العزت خود اس کی تکمیل کیلئے ذرائع و وسائل مہیا فرمایا کرتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے مریدوں سے فرمایا کرتے تھے کہ میں نے آج تک کوئی چیز اپنی اولاد کے لئے نہیں بنائی ہر کام اللہ تعالیٰ کے لئے اور اس کے بندوں کے لئے کیا ہے۔ وہی قبول فرمانے والا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی طویل حیات مبارک میں کروڑوں روپے کے صرف سے کیا کچھ نہیں کیا جیسا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اپنے بیان

صلہ بارہ رب اسرت میں ملا اور مہار ہے ۵۔ سوں سرعیہ سے ثابت ہے دنیا والے اس سے اندازہ نہ کریں
کر سکتے۔ اللہ والوں کی باتیں اللہ ہی خوب جانتا ہے۔ (۹۳)

ملی اور فلاحی ادارے: آپ رحمۃ اللہ علیہ اس کام میں شرکت کیلئے پورے انہماک کے ساتھ اقدام فرماتے تھے جو
اسلامیان برصغیر کی فلاح و بہبود کا ضامن ہو۔ تبلیغ دین اور تحفظ شعائر اسلام کے لئے آپ کسی مشکل اور رکاوٹ کو
خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ اور مذہبی، تعلیمی اور فلاحی اداروں کی امداد اور سرپرستی پورے ذوق شوق سے انجام
دیتے تھے۔ ایسے تمام اداروں کی تفصیلات آج ہمارے سامنے نہیں ہیں۔ لیکن پنجاب ہی نہیں، سارے برصغیر میں
جس جوش و جذبے کے ساتھ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دینی، ملی اور قومی خدمات انجام دی ہیں، وہ سب کے پیش نظر
ہیں۔ اس لئے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ ملک بھر کے قابل ذکر اور مقتدر ادارے اور انجمنیں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اعانت
اور فیض سے بار آور اور مستفید ہوئیں۔ (۹۴)

سیاسی خدمات:

قرارداد پاکستان اور امیر ملت: ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو قرارداد پاکستان منظور ہوئی تو آپؒ نے علی الاعلان مسلم لیگ کی
حمایت اور استحکام کے لئے کام شروع کر دیا اور سفر و حضر میں تلقین فرمانے لگے کہ سب مسلمانوں کو مسلم لیگ کے
پرچم تلے جمع ہو جانا چاہئے۔ (۹۵)

امیر ملت کا خط قائد اعظم کے نام: ۱۹۴۳ء میں جب قائد اعظم پر قاتلانہ حملہ ہوا تو آپؒ اُس وقت حیدر آباد
دکن میں فروش تھے۔ وہاں سے آپؒ نے اپنے خلیفہ خاص حضرت بخشیشی مصطفیٰ علی خانؒ ڈی ایس پی بنگلور (ف
۱۹۴۳ء) کے ہاتھ مزاج پرسی کا خط لکھا اور مندرجہ ذیل تحائف بھی ارسال فرمائے۔

- ۱۔ نادر قلمی نسخہ قرآن مجید
- ۲۔ تسبیح
- ۳۔ مخملی جامناز
- ۴۔ شال
- ۵۔ آب زمزم کی زمزمی
- ۶۔ دیگر متفرق اشیاء

اپنے مکتوب گرامی میں حضرت اقدسؒ نے سلام و دُعا کے بعد قائد اعظمؒ کو یہ تحریر فرمایا۔

”قوم نے مجھے امیر ملت مقرر کیا ہے اور پاکستان کے لئے جو کوشش آپ کر رہے ہیں وہ میرا کام ہے لیکن میں اب سو سال سے زیادہ عمر کا ضعیف و ناتواں شخص ہوں۔ میرا بوجھ جو آپ پر پڑا ہے اُس میں آپ کی امداد کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ آپ مطمئن رہیں۔ نمرود کی دشمنی حضرت ابرہیم علیہ السلام کے دین کی۔ فرعون کی دشمنی حضرت موسیٰ کلیم اللہ کے دین کی۔ ابوجہل کی دشمنی ہمارے نبی اکرم ﷺ کے دین کی ترقی کا باعث ہوئی ہے۔ اب جو یہ حملہ آپ پر ہوا ہے آپ کی کامیابی کے لئے نیک فال ہے۔ آپ کو اصول مقصد میں خواہ کتنی ہی دشواری کا سامنا ہو آپ بالکل پرواہ نہ کریں اور پیچھے نہ ہٹیں، جس شخص کو اللہ کامیاب فرمانا چاہتا ہے اُس کے دشمن پیدا کر دیتا ہے۔“ میں دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے دشمنوں کو ذلیل و خوار کرے میں اور میرے تمام یارانِ طریقت آپ کے معاون و مددگار رہیں گے۔ آپ بھی عہد کریں کہ آپ اپنے مقصد سے زرہ بھر نہیں ہٹیں گے۔ (۹۶)

قائد اعظمؒ کا خط امیر ملت کے نام: جب آپ جیسے بزرگوں کی دُعا میرے شامل حال ہے تو میں اپنے مقصد میں ابھی سے کامیاب ہوں اور آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ میری راہ میں کتنی ہی تکلیفیں کیوں نہ آئیں میں اپنے مقصد سے کبھی پیچھے نہیں ہٹوں گا۔ آپ نے قرآن شریف اس لئے عنایت فرمایا ہے کہ میں مسلمانوں کا لیڈر ہوں۔ جب تک قرآن اور دین کا علم نہ ہو کیا لیڈری کر سکتا ہوں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ قرآن شریف پڑھوں گا۔ انگریزی ترجمے میں نے منگوا لیے ہیں۔ ایسے عالم کی تلاش میں ہوں جو مجھے انگریزی میں قرآن کی تعلیم دے سکے۔ جانماز آپ نے اس لئے عطا کی ہے کہ جب میں اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں مانتا تو مخلوق میرا حکم کیوں مانے گی؟ میں وعدہ کرتا ہوں کہ نماز پڑھوں گا، تسبیح آپ نے اس لئے ارسال کی ہے کہ میں اس پر درود شریف پڑھا کروں، جو شخص اپنے پیغمبر ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت طلب نہیں کرتا، اُس پر اللہ کی رحمت کیسے نازل ہو سکتی ہے۔ میں اس اشارے کی تعمیل بھی کروں گا۔ (۹۷)

امیر ملت کی دعوت پر قائد اعظمؒ کی کامیابی کی پیش گوئی: ۱۹۴۴ء میں آپؒ سری نگر (کشمیر) تشریف لے گئے تو

دستر خوان پر چنے گئے کشمیری رواج کے مطابق آخر میں گشتابہ نامی کھانا بھی پیش کیا، اس کے لئے گوشت کو میٹھے میں پکایا جاتا ہے۔ دعوت سے فارغ ہوئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ قائد اعظمؒ کی کامیابی کی پیش گوئی فرمائی اور دو جھنڈے عطا فرمائے۔ اُن میں ایک جھنڈا سبز تھا اور دوسرا سیاہ نقد روپیہ بھی پھر فرمایا سبز جھنڈا مسلم لیگ کا ہے اور دوسرا کفر کا بعد ازاں قد آور اشتہارات کے ذریعے مسلم لیگ کی حمایت کا اعلان فرمایا۔ چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اس پیشگوئی پر کامل یقین کرتے ہوئے قائد اعظمؒ نے لاہور کے ایک عظیم الشان اجتماع میں کہا تھا کہ۔ ”میرا ایمان ہے کہ پاکستان ضرور بنے گا۔ کیونکہ امیر ملت مجھ سے فرما چکے ہیں کہ پاکستان ضرور بنے گا اور مجھے یقین واثق ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی زبان مبارک کو ضرور سچا کریں گے۔ (۹۸)

دوقومی نظریہ: ۱۹۴۵ء میں جب کانگریسی علماء نے پاکستان کی مخالفت میں سر دھڑ کی بازی لگا رکھی تھی تو حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ نے قیام پاکستان کی حمایت میں ملک کے کونے کونے کے دورے کئے اور قائد اعظمؒ اور پاکستان کے حق میں فضا ساز کار بنائی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پنجاب مسلم لیگ کے اجلاس عام کی صدارت کرتے ہوئے فرمایا۔ دوقومی نظریہ سب سے پہلے سرسیدؒ نے پیش کیا تھا اور اقبالؒ نے اپنے کلام کے ذریعے قوم کو متاثر کیا۔ اب قائد اعظمؒ نے اسی دوقومی نظریہ کے بار آور ہونے کے لیے مسلمانوں کا علیحدہ وطن قائم کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے۔ مجھے ہندوستان میں ایک بھی جناح صاحب جیسا ایمان والا مسلمان نظر نہیں آتا جو ایسی خدمتِ اسلام بجالا رہا ہو۔ جنوری ۱۹۴۶ء میں اسلامیہ کالج لاہور میں جمعیت علماء اسلام پنجاب کا ایک اجلاس آپ رحمۃ اللہ علیہ کی صدارت میں منعقد ہوا۔ آپؒ نے اپنے صدارتی تقریر میں ارشاد فرمایا۔ ”حکومت اور کانگریس دونوں کان کھول کر سن لو اب مسلمان بیدار ہو چکے ہیں۔ انہوں نے اپنی منزل مقصود متعین کر لی ہے۔ اب دنیا کی کوئی طاقت اُن کے مطالبہ پاکستان کو ٹال نہیں سکتی۔ بعض دین فروش نام نہاد لیڈر مسٹر جناح کو گالیاں دیتے ہیں لیکن

انہوں نے آج تک کسی کو بُرا نہیں کہا یہ اُن کے سچا رہنما ہونے کا ثبوت ہے۔ خاکساروں نے مجھے قتل کی دھمکیاں دیں ہیں میں انہیں بتا دینا چاہتا ہوں کہ میں سیّد ہوں اور سیّد کبھی موت سے نہیں ڈرتا۔ اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مریدوں اور حلقہ بگوشوں سے ارشاد فرمایا کہ مسلم لیگ کے اُمیدواروں کو کامیاب کرائیں۔ (۹۹)

حضرت امیر ملت نے تقریر کی ابتدا کی تو ایسے معلوم ہوتا تھا جیسے شبنم غنچوں پر گر رہی ہے۔ چند منٹ بعد حضرت جو ش و خروش سے خطاب کر رہے تھے۔ ان کی تقریر نے نوجوانوں کے سینوں کو جذبہ و جوش سے بھر دیا۔ حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ نے برطانوی سامراج اور اُن کی حاشیہ برداروں کو خبردار کیا اور فرمایا کہ پاکستان کی جنگ کفر و اسلام کی جنگ ہے۔ حق و باطل کی آویزش ہے اور نور و ظلمت کی معرکہ آرائی ہے۔ کانفرنس سے حضرت کے تاریخی خطاب سے پنجاب میں ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ ظلمت کے بادل چھٹ گئے اور اُمید کا آفتاب طلوع ہوا۔ جنگ پاکستان کا پہلا مورچہ مسلمانوں نے جیت لیا۔ (۱۰۰) ۲۷ اپریل ۱۹۴۷ء کو آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کا فقید المثال اجلاس شروع ہوا۔ جلسہ سے صدارتی خطاب میں آپ نے ارشاد فرمایا ”جناب کو کوئی کافر کہتا ہے، کوئی مرتد بناتا ہے کوئی ملعون ٹھہراتا ہے۔ لیکن میں کہتا ہوں وہ ولی اللہ ہے۔ آپ لوگ اپنی رائے سے کہتے ہیں لیکن میں قرآن و حدیث کی رو سے کہتا ہوں (۱۰۱) اس موقع پر آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَنُ وُدًّا (۱۰۲)

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے، اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں پیدا کرتا ہے محبت اُن کی۔ آپ نے فرمایا کہ تم بتلاؤ: ہے کوئی مائی کا لال مسلمان جس کے ساتھ ہندوستان کے دس کروڑ مسلمان قائد اعظم ایسی والہانہ محبت رکھتے ہوں یہ تو قرآن کا فیصلہ ہے۔ اب رہی میری عقیدت تم اُس کو کافر کہو میں اُس کو ولی اللہ کہتا ہوں۔ آپ کے ان دندان شکن دلائل کے سامنے کسی کو بولنے کی جرأت نہ ہو سکی۔ ۲۶-۱۹۴۷ء کے انتخاب کا مرحلہ آیا تو آپ نے جس قدر سرگرمی دکھائی عقل اُس کا احاطہ کرنے سے قاصر ہے۔ آپ نے اخبار میں فتویٰ شائع کروایا کہ جو شخص مسلم لیگ کو ووٹ نہیں دے گا اُس کا جنازہ مت پڑھو اور مسلمانوں کے قبرستان میں

مت دفن ہونے دو۔ بالآخر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور نبی رؤف و رحیم ﷺ کی نظر عنایت کے طفیل آپ رحمۃ اللہ علیہ کی پر خلوص مساعی رنگ لائیں۔ اور ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو ہمیں سورج سے بھی روشن منزل پاکستان شکل میں مل گئی۔ آپ کی حق گوئی و بے باکی ایک مسلم امر ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ۔ سید کے معنی یہ ہیں جو سوائے خدا کے کسی سے نہ ڈرے۔ (۱۰۳) چنانچہ حضرت اقدس کی ساری زندگی و بیباکی کی آئینہ دار ہے۔ آپ باطل کے لئے برہنہ تلوار تھے۔ ویسے تو ہزاروں واقعات ہیں قاری کو کتاب دیکھنی چاہئے۔ ذیل میں اسی نوع کے چند واقعات پیش خدمت ہیں۔

۱۔ ابن سعود کی دعوت قبول کرنے سے انکار: سعودی حکومت کے برسرِ اقدار آنے کے بعد جب امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ حج پر تشریف لے گئے تو ابن سعود نے ایک خاص ایٹچی کے ذریعے آپ کو مدعو کیا۔ چونکہ آپ کو ابن سعود (ف۔ ۱۹۵۳ء) سے اختلاف مسلک و عقائد تھا لہذا آپ نے یہ دعوت سختی سے رد فرمادی۔

۲۔ وزیر اعظم حیدر آباد دکن کی گوش مالی: حضرت مولانا مولوی خیر المبین رحمۃ اللہ علیہ کا جب انتقال ہوا تو اُن کی وصیت کے مطابق نماز جنازہ حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی تدفین کے وقت مہاراجہ کشن پرشاد وزیر اعظم حیدر آباد دکن بھی مسلمانوں کے ساتھ مل کر قبر پر مٹی ڈالنے کے لئے بڑھا تو آپ نے ناراض ہو کر کہا۔

”اوہ مرد درد! دُور ہو کیا مسلمان مر گئے ہیں کہ ایک کافر مسلمان کی میت کو مٹی دے رہا ہے“ ہزاروں کے اجتماع میں وزیر اعظم نہایت شرمندہ ہوا اور مسلمانوں کی صف سے باہر نکل گیا۔

۳۔ حادثہ جلیانوالہ باغ امرتسر کے سلسلہ میں محض نامے پر دستخط کرنے سے انکار: ۱۹۱۹ء جنرل ڈائر نے جلیانوالہ باغ امرتسر کے اجلاس میں مشین گن سے فائرنگ کر کے ہزاروں انسانوں کو ہلاک کر دیا تو عیار انگریزی حکومت نے مسلمانوں کی اشک شویٰ کے لئے ایک محضر نامہ تیار کر کے پنجاب کے مشہور سجادہ نشینوں سے دستخط کروائے۔ لیکن حضرت امیر ملت نے یہ کہہ کر دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔

”وہ باطل کی حمایت کسی قیمت پر نہیں کر سکتے۔“

۴۔ سفیر کابل متعینہ اندیا کی دہلی میں سرزنش: مارچ ۱۹۲۳ء میں حضرت امیر ملت دہلی میں حضرت ابوالخیر نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے چہلم پر تشریف لے گئے۔ اس مبارک تقریب میں برصغیر کے مشاہیر نقشبندی سجادگان رونق افروز تھے۔ شاہ کابل امیر امان اللہ خان، حضرت شاہ ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ ارادت میں شامل تھے۔ بدیں وجہ تقریب کا اہتمام و انتظام سفیر کابل سردار غلام حیدر خان کے ہاتھ میں تھا جو صاحبزادگان (حضرت شاہ ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادگان) کی مجوزہ مسند پر جوتوں سمیت پھرتا تھا۔ حضرت امیر ملت نے مسند کے دائیں جناب جلوہ افروز تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جب اُس گستاخ سفیر کو جوتوں سمیت پھرتا دیکھا تو نہایت جلال سے فرمایا ”یہ کون ہے؟“ کسی نے کہا ”سفیر کابل“ اس پر آپ نے فرمایا۔ فقیر کی مسند پر اس گستاخ سفیر کا جوتوں سمیت پھرنا میں نہیں برداشت کر سکتا۔ ایسا بے ادب میری آنکھوں کے سامنے نہ آئے ورنہ میں یہاں سے اٹھ کر چلا جاؤں گا۔ چنانچہ سفیر کابل باقی تقریب میں سامنے نہ آیا اور حضور امیر ملت نے اپنے دست مبارک سے صاحبزادگان کی دستار بندی فرمائی۔

ان کی نظر میں شوکت چچتی نہیں کسی کی آنکھوں میں بس رہا ہے جس کی جلال تیرا

۵۔ مولانا ابوالکلام آزاد کی ہندو نوازی پر ڈانٹ ڈپٹ: ۱۹۲۴ء میں آپ بمبئی سے بذریعہ ٹرین پنجاب واپس آرہے تھے کہ راستہ میں مسیح الملک حکیم اجمل خان (ف۔ ۱۹۲۷ء) نے آپ سے مولانا ابوالکلام آزاد (ف۔ ۱۹۵۸ء) کا تعارف کرایا۔ آپ نے ابوالکلام آزاد سے فرمایا کہ ”آپ ہندو مسلم اتحاد کا نعرہ بلند کر رہے ہیں۔ ہندو شروہانند مسلمانوں کو کافر بنانے کی شدھی تحریک بڑی شد و مد سے شروع کئے ہوئے ہیں۔“ یہ سن کر ابوالکلام آزاد نے نہایت طنز سے کہا کہ ”شاہ صاحب! تیرہ سو برس سے آپ ہندو کو مسلمان بناتے آرہے ہیں اُن کا بھی حق ہے کہ وہ اپنے دھرم کا پرچار کریں۔“ اس غیر متوقع جواب پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مسلمانوں کے دلوں سے متاع ایمان چھینی جائے اور ہم خاموش تماشاخی بنے بیٹھے رہیں۔ یہ حمیت کے خلاف ہے اور قیامت کے روز اللہ اور رسول ﷺ کے سامنے موجب رسوائی، یہ سن کر ابوالکلام آزاد پر سناٹا چھا گیا اور تمام راستہ میں دہلی تک

کوئی کلام نہ کیا۔ (۱۰۴)

حضرت پیر مانگی شریف کی آمد: حضور رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت کے جواب میں حضرت پیر صاحب مانگی شریف رحمۃ اللہ علیہ کے علی پور سیداں آنے کا واقعہ ایک تاریخی یادگار ہے۔ اس لئے محفوظ کئے دیتا ہوں۔ شدید سردی کی رات تھی۔ بارش ہو رہی تھی ایسے میں حضرت پیر صاحب قبلہ کے رفقا سب کے سب رائفلوں پستولوں سے مسلح تھے۔ علی پور سیداں میں وارد ہوئے۔ اسٹیشن پر جس نے اس مسلح جماعت کو دیکھا وہ بھی حیران ہوا اور گاؤں میں جنہوں نے آتے دیکھا وہ بھی اس لئے کہ پنجاب میں اس طرح رائفلوں اور پستولوں سے مسلح ہو کر چلنے کا رواج نہیں ہے۔ جب حضرت پیر صاحب باب رحمت میں داخل ہوئے تو حضور نے آہٹ سن کر پوچھا کون؟ پیر صاحب نے جواباً کہا ”مانگی کا فقیر“ حضور اٹھ کر کھڑے ہو گئے، معاف کیا اور فرمایا ”فقیر کے گھر بادشاہ آ گیا ہے۔ پیر صاحب آپ نے اطلاع تو دی ہوتی۔ پیر صاحب نے فرمایا ”چھوٹوں کو کب یہ حق پہنچتا ہے کہ بزرگوں کو اطلاع دیں۔ چھوٹوں کا کام ہے خدمت میں حاضر ہونا۔ پھر کھانا آ گیا۔ سب نے کھانا کھایا۔ غرض تین دن حضور رحمۃ اللہ علیہ نے پیر صاحب کو مہمان رکھا۔ آپ نے فرمایا۔ اب دین اور ملت کی خدمت کی ضرورت ہے۔ جو کام جناح صاحب کر رہے ہیں ہم سب کا ہے آپ بھی ان کی اعانت فرمائیں۔ پیر صاحب مانگی شریف نے وعدہ کیا اور چوتھے دن بڑے پر تپاک طریقے سے رخصت کیا گیا۔ (۱۰۵)

خطبہ صدارت سنی کانفرنس مراد آباد: کل ہند سنی کانفرنس (جمیۃ العلمائے ہند) کا اجلاس حضرت قبلہ قدس سرۃ العزیز کی صدارت میں ۱۷، ۱۸، ۱۹، مارچ ۱۹۲۶ء کو مراد آباد (یوپی) میں منعقد ہوا تھا۔ حضور نے فی البدیہہ خطبہ ارشاد فرمایا تھا۔ جس میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا فقیر ایک ادنیٰ خادم صوفیائے کرام ہے۔ فقیر کو ایک پرانا واقعہ یاد آیا کرنل ہالرائڈ صاحب لاہور میں ڈائریکٹر محکمہ تعلیمات پنجاب تھے نے کہا کہ ہمارے ملک انگلستان میں پارلیمنٹ کے کئی سو ممبران ہیں۔ جو اپنے ملک کے لئے ایک قانون بناتے ہیں۔ مگر اس قانون کو جاری ہوئے ابھی پورا سال بھی نہیں گزرتا کہ اس میں غلطیاں نظر آنے لگتی ہیں اور رد و بدل شروع ہو جاتا ہے۔ مگر پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کا بنایا ہوا

قانون تیرہ سو برس کا عرصہ گزر گیا اور اس میں آج تک ایک حرف کی غلطی نہیں نکلی۔ بلکہ وہ ہر زمانے کے لئے بالکل موافق و مطابق ہے۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ قانونِ خدائی قانون ہے اور وہ مذہبِ اسلام ہے جو اللہ کا مقبول اور پسندیدہ ہے۔ (۱۰۶)

حقانیتِ اسلام: آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کیا دنیا میں کوئی اور مذہب ہے جو یہ دعویٰ کر سکے کہ ان کی کتابِ اول سے آخر تک کسی کو یاد ہو؟ فقط کلامِ پاک کا ایک نمونہ تو یہ فقیر ہی آپ کے سامنے جو بارہا اس کی صداقت کا تجربہ کر چکا ہے۔ نماز تراویح میں کئی دفع یہ واقع گزرا کہ فقیر کو نیند سے بخودی آگئی۔ اس غنودگی کی حالت میں بھی قرآن شریف کے الفاظِ صحت کے ساتھ ادا ہوتے رہے۔ اگر سینے میں لکھنا نہ ہوتا تو نیم ہوش کے عالم میں وہ الفاظ کیسے زبان سے نکل سکتے تھے۔ قرآن شریف کے حروف پانچ لاکھ چالیس ہزار چھ سو۔ رکوع پانچ سو چالیس۔ سورتیں ایک سو چودہ۔ آیات چھ ہزار چھ سو چھ ہیں۔ کیا کوئی اور مذہب والا یہ بات بتا سکتا ہے کہ ان کی مذہبی کتاب کے اتنے حروف ہیں؟ کیا کوئی مذہب والا اپنی کتابِ اول سے آخر تک حرف بحرف زبانی پڑھ کر سنا سکتا ہے؟ ہمارے تو دس دس سال کے بچے ہر شہر ہر قصبے میں موجود ہیں، جو کلام اللہ کے حافظ ہیں۔ اگر بغور دیکھا جائے تو تمام دنیا میں اگر کوئی مذہب سچا ہونے کا دعویٰ کر سکتا ہے تو وہ اسلام ہے۔

جب قرآن شریف نازل ہوا تو مغربی ایشیا میں دو زبانیں مروج تھیں۔ ایک عبرانی جو انجیل کی زبان تھی دوسری سریانی جو تورات شریف کی زبان تھی۔ اس سے بڑھ کر اسلام کے سچا ہونے کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ خداوند کریم نے نہ صرف یہ کہ ان کتابوں ہی کو اٹھالیا بلکہ ان کی زبانوں کو بھی اٹھالیا۔ آج ان تمام ملکوں میں سے کوئی ملک یا شہر یا قصبہ ایسا نہیں ہے کہ جس میں عبرانی یا سریانی زبان بولی جاتی ہو۔ اب ان تمام ممالک میں عربی زبان بولی جاتی ہے۔ اور عربی زبان ہی کا دور دورہ ہے۔ جو قرآن مجید کی زبان ہے۔ قرآن شریف کی برکتیں اور رحمتیں اتنی ہیں کہ انسان کے احاطہ شمار سے باہر ہیں۔ (۱۰۷)

امیرِ ملت رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا معمول: آپ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اطاعتِ خداوندی اور غلامیِ رسول ﷺ

میں بسر ہوا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ بعض نماز فجر تا اشراق اور بعض نماز عصر تا مغرب دنیاوی بات بالکل نہیں کرتے تھے۔ اور بعض نماز عصر ختم شریف حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ پڑھا کرتے تھے۔ تہجد کی نماز کبھی قضا نہیں ہوئی۔ تمام یاران طریقت کو بھی تہجد پڑھنے کی تلقین فرماتے تھے۔ طالب علموں کے ساتھ بہت محبت سے پیش آتے تھے۔ جب کوئی بزرگ آپ کے پاس آتا تو اُسے اپنی جگہ پر بٹھاتے۔ جب آپ کسی بزرگ کے پاس جاتے تو دو زانوں ہو کر بیٹھتے تھے۔ حق گوئی و بیباکی آپ کا طرہ امتیاز تھا۔ (۱۰۸)

سنوسی ہند کا لقب: ۴/۳ مارچ ۱۹۲۱ء کو فیصل آباد میں تاریخی جلسہ کی صدارت امیر ملت نے کی جس میں برصغیر کے تمام مشائخ اور پیرزادگان نے شرکت کی۔ مولانا شوکت علی نے اپنے خطبے میں امیر ملت کے ایثار کی بے حد تحسین کی اور آپ کو سنوسی ہند کے لقب سے یاد کیا۔ شیخ سنوسی سید محمد بن علی (سنوسی تحریک اور سلسلہ سنوسیہ کے بانی) البحر یا کے معروف رہنما اور اپنے عہد کے مشہور مجاہد صوفی تھے۔ براعظم افریقہ میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں آپ نے بے پناہ کام کیا۔ سنوسی سادات سے تھے جن کا سلسلہ نسب حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے۔ ان کے صاحب زادوں سید محمد المہدی سنوسی اور سید محمد الشریف سنوسی نے بھی بے پناہ خدمات انجام دیں۔ انگریز دشمنی میں کمال حاصل کیا چونکہ حضرت امیر ملت بھی ہندوستان میں سرفروشانہ خدمات انجام دے رہے تھے۔ لہذا اُن کی نسبت سے حضرت کو ”سنوسی ہند“ کے لقب سے ملقب کیا گیا۔ (۱۰۹) ایمان والوں کے لئے تو حکم ہے کہ وہ ایمان والے تبھی ہو سکتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں سے زیادہ حضرت رسول مقبول ﷺ کو عزیز سمجھیں۔ اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ (۱۱۰) یہ نبی ﷺ مسلمانوں کی جان سے زیادہ مالک ہے

حدیث شریف: لَا يُوْثِرُ مِنْ اَحَدٍ كُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَلَدِهِ وَوَلَدِهِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ (۱۱۱) ترجمہ: ”تم میں سے کوئی ایک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اُس کے لئے اُس کی اولاد اور والد اور تمام لوگوں سے پیارا نہ ہو جاؤں۔ جب اُصول ایمان یہ ہو تو جو بے دین پیغمبر خدا ﷺ کی اہانت کرے بزرگان دین، مشائخ کرام، علمائے عظام کی توہین کرے اُس سے ہمارا کیا تعلق۔ مرزائی ہوں یا چکڑ الوی ہوں یا بابی، وہ خود ہم

کو چھوڑ کر علیحدہ ہو گئے اور الزام الٹا ہم پر لگایا جاتا ہے کہ ہم اُن سے اتفاق کیوں نہیں کرتے۔ (۱۱۲)

امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ اور تحریک پاکستان: یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ نظریہ پاکستان کی خشتِ اول آفتابِ ہند امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی (ف۔ ۱۶۲۴ء) قدس سرہ النورانی نے دین اکبری کا قلع قمع کر کے رکھی تھی لیکن مغلیہ سلطنت کے زوال پذیر ہوتے ہی فرنگی سامراج نے اپنا تسلط جما کر اسلامیان برصغیر کے قلب و جگر سے رُوح جہاد ختم کرنے کی مذموم کوششیں کیں تاکہ یہاں پر کفر و ظلمت کے گھٹا ٹوپ اندھیرے ہی چھائے رہیں۔ حکیم الامت علامہ اقبالؒ (۱۸۷۷ء۔ ۱۹۳۸ء) نے اسی صورت حال کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرمایا ہے۔

یہ فاقہ کش موت سے ڈرتا نہیں ذرا رُوح محمد ﷺ اس کے بدن سے نکال دو

فکر عرب کو دے کے فرنگی تخیلات اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو (۱۱۳)

۱۸۵۷ء میں مجاہد کبیر حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی (ف۔ ۱۸۶۱ء) نے فرنگیوں کے خلاف علم جہاد بلند کیا لیکن برادرانِ وطن نے ان کے مشن کو ناکام بنانے کی کوشش کی۔ مگر عرصہ تک علماء و مشائخ خاموش رہے۔ مگر بیسویں صدی کے شروع میں انگریز اور ہندو نے اسلام دشمنی شروع کی اور مسلمانوں کی زندگی اجیرن کر دی تو اسلام کے بطل جلیل سنوسی ہند امیر ملت پیر سید حافظ جماعت علی شاہ نقشبندی مجددی علی پوری (۱۸۴۱ء۔ ۱۹۵۱ء) میدان جہاد میں آکھڑے ہوئے اور پھر دوسرے علماء مشائخ کو بھی جہاد سے نکال کر اسلام کی ازلی وابدی دشمنوں کے مقابل لاکھڑا کیا۔ (۱۱۴)

نکل کر خانقا ہوں سے ادا کر رسم شبیریؒ کہ فقر خانقا ہی ہے فقط اندوہ و دلگیری

امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ جلوت پسند تھے اُن کی زندگی حرکی (Dynamic) تھی سکونی (Stitic) نہ تھی۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد تحریک خلافت وہ پہلی منظم تحریک تھی جس میں مسلمانوں نے کھل کر اور ڈٹ کر سفید سامراج کے خلاف اعلان بیزاری کیا اور کفن بردوش ہو کر میدانِ عمل میں نکلے۔ اس تحریک کی قیادت قیام الدین والمملت حضرت مولانا محمد عبدالباری فرنگی محلی (ف۔ ۱۹۲۶ء) اور اُن کے سرفروش مریدوں علی برادران

نے کی جبکہ سرپرستی سنوئی ہندامیر ملت پیرسید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ (ف ۱۹۵۱ء) نے فرمائی۔ اس تحریک نے اکناف و اطراف ملک میں ایک ایسی آگ لگا دی جس کے نتائج تحریک پاکستان کی شکل میں نمودار ہوئے اور بالآخر بابائے قوم حضرت قائد اعظم (ف ۱۹۴۸ء) کو اپنا علیحدہ اسلامی ملک پاکستان کی شکل میں حاصل کر لیا۔ حصول پاکستان کی جنگ میں علماء و مشائخ نے سب سے زیادہ کردار ادا کیا۔ جس میں امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ پیش پیش تھے۔ (۱۱۶) پاکستان بننے کے بعد آپؐ نے مہاجرین کی آباد کاری کے لئے بہت کام کیا۔ لٹے پٹے قافلوں اور مہاجرین کی ہر طرح سے امداد کی ۱۱ ستمبر ۱۹۴۸ء کو قائد اعظم کی رحلت ہوئی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بہت صدمہ ہوا۔ آپؐ نے حضرت قائد اعظم کے لئے دُعاۓ مغفرت فرمائی اور یارانِ طریقت کو بھی دُعاۓ مغفرت کے لئے ارشاد کیا۔ آپؐ نے قائد اعظم کی رحلت کا سن کہ یوں ارشاد فرمایا۔ ابھی ابھی جناح صاحب کی وصال کی خبر سن کر جس قدر صدمہ ہوا وہ احاطہ تحریر سے خارج ہے خیر مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔ اس وقت سارے پاکستان میں مرحوم کا جانشین کوئی نظر نہیں آتا۔ (۱۱۷)

تحریک پاکستان ایوارڈ: ۱۹۸۷ء کو حکومت پنجاب نے حضرت امیر ملت کی تحریک پاکستان میں عدیم الظہیر خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے ”تحریک پاکستان کا ایوارڈ“ کا اعزاز دیا۔ ایوارڈ کی اپنی مسلمہ اہمیت و حیثیت سہی مگر اصل کام وطن عزیز میں نظامِ مصطفیٰ کا نفاذ اور مقامِ مصطفیٰ کا تحفظ ہے۔ ملک کو امن و آشتی کا گہوارہ بنانا ہے اور ایک پاکیزہ معاشرے کی تشکیل ہے۔ اگر یہ نہیں تو پھر ایوارڈ اور اعزاز سب بے مقصد اور بے سود ہیں۔ (۱۱۸)

یہ قدآور شخصیتیں اور بلند ہستیاں اسی لئے طاقِ نسیاں کی نذر کی جا رہی ہیں۔ ان علماء و مشائخ کی کوششوں سے مسلمانوں کو آزادی نصیب ہوئی۔ (۱۱۹) قیام پاکستان کے بعد آپؐ اسلامی آئین کے نفاذ کی بھرپور کوشش کی جگہ جگہ جلسوں اور یادداشتوں کے ذریعہ حکومت کو اسلامی آئین کا وعدہ یاد دلایا۔ پیر صاحب مانگی شریف رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبدالستار نیازی رحمۃ اللہ علیہ نے آپؐ کی معیت میں تمام ملک کا دورہ کیا مگر افسوس کہ حکومت نے اپنا وعدہ پورا نہ کیا جس کا حضرت کو تادمِ زیست سخت صدمہ رہا۔ (۱۲۰)

بیسویں صدی عیسوی کے محدث: آپ رحمۃ اللہ علیہ کا شمار بیسویں صدی عیسوی کے اُن مشائخ عظام میں ہوتا ہے
 رہنمائی کے ساتھ ہی ساتھ خود کو سیاسی منظر پر بھی ہمیشہ متحرک و فعال رکھا۔ (۱۱۵)

وصال مبارک

دریں حدیقہ بہار و خزاں زمانہ جام بدست و جنازہ برداشت است

ایک عربی مکتوب: انجمن خدام الصوفیہ کا سالانہ جلسہ ۱۰، ۱۱ مئی ۱۹۵۱ء کے بخیر و خوبی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی
 میں پایہ تکمیل کو پہنچا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے سید اختر حسین، حاجی خوشی محمد صاحب ملتانی اور شیخ نذیر صاحب
 کھیم کرنی (ملتانی) حضور رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ان دونوں صاحبان سے
 فرمایا کہ بھائی جلدی جلدی آکر ملا کر وہ کل ایک خط میرے پاس آیا ہے جس میں لکھا ہے تمہاری زندگی اب تھوڑی
 رہ گئی ہے۔ اس لئے خوب عبادت کیا کرو سب لوگ غمگین ہو گئے اور آہ و افغان کرنے لگے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے
 ہنس کر فرمایا موت کا کیا ڈر ہے۔ موت کا سن کر کیا رونا ہے۔ آخر ایک روز تو کبھی کو مرنا ہے۔ (۱۲۲)

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت و ایاس ۲۶ ذیقعدہ ۱۳۷۰ھ / ۳۰ اگست ۱۹۵۱ء بروز جمعرات ایک سو
 دس برس کی عمر میں ہوئی اور علی پور سیدان میں آخری آرام گاہ بنی۔ (۱۲۳) آپ رحمۃ اللہ علیہ کا عرس مبارک ہر
 سال ۲۸، ۲۹ بیساکھ کو علی پور سیدان ضلع نارووال میں بڑی تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے۔ (۱۲۴) بہت سے
 شعرا نے قطعاتِ تاریخ وفات کہے جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

۱۔ از مولا ناضیاء القادریؒ ----- کراچی

تھا ولایت کا جن کی ذات پہ حصر

ہوئے واصل بحق وہ پیر طریق

لکھ ضیاء ”مہدی“ مشائخ عصر“

پرتو نورِ نقشبند کی شان

۲۔ حضرت ماکل بنگلوری

-----بنگلور (انڈیا)

عارف حق مرشد روشن ضمیر

پائے ہیں اَب قرب رب ذوالجلال

آہ شیخ عصر موجود گئے

کہد یا ماکل نے یہ سال و سال

۳۔ حضرت صابر براری

-----کراچی

ہوئے آج راہی وہ خلد بریں کو

علی پور کے تھے جو معروف صوفی

ادھر پیشوا تھے وہ دین ہدی کے

ادھر رہنما بھی تھے وہ اک سیاسی

۴۔ حضرت طارق سلطان پوری

حسن ابدال ضلع اٹک

بہار بوستان، دین و ایمان

مکرم، شاہ جماعت شیخ دوراں

زروئے ”اوج“ سال وصل اُس کا

کہا ”خورشید بام فقر و عرفان“

۵۔ حضرت علیم الدین علیم صدیقی

-----حیدر آباد دکن

گئے دار و دنیا سے ملک عدم کو

صفا باطن و پیر کامل حق آگاہ

علیم دل افکار تاریخ لکھ دے

جنان میں ہیں ساقی جماعت علی شہ

۶۔ محمد صادق قصوری ناظم اعلیٰ مرکزی مجلس امیر ملت۔ بروج کلاں ضلع قصور

حضرت شاہ جماعت ہم سے رخصت ہو گئے

اُن کی فرقت میں ہیں اہل سلسلہ اندوہ گیں

فکر تھی تاریخ رحلت کی تو آئی یہ صدا

کہدے صادق ”افتخارِ اولیاء روشن جبین“ (۱۲۵)

وصال مبارک کی اطلاع: اسی وقت سائیکل سواروں کو سیالکوٹ بھیجا گیا تاکہ اس حادثہ جانکاہ کی اطلاع اطراف و

اکناف میں پہنچائی جائے۔ چنانچہ دوسرے دن اخبارات میں یہ اطلاع شائع ہو گئی۔ ریڈیو پاکستان کی صبح کی

خبروں میں بھی یہ سانحہ نشر کیا گیا۔ اس طرح پاکستان اور بیرون ملک ہر جگہ سب کو اس حادثہ فاجعہ کا علم ہو گیا۔ لوگ

دور دور سے آنے لگے۔

روضہ مبارک: روضہ مبارک مسجد نور کے جنوب میں باغ کی طرف جگہ پسند کر لی گئی۔

تجہیز و تکفین: سنت کے مطابق غسل دے کر آخری لباس (کفن) زیب تن کیا گیا معطر دستار سر پر پہنائی گئی۔

آخری دیدار: بعد ازاں جسدِ خاکی بڑی حویلی میں رکھ دیا گیا تاکہ لوگ دیدار سے مشرف ہو سکیں۔ نماز جمعہ کے بعد ڈھائی بجے جسدِ خاکی زنا نہ حویلی میں پہنچایا گیا تاکہ خاندان کی مستورات اور دوسری خواتین زیارت کر سکیں پھر جسدِ خاکی مسجد نور میں لایا گیا۔

نماز اور تدفین: جسدِ خاکی کے ساتھ لمبے لمبے بانس مضبوطی سے باندھ دیئے گئے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ کندھا دے سکیں۔ ہجوم کی زیادتی کی وجہ سے گاؤں سے دور کھلے میدان میں رکھا گیا تاکہ سب نماز جنازہ ادا کر سکیں۔ چورہ شریف کے سجادہ نشین۔ حضرت صاحبزادہ محمد شفیع صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی۔ نمازیوں کی تعداد کا اندازہ لگانا ممکن نہ تھا بس لوگوں کا جم غفیر تھا جو دور دور تک پھیلا ہوا تھا۔ پھر ہزاروں عقیدت مندوں نے رُوءِ انور کی زیارت کی، جسد مبارک صندوق میں رکھ کر لحد میں اتارا گیا مگر صندوق کو بند نہیں کیا چنانچہ زیارت کا یہ سلسلہ دوسرے دن تک جاری رہا۔ (۱۲۶) حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پیچھے تین صاحبزادے اور ایک صاحبزادی چھوڑی سراج الملت پیر سید محمد حسین شاہ (ف ۱۹۶۱ء) مخدوم الملت پیر سید خادم حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ (ف ۱۹۵۱ء) شمس الملت پیر سید نور حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ (ف ۱۹۷۸ء) اور صاحبزادی سیدہ بنت رسول (ف ۱۹۶۲ء)۔ (۱۲۷)

سجادہ نشینی: آپ رحمۃ اللہ علیہ کے چہلم پر صاحبزادگان چورہ شریف بھی شرکت کے لئے تشریف لائے اس موقع پر آپ نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے سراج الملت حضرت الحاج حافظ مولوی سید محمد حسین شاہ سجادہ نشین اول مقرر ہوئے اور آپ کی دستار بندی صاحبزادہ چورہ شریف نے کی۔ (۱۲۸)

پیغامات تعزیت: حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کی خبر شائع ہوئی تو پورے برصغیر میں صفِ ماتم بچھ گئی۔ پاکستان اور ہندوستان کے علماء اور زعماء نے تعزیت کی۔ اخبارات و رسائل نے تعزیتی نوٹ لکھے۔ دینی اور اسلامی

اداروں نے قرار ادا دیں منظور کیں۔ جا بجا جلسے ہوئے، جن میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت اور خدمات پر تقریریں کی گئیں۔ مختلف شہروں میں ایصالِ ثواب کے اجتماعات ہوئے، ہزاروں قرآن مجید ختم ہوئے اور ہزاروں ہی ختم شریف پڑھے گئے۔ جگہ جگہ ہزاروں بندگانِ خدا میں کھانے تقسیم کئے گئے۔ ان گنت خطوط تعزیت موصول ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مداح اور ارادت مند لاکھوں کی تعداد میں تھے۔ اس لئے ہر شہر اور ہر گاؤں میں سبھی نے اپنے اپنے طور پر اظہارِ عقیدت اور ایصالِ ثواب کے طریقے اختیار کئے گئے۔ یہ سب تفصیلات اخبارات و رسائل میں شائع ہوتی رہیں۔ یہاں ان سب کا استقصا کیا جائے تو طول لا طائل ہوگا۔ اس لئے چند خطوط تعزیت نقل کئے جاتے ہیں۔ (۱۲۹) حضرت الحاج مولانا غلام محمد ترنم رحمۃ اللہ علیہ خطیب جامع مسجد رسول سکریٹریٹ لاہور مَوْتُ الْعَالِمِ مَوْتُ الْعَالَمِ: ترجمہ عالم دین کی موت تمام جہان کی موت ہوتی ہے۔ حضرت قبلہ امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ کے وصال نے عالمِ اسلام کو ناقابلِ تلافی صدمہ پہنچایا ہے۔ آج آسمان بھی یقیناً رو رہا ہے۔ اس لاثانی شخصیت نے کون سی اسلامی اور ملی تحریک تھی کہ اُس کو چار چاند نہ لگا دیئے ہوں۔ شدھی کے خلاف بے مثال جہاد، ہندو کی شاطرانہ چالوں سے مسلمانوں کو آگاہ کیا، خلافت کی تحریک میں بہت بڑی قربانیاں کیں۔ مسلم لیگ میں رُوح ڈالی۔ خالص حنفیت کی عدیم النظیر خدمات انجام دیں۔ محبت رسول ﷺ کا جذبہ لاکھوں انسانوں میں پیدا کیا۔ راتِ دِن عبادت، نعت کے اشغال، صبح و شام اوراد، صرف خود ہی نہیں ایک منٹ بھی ایسا نہیں گزرا کہ مسلمانوں کے جم غفیر کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور ﷺ میں نہ گزارا ہو۔ صد ہا مدارس اسلامیہ کی سرپرستی، پیرانِ عظام کی خدمت (اللہ کے ہمسایے رسول ﷺ کے درِ اقدس کے گدا) مکی مدنی لوگوں کے ساتھ بیسویں نیک سلوک دشمنوں کے ساتھ احسان، گناہگاروں کے غلطیوں پر قلمِ عفو، مواعظت کے دریا بہائے پند و نصائح کی مجلس میں ساری عمر بسر فرمائی، سنت نبوی پر عمل اور جو دوسخا میں اپنی مثال آپ، لاکھوں کی رہنمائی، گمراہوں کی دستگیری خالص عقیدہ رکھنے والے مسلمانوں کے غمخوار اور عقیدت مندوں کے دلدار۔ غرض یہ روشن زندگی لکھوں تو ہزار صفحہ کی کتاب بلا مبالغہ لکھ ڈالوں۔ ہر عنوان اپنے اندر واقعات و سیر کی دُنیا رکھتا ہے۔

باقیات الصالحات میں ادارے ہی نہیں، مساجد و معابد ہی نہیں، بلکہ نیک، متقی اور صالح اولاد چھوڑی جس کی آج نظیر نہیں، اللہ تعالیٰ اُن کے صدقے میں مجھ سے راضی ہو جائے اور ہمارے گناہ معاف فرمائے اور اس نیک اولاد کا سایہ تا قیامت ملت اسلامیہ پر قائم رکھے۔ (۱۳۰)

قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ (۱۳۱)

ترجمہ: کہہ دو بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا زندہ رہنا اور میرا مرنا اللہ رب العالمین کے لیے ہیں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس راہ پر چل کر کے دکھا دیا۔

نامور شخصیات کے نام: الحاج حافظ پیر امیر ملت سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری کے وصال مبارک پر جن نامور شخصیات نے تعزیت کے خطوط لکھے ان کے نام ورج ذیل ہیں:

مولانا الحاج پیر سید فضل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جلال پور شریف

پیر سید نذرمحی الدین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین بٹالوی

عالی جناب حضرت دیوان سید آل رسول علی خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین ونبیرہ

سلطان الہند خواجہ غیریہ نواز رحمۃ اللہ علیہ اجمیر شریف

حضرت حافظ صاحبزادہ سید ظہور علی شاہ صاحب قبلہ چورہ شریف

عالی جناب سردار عبدالرب نشتر گورنر پنجاب

حضرت مولانا ضیاء القادری، صدر جمعیت المشائخ کراچی

مولانا سید احمد سعید کاظمی مہتمم و صدر مدرس مدرسہ اسلامیہ عربیہ انوار العلوم ملتان۔

جناب صاحبزادہ پیر محمد ابراہیم صاحب بھلیہ چک نمبر ۱۱۹

جناب مولانا عبدالمجید صاحب سالک، سابق مدیر انقلاب لاہور

جناب پروفیسر محمد طاہر صاحب فاروقی اسلامیہ کالج پشاور (۱۳۲)

انشاء و خطابت: آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے مواعظ و خطبات اور مکالمات و مسائل سننے والے آج

بھی لاکھوں کی تعداد میں بقید حیات ہیں۔ اور وہ شاہد ہیں کہ حضور کی سادہ باتوں میں جواثر و تاثیر اور لطف و دل

نشینی ہوتی تھی وہ بڑی سحر آفرین تقریروں اور فصیح و بلیغ خطبات میں بھی نہیں پائی گئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے علمی اور ادبی کمالات جتنے بھی تھے یقیناً اس سے کچھ زیادہ ہی وہی بھی تھے۔ (۱۳۳)

ارشاداتِ قدسیہ: ۱۔ ایک وقت بھی اللہ کا لفظ زبان سے نکلا تو وہ زبان کا ذکر ہوا۔ دل سے ایک مرتبہ اللہ کو یاد کیا تو تین کروڑ پچاس لاکھ مرتبہ ذکر زبان کے برابر ہوگا۔ یہ دل کا ذکر ہے۔

۲۔ دریا میں کشتی پانی کے اوپر رہتی ہے۔ جتنا پانی زیادہ ہوگا اتنا ہی کشتی کو آرام ملے گا۔ اگر وہی پانی کشتی میں آگیا تو کشتی ڈوب جائے گی۔ دل کشتی ہے اور دنیا کے رنج و غم پانی، سب کی کشتی ڈوبی ہوئی ہے۔ مگر اللہ کے بندوں یعنی ذاکروں کی کشتی تیرتی ہے۔

۳۔ جو لوگ حضور پر نور سید عالم ﷺ کے دشمن ہیں ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے جہنم بنائی ہے اور جو آپ کی محبت والے ہیں ان کے لئے جنت۔ جو لوگ یہ فکر کرتے ہیں کہ ہم مرنے کے بعد جہنم میں جائیں گے یا جنت میں۔ ان کو سوچ لینا چاہیے کہ وہ حضور ﷺ کے دشمن ہیں یا ان کے ساتھ محبت کرنے والے۔

۴۔ دنیا کی ہر نئی چیز کو پسند کر سکتے ہو مگر دین وہی پرانا، قدیم اختیار کرو جس کو تمہارے باپ دادا نے اختیار کیا۔

۵۔ انسان بد عمل ہو تو ہو لیکن اللہ کرے کہ بد عقیدہ نہ ہو۔ حدیث شریف میں ہے کہ کوڑھی سے اس طرح بھاگو جس طرح شیر سے۔ بد عقیدہ لوگ دل کے کوڑھی ہوتے ہیں۔ ان سے بچو بلکہ ان کے بیٹھنے کی جگہ پر بھی مت بیٹھو۔

۶۔ نماز کی فکر کا کام نماز ہے۔ یعنی کوئی شخص کسی کام میں لگا رہے مگر دل اس کا نماز میں ہے۔ یعنی ہر وقت نماز کی فکر کرے۔

۷۔ کسان عمر بھر بل چلاتا رہے اور بیچ نہ ڈالے تو کھیتی ہو سکتی ہے؟ نہیں ہو سکتی بل چلانا، روزہ، نماز، حج ہے اور بیچ ڈالنا زکوٰۃ ہے۔ زکوٰۃ ادا نہ کرے تو نماز، روزہ حج سب بیکار ہے۔

۸۔ دو کام کرنے ہوں ایک دین کا ایک دنیا کا۔ تو پہلے دین کا کام کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے دنیا کا کام بھی پورا کر دیں گے۔

۹۔ دعا کے دو پر ہیں۔ اکل حلال، صدق مقال، جو حلال کمائے کھائے اور سچ بولے اس کی دعا ضرور قبول

ہوتی ہے۔

۱۰۔ جو شخص تم سے مانگتا ہے وہ دراصل تم پر احسان کرتا ہے اس وجہ سے کہ ایک پیسہ تم سے مانگتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کا اجر تم کو سات سو تک دیتا ہے۔

۱۱۔ فقط لا الہ الا اللہ پڑھولیا تو موحد بن گیا۔ مومن نہیں بنا، مومن کب بنے گا؟ جب لا الہ الا اللہ محمدر سول اللہ پڑھے۔ ہمارے لئے سب سے اعلیٰ اور سب سے افضل نعمت، ایمان کی نعمت ہے۔

۱۲۔ سرکارِ دو عالم ﷺ کا نام مبارک زبان پر آجانے سے تمام عمر کا فکر و شرک اور تمام گناہ مٹ جاتے ہیں۔

۱۳۔ آج کل عام بات مشہور ہے کہ حضور ﷺ کی ذات کو حد سے نہ بڑھاؤ؟ حد سے وہی بڑھا سکتا ہے جس کو حد معلوم ہو، جس کو حد معلوم ہی نہ ہو وہ کیا بڑھائے گا۔ آپ ﷺ کی حد سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کو معلوم نہیں۔ ایک بار کلمہ شریف پڑھنے سے تمام عمر کے گناہ بخشے جاتے ہیں اس قدر حد تو ہم کو معلوم ہے۔

محمد مصطفیٰ اے کیف ممدوح الہی ہیں بشر کیا کوئی بھی ان کا ثنا خواں ہو نہیں سکتا

محمد سر قدرت ہیں کوئی رمز انکی کیا جانے شریعت میں تو بندہ ہیں حقیقت میں خدا جانے

۱۴۔ انبیاء کے جسم کوزمین نہیں کھاتی اور نہ چھوتی ہے۔ انبیاء قبروں میں نماز پڑھتے ہیں۔ سرور انبیاء کی نسبت قیاس کر دیا درجہ ہوگا۔

۱۵۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جو شخص مجھ پر سلام بھیجے گا میں اس کے سلام کا جواب دوں گا۔

۱۶۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جو شخص محبت سے درود شریف پڑھے اس کو میں اپنے کانوں سے سنتا ہوں۔

۱۷۔ حضور اکرم ﷺ اس دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد بھی بے شک زندہ ہیں اور اپنی نبوت پر قائم ہیں۔ اپنی امت کی اطاعت و نیکی سے خوش ہوتے ہیں اور گناہ و نافرمانی سے غمگین۔

۱۸۔ جسم برتنے کے لئے دیا گیا ہے نہ کہ پالنے اور موٹا کرنے کیلئے۔

جاگنا ہے جاگ کے افلاک کے سایہ تلے حشر تک سونا پڑے گا خاک کے سایہ تلے

۱۹۔ سر خاک پہ رکھ کر انسان پاک ہو جاتا ہے

کیا حق ہے ہمیں زمیں پر پاؤں رکھنے کا جب رکھا نہیں سر سجدہ میں کبھی

- ۲۰۔ بدعقیدہ لوگوں کی صحبت میں نہ رہو بلکہ ان کے بیٹھنے کی جگہ پر بھی مت بیٹھو۔
- ۲۱۔ سب لوگوں کی قبروں میں اندھیرا ہوگا لیکن تہجد پڑھنے والے کی قبر میں روشنی ہوگی آیت الکرسی ہر نماز کے بعد اور سورۃ تبارک الذی ہر رات کی وجہ سے قبر میں عذاب ہرگز نہ ہوگا۔
- ۲۲۔ نماز میں جس طرح رسول اللہ ﷺ پر درود شریف پڑھنا فرض ہے، اس طرح آپ ﷺ کی آل پر بھی درود شریف پڑھنا فرض ہے ورنہ نماز ہی نہیں ہوتی۔
- ۲۳۔ بیش از قسمت و پیش از وقت کچھ نہیں ملتا۔
- ۲۴۔ دل اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر کے لئے پیدا کیا ہے نہ کہ پریشانیوں کے لئے۔
- ۲۵۔ قیامت اس وقت آئے گی جب اللہ کا کوئی بندہ اللہ کا نام لینے والا نہ رہے گا۔
- ۲۶۔ بزرگوں کا ادب کرو اگر وہ ناراض ہو جائیں پھر کہیں بھلائی کی اُمید نہیں۔
- ۲۷۔ جس میں غیرت نہیں اُس میں ایمان بھی نہیں۔
- ۲۸۔ دعوت کا قبول کرنا سنت ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تین میل کے فاصلے پر بھی کوئی دعوت دے اور پکی ہوئی معمولی چیز ہو تب بھی اُس کی دعوت میں جانا چاہئے۔
- ۲۹۔ مدینہ شریف کی حاضری میں آداب کا لحاظ ضرور رکھنا چاہئے کم از کم صورت مسلمان کی بنانی چاہئے۔
- ۳۰۔ راہ خدا میں جو کچھ دینا ہو وہ اپنی زندگی میں اپنے ہاتھ سے دے دینا چاہئے مرنے کے بعد ہمارے نام پر نہ بیوی دے گی نہ بچے۔ بلکہ ہماری قبر پر فاتحہ پڑھنے کے لئے آنا مشکل ہوگا۔
- ۳۱۔ اگر دس ذاکر ہوں اور ایک غافل ہو تو ذاکر غافل کو بھی نورانی کر دیں گے اللہ کا ذکر کرنے والوں کی صحبت میں رہنے سے اطمینان ملے گا۔
- ۳۲۔ کہا جاتا ہے کہ مرنے کے بعد مردے کو ثواب نہیں پہنچتا۔ حال یہ ہے کہ روح نہیں مرتا جب روح نہیں مرتا تو اُسے ثواب کیوں نہیں پہنچتا۔ (۱۳۴) اقبالؒ کہتے ہیں۔
- مرنے والے مرتے ہیں لیکن فنا ہوتے نہیں حقیقت میں وہ ہم سے جدا ہوتے نہیں
- مرنے والوں کی جبین چمکتی ہے کبر ظلمات میں جس طرح تارے چمکتے ہیں اندھیری رات میں (۱۳۵)

مکتوبات شریف: حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی طویل عمر مبارک میں ہزاروں چھوڑ لا کھوں مکتوبات سپرد قلم کئے تھے۔ ابتداء میں بیشتر خط قلم مبارک سے خود تحریر فرماتے تھے۔ کام زیادہ ہوتا تو کسی یار کو حکم دیتے اور وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے املا کے مطابق لکھ دیا کرتے۔ اگر ایسا ہوتا تو ہمیشہ بعد کو سنانے کا حکم دیتے اور ضروری اصلاح فرماتے۔ عمر مبارک کے آخر میں عموماً دوسروں سے خطوط لکھوائے ہیں۔ اور کمتر خود تحریر فرمائے ہیں۔ یاران طریقت کے پاس حضور کے نامہ ہائے مبارک بطور تبرک بکثرت اب بھی محفوظ ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خطوط میں علاوہ خیر خیریت کے اور بہت سی کام کی باتیں ہوا کرتی تھیں۔ سفر کے حالات، عام مفید معلومات، علمی مسائل، امر بالمعروف نہی عن المنکر، دینی، اخلاقی اور تصوف کی باتیں۔ غرض آپ کے خطوط علم و حکمت اور دلچسپی و افادیت کا نادر ذخیرہ پیش کرتے ہیں۔ اگر ان کو شائع کر دیا جائے تو یاران طریقت اور عامۃ المسلمین سب کے لئے یکساں فیض اور برکت کا سامان فراہم کریں گے۔ روزمرہ گفتگو اور خطبات و مواعظ میں بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کا اسلوب یہی تھا اور مکتوبات میں بھی بہ کثرت اشعار تحریر فرماتے تھے۔ (۱۳۶)

اخلاف کرام: حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کے تین صاحبزادے اور ایک صاحبزادی تھیں۔ تینوں صاحب زادگان گرامی شان کو اجازت و خلافت مرحمت فرمائی تھی۔ آپ کے مختصر حالات ذیل میں درج ہیں۔ (۱۳۷)

سراج الملت حضرت الحاج مولوی سید محمد حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین اول: آپ حضور رحمۃ اللہ علیہ کے خلف اکبر تھے۔ تذکرہ اولیاء علی پور سیداں کے آپ کی تاریخ پیدائش ۱۲۹۸ھ مطابق ۱۴ اپریل ۱۸۷۸ء کو حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں عالم اسلام کے مشہور و معروف روحانی مرکز علی پور سیداں ضلع ناروال میں صبح صادق کی ساعت سعید میں ہوئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت پر بڑی خوشیاں منائی گئیں۔ حضرت امیر ملت رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے چاند سے بڑھ کر حسین چہرے کو دیکھا تو جامے پھولے نہ سمائے اور بے اختیار ہو کر گود میں اٹھالیا اور دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی اور دُعا خیر کی۔ آپ نے پانچ سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کر لیا اور مڈل پاس کرنے بعد استاذ العلماء حضرت مولانا نور احمد نقشبندی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ (ف ۱۹۳۰ء) کے پاس امرتسر میں تحصیل علم حاصل کیا، درس نظامی کی تمام اعلیٰ کتابیں تفسیر، حدیث، فقہ، ادب، فلسفہ وغیرہ کی تکمیل مدرسہ امینیہ دہلی سے حاصل کی۔ حصول علم کے بعد آپ

واپس علی پور سیداں شریف آئے۔ بیس برس کی عمر میں آپ کی شادی آپ کے تایا پیر سید نجابت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی دختر نیک اختر سے انجام پائی۔ اور آپ کو مدرسہ نقشبندیہ علی پور سیداں کا مہتمم مقرر کیا گیا۔ آپ مدرسہ کے انتظام و انصرام کے علاوہ طلباء کو علوم و فنون کی کتابیں بھی پڑھاتے تھے۔ عربی فارسی پر آپ کو مہارت تامہ اور شہرت عامہ حاصل تھی۔ شروع میں آپ نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے مشہور بزرگ حضرت بابا فقیر محمد چوراہی (ف ۱۳۱۵ء) کے دست اقدس پر بیعت حاصل کی تھی اور اجازت و خلافت سے بھی سرفراز کئے گئے تھے۔ اُن کی رحلت کے بعد اپنے والد امیر ملت قدس سرہ سے بیعت ہو کر خرقہ خلافت حاصل کیا۔ آپ عالم، فاضل، پیر، ادیب اور حکیم ہونے کے علاوہ ایک بہت بڑے مناظر بھی تھے۔ آپ جتنے جلیل القدر عالم تھے اتنے ہی پابندی شریعت اور اتباع سنت کے عامل تھے۔ عشق رسول ﷺ تو رگ رگ میں سمایا ہوا تھا۔ آپ نے حضرت امیر ملت قدس سرہ کی زیر قیادت تمام دینی، ملی مذہبی اور سیاسی تحریکوں میں حصہ لیا۔ (۱۳۸)

وصال مبارک: آپ کی وفات حسرت آیات ۶ جمادی الاول ۱۳۸۱ھ ۱۶ اکتوبر ۱۹۶۱ء بروز پیر بوقت ساڑھے پانچ بجے شام بعمر شریف تراسی سال ۶ ماہ ۱۲ یوم ہوئی نماز جنازہ حضرت خواجہ محمد شفیع سجادہ نشین چورہ شریف ضلع اٹک (ف ۱۹۶۶ء) نے پڑھائی اور حضرت امیر ملت قدس سرہ کے پہلو مبارک میں سپرد خاک کئے گئے۔ آپ نے اپنے پسماندگان میں دو صاحبزادے جو ہر ملت حضرت پیر سید اختر حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ (ف ۱۹۸۰ء)، حضرت پیر سید انور حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (ف ۱۹۷۲ء) اور ایک صاحبزادی سردار فاطمہ چھوڑی۔ (۱۳۹)

خادم الملت حضرت الحاج حافظ سید خادم حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ: آپ منجھلے صاحبزادے تھے۔ آپ کی ولادت ۱۳۰۷ھ/۱۸۹۰ء میں علی پور سیداں میں ہوئی۔ آپ بچپن ہی سے ذہین، متقی اور پرہیزگار تھے۔ اتباع شریعت مطہرہ کا آپ کو ابتدا سے خاص اہتمام مد نظر رہتا تھا۔ حضرت قاری شہاب الدین علی پوری رحمۃ اللہ علیہ سے کلام مجید حفظ کیا۔ اس کے بعد عربی، فارسی اور اردو کی ابتدائی تعلیم علی پور سیداں ہی میں حاصل کرنے کے بعد تشنگی علم کشاں کشاں لاہور لے گئی۔ یہاں آپ نے مسجد پٹولیاں اندرون لوہاری گیٹ کے ایک حجرے میں قیام کیا اور علوم عربیہ کی تحصیل کی۔ ازاں بعد اورنٹیل کالج لاہور میں داخل ہو کر مولوی فاضل کا امتحان امتیازی حیثیت سے پاس کیا۔ کانپور میں آپ نے مدرسہ جامع العلوم میں باقاعدہ درس نظامیہ کی تکمیل کی۔ تفسیر، حدیث، فقہ اور

دیگر معقولی علوم حاصل کئے اور دورہ حدیث کی سند حاصل کی اس زمانے میں گھر سے دور رہ کر آپ کو مشکلات کا بھی سامنا کرنا پڑا لیکن حصول علم کے شوق و ذوق میں آپ نے ہر سختی کو سہل سمجھا اور عالم فاضل بن کر گھر واپس آئے۔ (۱۴۰) شادی اور اولاد: آپ کی پہلی شادی اپنی پھوپھی صاحبہ کی لڑکی سے ہوئی جن سے ایک لڑکا حامد حسین پیدا ہوا۔ مگر آٹھ سال کا ہو کر بقضائے الہی فوت ہو گیا۔ چند سال بعد زوجہ محترمہ کا بھی انتقال ہو گیا۔ کچھ عرصہ بعد آپ کی دوسری شادی آپ کے تایا پیر سید نجابت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی چھوٹی صاحبزادی سے ہوئی جن سے ایک لڑکا ہوا جس کا نام نامی حضرت حافظ سید نذر حسین شاہ ہے۔

کتب خانہ: آپ کو مطالعہ کتب کا بہت شوق تھا۔ آپ نے اپنا ذاتی کتب خانہ قائم کیا تھا۔ جس میں قیمتی کتابوں کا ذخیرہ جمع کیا تھا۔ آپ نے اپنا سارا کتب خانہ مدرسہ نقشبندیہ کے لئے وقف کر دیا تھا۔ آپ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے تبلیغی، دینی، ملی اور فلاحی کاموں میں پوری مستعدی سے حصہ لیتے تھے۔ آپ کو تین دفعہ فریضہ حج اور مدینہ منورہ کی زیارت کی سعادت حاصل ہوئی تھی۔ (۱۴۱)

وفات: اکتوبر ۱۹۵۱ء کچھ اکھوہ ضلع ملتان کے قریب ایک پیر بھائی صوبیدار غازی خان کی اہلیہ کے چہلم پر فاتحہ خوانی کے لئے تشریف لے گئے اور ریل گاڑی سے اترتے وقت گر کر زخمی ہو گئے خانہ ہسپتال پہنچایا گیا لیکن زیادہ خون بہہ جانے کی وجہ سے ڈاکٹر بھی کچھ نہ کر سکے اور وہیں آپ نے ۲۲ اکتوبر ۱۹۵۱ء / ۲۱ محرم الحرام ۱۳۷۱ھ بروز پیر جام شہادت نوش فرمایا۔ میت شریف علی پور سیداں لائی گئی تو کہرام برپا ہو گیا۔ چنانچہ تابوت مبارک کو روضہ امیر ملت پر لایا گیا حضرت سراج الملت قدس سرہ نے نماز جناہ پڑھائی اور حضرت امیر ملت کے روضہ شریف میں مرقد منور کے بائیں طرف مشرق میں آخری آرام گاہ بنی۔ آپ کے دو بیٹے ہوئے بڑے صاحبزادے سید حامد حسین آٹھ سال کی عمر میں فوت ہو گئے۔ دوسرے صاحبزادے سید نظر حسین شاہ جو کہ عالم فاضل متقی اور پرہیزگار ہیں۔ (۱۴۲)

حضرت شمس الملت الحاج حافظ سید نور حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی سجادہ نشین ثانی: آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت ۱۳۱۷ھ / ۱۸۹۹ء میں ہوئی تاریخی نام اعظم شاہ ہے جس سے ۱۳۱۷ کے عدد برآمد ہوتے ہیں۔ آپ حضرت امیر ملت پیر سید حافظ جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ آپ شکل و

صورت میں حضرت قبلہ عالم سے بہت مشابہت رکھتے تھے۔ جوانی میں حسین و جمیل اور شاندار وجاہت کے حامل تھے۔ بلند قامت خوش پوش، سیاہ شیروانی اور سفید بلند عمامہ باندھ کر راستہ چلتے تو سب کی نظریں آپ کی شان و شوکت سے خیرہ ہو کر رہ جاتیں اور دل آپ کی جانب کھینچ جاتے۔ حضرت امیر ملت آپ کو لاڈلا پیر کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ آپ نے حافظ عبدالرحمن (ف ۱۹۲۳ء) سے قرآن پاک حفظ کیا۔ پرائمری سکول علی پور سیداں سے پرائمری کا امتحان اعلیٰ پوزیشن میں پاس کرنے کے بعد مدرسہ نقشبندیہ علی پور سیداں سے درس نظامی کی تکمیل کر کے دورہ حدیث کی سند حاصل کی۔ پھر والد گرامی حضرت امیر ملت قدس سرہ کے دست اقدس پر بیعت کی اور خلعتِ خلافت سے بھی نوازے گئے۔ آپ کی شادی ۱۱ مئی ۱۹۱۶ء کو ہوئی۔ آپ نے حضرت امیر ملت قدس سرہ کے ساتھ تمام دینی، ملی، سیاسی اور رفاہی تحریکوں میں بھرپور حصہ لیا۔ آپ اپنے برادر اکبر حضرت سراج المملت پیر سید حافظ محمد حسین (ف ۱۹۶۱ء) کی رحلت کے بعد سجادہ نشین ہوئے اور سجادگی کی ذمہ داریاں تازیست بحسن و خوبی سر انجام دیں۔ عشق رسول ﷺ تو آپ کو ورثہ میں ملا تھا۔

وفات: آپ کی وفات حسرت آیات ۱۱ مئی ۱۹۷۸ء/ ۳ جمادی الثانی ۱۳۹۸ھ بروز جمعرات بوقت عصر ہوئی۔ ۱۲ مئی کو صبح ۸ بجے حضرت پیر غلام نقشبندی سجادہ نشین چورہ شریف ضلع اٹک (ف ۱۹۸۵ء) نے نمازہ جنازہ پڑھائی اور والد گرامی حضرت امیر ملت قدس سرہ کے پہلو میں سپر خاک کر دیئے گئے۔ (۱۴۳)

آپ کے چند اقوال درج ذیل ہیں جو قارئین کے لئے حیران کن ہیں۔

- ۱۔ عشق رسول ﷺ سے بڑھ کر کوئی اور دولت نہیں۔
- ۲۔ مہمانوں کی خدمت کرنا بہت بڑی عبادت ہے۔
- ۳۔ صفائی، ایمان کی علامت ہے۔
- ۴۔ دنیاوی مال و دولت سے پیارا آخرت کی تباہی ہے۔
- ۵۔ اللہ کے راستے پر خرچ کرنا جنت خریدنا ہے۔
- ۶۔ درود شریف سے بڑھ کر کوئی وظیفہ نہیں۔
- ۷۔ سلسلہ نقشبندیہ سب سلسلوں سے اعلیٰ اور سرتاج ہے۔

۸۔ تصویر شیخ گناہوں سے بچنے کا بہترین طریقہ اور ذریعہ ہے۔ (۱۴۴)

سجادہ نشینان علی پور سیداں شریف: حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ قدس سرہ نے ۳۰ اگست ۱۹۵۱ء کو انتقال فرمایا تو اکتوبر ۱۹۵۱ء میں اُن کے چہلم شریف پر پہلے سجادہ نشین کا انتخاب ہوا۔ اس وقت چوتھے سجادہ نشین مسند رشد و ہدایت پر جلوہ افروز ہیں۔ ترتیب سجادہ نشینی درج ذیل ہے۔

- ۱۔ سراج الممت پیر سید محمد حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۵۱ء - ۱۹۶۱ء
- ۲۔ شمس المملت پیر سید نور حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۶۱ء - ۱۹۷۸ء
- ۳۔ جوہر ملت پیر سید اختر حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۷۸ - ۱۹۸۰ء
- ۴۔ فخر ملت پیر سید افضل حسین شاہ مدظلہ ۱۹۸۰ - تاحال (۱۴۵)

امیر ملت کے خلفاء کثیر تھے مندرجہ ذیل کا تذکرہ عام طور پر کتابوں میں ملتا ہے۔
خلفائے عظام کے اسمائے گرامی:

- ۱۔ حضرت سراج المملت الحاج حافظ مولانا سید محمد حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین اول
- ۲۔ حضرت خادم المملت الحاج حافظ سید خادم حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ فرزند دوم
- ۳۔ حضرت شمس المملت الحاج حافظ سید نور حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین ثانی
- ۴۔ حضرت الحاج مولانا محمد حسین صاحب قصوری رحمۃ اللہ علیہ۔ بی۔ اے۔
- ۵۔ حضرت الحاج حافظ ظفر علی صاحب پسروری
- ۶۔ حضرت الحاج مولانا محبوب احمد صاحب المقلب بہ خیر شاہ۔ امرتسری
- ۷۔ حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بریکانیری
- ۸۔ حضرت مولانا غلام احمد صاحب اخگر امرتسری
- ۹۔ حضرت مولانا غلام محی الدین صاحب کشمیری
- ۱۰۔ حضرت مولانا عبد القیوم صاحب الہ آبادی
- ۱۱۔ حضرت مولانا عبد اللہ صاحب یاغستانی

- ۱۲۔ حضرت مولانا میر محمد حسین صاحب میسوری
- ۱۳۔ حضرت سید عبداللطیف صاحب کابلی
- ۱۴۔ حضرت مولانا حافظ سید عبداللہ صاحب بنگلوری
- ۱۵۔ حضرت مولانا غلام احمد صاحب الخطاب بہ نواب محاسب جنگ
- ۱۶۔ حضرت مولانا سید میر یحییٰ صاحب بنگلوری
- ۱۷۔ حضرت سید محمد شفیع صاحب گورداسپوری
- ۱۸۔ حضرت خواجہ احمد شاہ صاحب امرتسری
- ۱۹۔ حضرت پیر حیات محمد صاحب سیالکوٹی
- ۲۰۔ حضرت کریم بخش صاحب قصوری۔ بی۔ اے۔
- ۲۱۔ حضرت محمد ایوب صاحب مردانی۔
- ۲۲۔ حضرت مولانا امام الدین صاحب رائے پوری
- ۲۳۔ حضرت پیر سید ولایت شاہ صاحب گجراتی
- ۲۴۔ حضرت ڈاکٹر اللہ دتہ صاحب کنجائی
- ۲۵۔ حضرت مولانا قطب الدین صاحب جھنگی
- ۲۶۔ حضرت ماسٹر کرم الہی صاحب سیالکوٹی۔ بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔
- ۲۷۔ حضرت مولانا قاضی حفیظ الدین صاحب رہتکی
- ۲۸۔ حضرت مولانا عبدالمجید صاحب قصوری (جھجر)
- ۲۹۔ حضرت الحاج نصیب خان صاحب (رہتکی)
- ۳۰۔ حضرت مولانا عابد حسین صاحب فریدی ایم۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ پروفیسر سینٹ جانس کالج آگرہ
- ۳۱۔ حضرت مولانا حامد حسن صاحب قادری۔ پروفیسر سینٹ جانس کالج آگرہ
- ۳۲۔ حضرت مولانا محمد خوب صاحب احمد آبادی

- ۳۳۔ حضرت بخشى مصطفىٰ علی خان صاحب بنگلورى۔ بی۔ اے۔ ریٹائرڈ۔ ڈی۔ ایس۔ پی۔ مہاجر مدنی۔
- ۳۴۔ حضرت سید محمود شاہ صاحب کشمیری
- ۳۵۔ حضرت حافظ سلطان احمد صاحب پشاورى
- ۳۶۔ حضرت حافظ علی احمد جان صاحب پشاورى
- ۳۷۔ حضرت سید محمود شاہ صاحب ہزاروى
- ۳۸۔ حضرت سید عبدالقاضی صاحب ہزاروى
- ۳۹۔ حضرت مولانا سعید احمد شاہ صاحب کوہاٹی
- ۴۰۔ حضرت محمد اکبر خان صاحب ہزاروى
- ۴۱۔ حضرت محبوب عالم صاحب بجنوری (بھارت)
- ۴۲۔ حضرت الحاج حافظ نور احمد صاحب قصورى
- ۴۳۔ حضرت سید ولی محمد شاہ صاحب ملتانى
- ۴۴۔ حضرت مولوی محمد عظیم صاحب لکھنوى
- ۴۵۔ حضرت صوفی محمد عظیم صاحب فیروز پوری۔ بی۔ اے۔
- ۴۶۔ حضرت مولانا محمد عالم صاحب خطیب کھاریاں چھاؤنی۔ میرپوری۔
- ۴۷۔ حضرت مولانا شاہ امین اللہ صاحب آلہ آبادی
- ۴۸۔ حضرت سید جعفر شاہ صاحب بخاری۔
- ۴۹۔ حضرت مولانا محمد مقصود صاحب بنگالی۔
- ۵۰۔ حضرت پیر افضل شاہ صاحب کشمیری (درین)
- ۵۱۔ حضرت پیر گل شاہ صاحب کشمیری (درین)
- ۵۲۔ حضرت پیر عبدالرحمن صاحب ہزاروى
- ۵۳۔ حضرت بھائی ذاکر علی صاحب رہتکی (کراچی)

- ۵۴۔ حضرت الحاج سرور خان صاحب کوہاٹی۔
- ۵۵۔ حضرت الحاج حکیم خادم علی صاحب سیالکوٹی
- ۵۶۔ حضرت مولوی محمد شریف صاحب سیالکوٹی (کوٹلی لوہارواں)
- ۵۷۔ حضرت ڈاکٹر میر ہدایت اللہ صاحب امرتسری
- ۵۸۔ حضرت حافظ عبدالحمید صاحب (روپوچک ضلع سیالکوٹ)
- ۵۹۔ حضرت صوفی خوشی محمد صاحب فیروز پوری (ملتان)
- ۶۰۔ حضرت قاری شہاب الدین صاحب حیدر آبادی۔
- ۶۱۔ حضرت مولانا محمد واصل صاحب جھنگوی۔
- ۶۲۔ حضرت حکیم سید قمر احمد صاحب اکبر آبادی۔
- ۶۳۔ حضرت بابا فیروز الدین صاحب۔
- ۶۴۔ حضرت الحاج منشی احمد الدین صاحب گجرات۔ (۱۴۶)
- علی پور سیداں تک پہنچ کے راستے اور جغرافیائی اہمیت: علی پور سیداں، سیالکوٹ سے جنوب مشرق میں ۴۸ کلومیٹر نارووال سے بطرف سیالکوٹ ۱۴ کلومیٹر لاہور سے شمال مشرق میں ۱۰۱ کلومیٹر دور زیر آباد، نارووال ریلوے لائن واقع ہے۔ علی پور سیداں کا ریلوے اسٹیشن آبادی سے تین کلومیٹر اور نارووال سیالکوٹ روڈ سے تین / چار کلومیٹر کے فاصلہ پر اپنی موجودگی کا احساس دلاتا ہے کہ علی پور سیداں کی مقدس سرزمین سادات کرام کی ملکیت ہے اور اس کی آبادی تقریباً پانچ ہزار نفوس پر مشتمل ہے۔ (۱۴۷)

امیر ملت تاریخ کے آئینے میں

۱۲۵۷ھ/۱۸۴۱ء سے ۱۳۷۰ھ/۱۹۵۱ء

- ۱۔ ولادت باسعادت ۱۲۵۷ھ/۱۸۴۱ء
- ۲۔ حفظ قرآن مجید ۱۲۶۴ھ/۱۸۵۰ء
- ۳۔ فراغت از جملہ علوم اسلامیہ ۱۲۷۷ھ/۱۸۶۰ء
- ۴۔ ولادت خلف اکبر سراج الملت سید محمد حسین شاہ ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء
- ۵۔ ولادت خلف دوم سید خادم حسین شاہ ۱۲۹۹ھ/۱۸۸۲ء
- ۶۔ تاسیس انجمن انتشار العلماء لاہور جمادی الاول ۱۳۰۴ھ/جنوری ۱۸۸۷ء
- ۷۔ حضرت بابا جی فقیر محمد فاروقی چوراہی نقشبندی کے دست اقدس پر بیعت ☆ رجب ۱۳۰۷ھ/مارچ ۱۸۹۰ء
- ۸۔ پہلا حج ذوالحجہ ۱۳۱۰ھ/جون ۱۸۹۳ء
- ۹۔ تاسیس مدرسہ نقشبندیہ علی پور سیداں شریف ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۸ء
- ۱۰۔ ولادت خلف سوم شمس الملت سید نور حسین شاہ ۱۳۱۷ھ/۱۸۹۹ء
- ۱۱۔ انجمن انتشار العلماء کا امرتسر میں تعارفی دورہ ۱۳۱۷ھ/۱۸۹۹ء
- ۱۲۔ تاسیس انجمن خدام الصوفیہ ہند ذوالحجہ ۱۳۱۸ھ/مارچ ۱۹۰۱ء
- ۱۳۔ وفات والد ماجد (حضرت سید کریم شاہ) صفر ۱۳۲۰ھ/مئی ۱۹۰۲ء
- ۱۴۔ ماہنامہ انور الصوفیہ کالاہور سے اجراء ربیع الثانی ۱۳۲۲ھ/اکتوبر ۱۹۰۴ء
- ۱۵۔ فتنہ مرزائیت پر پہلی کاری ضرب شعبان ۱۳۲۲ھ/اکتوبر ۱۹۰۴ء
- ۱۶۔ ریاست میسور کا پہلا تبلیغی دورہ ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء
- ۱۷۔ دوسرا حج واجازت حدیث، دلائل الخیرات از شاہ عبدالحق الہ آبادی ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء
- ۱۸۔ مسلم لیگ کی طرف پہلی توجہ مبارک ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء
- ۱۹۔ مرزائیت کی سرکوبی و مرزا کی ہلاکت کی پیشگوئی ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ/مئی ۱۹۰۸ء

- ۲۰۔ اسلامیہ کالج لاہور کے طلباء کی ہڑتال ختم کرانا جمادی الثانی ۱۳۲۸ھ/ جولائی ۱۹۱۰ء
- ۲۱۔ حجاز ریلوے لائن کی تعمیر کے لیے چھ لاکھ روپیہ کا عطیہ ۱۳۲۸ھ/ ۱۹۱۰ء
- ۲۲۔ تیسراج ۱۳۲۸ھ/ ۱۹۱۰ء
- ۲۳۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے لیے تین لاکھ روپیہ کا عطیہ ۱۳۲۹ھ/ ۱۹۱۱ء
- ۲۴۔ لاہور میں عید میلاد النبی ﷺ کے جلسہ کی تائیس ۱۳۲۹ھ/ ۱۹۱۱ء
- ۲۵۔ تحریک مسجد مچھلی بازار کانپور میں قائدانہ کردار ۱۳۳۱ھ/ ۱۹۱۳ء
- ۲۶۔ مدرسہ نقشبندیہ علی پور سیداں کا دور تعمیر و ترقی ۱۳۳۲ھ/ ۱۹۱۴ء
- ۲۷۔ تعمیر مسجد نور علی پور سیداں ۱۳۳۲ھ/ ۱۹۱۴ء
- ۲۸۔ تحریک ترک موالات کی مخالفت ۱۳۳۲ھ/ ۱۹۱۴ء
- ۲۹۔ علی پور سیداں ریلوے سٹیشن کی بنیاد ربیع الاول ۱۳۳۳ھ/ ۱۹۱۵ء
- ۳۰۔ حافظ پبلی بھیتی کی نعت سن کر بحالت بخارج کوروانگی ۱۳۳۴ھ/ ۱۹۱۶ء
- ۳۱۔ تعمیر شیش محل علی پور سیداں ۱۳۳۴ھ/ ۱۹۱۶ء
- ۳۲۔ مہاراجہ کرشن پرشاد وزیر اعظم حیدر آباد کن کی گوش مالی سفر ۱۳۳۵ھ/ دسمبر ۱۹۱۶ء
- ۳۳۔ حادثہ جلیانوالہ باغ امرتسر کے سلسلہ میں محضر نامے پر دستخط کرنے سے انکار ۱۳۳۷ھ/ ۱۹۱۹ء
- ۳۴۔ تحریک خلافت میں قائدانہ کردار ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء
- ۳۵۔ لائل پور ڈسٹرکٹ خلافت کانفرنس میں تاریخی خطبہ صدارت رجب ۱۳۴۰ھ/ مارچ ۱۹۲۱ء
- ۳۶۔ قائد تحریک خلافت مولانا شوکت علی خاں کی طرف سے سنوئی ہند کا لقب رجب ۱۳۴۰ھ/ مارچ ۱۹۲۱ء
- ۳۷۔ مولانا ظفر علی خاں کا بھرپور ہدسیہ عقیدت رجب ۱۳۴۰ھ/ مارچ ۱۹۲۱ء
- ۳۸۔ جھنگ کے مشہور ڈاکو میاں رجب علی کا تائب ہونا ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء
- ۳۹۔ سفیر کابل متعینہ انڈیا کی دہلی میں سرزنش شعبان ۱۳۴۲ھ/ مارچ ۱۹۲۳ء
- ۴۰۔ شدھی تحریک میں سرفروشانہ کردار ۴۲-۱۳۴۱ھ/ ۲۲-۱۹۲۳ء

- ۴۱۔ کشمیر میں آریہ سماجیوں کے فتنہ کی سرکوبی
شوال ۱۳۴۲ھ / مئی ۱۹۲۲ء
- ۴۲۔ مولانا ابوالکلام آزاد کی ہندو نوازی پر ڈانٹ ڈپٹ
۱۳۴۳ھ / ۱۹۲۲ء
- ۴۳۔ بریلی شریف میں تشریف آوری و شاندار استقبال
ربیع الثانی ۱۳۴۳ھ / نومبر ۱۹۲۲ء
- ۴۴۔ فتنہ ارتداد کا قلع قمع
ربیع الثانی ۱۳۴۳ھ / نومبر ۱۹۲۲ء
- ۴۵۔ تعمیر مسجد و باغ اسٹیشن علی پور سیداں برائے مہمانان گرامی
۱۳۴۳ھ / ۱۹۲۵ء
- ۴۶۔ آل انڈیائی کانفرنس مراد آباد کا انعقاد و صدارت
شعبان ۱۳۴۳ھ / مارچ ۱۹۲۵ء
- ۴۷۔ جمعیت خدام الحرمین کے اجلاس لاہور میں خصوصی شرکت
جمادی الاول ۱۳۴۸ھ / اکتوبر ۱۹۲۹ء
- ۴۸۔ مدینہ شریف میں مولانا ضیاء الدینؒ کے ہاں پہلا قیام
۱۳۴۸ھ / ۱۹۳۰ء
- ۴۹۔ شماردا ایکٹ کی خلاف ورزی و سرکوبی
۴۹-۱۳۴۸ھ / ۱۹۳۰ء
- ۵۰۔ کشمیر ایچی ٹیشن میں مجاہدانہ کردار
۱۳۵۰ھ / ۱۹۳۱ء
- ۵۱۔ سابق امیر کابل امان اللہ خاں کی بر موقعہ حج آپ کی خدمت میں حاضری و توبہ
۱۳۵۰ھ / ۱۹۳۱ء
- ۵۲۔ ابن سعود کی دعوت قبول کرنے سے انکار
۱۳۵۳ھ / ۱۹۳۲ء
- ۵۳۔ مجلس اتحاد ملت کی سرپرستی
۱۳۵۳ھ / ۱۹۳۵ء
- ۵۴۔ تحریک مجلس شہید گنج کی قیادت
۱۳۵۴ھ / ۱۹۳۵ء
- ۵۵۔ علامہ اقبال کا خراج عقیدت
۱۳۵۴ھ / ۱۹۳۵ء
- ۵۶۔ شہید گنج کانفرنس راولپنڈی کی صدارت
جمادی الثانی ۱۳۵۴ھ / ستمبر ۱۹۳۵ء
- ۵۷۔ امیر ملت کا اعزاز و خطاب
جمادی الثانی ۱۳۵۴ھ / ستمبر ۱۹۳۵ء
- ۵۸۔ آل انڈیائی کانفرنس بدایوں کی صدارت
رجب ۱۳۵۴ھ / اکتوبر ۱۹۳۵ء
- ۵۹۔ وائسرائے ہند کو ڈانٹ ڈپٹ
شوال ۱۳۵۴ھ / دسمبر ۱۹۳۵ء
- ۶۰۔ میر عثمان علی خاں نظام حیدر آباد کن کو مجلس عام میں شہزادیوں کے
بے پردہ لانے پر تنبیہ و نظام کی توبہ
ربیع الاول ۱۳۵۶ھ / جون ۱۹۳۷ء

- ۶۱۔ مہاراجہ میسور سرسری کرشنا راؤ چندر کی دعوت قبول کرنے سے انکار ۱۳۵۶ھ/۱۹۳۷ء
- ۶۲۔ علامہقبال سے آخری ملاقات ۱۳۵۶ھ/۱۹۳۷ء
- ۶۳۔ قائد اعظمؒ کی اپیل پر مسلم لیگ کی حمایت میں یوم نجات منایا شعبان ۱۳۵۸ھ/جون ۱۹۳۹ء
- ۶۴۔ قرارداد پاکستان کے موقع پر قائد اعظمؒ کو تہنیتی تار صفر ۱۳۵۹ھ/مارچ ۱۹۴۰ء
- ۶۵۔ نادر شاہ کی دعوت پر دورہ کابل شعبان ۱۳۵۹ھ/ستمبر ۱۹۴۰ء
- ۶۶۔ مدینہ فنڈ کا قیام دسر پرستی ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء
- ۶۷۔ قائد اعظمؒ کو ولی اللہ کا لقب و خطاب عطا فرمایا رجب ۱۳۶۲ھ/جولائی ۱۹۴۳ء
- ۶۸۔ قائد اعظمؒ پر خاکساروں کی طرف سے قاتلانہ حملہ کے بعد مزاج پرسی و دُعائے کامیابی رجب ۱۳۶۲ھ/جولائی ۱۹۴۳ء
- ۶۹۔ میجر مبارک علی شاہ آف شاہ جیونہ (جھنگ) کی میسور میں شاندار دعوت ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء
- ۷۰۔ مسلم لیگ کی حمایت میں جمعیت علماء اسلام پنجاب کے اجلاس کی لاہور میں صدارت و اہم صدارتی خطاب صفر ۱۳۶۵ھ/جنوری ۱۹۴۶ء
- ۷۱۔ آل انڈیائی کانفرنس بنارس کی صدارت و مسلم لیگ کی حمایت میں تاریخی اعلان جمادی الاول ۱۳۶۵ھ/اپریل ۱۹۴۶ء
- ۷۲۔ قائد اعظمؒ کو عطاء کردہ لقب ولی اللہ کا اعلان عام جمادی الاول ۱۳۶۵ھ/اپریل ۱۹۴۶ء
- ۷۳۔ تحریک پاکستان کی حمایت میں ملک گیر طوفانی دورے ۶۶-۱۳۶۵ھ/۱۹۴۶ء
- ۷۴۔ قیام پاکستان پر قائد اعظمؒ کی طرف سے شکریہ کا خط ۱۳۶۶ھ/اگست ۱۹۴۷ء
- ۷۵۔ مہاجرین کی بھرپور امداد ۱۳۶۶ھ/۱۹۴۷ء
- ۷۶۔ مجاہد ملت مولانا عبدالستار خاں نیازی کی دربار شریف میں پہلی حاضری ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء
- ۷۷۔ آخری حج مبارک (۵۵واں حج) ذوالحجہ ۱۳۶۸ھ/ستمبر ۱۹۴۹ء
- ۷۸۔ آخری حج کے موقع پر پیر سید غلام محی الدین کی شاندار دعوت ذوالحجہ ۱۳۶۸ھ/ستمبر ۱۹۴۹ء
- ۷۹۔ مدینہ منورہ میں مولانا ضیاء الدینؒ کے ہاں آخری قیام ۱۳۶۸ھ/۱۹۴۹ء

- ۸۰۔ مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی کی دوسری اور آخری حاضری ۱۳۶۸ھ/۱۹۴۹ء
- ۸۱۔ لائل پور (فیصل آباد) میں غیر مقلدین کی سرکوبی ۱۳۶۹ھ/۱۹۵۰ء
- ۸۲۔ وصال مبارک و تدفین در علی پور سیداں ضلع نارووال ذیقعدہ ۱۳۷۰ھ/۱۹۵۱ء
- ۸۳۔ چہلم شریف پر ملک بھر کے نامور علماء و مشائخ کا اجتماع ۱۳۷۰ھ/۱۹۵۱ء (۱۴۸)



حوالہ جات

- ۱۔ محمد صادق قصوری، ”اکابر تحریک پاکستان“، لاہور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۱۹۷۰ء، ص ۱۱۴
- ۲۔ محمد صادق قصوری، ”تذکرہ اولیائے علی پور سیداں“، قصور، مرکزی مجلس امیر ملت، ۱۹۹۸ء، ص ۲۶
- ۳۔ القرآن، ۲۱:۵۲
- ۴۔ سید اختر حسین، ”سیرت امیر ملت“، کراچی، اے اے اینڈ ایس پرنٹر، ۲۰۰۳ء، ص ۴۱
- ۵۔ القرآن، ۲۴:۱۲
- ۶۔ سید اختر حسین، ”سیرت امیر ملت“، محولہ بالا، ص ۴۱
- ۷۔ القرآن، ۲۱:۵۷
- ۸۔ سید اختر حسین، ”سیرت امیر ملت“، محولہ بالا، ص ۴۲
- ۹۔ ایضاً، ص ۴۳
- ۱۰۔ محمد صادق قصوری، ”تذکرہ اولیائے علی پور سیداں“، محولہ بالا، ص ۲۶
- ۱۱۔ ایضاً، ص ۱۰
- ۱۲۔ ایضاً، ص ۲۶-۲۷
- ۱۳۔ ایضاً، ص ۲۸
- ۱۴۔ محمد صادق قصوری، ”تعارف امیر ملت“، قصور، گوہر حیدری، ۱۹۹۴ء، ص ۲
- ۱۵۔ ایضاً، ص ۶
- ۱۶۔ محمد صادق قصوری، ”تذکرہ اولیائے علی پور سیداں“، محولہ بالا، ص ۲۸
- ۱۷۔ ایضاً، ص ۲۹-۳۰
- ۱۸۔ سید اختر حسین، ”سیرت امیر ملت“، محولہ بالا، ص ۱۳۴-۱۳۵
- ۱۹۔ محمد صادق قصوری، ”تذکرہ اولیائے علی پور سیداں“، محولہ بالا، ص ۳۰-۳۱
- ۲۰۔ اس اللہ خان گالب، ”دیوان غالب“، لاہور، ندیم یونس پرنٹر، ص ۱۲۹

- ۲۱۔ محمد طاہر فاروقی، ”سیرت اقبال“، لاہور، مظفر پرنٹر، ۱۹۶۶ء، ص ۱۰۸۔
- ۲۲۔ اقبال، ”ضرب کلیم“، لاہور، غلامی علی پبلشرز، ۱۹۷۳ء، ص ۱۲۹-۱۳۰۔
- ۲۳۔ اقبال، ”بال جبریل“، لاہور، گلام پبلشرز، ۱۹۷۳ء، ص ۱۵۔
- ۲۴۔ محمد صادق قصوری، ”تذکرہ اولیائے علی پور سیداں“، محولہ بالا، ص ۳۲-۳۳۔
- ۲۵۔ سید اختر حسین، ”سیرت امیر ملت“، محولہ بالا، ص ۷۵-۹۰۔
- ۲۶۔ محمد صادق قصوری، ”تذکرہ اولیائے علی پور سیداں“، محولہ بالا، ص ۳۲-۳۵۔
- ۲۷۔ محمد نور بخش توکلی، ”مشائخ نقشبند“، لاہور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۱۹۷۰ء، ص ۵۸۲۔
- ۲۸۔ محمد صادق قصوری، ”جہان امیر ملت“، قصور، گوہر حیدری، ۲۰۰۱ء، ص ۱۲۔
- ۲۹۔ علامہ اقبال، ”ضرب کلیم“، محولہ بالا، ص ۱۲۶۔
- ۳۰۔ مولانا عنایت اللہ چشتی ”مشاہدات قادیان“ ملتان ۱۹۸۷ء، ص ۲۶۶۔
- (i) مولانا محمد عالم آسی امرتسری، ”الکادیہ علی الغاویہ“ ۱۹۳۴ء، ص ۱۹۹-۲۰۰، ج۔ دوم
- (ii) مولوی نجم الغنی رامپوری، ”مذاهب الاسلام“، ۱۹۷۸ء، ص ۶۵۸۔
- ۳۱۔ پروفیسر الیاس برنی، ”قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ“، مطبوعہ لاہور، ص ۹۱۔
- (i) شیخ محمد ابوزہرہ مصری (مترجم پروفیسر غلام احمد حریری) ”اسلامی مذاہب“، مطبوعہ فیصل آباد، ص ۳۷۵-۳۸۸۔
- (ii) ماہنامہ ”انور الصوفیہ“، قصور، ۱۹۶۱ء، ص ۳۳۔
- (iii) ماہنامہ ”ضیائے حرم“، لاہور (ختم نبوت نمبر) ۱۹۷۴ء، ص ۴۵۔
- ۳۲۔ شورش کاشمیری، ”تحریک ختم نبوت“، مطبوعہ ۱۹۷۶ء، ص ۲۳-۲۴۔
- (i) مولانا فیض احمد فیض، ”مہر منیر“، ص ۴۰۶۔
- (ii) ایضاً، ”برکات علی پور“، ص ۱۵۸، ۱۵۹۔
- (iii) ایضاً ”صوفیہ نقشبند“، ص ۳۵۶۔

- ۳۳۔ مولانا محمد عالم آسی، ”الکادیہ علی الغادیہ“، مطبوعہ امرتسر، ۱۹۳۱ء، ص ۳-۳، ج۔ اوّل
- ۳۴۔ مولوی اللہ وسایاد یو بندی، ”ایمان پروریادیں“، مطبوعہ ملتان ۱۹۸۶ء، ص ۳۶
- ۳۵۔ محمد صادق قصوری، ”جہان امیر ملت“، محولہ بالا، ص ۱۶
- ۳۶۔ سید اختر حسین، ”سیرت امیر ملت“، محولہ بالا، ص ۲۴۴، ۲۴۵۔
- ۳۷۔ محمد صادق قصوری، ”تذکرہ اولیائے علی پور سیداں“، محولہ بالا، ص ۳۵-۳۶۔
- ۳۸۔ ایضاً، ص ۳۶۔
- ۳۹۔ سید اختر حسین، ”سیرت امیر ملت“، محولہ بالا، ص ۲۴۹، ۲۵۰۔
- ۴۰۔ محمد صادق قصوری، ”تذکرہ اولیائے علی پور سیداں“، محولہ بالا، ص ۳۶
- ۴۱۔ ایضاً، ص ۳۶-۳۷
- ۴۲۔ ایضاً، ص ۳۸
- ۴۳۔ ایضاً، ص ۳۹-۴۰
- ۴۴۔ ایضاً، ص ۴۰-۴۱
- ۴۵۔ ایضاً، ص ۴۲-۴۳
- ۴۶۔ ایضاً، ص ۴۳-۴۴
- ۴۷۔ ایضاً، ص ۴۴-۴۵
- ۴۸۔ ایضاً، ص ۴۵-۴۶
- ۴۹۔ سید اختر حسین، ”سیرت امیر ملت“، محولہ بالا، ص ۱۵۴۔
- ۵۰۔ ایضاً، ص ۱۵۴-۱۵۷
- ۵۱۔ ایضاً، ص ۱۵۹-۱۶۰
- ۵۲۔ ایضاً، ص ۱۶۱-۱۶۲
- ۵۳۔ ایضاً، ص ۱۶۳-۱۶۴

- ۵۴۔ القرآن، ۵۸: ۲۲
- ۵۵۔ سید اختر حسین، ”سیرت امیر ملت“، محولہ بالا، ص ۱۶۳، ۱۶۴۔
- ۵۶۔ ایضاً، ص ۱۶۸-۱۶۹
- ۵۷۔ ایضاً، ص ۱۷۰
- ۵۸۔ ایضاً، ص ۱۷۴-۱۷۷
- ۵۹۔ ایضاً، ص ۱۷۷-۱۸۰
- ۶۰۔ ایضاً، ص ۱۹۱-۱۹۲
- ۶۱۔ ایضاً، ص ۳۵۰
- ۶۲۔ ایضاً، ص ۳۶۱-۳۶۸
- ۶۳۔ ایضاً، ص ۳۶۸
- ۶۴۔ ایضاً، ص ۳۶۸-۳۷۵
- ۶۵۔ ایضاً، ص ۲۳۸-۲۳۹
- ۶۶۔ ایضاً، ص ۲۳۹-۲۴۱
- ۶۷۔ ایضاً، ص ۳۴۴-۳۴۵
- ۶۸۔ ایضاً، ص ۱۸۰، ۱۸۱
- ۶۹۔ ایضاً، ص ۱۸۳-۱۸۶
- ۷۰۔ محمد طاہر فاروقی، ”سیرت اقبال“، محولہ بالا، ص ۳۵۹۔
- ۷۱۔ سید اختر حسین، ”سیرت امیر ملت“، محولہ بالا، ص ۱۸۶-۱۸۸۔
- ۷۲۔ سلیمان بن الاشعث ابی داؤد السجستانی ”ابوداؤد“، کراچی، ایچ ایم سعید، ص ۲۴۱، ج۔ دوم
- ۷۳۔ اقبال، ”بال جبریل“، محولہ بالا، ص ۵۷
- ۷۴۔ سید اختر حسین، ”سیرت امیر ملت“، محولہ بالا، ص ۲۴۲-۲۴۳۔

- ۷۵۔ ایضاً، ص ۲۴۴
- ۷۶۔ ایضاً، ص ۲۵۷
- ۷۷۔ ایضاً، ص ۲۶۵
- ۷۸۔ ایضاً، ص ۲۹۴-۲۹۵
- ۷۹۔ ایضاً، ص ۲۹۶
- ۸۰۔ ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، ”جامع ترمذی“، کراچی ایچی، ایم سعید، ص ۱۴۵، ج۔ دوم
- ۸۱۔ سید اختر حسین، ”سیرت امیر ملت“، محولہ بالا، ص ۲۹۷، ۲۹۸۔
- ۸۲۔ ایضاً، ص ۳۳۸
- ۸۳۔ محمد صادق قصوری، ”تعارف امیر ملت“، محولہ بالا، ص ۱۸
- ۸۴۔ سید اختر حسین، ”سیرت امیر ملت“، کراچی محولہ بالا، ص ۴۴۰، ۴۴۱۔
- ۸۵۔ ایضاً، ص ۴۴۱-۴۴۲
- ۸۶۔ ایضاً، ص ۴۴۳-۴۴۴
- ۸۷۔ بخاری، ابی عبد اللہ محمد بن اسماعیل، ”الصحیح البخاری“، کراچی قدیمی کتب خانہ، ۱۹۶۱ء، ص ۲۴، ج اول
- ۸۸۔ سید اختر حسین، ”سیرت امیر ملت“، محولہ بالا، ص ۳۷۵-۳۷۶۔
- ۸۹۔ ایضاً، ص ۳۷۶-۳۸۰
- ۹۰۔ ایضاً، ص ۳۸۰-۳۹۲
- ۹۱۔ ایضاً، ص ۳۹۳
- ۹۲۔ ایضاً، ص ۳۹۳-۳۹۶
- ۹۳۔ ایضاً، ص ۳۹۷
- ۹۴۔ ایضاً، ص ۳۹۷-۳۲۳
- ۹۵۔ محمد صادق قصوری، ”تذکرہ اولیائے علی پور سیداں“، محولہ بالا، ص ۲۸

۹۶۔ ایضاً، ص ۲۸-۲۹

۹۹۔ ایضاً، ص ۵۰-۵۱

۱۰۰۔ حکیم آفتاب احمد قریشی، ”کاروان شوق“، ص ۲۳۴

۱۰۱۔ محمد صادق قصوری، ”تذکرہ اولیائے علی پور سیداں“، محولہ بالا، ص ۵۲

۱۰۲۔ القرآن، ۹۶: ۱۹

۱۰۳۔ محمد صادق قصوری، تذکرہ، ”اولیائے علی پور سیداں“، محولہ بالا، ص ۵۳

۱۰۴۔ ایضاً، ص ۵۳-۵۵

۱۰۵۔ سید اختر حسین، ”سیرت امیر ملت“، محولہ بالا، ص ۲۸۲-۲۸۳

۱۰۶۔ ایضاً، ص ۲۰۰-۲۰۴

۱۰۷۔ ایضاً، ص ۶۰۴-۶۰۷

۱۰۸۔ محمد صادق قصوری، ”تذکرہ اولیائے علی پور سیداں“، محولہ بالا، ص ۵۶

۱۰۹۔ محمد صادق قصوری، ”جہان امیر ملت“، محولہ بالا، ص ۴۸

۱۱۰۔ القرآن، ۶: ۳۳

۱۱۱۔ بخاری، ابی عبد اللہ محمد بن اسماعیل، ”اصحیح البخاری“، کراچی، قدیم کتب خانہ، ۱۹۶۱ء، ص ۷-۸۔ ج ۱۔ اول

۱۱۲۔ محمد صادق قصوری، ”جہان امیر ملت“، محولہ بالا، ص ۷۶

۱۱۳۔ اقبال، ”ضرب کلیم“، محولہ بالا، ص ۱۴۶

۱۱۴۔ محمد صادق قصوری، ”جہان امیر ملت“، محولہ بالا، ص ۱۱۶

۱۱۵۔ اقبال، ”ارمغان حجاز“، لاہور، غلام علی پبلشرز، ۱۹۷۳ء، ص ۳۸

۱۱۶۔ محمد صادق قصوری، ”امیر ملت اور تحریک پاکستان“، لاہور، مرکزی مجلس جماعتیہ، ۱۹۹۴ء، ص ۴-۵

- ۱۱۷۔ محمد صادق قصوری، ”تحریک پاکستان اور مشائخ عظام“ لاہور، ریاض برادرز، ۱۹۹۷ء، ص ۶۹-۷۰۔
- ۱۱۸۔ ایضاً، ص ۷۱۔
- ۱۱۹۔ محمد صادق قصوری، ”اکابر تحریک پاکستان“، محولہ بالا، ص ۳۶۔
- ۱۲۰۔ ایضاً، ص ۱۳۲۔
- ۱۲۱۔ محمد صادق قصوری، ”امیر ملت اور تحریک پاکستان“، محولہ بالا، ص ۸۔
- ۱۲۲۔ سید اختر حسین، ”سیرت امیر ملت“، محولہ بالا، ص ۴۹۲۔
- ۱۲۳۔ محمد صادق قصوری، ”تذکرہ اولیائے علی پور سیداں“، محولہ بالا، ص ۵۷۔
- ۱۲۴۔ محمد صادق قصوری، ”اکابر تحریک پاکستان“، محولہ بالا، ص ۱۳۲۔
- ۱۲۵۔ محمد صادق قصوری، ”تذکرہ اولیائے علی پور سیداں“، محولہ بالا، ص ۵۷-۵۸۔
- ۱۲۶۔ سید اختر حسین، ”سیرت امیر ملت“، محولہ بالا، ص ۵۰۳-۵۰۴۔
- ۱۲۷۔ محمد صادق قصوری، ”تذکرہ اولیائے علی پور سیداں“، محولہ بالا، ص ۶۳۔
- ۱۲۸۔ سید اختر حسین، ”سیرت امیر ملت“، محولہ بالا، ص ۵۰۶۔
- ۱۲۹۔ ایضاً، ص ۵۰۹۔
- ۱۳۰۔ ایضاً، ص ۵۰۹، ۵۱۰۔
- ۱۳۱۔ القرآن، ۶: ۱۶۳۔
- ۱۳۲۔ سید اختر حسین، ”سیرت امیر ملت“، محولہ بالا، ص ۵۱۰-۵۲۱۔
- ۱۳۳۔ ایضاً، ص ۵۲۲۔
- ۱۳۴۔ محمد صادق قصوری، ”ملفوظات نقشبندیہ“ لاہور، زاویہ، ۱۹۹۸ء، ص ۱۴۶-۱۵۰۔
- ۱۳۵۔ اقبال، ”بانگ درا“، لاہور، غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۷۵ء، ص ۱۵۷۔
- ۱۳۶۔ سید اختر حسین، ”سیرت امیر ملت“، محولہ بالا، ص ۵۵۷۔
- ۱۳۷۔ ایضاً، ص ۶۷۰۔

- ۱۳۸۔ محمد صادق قصوری، ”تذکرہ اولیائے علی پور سیداں“، محولہ بالا، ص ۶۷-۷۱۔
- ۱۳۹۔ ایضاً، ص ۷۴-۷۷۔
- ۱۴۰۔ ایضاً، ص ۶۳-۶۵۔
- ۱۴۱۔ سید اختر حسین، ”سیرت امیر ملت“، محولہ بالا، ص ۴۹۱۔
- ۱۴۲۔ محمد صادق قصوری، ”تذکرہ اولیائے علی پور سیداں“، محولہ بالا، ص ۶۵-۶۷۔
- ۱۴۳۔ ایضاً، ص ۸۸-۹۴۔
- ۱۴۴۔ ایضاً، ص ۹۴۔
- ۱۴۵۔ ایضاً، ص ۱۱۵۔
- ۱۴۶۔ سید اختر حسین، ”سیرت امیر ملت“، محولہ بالا، ص ۷۰۰-۷۰۲۔
- ۱۴۷۔ محمد صادق قصوری، ”تذکرہ اولیائے علی پور سیداں“، محولہ بالا، ص ۱۲۔
- ۱۴۸۔ محمد صادق قصوری، ”امیر ملت اور تحریک پاکستان“، محولہ بالا، ص ۱۴-۱۹۔

الحاج پیر نظیر احمد رحمۃ اللہ علیہ موہڑوی سرکار۔

تعارف: الحاج پیر نظیر احمد المعروف بہ سرکار موہڑوی کے والد حضرت پیر محمد قاسم المعروف بابا جی "اکابر اولیاء اللہ" میں سے تھے برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کو آپ نے اپنے قلبی و عکسی انوار سے مستفیض فرما کر رشد و ہدایت کی راہ پر چلایا۔ ملک کے گوشہ گوشہ میں آپ کے خلفاء و متوسلین موجود ہیں۔ ان کے غلاموں کا سلسلہ برصغیر سے پھیلتا ہوا ایران، عرب اور کشمیر کے راستہ سے تبت، چین اور روسی ترکستان تک جا پہنچا، آپ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے جلیل القدر چشم و چراغ ہیں اور چودہ (۱۴) واسطوں سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا شجرہ طریقت امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ سے جا ملتا ہے۔ خلوت و جلوت میں مجاہدہ و طریقہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اولیاء اللہ سلف کا اتباع کیا اور اسی پاک طریقہ پر اپنی پوری زندگی وقف کر دی اور مخلوق کو اللہ کی طرف دعوت دی۔

خاندانی حالات: حضرت خواجہ محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ کا شجرہ نسب ایران کے مشہور کیانی خاندان سے ملتا ہے۔ ایران فتح ہونے کے بعد ان کے آباؤ اجداد افغانستان کے راستے تبت میں پہنچے جو انہی کے مورث اعلیٰ تبت شاہ کے نام تبت مشہور ہوا اور کچھ عرصہ وہاں گزارنے کے بعد ان کی اولاد کشمیر آ گئی ان دونوں مقامات پر اللہ تعالیٰ نے حکمرانی سے سرفراز رکھا پھر حالاتِ زمانہ کے تقاضے سے افغانستان میں چلے گئے۔ اور ان کے بزرگ اعلیٰ کابل شاہ کے نام پر شہر کابل مشہور ہوا کچھ مدت گزارنے کے بعد ان کے جدِ اعلیٰ کابل سے بسلسلہ تجارت کشمیر کے علاقے میں وارد ہوئے حضرت سلطان جیون خان کے ہاں حضرت پیر محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ہوئی تو مسنون طریقے سے خوشی منائی گئی مگر آپ کی عمر چھ ماہ کی تھی کہ آپ کے والد بزرگوار کا سایہ عافیت سر سے اٹھ گیا۔ والدہ ماجدہ جو ایک عالمہ اور عارفہ خاتون تھیں انہوں نے بڑے صبر و تحمل سے اپنے لختِ جگر کی تعلیم و تربیت کی طرف توجہ دی چنانچہ گھریلو تعلیم کے ساتھ ساتھ مکتب میں باقاعدہ تعلیم کا آغاز ہوا۔ مقامی مکتب سے فارغ ہو کر پشوال میں چند برس زیر تعلیم رہ کر موضع ملوٹ ستیاں میں مولانا نعمت اللہ خان صاحب علی گڑھ والوں کی زیر تربیت مختلف دینی علوم حاصل کئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ذہن رسا اور تعلیم کا انتہائی شوق عطا فرمایا تھا۔ اس لئے اٹھارہ سال کی عمر تک معروف دینی علوم پر دسترس حاصل کر لی۔ مولانا صاحب نے ان کی دستار بندی بھی کی اور

ایک کتاب ”شرع چغمینی“ بطور تحفہ عطا فرمائی۔

عالم شباب اور تحصیل علم: آپ کو بچپن سے ہی کشتی لڑنے کا شوق تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اکثر اکھاڑوں میں پہنچ جاتے اور کشتی لڑتے آپ ہمیشہ حریف کو پچھاڑ دیتے۔ جب کشتی سے فارغ ہوئے تو ایک درویش نے کہا اے جوان اپنی قیمتی عمر کو ضایع مت کرو جاؤ اپنی تعلیم مکمل کرو تم سے بہت بڑا کام لیا جائے گا۔ چنانچہ والدہ محترمہ کی ہدایت پر اعلیٰ تعلیم کی غرض تعلیمی مرکز دہلی تشریف لے گئے۔ تقریباً تین سال کے بعد فارغ التحصیل ہو کر واپس تشریف لائے اور تبلیغ دین میں مشغول ہو گئے۔ چونکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے خود یتیمی کی حالت میں تعلیم حاصل کی اور یتیموں کے لئے موضع جکیوٹ میں دینی مکتب کا اجرا فرمایا۔ گرد و نواح سے طلبہ علوم دین کی پیاس بجھانے کے لئے پروانہ وار حاضر ہونے لگے یتامی کے لئے خصوصی رعایت رکھی گئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نہایت محنت سے علوم دینیہ کی تدریس فرماتے تھے۔

قلبی تڑپ: آپ رحمۃ اللہ علیہ اعلیٰ درجہ کے عالم دین تھے شب و روز بچوں اور بڑوں کی تعلیم و تدریس میں مشغول رہتے تھے آپ ”اکثر گوشہء تنہائی میں بیٹھ کر غور و فکر کرتے سوچتے کہ یہ سارا علم تو ایک لباس ہے اس کے اندر کیا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اکثر اہل علم اور درویشوں سے ملاقاتیں بھی کرتے مگر تسلی نہ ہوئی۔

زہر دیئے جانے کا واقعہ: آپ کو آپ کے مخالفوں نے زہر بھی دیا مگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے زہر کا اثر نہ ہوا۔ تلاش مرشد: پر خا وادیاں اور دشوار گزار گھٹیاں طے کر کے دس روز بعد دربار عالیہ کہیاں شریف پہنچنے حضرت خواجہ نظام الدینؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے پہلی نظر میں پہچان لیا کہ یہ وہی شہباز طریقت ہے جو ہمارے زیر دام آنے کے بعد ایک عالم کو منور کریگا۔ (۱)

شیخ طریقت کی خدمت میں حاضری، بیعت اور خلافت: آپ رحمۃ اللہ علیہ قبلہء عالم حضرت خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ رات گزاری دوسرے دن بیعت اور خلافت دے کر رخصت کیا اپنے سر مبارک سے ٹوپی اتار کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سر مبارک پر رکھی اور فرمایا کہ جاؤ علاقہ مسیاری میں ڈیرہ رکھو اور مخلوق خدا کو خدا کی طرف بلاؤ اس واقع سے آپ کی زندگی میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہو گیا۔ قلبی کیفیت بدل گئی اپنے مرشد کی محبت میں محو ہو گئے۔ قبلہ عالم کی ایک ہی نظر تلطیف سے فنا فی الشیخ کے مقام پر پہنچ گئے۔ صد کتاب و صد ورق درنار کن جان

و دل راجانب دلدار کن آخر دس روز سفر طے کر کے واپس میاڑی کے جنگل میں پہنچ کر اللہ کا ذکر شروع کر دیا اور درختوں کے پتے کھا لیتے اور ندی کا پانی پی کر گزارہ کرتے۔ چھ ماہ کے بعد لوگوں کو علم ہوا کہ اس جنگل میں اللہ کا کوئی بندہ مصروف عبادت ہے۔ پھر تو ایک تانتا بندھ گیا۔ ضروریات اور گنجائش کے مطابق موجودہ موہڑہ شریف کی ابتداء ہوئی اور کچھ سکونت کی جگہیں بننا شروع ہوئیں۔ برصغیر پاک و ہند کے اطراف و جوانب سے خلق خدا دربار عالیہ میں حاضر ہوتی اور گوہر مراد سے اپنا دامن بھرتی، بیرون ملک، ایران، افغانستان اور عرب سے بھی لوگ حاضر ہوتے اور بامراد ہو کر جاتے ایک اندازے کے مطابق وابستگان دامن کی تعداد چودہ لاکھ سے زیادہ تھی۔ ایسے لوگ بھی آتے جنہوں نے کبھی ایک نماز بھی نہیں پڑھی واپس جاتے تو تہجد گزار بن جاتے آپ کی عادت مبارک تھی غلط اور فاسد خیال والوں کے لئے ایسے انداز میں اصلاحی کلمات ارشاد فرماتے کہ ایسے لوگ دل ہی میں توبہ کر لیتے وہ کبھی کسی کا نام اظہار نہ فرماتے۔ چوبیس گھنٹے جبہ شریف پہنے رہتے اسکی وجہ یہ تھی کہ کل قیامت کے دن میری زندگی کا ایک ایک منٹ مخلوق خدا کو خدا سے ملانے کے حساب میں درج ہو جائے۔

آخری وصیت: دراصل آپؐ نے اپنی زندگی میں ہی تمام امور تعلیم و طریقت اپنے صاحبزادے و جانشین پیر نظر احمد کے سپرد کر دیئے تھے۔ آپؐ نے اپنے صاحبزادگان کو بلا کر حکم دیا کہ آئندہ کیلئے پرنظیر احمد سے ہر معاملہ میں مشورہ کرنا ان سے مخالفت نہ کرنا۔ وصال سے تھوڑی دیر پہلے حضرت پیر نظر احمدؒ کو بلایا اور فرمایا۔ آپکو پانچ احکام ضروری دیئے جاتے ہیں۔

- ۱۔ صاحبزادگان آپؐ سے مخالفت کریں۔ وہ کم سمجھ ہیں آپ ان پر مہربانی کرنا۔

- ۲۔ اس جنگل میں میں نے ڈیرہ لگایا چودہ لاکھ کے قریب اشخاص نے یہاں سے ذکر الہی حاصل کیا اور با خدا بن گئے یہ سلسلہ قائم رکھنا۔

- ۳۔ غریب لوگوں کی روٹی بند نہ کرنا۔ ۴۔ غریب اور امیر کا امتیاز نہ کرنا۔

- ۵۔ جو میں نے امانت آپؐ کے سپرد کی ہے اس کی حفاظت رکھنا۔

وصال شریف: یہ سانحہ ارتحال مورخہ ۲۱ نومبر ۱۹۴۳ء بمطابق ۱۳ ذیقعد ۱۳۶۲ھ بروز ہفتہ بوقت دس بجے رات پیش آیا وصال شریف کے وقت آپؐ کا سن مبارک شمسی حساب سے تقریباً ۹۸ برس اور قمری حساب سے ۱۰۱ برس تھا۔

مزار اقدس موہڑہ شریف میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ (۲)

ولادت باسعادت: حضرت غوث الامت با واجی خواجہ محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ۱۸۷۹ء میں ایک فرزند ارجمند عطا فرمایا۔ جو آگے چل کر غوث المعظم سرکار موہڑوی کے نام سے مشہور ہوئے۔ (پیر نظیر احمد کی اپنی تحریر نسبت رسولی میں تاریخ ولادت ۱۸۸۰ء درج ہے۔

اسم گرامی: آپ کا نام مبارک نظیر احمد رکھا گیا۔

لقب: آپ کا لقب ولی عہد ہوا۔

مقام ادب: حضرت خواجہ پیر نظیر احمد رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سے قبل ہی آپ کے والد محترم غوث الامت خواجہ محمد قاسم کو معلوم ہو گیا تھا۔ کہ اس گھر میں ایک بچہ پیدا ہونے والا ہے جو آگے چل کر اسلام کا عظیم داعی اور معرفت و طریقت کا بہت بڑا رہنما ہوگا۔

تعلیم: حضرت پیر خواجہ نظیر احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد خواجہ محمد قاسم موہڑوی کے زیر سایہ مکمل فرمائی۔ لیکن جب انتہائی علوم کی تکمیل کا موقع آیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی تعلیم کے لئے غیب سے سامان مہیا فرمادیئے۔ آپ کے اساتذہ کرام نہ صرف علماء تھے بلکہ اولیائے کاملین میں سے تھے۔ مولانا غلام کبریا بہاری، شمس العلماء مدارس عالیہ کلکتہ میں عربی ادب کے پروفیسر تھے۔ اعلیٰ درجے کے قاری، فن تجوید، ریاض اور علم ادب کے ماہر تھے۔ مولانا صاحب دل کی پیاس بجھانے مرشد کامل کی تلاش میں نکلے مگر پیاس نہ بجھی۔ آخر غیبی بشارت ہوئی کہ تمہارا گوہر مقصود دربار عالیہ نقشبندیہ نظیر یہ رشید یہ موہڑہ شریف میں ہے۔ آپ طویل سفر طے کر کے حضرت پیر محمد قاسم کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے حلقہ طریقت میں داخل کیا۔ آپ چھ سال تک صرف و نحو، ادب، ریاض اور تجوید کے فنون حاصل کئے۔ آپ کے دوسرے استاد مولانا عبدالرحمن مدنی تھے جن سے آپ نے فقہ حدیث تفسیر اور علوم اسرار حاصل کئے۔ مولانا عبدالرحمن مدنی صاحب ابتداء میں جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن میں دینیات کے پروفیسر تھے جنہوں نے بعد میں کئی سال مسجد نبویؐ میں درس دیا۔ خواجہ پیر نظیر احمدؒ موقوف علیہ پڑھ کر فارغ ہوئے تو دعا کی یا الہی! کسی ایسے عالم دین کو ادھر متوجہ کر جو تیری بارگاہ میں مقبول ہوتا کہ میں اُس سے مزید علم حاصل کر سکوں۔ چنانچہ مولانا عبدالرحمن مدنی صاحب کو رسول مقبول ﷺ کی طرف سے اشارہ ہوا کہ موہڑہ شریف جا کر سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت کرو۔ مولانا صاحب دربار شریف میں حاضر ہو کر غوث الامت قدس

سرہ سے اجازت و خلافت حاصل کی اور چھ سال تک اپنے مرشد کی خدمت میں رہ کر خواجہ پیر نظیر احمد کو تمام علوم و معارف کی تعلیم دی۔ قبلہ عالم نے خود نوشت میں آپ کے حالات لکھے ہیں۔ (۳)

استاد صاحبان: آپ نے جن استاد صاحبان سے علمی استفادہ کیا ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

تحصیل علوم

استاد صاحبان

- ۱۔ مولوی فضل داد خان صاحب "سکنہ سانج مری
- ۲۔ حافظ غلام محمد صاحب "ضلع اٹک
- ۳۔ مولوی غلام رسول صاحب "چمکنہ ضلع ہزارہ
- ۴۔ شمس العلماء مولانا غلام کبریا خان صاحب
- ۵۔ مولانا گل احمد صاحب "ڈنڈوت، مردان
- ۶۔ حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب، وحید العصر
- ۷۔ حضرت مولانا حاجی سید محمد ہاشم صاحب قادری، قرأت، قرآن خوانی
- سید البواب، باب النساء، مسجد نبوی ﷺ مدینہ شریف آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ کرام اصحاب حق تھے۔ ان علوم کے بعد دوسری آسمانی کتابیں بھی پڑھیں۔ انجیل کی تعلیم پادری رام سنگھ نے دی تو رات اور زبور کا بھی مطالعہ کیا۔ اس طرح آپ نے تمام آسمانی کتابوں کا مطالعہ کیا۔ (۴)
- مجاہدانہ فنون کی تربیت: آپ نے فن شہسواری سیکھا، نیزہ بازی اور تلوار سے لیموں کا ٹٹا وغیرہ میں کمال حاصل کیا۔ آپ گھوڑوں کے امراض سے بھی واقفیت رکھتے تھے۔

تعارف دربار عالیہ موہڑہ شریف: موہڑہ شریف ضلع راولپنڈی میں کوہ مری کے قریب واقع ہے۔ راولپنڈی سے

بذریعہ بس یا کارمری جائیں تو سنی بینک پر اتر کر براستہ کلڈنہ تقریباً چار میل پہاڑی راستے سے ہوتے ہوئے دربار موہڑہ شریف پہنچ جائیں گے۔ پہلے کچہ راستہ تھا اب پکی سڑک ہے۔ دوسرا راستہ کشمیری بازار سے پیر ہارون الرشید روڈ بائیں طرف جنگل میں اترتی ہے اور موڑ پر دربار موہڑہ شریف کا بورڈ نصب ہے یہاں سے تقریباً پانچ کلو میٹر ڈھلوان طے کر کے موہڑہ شریف پہنچتے ہیں۔ موہڑہ شریف مختصر سی آبادی کے گاؤں کو کہتے ہیں لیکن اللہ والوں کی برکت سے یہ آبادی یمن و سعادت کا مرکز بنا ہوا ہے۔ موہڑہ شریف کہلاتا ہے۔ سرسبز پہاڑوں میں اللہ والوں کی یہ بستی آباد ہے۔ قدرتی چشمے جاری ہیں۔ قریب ہی ایک پہاڑی ندی بہہ رہی ہے۔ زائرین کے لئے رہائش و طعام کا اعلیٰ انتظام ہے لنگر جاری ہے۔ ہر وقت ذکر و فکر کی محفلیں لگی رہتی ہیں۔ یہ مقام ”ہو“ ہے۔ یہ جنگل اور پہاڑ ایک گلستان و گلزار بنے ہوئے ہیں۔ یہاں خواجہ محمد قاسمؒ اور پیر نظیر احمدؒ کے مزارات زیارت گاہ خاص و عام ہیں جن کی برکت سے اللہ کریم نے موہڑہ شریف کو سرچشمہ معرفت الہی بنایا ہوا ہے۔ اس وقت مرجع خلائق اعلیٰ حضرت پیر ہارون الرشید صاحب مدظلہ العالی سجادہ نشین کا چشمہ فیض و کرم بڑی فیاضی سے جاری ہے۔ دربار کھلا ہے ہر طبقے کے امیر و غریب ہر وقت دینی و دنیاوی بخششوں سے فیض یاب ہو رہے ہیں۔ ماشاء اللہ قرآن پاک اور سنتِ مطہرہ کے احکام کے مطابق تبلیغ دین حقہ فرمائی جا رہی ہے اور مشروع طریق پر اصلاح خلق اور درستی اخلاق ہو رہی ہے۔ خصوصاً نسبت رسول اللہ ﷺ کے اصول کے لئے عملی تعلیم دی جاتی ہے۔ موہڑہ شریف کی پر کیف وادی عرصہ ڈیڑھ صدی سے سرچشمہ فیض بنی ہوئی ہے۔ (۵)

شہرت سے نفرت اور عبادت و ریاضت: علوم ظاہری کے بعد آپؐ نے تقریباً گیارہ سال تک جذب کی حالت جنگلوں میں عبادت کی۔ ہندوستان کے مشہور اولیاء اللہ کے مزارات پر حاضری دی اور فیوض و برکات حاصل کئے یہ تمام مدارج شہر سے دور رہ کر انتہائی گمنامی کی حالت میں طے کئے۔ آپؐ محمود و نمائش سے دور رہے آپؐ کی زندگی سابقین اولین کا نمونہ تھی۔ آپؐ اپنے نام کے ساتھ خاکِ نشین تحریر فرماتے تھے۔ (۶)

نسبت رسول اللہ ﷺ: نسبت رسول اللہ ﷺ کا نام اس لئے موسوم ہے کہ مرکزی اور حقیقی دائرہ یہی ہے جو کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا دائرہ ہے۔ باقی سب طریقوں اور سب مذاہب کو فروعاتی وجوہات پر امتیاز حاصل ہوا ہے۔ چونکہ پیر نظیر احمد صاحب فروعاتی اختلافات سے گزر کر مرکزی اور حقیقی دائرہ اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ

عنہم کے دائرہ پر نظر رکھتے تھے اور اسی حقیقت ضیائے ربانی میں رہ کر احباب کو بھی اسی دائرہ کے اثر رکھنا چاہتے تھے۔ اس لئے اس حقیقت کے لحاظ اور واقعیت سے یہ سلسلہ طریقت نسبت رسول ﷺ سے موسوم ہوا ہے۔ پیر نظیر احمدؒ نے کبھی کسی فرقہ سے الجھاؤ پیدا نہیں کیا۔ آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ ہر چہار مذاہب فقہ میں ہم حضرت امام اعظم کو ترجیح دیتے ہیں۔ نسبت رسول ﷺ سے مراد کہ اگر کوئی پانی کے تالاب میں کنکریا پتھر ماریں تو اُس مقام سے باہر کی طرف دائروں کی صورت میں پانی کی لہریں پھیلتی ہیں مگر وہ کنکریا پتھر اپنی جگہ قائم رہتا ہے۔ اسی طرح اس طریقہ حقہ نسبت رسول ﷺ والے لوگ اس مرکز حقیقت کے مقام پر قائم ہیں اور بیرونی اثرات سے محفوظ ہیں۔ اسی اصول پر ایک خلعت کر بلائے معلیٰ سے اور ایک خلعت دربار عالیہ بغداد شریف کے سجادہ نشین صاحب نے حضرت پیر نظیر احمد کے لئے موہڑہ شریف روانہ کی تھی۔ (۷)

غوث المعظم اعلیٰ حضرت پیر نظیر احمد رحمۃ اللہ علیہ تاریخ کے آئینے میں:

ولادت باسعادت	۱۸۸۰ء
ابتدائی تعلیم	۱۸۸۵ء تا ۱۸۹۲ء
کہیاں شریف کی حاضری	۱۸۹۲ء
حالت جذب	۱۸۹۳ء تا ۱۹۰۶ء
پیرونی عہد کا خطاب	۱۹۱۲ء
دستار بندی برائے سجادگی	۱۹۲۵ء
علاقہ یاغستان میں بادشاہت، صاحبزادہ عبدالقیوم خان کی مخالفت، گورنر پیرزا اور گورنر گرفتہ کی ہلاکت۔	۱۹۳۰ء تا ۱۹۳۵ء
بادشاہت کو ترک کر دیا۔	۱۹۳۴ء
مسجد شہید گنج لاہور کا تنازعہ	۱۹۳۵ء
شہزادہ ہارون الرشید کی ولادت یا سعادت۔	۱۹۳۶ء
ہندوستان میں بھوپال، حیدرآباد دکن، ترچناپلی اور دہلی وغیرہ کا سفر	۱۹۳۹ء
قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے دہلی میں ملاقات۔	۱۹۴۰ء
حضرت غوث الامت رحمۃ اللہ علیہ کا وصال اور اعلیٰ حضرت غوث المعظم سجادہ نشین مقرر ہوئے۔	۱۹۴۳ء
حج پر تشریف لے گئے۔	۱۹۵۸ء
وصال شریف	۲۲ جولائی ۱۹۶۰ء
حضرت غوث المعظم رحمۃ اللہ علیہ کا چہلم اور غوث الزماں قطب دوراں شیر شاہ غازی	
حضرت پیر ہارون الرشید صاحب مدظلہ العالی سجادہ نشین مقرر ہوئے۔ (۸)	۲۸ اگست ۱۹۶۰ء

سلسلہ طریقت: آپ کا سلسلہ طریقت نقشبند ہے لہذا آپ نقشبندی ہیں۔

آپ کا رتبہ اور روحانی کمالات: آپ رحمۃ اللہ علیہ کے روحانی کمالات اور مدارج کو دیکھ کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم موہڑوی سرکار آپ رحمۃ اللہ علیہ کا بے حد احترام کرتے تھے۔ کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے میرے اس فرزند کو اولیاء اللہ کا بادشاہ بنایا ہے۔ حضرت باواجی صاحب نے اپنے وصال سے پہلے آپ کو جانشین منتخب کر کے تمام خلفاء اور صاحبزادگان کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت کرنے کا حکم دیا اور ان سب نے باواجی صاحب کے حکم کی تکمیل میں آپ رحمۃ اللہ علیہ ہاتھ پر بیعت کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیشہ ریا کار، جاہل اور خودنما قسم کے لوگوں کی تردید فرمائی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا رضائے الہی کے لئے خلق خدا کی خدمت ولایت کی بنیاد ہے۔

مرشد کامل کا اسم گرامی اور ان کا مقام: آپ رحمۃ اللہ علیہ مرشد پاک کا نام خواجہ پیر نظام الدین کیانی کہیاں شریف رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ جو کہ برگزیدہ اور مرد کامل شخصیت تھی اور کیانی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔

تیرے در پر آنا میرا کام ہے میری بگڑی بنانا تیرا کام ہے۔

فیض روحانی و باطنی: آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد کریم کہیاں شریف یہ مقام آزاد کشمیر ضلع مظفر آباد تحصیل کنڈل شاہی وادی نیلم میں واقع ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت پیر نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک پر ۱۲ سال کی عمر میں بیعت فرمائی اور وہیں سے روحانی و باطنی فیض حاصل کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد کریم پاک پیر نظام الدین اس قدر رحم دل اور مہربان ہوئے کہ سات پشتوں تک رنگ چڑھا دیا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پیر نظیر احمد رحمۃ اللہ علیہ کو فرمایا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی سات پشتوں تک بغیر محنت و مشقت کے ولی پیدا ہوں گے۔ موج میں آگئے قطرے کو دریا کر دیا۔ پڑ گئی جس پر نظر بندے کو مولا کر دیا۔ (۹)

کہیاں شریف کی حاضری: اعلیٰ حضرت غوث الامت پیر صاحب (والد رحمۃ اللہ علیہ) کا دستور تھا کہ جب تک حضرت خواجہ نظام الدین حیات تھے وہ انکی خدمت میں حاضری کیلئے اکثر تشریف لے جاتے تھے سالانہ عرس شریف کی حاضری لازمی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد حضرت خواجہ محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ موہڑوی سرکار ۱۲ سال کی عمر میں ساتھ لے گئے اس زمانے میں راستہ سخت دشوار گزار تھا بے شمار لوگ نہایت عشق اور شوق سے جاتے تھے حالانکہ بیس بیس دن متواتر سفر میں رہتے تھے۔ الغرض آپ رحمۃ اللہ علیہ دربار مقدس میں

تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد زاہرین کی رہائش گاہ میں چلے گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد حضرت خواجہ نظام الدین کیانوی رحمۃ اللہ علیہ طویل القامت تھے ہزاروں آدمیوں میں آپ رحمۃ اللہ علیہ علیحدہ اور نمایاں نظر آتے تھے اور لوگ ان کے سامنے چھوٹے بچے نظر آتے تھے۔ کشادہ پیشانی، سفید گلابی رنگ، برگل کی طرح خوبصورت جسم مبارک اور چھاتی بہت کشادہ موافق قدم مبارک تھا، ناک لمبی اور اونچی، آنکھیں سیاہ اور دلکش، وسعت جسم اس قدر تھی کہ پانچ چھ آدمی اکٹھے سینے سے لگ کر ملتے تھے۔ ہاتھ بہت چوڑے، انگلیاں لمبی اور نازک اور بالوں کا رنگ سیاہی مائل تھا سفید نہ تھا۔ داڑھی مبارک بہت لمبی نہ تھی سنت کے مطابق تھی، سر پر بال کیسوں نہ تھے۔ ایک روئی دار بتیاں والی ٹوپی سر پر ہوتی تھی قمیض کی آستینیں بہت لمبی اور کشادہ ہوتی تھیں۔ ایسا کوئی نہیں تھا جو ان کے چہرے مبارک کو نظر بھر کر دیکھ سکتا خصوصاً جب وہ بھی اس کی طرف نظر کریں۔ ان کا جذبہ اور جوش، حسن یوسفی، رعب اور نوری وقار اس طرح تھا کہ کسی کو یہ محسوس نہیں ہوتا تھا کہ یہ انسانی وجود ہے بلکہ کوئی نوری جسم اور خدائی وقار کا مجسمہ تھا صحیح عمر کا اندازہ مشکل تھا غالباً ۴۰ کے قریب تھی۔

دربار عالیہ کہیاں شریف کی کیفیات: دربار عموماً باہر ہوتا تھا۔ ایک لکڑی کا تخت دس مربع فٹ کا تھا جس پر قبلہ عالم تشریف فرما ہوتے تو وہ چھوٹا معلوم ہوتا تھا۔ اس تخت کے ارد گرد لوگوں کو بیٹھنے یا آرام کا خیال نہ ہوتا تھا دربار شریف کی مجلس کے کنارے پر ایک شخص معمور ہوتا تھا جس کے ہاتھ میں قینچی ہوتی جو لمبی مونچھوں والے شخص کی مونچھیں کاٹ لیتا اور اس طرح حقہ، نسوار، تماکو، اور سگریٹ پینے والوں کو واپس کر دیتا اور ہدایت دیتا کہ نشہ ترک کر کے آؤ۔ مجلس میں لوگ خاموش رہتے حاضرین ہر قسم کی فریاد لے کے حاضر خدمت ہوتے اور اللہ کی رحمت کا دربار سمجھ کر ہر ایک اپنی مدعا لے کر حاضر ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کو پیدا کیا اور سب کے دکھ تکلیف اپنے قبضے میں رکھے ہیں۔ ہر وہ انسان جو تمام دنیا میں اپنی حکومت پیدا کرنے کا خواہشمند ہے وہ بڑے مدعا کے حاصل کرنے میں بے تابانہ بارگاہ الہی میں رجوع کرتا ہے۔ اس طرح وہ انسان جو روزی کمانے کے لئے پریشان ہے وہ بھی اللہ ہی کی طرف رجوع کرتا ہے اختیار پر بھی اور اضطراری طور پر بھی اللہ ہی کی طرف فریاد جاتی ہے۔ اسی طرح ہر آنے والے انسان اپنی حاجت کو دل میں رکھ کر اس نائب رسول ﷺ مظہر قدرت الہی کی طرف جاتا تھا۔ مگر تعجب اس امر پر ہے کہ نہ تو عرض کرنے والوں کے دل میں خیال آتا تھا دعا فرمائی جائے اور نہ ہی پیر

صاحب نے کبھی کسی کے حق میں ہاتھ اٹھا کر دُعا فرمائی ہرگز اس کا ثبوت نہیں ملا عرض کرنے والوں کے خیال میں بھی مطلق عرض کرنا ہی دُعا مقصود ہوتا اور حضور والا رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے بھی اس مدعا کی منظوری یا نہ منظوری کا اظہار ہو جاتا۔ دراصل عرض کرنا ہی کامیابی اور منظوری تھی۔ ہر انسان کا یہی یقین ہوتا تھا کہ میں نے جو عرض کی ہے وہ بارگاہ الہی میں کر دی ہے اور وہ رد نہیں ہوئی، گویا یہ سرکارِ رحمت الہی کا دروازہ تھا۔

مرشد کی خدمت میں دوسری حاضری: پیرِ نظیر احمد رحمۃ اللہ علیہ کورات کے وقت اپنے والد حضرت پیر محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ نے اٹھا کر صبح کی ملاقات کے آداب سمجھائے پیرِ نظیر احمد رحمۃ اللہ علیہ صبح کی نماز سے فارغ ہوئے تو تھوڑی دیر بعد ایک شخص آیا اور کہا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت صاحب زادہ صاحب نے بلایا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ وہاں حاضر ہوئے حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحب زادے سے ملاقات ہوئی۔ قبلہ صاحب زادہ صاحب نے فرمایا کہ حضور کیا نومی سرکار نے حکم دیا ہے کہ یہ تین صد روپیہ نقدی اور دو گھوڑے آپ کو بطور خلعت عطا کئے جائیں آپ منظور کریں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عطا و کرم مجھے منظور ہے اور فوراً جا کر گھوڑوں کے پاؤں میں بوسہ دیا اور عرض کیا کہ گھوڑے کیا نومی رحمۃ اللہ علیہ سرکار کے ہمارے لئے واجب التعظیم ہیں یہی جواب تھا۔ آخر کار آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے مرشد خواجہ نظام الدین کیانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پاس بلایا آپ رحمۃ اللہ علیہ حاضر ہوئے تو کیا نومی سرکار ایک بڑی چارپائی پر تشریف فرما تھے فوراً ایک شخص کو حکم دیا کہ ایک چارپائی بچھاؤ حکم ہوا اس چارپائی پر بیٹھو۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے انکار کیا اور فرمایا کہ یہ سوئے ادب ہے پھر دوسرے شخص کو حکم ہوا کہ ریشمی کبیل زمین پر بچھا دے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو حکم ہوا کہ اس کبیل پر بیٹھو۔ مگر آپ رحمۃ اللہ علیہ کبیل کو اٹھا کر زمین پر بیٹھ گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ کبیل تو آپ کے خادم کا ہے ہمارا نہیں (یہ اس طرف اشارہ تھا کہ پیرِ نظیر احمد رحمۃ اللہ علیہ کے (والد رحمۃ اللہ علیہ) نے دو خادم کہیاں شریف میں مقرر کر رکھے تھے جو خدمت لنگر میں مصروف رہتے تھے اور یہ کبیل اس ایک خادم کا تھا) آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا اب یہ بھی ہمارے لئے جائے ادب ہے ہم خود ان کے خادم ہیں۔ اس کے بعد کیا نومی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کو جوش کریمی آیا چہرہ سرخ ہو گیا اور بارہ سالہ بچے پیرِ نظیر احمد رحمۃ اللہ علیہ کو اٹھا کر اپنی گود میں بٹھالیا اور بیعت کیا اور سات دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے منہ پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا ”سات پشت بلا مشقت اولیاء“ اس وقت

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے آنسو بھی گرے کیا نوی سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے بیعت کے بعد پیر محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ کو ارشاد فرمایا کہ باقی تمام آپ کے خلیفہ ہیں۔ مگر یہ بچہ (پیر نظیر احمد) میرا خلیفہ ہے اور واپسی کا حکم دیا۔

جنگل میں چلہ کشی: واپسی پر عبادت میں زیادہ توجہ دی اور پھر جنگل نشینی اختیار کر لی اکثر ہفتہ بھر کا روزہ ہوتا ایک دن صرف اتوار کو روٹی سے افطار کرتے باقی دن چائے یا قہوہ سے گزارا ہوتا اسی طرح آپ رحمۃ اللہ علیہ بارہ سال تک جنگل میں چلہ کشی میں اللہ کی عبادت میں مصروف رہے۔ (۱۰)

شجرہ طریقت: حضرت پیر نظیر احمد رحمۃ اللہ علیہ موہڑوی سرکار تک شجرہ طریقت نقش بند یہ اس طرح سے ہے۔

- | | |
|--|--|
| ۱۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ | ۲۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ |
| ۳۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ | ۴۔ حضرت امام قاسم بن محمد بن ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ |
| ۵۔ حضرت سید امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ | ۶۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ |
| ۷۔ حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ | ۸۔ حضرت خواجہ ابوعلی فارمدی رحمۃ اللہ علیہ |
| ۹۔ حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ | ۱۰۔ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدانی رحمۃ اللہ علیہ |
| ۱۱۔ حضرت خواجہ محمد عارف ریوگری رحمۃ اللہ علیہ | ۱۲۔ حضرت خواجہ محمود الخبیر فغوی رحمۃ اللہ علیہ |
| ۱۳۔ حضرت خواجہ عزیز علی رامیتنی رحمۃ اللہ علیہ | ۱۴۔ حضرت بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ |
| ۱۵۔ حضرت سید امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ | ۱۶۔ امام طریقت حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ |
| ۱۷۔ حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ | ۱۸۔ حضرت مولانا یعقوب چرخنی رحمۃ اللہ علیہ |
| ۱۹۔ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ | ۲۰۔ حضرت مولانا محمد زاہد ولی رحمۃ اللہ علیہ |
| ۲۱۔ حضرت مولانا درویش محمد رحمۃ اللہ علیہ | ۲۲۔ حضرت خواجہ محمد امین مملوکی رحمۃ اللہ علیہ |
| ۲۳۔ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ | ۲۴۔ امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ |
| ۲۵۔ حضرت خواجہ سید شاہ حسین رحمۃ اللہ علیہ | ۲۶۔ حضرت خواجہ عبدالباسط رحمۃ اللہ علیہ |
| ۲۷۔ حضرت سید عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ | ۲۸۔ حضرت خواجہ سید محمود رحمۃ اللہ علیہ |
| ۲۹۔ حضرت شیخ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ | ۳۰۔ حضرت سید عنایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ |

- ۳۱۔ حضرت خواجہ احمد رحمۃ اللہ علیہ ۳۲۔ حضرت خواجہ عبدالصبور رحمۃ اللہ علیہ
- ۳۳۔ حضرت خواجہ گل محمد رحمۃ اللہ علیہ ۳۴۔ حضرت عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ
- ۳۵۔ حضرت خواجہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ۳۶۔ حضرت سلطان محمد ملوک رحمۃ اللہ علیہ
- ۳۷۔ حضرت خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ (کہیاں شریف والے) ۳۸۔ حضرت خواجہ محمد قاسم موہڑوی سرکار رحمۃ اللہ علیہ
- ۳۹۔ حضرت پیر نظیر احمد صاحب رہبر اعظم طریقت نسبت رسولی ﷺ
- ۴۰۔ حضرت پیر ہارون الرشید صاحب مدظلہ سجادہ نشین دربار عالیہ موہڑہ شریف (۱۱)

اخوند محمد کبیر: پیر نظیر احمد کہیاں شریف سے واپس آنے کے بعد سلسلہ عبادت غیر معمولی طور پر قائم کیا زہد کی طرف میلان بڑھا بلکہ تقشف اختیار کیا گیا۔ اس صورت سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم رحمۃ اللہ علیہ کو سخت رنج ہوا اور ایسی عبادت سے منع فرمایا لیکن نصیحت کا اثر نہ ہوا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد کو کسی بزرگ نے ان کی شادی کا مشورہ دیا تاکہ ان کے حال میں تبدیلی آجائے گی۔ اس تجویز کے تھوڑے عرصے بعد ایک بزرگ اخوند محمد کبیر تشریف لائے جو مجذوب حال تھے۔ ان کا علم، عبادت، دنیا داری سب مجذوبیت کے اندر داخل تھی ان کے حالات سے مری کے علاقے کے لوگ واقف تھے۔ موضع پوٹھہ شریف میں رہتے تھے اور علاقہ میں گھومتے بھی تھے۔ یہ امر مشہور تھا کہ ان کی دعا کم اور بد دعا فوراً اثر کرتی تھی۔ ان کے چند واقعات تحریر کئے جاتے ہیں۔

بھینس کا مرجانا: حضرت اخوند محمد کبیر موضع وگہل ستیاں مولوی فتح محمد خان کے ہاں ٹھہرے اکثر لوگ دعا کیلئے حاضر ہوتے۔ ایک عورت دودھ لائی جب آپ نے تھوڑا سا دودھ پی کر فرمایا دودھ کھٹا ہے عورت نے کہا کہ اسی لئے دودھ لائی ہوں بھینس کا دودھ خراب ہے آپ دعا کریں تاکہ دودھ ٹھیک ہو جائے۔ آپ نے فوراً ہاتھ اٹھائے اور دعا کی یا اللہ اس کی بھینس کو دنیا سے نابود کر اور مار ڈال اس کا دودھ کھٹا ہے۔ اس عورت کے گھر پہنچنے سے پہلے بھینس کی زندگی ختم ہو چکی تھی۔ اس طرح کے بہت سے واقعات ہیں حضرت اخوند محمد کبیر جلالی ولی تھے جو بات منہ سے نکالتے اللہ ان کی پوری کرتا۔

عقدِ اول: اخوند صاحب موہڑہ شریف تشریف لائے اور پیر نظیر احمد رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی بہت خدمت اور تعظیم کی۔ دوسرے دن پیر نظیر احمد رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھے اور بہت

بڑی پگڑی پیر نظیر احمد رحمۃ اللہ علیہ کے سر پر رکھی اور فرمایا کہ میری نواسی جو کہ مولوی محمد یاسین کی بیٹی ہے پیر نظیر احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نکاح میں دے دی اس طرح آپ رحمۃ اللہ علیہ کی پہلی شادی ہو گئی۔ چونکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بچپن ہی سے تحصیل علم کا شوق غالب تھا۔ حضور غوث الامت (والدہ رحمۃ اللہ علیہ) نے چند وظائف کا چلہ جو رات کے وقت خلوت میں کئی ہفتے جنگل میں رہ کر پورا کرنا تھا آپ کے ذمہ لگا دیا اسی دوران اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاں شہزادے کی ولادت ہوئی جس کا نام مبارک خان رکھا گیا۔ کچھ عرصہ بعد آپ کی زوجہ محترمہ نے اپنے والد محترم مولانا محمد یاسین خان صاحب سے عرض کی میرے شوہر پیر نظیر احمد اکثر جنگلوں میں رہتے ہیں نہ گھر آتے ہیں اور نہ ہی کوئی اطلاع دیتے ہیں۔ میں چاہتی ہوں آپ مجھے اپنے ساتھ لے جائیں۔ اس طرح مولانا صاحب اپنی بیٹی صاحبہ کو ساتھ لے گئے اور قطع تعلقی پر اصرار کیا لہذا ۱۹۰۶ء میں قطع تعلق ہو گیا پیر نظیر احمد جنگل نشینی کے مجاہدے میں مشغول رہے۔

عقد ثانی: ۱۹۱۵ء میں پیر نظیر احمد رحمۃ اللہ علیہ کا عقد ثانی پوٹھوہار (اٹک تا جہلم) کے علاقے گلکھڑ قبیلے کے آخری حکمران سلطان مقرب خان بادشاہ کی شہزادی سے طے پایا جو اخلاق حسنہ کا پیکر تھیں۔ عبادت و ریاضت سے کمال شغف رکھتی تھیں اور صبر و قناعت سے کامل طور پر بہرہ ور تھیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے دو شہزادے اور پانچ شہزادیاں عطا فرمائیں۔ سب سے بڑے پیر گل بادشاہ صاحب ۱۹۱۷ء میں تولد ہوئے اور سب سے چھوٹے پیر ہارون الرشید صاحب کی ولادت ۱۹۳۶ء میں ہوئی۔ پیر نظیر احمد کی خصوصی توجہ سے پیر ہارون الرشید صاحب نے دینی اور دنیوی تعلیم کے اعلیٰ مدارج طے کئے۔ چنانچہ غوث المعظم رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۶۰ء میں وصال کے بعد مرکزی دربار عالیہ موہڑہ شریف کے سجادہ نشین مقرر ہوئے اور اُس وقت سے مخلوق خدا کی خدمت میں مصروف ہیں۔ مہاراجہ کشمیر کے ساتھ مراسم: مہاراجہ کشمیر پر تاپ سنگھ کے مجسٹریٹ نے مصاحب خان قوم سدھن کو چھ برس جیل کی سزا دی۔ مصاحب خان کے اقربا موہڑہ شریف پیر حضرت غوث الامت (والدہ رحمۃ اللہ علیہ) کے پاس آئے اور عرض کیا ہمارے عزیز مصائب خان کے لئے دعا فرمائیں اس وقت پیر نظیر احمد رحمۃ اللہ علیہ بھی موجود تھے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سائیں پیپے ناڑ کو حکم دیا کہ جاؤ مہاراجہ کو بولو کہ اس شخص پر ظلم نہ کرو، اس کو چھوڑ دو اور معاف کر دو خدا تم کو اس کا بدلہ دے گا۔ لہذا وہ شخص مہاراجہ کے پاس گیا اور پیر صاحب کا فرمان سنایا مہاراجہ نے مصاحب

خان کو چھوڑ دیا اس کی سزا بھی معاف کر دی، مہاراجہ نے مصاحب خان کو سائیں پیپے ناڑ کے حوالے کیا اور کہا کہ جاؤ پیر صاحب کے پاس کہو کہ مصاحب خان حاضر ہے۔ ساتھ ہی عرض کیا کہ میرے گھر بچہ نہیں ہے پیر صاحب دعا فرمائیں کہ میرے گھر بچہ پیدا ہو۔ پیر صاحب نے مہاراجہ کشمیر کے لئے دو تعویذ روانہ کر دیئے خدا کی قدرت کہ مہاراجہ کے ہاں دو لڑکے پیدا ہوئے اب مہاراجہ کا کامل یقین ہو گیا۔ ان لڑکوں کی طبیعت مزاج وغیرہ بتلانے اور دعا کیلئے ہر پندرہ دن بعد بڑے آفیسر موہڑہ شریف آتے تھے۔ (۱۲)

مولوی صاحب گورداس پوری: پیر نظیر احمد رحمۃ اللہ علیہ رات دن میں چالیس ہزار وظیفہ اسم ذات اور ایک سو رکعت نفل پڑھا کرتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے دشوار گزار اور خطرناک جنگل میں اکیلا جانے سے بھی منع کیا اور عبدالرحمن کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی حفاظت کیلئے جنگل میں جانے کو کہا اور مولوی عبدالرحمن گورداس پوری موہڑہ شریف آنے سے پہلے سکھ تھا کوٹ میاں گورداس پور سے کلکتہ چلا گیا وہاں ایک عورت جادوگرنی کے پاس ٹھہرا کچھ عرصہ اس عورت کے پاس رہا اور اس عورت سے جادو کا علم حاصل کیا۔ ایک گڑ کی چاکی (ٹکڑا) پر دم کر کے چاقو سے کاٹ دیا جائے تو آدمی کے کلیجے کے اتنے ہی ٹکڑے ہو جاتے ہیں جتنے گڑ کے ہوں۔ اور سفال آب نارسیدہ پر جادو کا دم کر کے پھینک دو تو سینکڑوں میل دور آدمی مر جاتا ہے۔ جن کی قوم اور جنوں کو شخصی طور پر تسخیر کرنے کا ظلمانی طریقہ اور کئی چیزوں کا ذکر کیا یہ سارے طریقے مولوی صاحب نے پیر نظیر احمد رحمۃ اللہ علیہ کو بھی بتائے۔ مولوی صاحب کو کلکتہ سے ایک دیوانی عورت نے کہا کہ آپ موہڑہ شریف جائیں چنانچہ مولوی صاحب پہلے لاہور آئے جلو کے قریب فقیر لکھن شریف کے ساتھ موہڑہ شریف پہنچ کر مسلمان ہوا پھر واپس دہلی جا کر دینی تعلیم مکمل کی اور پھر موہڑہ شریف آ کر بیعت کی سعادت حاصل کی اس طرح مولوی صاحب کو خواب میں حکم ہوا کہ پیر نظیر احمد رحمۃ اللہ علیہ سے سارے حالات ظاہر کروں اور رفاقت پیدا کروں چنانچہ مولوی عبدالرحمن صاحب جن کے معاملات اور جادوگری میں کامل تھے اور پیر نظیر احمد کو بھی ان کی حقیقت سے آگاہ کیا۔

جنوں کی حقیقت اور چند واقعات: دراصل جنات کی ایک قوم ہے جس میں خاص و عام عالم و جاہل، نیک و بد سب موجود ہیں۔ یہ تخیل اور حقیقت صرف اسلام نے ہی بیان نہیں کی بلکہ اسلام سے ہزار ہا سال پہلے بھی آدمیوں میں یہ چرچا موجود تھا اور دنیا میں جنوں کی کل آبادی اور حکومت کا ذکر کرنے کے لئے ایک مستقل کتاب چاہیے

یہاں یہ معلوم کرنا ہی کافی ہے کہ جو تعریف علوم جنات کی ہے۔ کہ

هُوَ جِسْمٌ نَارِيٌّ وَمُتَشَكِّلٌ بِهٖ أَشْكَالِ الْمُخْتَلِفَةِ

ترجمہ: یہ ناری عناصر کے غلبہ میں پیدا شدہ مخلوق ہے اور ہر مشکل اختیار کر سکتی ہے۔ یہ ملک میں ہر طرف آباد ہوتے ہیں اور انسان کو مال، جان اور اولاد کا نقصان پہنچاتے ہیں۔ چونکہ ان کو انسان دیکھ نہیں سکتا بدکردار جن زیادہ نقصان دہ ہوتے ہیں اور آدمی پر اس کا اثر ہو جاتا ہے۔ جیسے قرآن شریف میں ہے

يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ (۱۳)

ترجمہ ”جیسے کسی کو لپیٹ کر دیوانہ بنا دیا“

اور کئی دوسروں موقعوں پر جنوں کی حرکات کا ذکر کیا ہے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصہ میں اس کی تفصیل بھی ہے۔ جنوں کو تابع کرنے کا طریقہ: جنوں کو تابع کرنے کے قانونی دو طریقے ہیں ایک نورانی اور دوسرا ظلمانی نورانی طریقہ سے اسم الہی اور آیات قرآنی کے طریقہ سے جنوں کو قابو کرتے ہیں پھر جن تا بعداری بھی کرتے ہیں۔ دوسرا طریقہ ظلمانی ہے یہ طریقہ اسلام سے پہلے زمانے کے منتر پڑھنے سے جن اس عامل کی طرف مائل ہو جاتے ہیں اور خوش ہو کر حاضر ہوتے ہیں اور جو کام انہیں بتلایا جائے وہ بجالاتے ہیں۔ یہ طریقے من قبیل جادو ہیں ان کے پڑھنے سے اور چلے مکمل کرنے سے جن کی قوم تابع ہو سکتی ہے اور جنوں کا بادشاہ بھی تابع ہو جاتا ہے۔ چلے کاٹنے کیلئے ویران جنگلوں میں جانا پڑھتا ہے وہاں طرح طرح کی چیزیں دکھائی دیتی ہیں مثلاً خطرناک سانپ، اونٹ اور مست ہاتھی وغیرہ۔ چلے چالیس دن کا ہوتا ہے جب چلے مکمل ہو جائے تو جن اصلی صورت میں سامنے آئے گا وہ سوال کرے گا کیا چاہیے جن کو کہا جائے اپنے بدن کے بال کاٹ کر عامل کو دے دیں۔ جب جنوں کو حاضر کرنا ہو تو معمول کا وظیفہ پڑھنے اور سامنے آگ رکھ کر وہ بال آگ کے نزدیک کرے جنوں کا قاصد آئے گا اور اسے جو حکم دیں وہ بجالائے گا۔

بعض پڑھنے کے الفاظ ایسے ہیں کہ جن کے پڑھنے سے انسان کا ایمان نہیں رہتا مثلاً ایک منتر کا مضمون یہ ہے۔

بہور اہا تھی عمل عماری جس چڑ آئی پنج ہزاری پنج ہزاری دی دہائی ہے سرچا ون چوکی تیری آئی ہے

آپ رحمۃ اللہ علیہ کو مولوی صاحب عبدالرحمن صاحب نے جنوں کے متعلق جزوی اور کلی طور پر واقفیت دلا دی

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ کسی شے کا علم اس کی لاعلمی سے بہتر ہے۔ (۱۴)

لاعلاج مریضوں کا علاج: دربار موہڑہ شریف میں بہت سے مریض خواتین آتی ہیں جن میں اکثر جن کی مریضہ ہوتی ہیں۔ ان میں عموماً اختناق الرحم پیدا کرنے والے کے غلبے سے دلی کمزوری ہو جاتی ہے اور کبھی تبخیر معدہ پیدا ہو کر طبیعت مغلوب ہو جاتی ہے اور کمزور طبیعت والے انسان بے ہوش ہو جاتے ہیں یا ان کے حواس ساقط ہو جاتے ہیں جیسا کہ مسمریزم والے کسی کمزور دماغ انسان کو مدہوش کر کے اس سے ایسی گفتگو کراتے ہیں جن سے کچھ خبریں بھی ملتی ہیں بعض غلط اور بعض صحیح ہوتی ہیں تو دوسرا انسان اس مریض کو جس طرف رہنمائی کرے وہ قبول کرتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم جن ہونے سے نہ انکار کریں نہ اقرار کریں۔ ہمارا فرض ہے کہ جو نقص ہے اس کے اسباب پر توجہ کر کے اس کا علاج کیا جائے جو مریض کے ذہن کے مطابق ہوتا کہ وہ قوت ارادی سے قبول کرے یوں فوراً فائدہ ہو جاتا ہے۔ اب اس کی ایک مثال دی جاتی ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص آیا کہ میری بیو (میرے لڑکے کی بیوی) کو جن نے پکڑ لیا ہے۔ اور اپنے آپ کو سیّد بتلاتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس شخص کو سمجھایا کہ جن نہیں بلکہ بیماری ہے۔ مگر وہ آدمی بار بار اصرار کر رہا ہے کہ سب علماء نے بھی جن بتایا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس شخص سے کہا کہ جن سیّد نہیں ہوتے۔ پھر اُسے ہوش آیا کہ جن کبھی سیّد نہیں ہو سکتا۔ اب سب خیال غلط ہے۔ چنانچہ وہ شخص تعویذ اور دوائی لے گیا اور مریضہ درست ہو گئی۔ ویسے تو اس قسم کے واقعات بہت ہیں صرف ایک مثال لکھ دی تاکہ ان کا علم ہمارے احباب کو ہو جائے اور اس معاملہ پر غور کریں۔

ہمزاد کی حقیقت: آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جن کے علاوہ ہمزاد ایک چیز ہے جو انسان کو تکلیف بھی دے سکتی ہے اور خدمت بھی سکتی ہے۔ جب انسان پیدا ہوتا ہے تو اس کے ساتھ ایک ہوائی جسم اس کے ساتھ پیدا ہو جاتا ہے گویا دو آدمی پیدا ہوتے ہیں ایک خاکی جسم دوسرا ہوائی جسم جو ہمزاد ہوتا ہے۔ بچہ جس طرح بڑا ہوتا ہے وہ بھی اسی طرح بڑا ہوتا ہے۔ جو کچھ لیاقت بچہ حاصل کرتا ہے اس قدر ہمزاد بھی حاصل کرتا ہے پڑھتا ہے اور سب کچھ سیکھتا ہے۔ جب انسان مر جاتا ہے تو اُس کی قبر پر تین روز ہمزاد رہتا ہے اور پھر ہوائی جماعت میں شامل ہو جاتا ہے۔ اسمِ الہی سے ہمزاد کو قابو کر کے اس سے کام لیا جاسکتا ہے اس کے لئے تین دن اور چالیس دن کا وظیفہ کرنا پڑھتا ہے۔

متوکلات: اس کے علاوہ متوکلات ہیں یہ فرشتے ہیں۔ یہ بھی اسماء الہی کی خدمت کرتے ہیں اور قرآنی حروف کی بھی خدمت کرتے ہیں۔ اس کے ذریعے سے دنیا کے امور طے ہوتے ہیں۔ نظام عالم کا قیام ان کے ماتحت ہے ان سے استمداد اسی طرح ہو سکتی ہے کہ اسی ملکوتی طہارت کو انسان اختیار کرے اور اسی طرح ترک حیوانی خوراک اور ترک حیوانی اعمال اور تعداد منازل قمر اور طالع کا علم ہو کہ دعا (غرض) کو بھی اعداد میں منسلک کرے تو اسی صوت کی تکمیل پر جس کام کیلئے پڑھے وہ کام ضرور ہو جاتا ہے۔

اظمار: یہ ایک روحانی جماعت ہے۔ امورات کا انکشاف و اسناد اور دینے خزانے معلوم کرنا وغیرہ ان کی امداد حاصل ہو سکتی ہے۔ یہ ضروری ہے کہ ان کے مقررہ اصول و شرائط پر عمل کیا جائے۔

نصاب جفر: یہ اڑھائی سال کا کورس ہے جو گناہوں سے پاک رہ کر پورا کیا جاتا ہے۔ اس کے متعلق کئی خاص اصول اور طریقے ہیں جن میں بلوغ المآرب مشہور ہے۔

ساعات اور اوقات کے خواص اور اسمائے الہی کے خواص: اس مقصد کیلئے عموماً تعویذ اور عمل کتابوں میں درج ہیں مگر اس کی حقیقت بے سود نہیں مگر ہر امر میں کامیابی کے الگ الگ طریقے ہیں۔ مگر اس میں وہ حقیقت جس سے اسم اعظم کا اثر ثابت ہو وہ قابل اظہار نہیں۔ البتہ خاص اشخاص کو یہ تعلیم دینی مناسب ہے۔

اسماء الہی و آیات قرآنی مخصوصہ کے حقائق و حصائص: آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تقریباً دو سال متواتر بلحاظ اصول و شرائط مکمل طور پر محنت کی آپ رحمۃ اللہ علیہ کو دو چیزوں کا علم ہوا۔ ایک ان کے خواص دوسرا ان کے حقائق جو ذات باری سے مستلزم ہیں پر توجہ دی۔ یہ اسماء از روئے جمال اس طرح ہیں جس طرح ریڈیو میں ایک سوئی دہلی سے اٹھا کر لندن پہنچا دے تو اوپر یعنی عالم بالا کی حقیقت اور ایک عظمت ان مقامات کی پیدا ہو گئی ہے۔ ان اسماء کے لفظوں سے جب ان کی حقیقت پر انسان پہنچتا ہے تمام دنیا اس کے مقابلہ میں ایک انچ سے بھی کم معلوم ہوتی ہے جو کہ اس اسم کے موضوع کا مصدر اور منبع ہے۔

اور رادِ نظیر یہ کی ترتیب: آپ رحمۃ اللہ علیہ نے نہ صرف خود اور رادِ نظیر پر عمل کیا بلکہ لوگوں کو ان اور ادا اور ان کے اعداد میں خاص راز مضمحل ہے۔ جو دنیا میں دو آدمیوں (یعنی نظیر احمد رحمۃ اللہ علیہ اور حاجی محمد ہاشم صاحب بواب مدینہ منور شریف) کے کسی کو اس کا علم نہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے اور ادکی اجازت نا اہل کو دینی اس

ہیں اور یہ تمام نعیم دنیا سے کس طرح بڑی چیز ہے۔ اور اسمِ اعظم کو کیوں اسمِ اعظم پکارا گیا ہے۔ یہ راز بھی منکشف ہوا کہ کیونکہ انسان کا ذہن اور قلب ہی ایک ایسا آئینہ ہے جس میں انوار ذاتی منعکس ہو سکتے ہیں۔ اگرچہ وہ آئینہ دل سیدھا ذات کی طرف ہو ورنہ نہیں ہو سکتا۔ اس لئے توجہ درست کرنے کیلئے ملکیت کو غالب کرنا بشریت کو مغلوب کرنا ضروری ہے۔ اس لئے ترک حیوانی اور نفسانی اصلاح لازمی قرار پائی اس صورت سے اجابت دعا وابستہ ہے اور جس مدعا کیلئے اسماء کے دروازے سے سوال کیا گیا ہرگز مسترد نہیں ہوتا بلکہ دعا کرنا اجابت کا ثبوت ہے۔ اس لئے جو دعا منظور نہیں ہوتی وہ دعا کرنے کی توفیق ہی نہیں ہوتی جیسے کہ ارشاد الہی ہے۔

مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ ط (۱۵)

ترجمہ: وہ کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے سامنے سفارش کر سکے۔ نہایت پر زور وعدہ مالک کا ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔ حالانکہ سب سے زیادہ گنہگار شیطان ہے۔ ثابت ہے کہ خدا نے شیطان کی دعا بھی قبول فرمائی۔ (۱۶)

اسم الحسیب: آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسم الحسیب کے متعلق بتایا کہ ہمارے پاس آدمی آتے ہیں ہم انکی قضائے حوائج کیلئے ”الحسیب“ بتاتے ہیں تو وہ جا کر اس اسم کو ہزاروں لاکھوں تک پڑھتے ہیں مگر کام بھی نہیں ہوتا۔ مگر انہیں یہ معلوم نہیں لفظ کا معنی کیا ہے اُس کا موضوع کیا ہے۔ اس لفظ کی حقیقت کیا ہے۔ اس کی حقیقت کو معلوم کرنے کیلئے کسی باعمل استاد اور مرشد کی ضرورت ہوتی ہے۔

حقیقت الحسیب: اس کا مادہ حسب ہے خاص و عام لوگ یہ لفظ روزانہ استعمال کرتے ہیں اس لئے اغلب ہے کہ سب اس کو سمجھتے ہیں۔ حسب الحکم فلاں یا حسب ایمان فلاں یعنی حکم اور ایمان کا سبب اس طرح ”الحسیب“ صفت مشبہ ہے گویا حقیقت اس کی یہ ہوئی کہ جو حکم یا جو کام ہو اس کے ہونے کی اصلی وجہ یا حقیقت شدنی یا وجود جو ذات ہو وہ حسیب ہے چونکہ ہر امر کے وجود میں آنے کی وجہ صرف ذات حق سبحانہ ہے اور حقیقی موجد اور خالق وہی ہے۔ اس پر الف لام داخل ہوا تو ”الحسیب“ ہوا۔ اس لئے یہ اسمِ اعظم کا درجہ رکھتا ہے۔ اب التجا فوراً پوری ہو جاتی ہے

کیونکہ مدعا اور سوال میں ذات کی طرف توجہ اور توکل پیدا ہوا۔

وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ (۱۷)

ترجمہ: ”اور جو کوئی بھروسہ رکھے اللہ پر تو وہ اس کے لئے کافی ہے۔“

یہ حکم ہے اس مدعا کے پورا ہونے کا۔ اب اگر لفظ ”الحسب“ ہزار بار زبان سے نکلے لیکن یہ کیفیت پیدا نہ ہو تو کچھ حاصل نہیں۔ کیونکہ اس کے لوازم اور ہیں۔ جن کی خاصیت بھی اس کے متعلق ظاہر ہوتی ہے۔ با وضو با حضور ذات ہمیشہ ذاکر رہے تو فرشتہ جو اس لفظ کا خام ہے اس کے ماتحت اس کے اعداد کے موافق اسی (۸۰) خادم ہیں۔ یہ جماعت روحانیات اس انسان کی اس رفاقت ذکر میں ہر دم میں معاون رہتی ہے۔ دوسری صورت ذات الہی خود ”حسب“ ہے۔ اس لئے مالک اپنی عطا سے اس پر مہربان ہوتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ”الحسب“ میرے معمول و وظائف میں داخل تھا اور اللہ تعالیٰ مجھے اس اسم کے مَوَکَل کے ذریعے امداد فراہم کرتا تھا۔ اور ہر کام اسی مَوَکَل کے ذریعے انجام پذیر ہوتا۔ پیر نظیر احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اس اسم یعنی ”الحسب“ کو پڑھ کر جو بھی دعا مانگتا اللہ تعالیٰ میری دعا کو رد نہیں کرتا۔ چونکہ ”الحسب“ میرے معمول کے وظائف میں داخل تھا اس لئے اس اسم کے مَوَکَل کے ذریعے اللہ تعالیٰ مجھے مدد فراہم کرتا تھا۔ اس اسم کو ۸۰ بار پڑھنے سے میرا کام آسان ہو جاتا تھا۔ (۱۸)

حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب: آپ رحمۃ اللہ علیہ کے استاد حضرت مولانا عبدالرحمن رئیس العلماء تھے۔ حضرت مولانا اور حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے علوم صرف و نحو و معقول و معانی و حکومت و فلسفہ ہم سبق ہو کر پڑھے۔ مولوی شاہ رسول رحمۃ اللہ علیہ سردار محمد ایوب خان بادشاہ کابل کے استاد مقرر ہوئے تھے اور پیر صاحب سیال شریف کی بیعت ہو کر دولت طریقت سے مالا مال ہوئے۔ مولانا عبدالرحمن دیوبند تشریف لے گئے اور طویل مدت تک علوم تفاسیر اور احادیث کے اعلیٰ استاد مقرر رہے۔ بعد میں حضرت نظام حیدر آباد کے دینیات کے انچارج مقرر ہوئے۔ پھر مدینہ شریف چھ سال تک علوم تفاسیر اور احادیث کی تدریس کی اور پھر موہڑہ شریف تشریف لائے۔ چونکہ مولانا صاحب پیر نظیر احمد رحمۃ اللہ علیہ کے استاد تھے اور جنگل میں چلہ کشی کے وقت بھی ساتھ رہے۔ مولانا صاحب بھی جنگل میں تنہا بیٹھتے تھے۔ چونکہ آپ عالم با عمل تھے بڑے بڑے علما بھی

آپ سے علم کی پیاس بجھانے موہڑہ شریف تشریف لاتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد خواجہ محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ مولانا عبدالرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو رئیس الخلفاء کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ (۱۹)

لاٹ پادری اور مسٹر گریفن کا پیر نظیر احمد رحمۃ اللہ علیہ سے مناظرہ: پہلی جنگ عظیم کے بعد برصغیر میں چند لوگوں نے اپنی شعبہ بازی کو روحانی قوت کا رنگ دیا۔ چنانچہ انگریز پادری (جولاہور میں لاٹ پادری تھا) ایک انگریز مسٹر گریفن، مولوی جمیل الدین عیسائی اور چند دیگر رفقاء کے ساتھ حضرت پیر خواجہ محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کا خواہاں ہوا چنانچہ ایک معین وقت پر بڑی جماعت کے ہمراہ حاضر ہوا اور تقریر کرنے کی اجازت مانگی پیر نظیر احمد رحمۃ اللہ علیہ کو والدہ رحمۃ اللہ علیہ نے بلایا اور پادری کو تقریر کرنے کی اجازت دی۔ پادری نے عیسائی مذہب کی سچائی بیان کرنا شروع کی اور کہا مسٹر گریفن وہی معجزات دکھلاتے ہیں جو پیغمبروں نے دکھلائے مگر لوگ ان کو نبی یا ولی نہیں مانتے۔ اگر گریفن اس زمانہ میں ہوتے تو ان کو وہ ضرور نبی مان لیتے اس پر پیر نظیر احمد رحمۃ اللہ علیہ کھڑے ہو گئے اور فرمایا پادری آپ بیٹھ جائیں آپ کا مدعا ہم سمجھ گئے ہیں وہاں بہت سے علماء، صوفی اور دوسرے شرفا بھی موجود تھے۔ پیر نظیر احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر پادری کے مذہب کی صداقت کا ثبوت گریفن دے تو ہم کو تسلی ہوگی۔ پادری خوش ہوا اور کہا کہ ایک ہزار گز رسہ سے گریفن کو باندھا جائے تو دن، ٹو، تھری سے رسہ ٹوٹ جائے گا۔ اگر کاغذ پر مضمون لکھ کر جلا دیا جائے تو اس کی راکھ گریفن کو دکھائی جائے تو گریفن اس کا مضمون سنادیں گے۔ ایک پچاس من وزنی پتھر ان کے سینے پر رکھ کر توڑا جائے تو ان کو ضرب نہیں لگے گی اسی طرح کے بہت سے کرتب بیان کئے۔ اس طرح پیر نظیر احمد رحمۃ اللہ علیہ اور پادری کے درمیان ایک تحریری معاہدہ ہوا جس میں لکھا گیا کہ اگر گریفن کامیاب ہو گیا تو اس کی جیت کو ہم تسلیم کر لیں گے اگر پیر نظیر احمد کامیاب ہوئے تو گریفن مسلمان ہو جائیں گے۔ چنانچہ ظہر کی نماز کے بعد مقابلہ ہونا تھا پادری اور اس کے ساتھی سو گئے مگر گریفن کو نیند نہ آئی۔ اور پیر نظیر احمد رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا اور کہا کہ آپ کیا جانتے ہیں اس پر پیر نظیر احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا میں سب کچھ جانتا ہوں میرے سینے میں محبت رسول ﷺ کا جوش اور وقت کا انتظار ہے انشاء اللہ آپ کی موت میرے ہاتھ سے ہوگی میری نظر میں آپ کی یا کسی اور طاقت کی ذرہ بھر بھی اہمیت نہیں ہے آپ کو خود ہی معلوم ہو جائے گا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی گفتگو سے گریفن کا چہرہ زرد ہو گیا۔ الغرض گریفن پر گھبراہٹ غالب

آگئی اور درخواست کی کہ پیر صاحب یہ میرا روزی کا مسئلہ ہے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ سے معافی مانگتا ہوں تمام طریقے اس نے بیان کئے مگر آگ والا معاملہ ذکر کرنا بھول گیا۔ ظہر کی نماز کے بعد پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نشست گاہ چلے شریف کے سامنے باہر صحن میں مقابلہ شروع ہوا پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اندر سے دیکھ رہے تھے تمام انگریز اور اُن کے ساتھی موجود تھے۔ مقابلہ شروع ہوا تمام مقابلے میں گریفن پیر نظیر احمد سے برابر رہا مگر آگ کا مقابلہ باقی تھا۔ چنانچہ پیر صاحب نے حکم دیا کہ اس کو اب آگ میں جلاؤ۔ دوسرے دن آگ کا پروگرام ہوا پچاس من لکڑی جلا کر آگ میں بیٹھنا تھا۔ گریفن نے اسے ٹالنا چاہا مگر پیر نظیر احمد نے اسے نہ چھوڑا تجویز ہوا کہ آگ جلا کر اور لوہے کا بڑا تو رکھا جائے جب تو اسرخ ہو تو اُس پر گریفن کو بٹھایا جائے۔ جب تو اسرخ ہو گیا تو گریفن کو کہا گیا کہ اس سرخ توے پر بیٹھ مگر گریفن نے انکار کر دیا اور کہا کہ اگر پیر نظیر احمد اس پر بیٹھ جائیں تو میں اپنی ہار تسلیم کر لوں گا۔ پیر نظیر احمد رحمۃ اللہ علیہ نے درود ابراہیمی پڑھ کر مٹی پر دم کیا اور مٹی کو پاؤں پر ڈال کر گرم توے پر کھڑے ہو گئے لیکن گرم توے نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاؤں کو جلایا نہیں بلکہ ٹھنڈک پہنچائی اس طرح پیر نظیر احمد رحمۃ اللہ علیہ جیت گئے۔ گریفن ذلیل ہو کر بھاگ گیا پادری اور اُس کے ساتھی بھی بہت شرمندہ ہو کر واپس چلے گئے۔ اس پر علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

آج بھی ہو جو براہیم کا ایمان پیدا آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا (۲۰)

اب جب موہڑہ شریف میں یہ واقعہ پیش آیا تو انگریز پیر نظیر احمد رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھنے آتے وہ کون سی ہستی ہے جس نے گریفن کو شکست دی راولپنڈی ڈویژن کے کمانڈنگ جنرل برڈوڈ جو بعد میں انڈین آرمی کے کمانڈر ان چیف بنے۔ اُنہوں نے موہڑہ میں اپنی آمد کا خوب ذکر کیا ہے۔ پیر نظیر احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں نے نہ اس کام کو پہلے دیکھا اور نہ ہی سیکھا تھا۔ محض انبیاء علیہم السلام کی توہین کے بیان سے جوش میں آیا اور درود ابراہیمی پڑھ کر مٹی پر دم کر کے پاؤں پر ڈالی تھی ہرگز کچھ اور بات نہ تھی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب انگریز کا رعب اور دبدبہ پورے عروج پر تھا اور عیسائی پادری مسلمانوں کو اسلام سے منحرف کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے تھے۔ اس واقعہ سے عیسائی پادری کو موہڑہ شریف اور قرب وجوار تبلیغ کرنے کی جرأت نہ ہوئی اور نہ ہی کبھی کوئی مناظرہ ہوا۔ حالانکہ وہ مری شہر میں ان کے کئی دفاتر موجود ہیں۔ (۲۱)

جنرل برڈوڈ: (Bird Wood) فیلڈ مارشل لارڈ برڈوڈ ”سابق کمانڈران چیف“ انڈیا نے ۱۹۲۱ء میں اپنی خود نوشت سوانح عمری بزبان انگریزی ”Khaki And Gown“ میں جس کا مقدمہ ونسٹن چرچل سابق وزیر اعظم برطانیہ نے لکھا ہے۔ جس میں خاص طور پر موہڑہ شریف کے اولیاء کے متعلق اظہار خیال کیا ہے۔

I then went off on around of inspection, returning to my summer headquarters at murree in due course, unlike the Simla hills, where the population is preponderantly Hindu and whence few men take service in the army, the hills around Murree are peopled by Musalmans, many of them old soldiers. I greatly enjoyed my long walks through this lovely country. At Mohra Sharif (i.e 'Holy' Mohra) I found a wonderful old Muslim Pir, who had sat there for forty years, supported by the offering of his followers. He is highly venerated in those parts, and people kiss his doorstep, bed, hands and feet as they entre. He certainly struck me as a remarkably saintly man. (۲۲)

اردو ترجمہ: ”میں مختلف فوجی تنصیبات کے معاینوں کے بعد موسم گرما کے ہیڈ کوارٹر مری واپس پہنچا۔ شملہ پہاڑوں کے برعکس جہاں اکثر آبادی ہندوؤں کی ہے جو فوج میں بہت کم بھرتی ہوتے ہیں۔ مری پہاڑوں کے علاقہ میں تمام مسلمان آباد ہیں ان میں کئی فوجی پنشن یافتہ ہیں۔ میں اس خوبصورت اور پر فضا علاقہ میں بہت دور تک پیدل سفر سے لطف اٹھایا، موہڑہ شریف کے پہاڑی علاقہ میں ایک بزرگ مسلمان پیر صاحب سے ملا جو وہاں عرصہ ۴۰ سال سے بیٹھے تھے، اور ان کے مریدان کو نذر و نیاز پیش کرتے تھے۔ وہ بزرگ اس علاقہ میں بہت ہی ہاتھ اور پاؤں کو بوسہ دیتے تھے۔ میں اس عظیم اور بزرگ ہستی کو مل کر بہت متاثر ہوا۔“

استدراجی علوم: پیر نظیر احمد رحمۃ اللہ علیہ نے استدراجی علوم ہینا نرم، مسمریزم، سپر چولزم، ٹیلی پیتھی اور تھٹ رینگ وغیرہ کا بغور مطالعہ کرنے کی ہرگز خواہش نہیں کی مگر مالک نے مجھ پر ان کی حقیقت واضح کر دی کہ بہت

سفلی چیز ہے اور محض شعبہ بازی ہے۔

اقوام گکھڑ اور راجپوت کی اصلاح: خان بہادر راجہ خداداد خان جماعت اہلحدیث کے ایک معزز رکن اور ریلوے میں اعلیٰ عہدے پر فائز تھے۔ کسی کام سے موہڑہ شریف آئے اور پیر نظیر احمد رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی دو دن موہڑہ شریف میں رہے۔ کیونکہ خان بہادر خان صاحب متلاشی حق تھے۔ فوراً حالت بدل گئی پہلے وہ مذاہب کے خلاف تھے اہل حدیث کے طرز کے لیکچر دیتے تھے اور انکی طرز معاشرت امیرانہ تھی۔ پیر نظیر احمد رحمۃ اللہ علیہ کی ایک ہی نظر سے اُسکی قسمت بدل گئی بیعت ہو کر واپس گئے تو لوگوں کو نماز روزے کی تعلیم دیتے ذکر کی محفلیں منعقد کرتے اصلاحی جلسوں میں تقریر کرتے اور لوگوں کو فقراء اور مساکین صاحبان طریقت کی تعلیم دیتے۔ اپنے پیر بھائیوں کا خاص خیال رکھتے۔ راجہ صاحب کی تجویز پر پیر نظیر احمد رحمۃ اللہ علیہ اور دوسو معزز خلفاء کی جماعت پیر صاحب کی سربراہی میں بنائی گئی جس کا مقصد قبائلی اور دوسرے علاقوں میں جا کر لوگوں کی دینی و اصلاحی خدمات سرانجام دینا تھا اور اس معزز خلفاء کے اغراض و مقاصد درج ذیل تھے۔

- ۱۔ چونکہ قبائل گکھڑ، راجپوت اور دیگر معززین میں تعلیم کا فقدان ہے ان کے لئے حصول تعلیم کا انتظام کرنا۔
- ۲۔ ان اقوام میں غیر اسلامی رسومات کو ختم کرنا اور پانچ صد سالہ رفتار زندگی کو صحیح کرنا۔
- ۳۔ مالدار اشخاص کو ترغیب دلانا کہ تعلیمی فنڈ قائم کر کے غریب طلباء کی امداد کرنا۔
- ۴۔ مدارس اور مساجد کی تنظیم قائم کرنا اور علماء کے اخراجات کا اہتمام کرنا۔
- ۵۔ تمام لوگوں کو بیعت کرا کے طریقہ نقشبندیہ میں داخل کرنا۔
- ۶۔ ایک متحدہ کیانی کانفرنس کا انعقاد کرنا۔

راولپنڈی میں راجہ صاحب کی رہائش گاہ میں تمام خلفاء اکٹھے ہوئے تمام علاقوں میں اطلاع کر دی گئی۔ پیر نظیر احمد رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں ۲۰۰ علماء اور معززین کی جماعت تاریخی اصلاحی دورے پر روانہ ہوئی جس قبیلہ، شہر یا گاؤں میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اصلاحی اور دینی خطاب فرمائے انکے نام۔ راولپنڈی۔ سوہاؤہ، ضلع جہلم، کھڑیوٹ، لہڑی، بکوالہ، گڈاری خورد، گڈاری کلاں، پنجاڑ، پیرال، دوانگی، کروٹیہ، شاہ پور، گولڑہ شریف، خان پور، دھدوچھ، چنام، کہوٹہ، بلاکھر، کلر سیداں، میرامٹور، ترلائی، ڈھیری شاہاں وغیرہ آپ نے ۴۵ دن کا طویل

اصلاحی دورہ کیا۔ اس دورے سے پابندی دین بھی ہوئی اور تعلیم میں غیر معمولی اضافہ بھی ہوا خصوصاً جو لوگ نماز سے متنفر تھے وہ تہجد گزار ہوئے۔ اور وظائف کے پابند ہو گئے اور غیر اسلامی رسومات کا انسداد ہوا۔ خان بہادر خلیفہ راجہ خداد خان صاحب نے اس صفر کی یادگار میں جماعت کے تمام افراد کو سونے کے تغمے بھی پیش کئے۔ (۲۳)

حضرت غوث الامت کا مقام: آپؑ نے فرمایا کہ میں نے کبھی غوث الامت کو اپنا والد نہیں سمجھا بلکہ اپنا رہنما اور مرشد ہی گردانا میرا وقت غوث الامت کے ساتھ ایسا گذرا کہ ہرگز اس کی مثال موجود نہیں۔ آپؑ اپنے والد کے خلفاء مریدین اور طریقت کی ایسی خدمت کی کبھی کسی نے نہیں کی۔ غوث الامت نے لوگوں کو بار بار فرمایا کہ مجھ پر خدا کے جو فضل ہیں ان میں سب سے بڑا فضل یہ ہے کہ خدا نے مجھے نظیر احمد جیسا بیٹا اور ولی عہد دیا۔ (۲۴)

انسانی خدمت: آخر یہی بیداری پیدا ہوئی کہ عرش سے لیکر فرش تک انسانی خدمت ہی بارگاہ الہی میں عزت کا ذریعہ ہے۔ خدمت مخلوق باعث رضا مندی مولا کریم ہے۔ مگر قرب الہی کا باعث انسان کی خدمت ہے۔

انگریز کی پالیسی: آپؑ نے فرمایا کہ انگریز نہیں چاہتے تھے کہ۔ مسلمان تعلیم حاصل کریں۔ آپؑ نے کچھ خلفاء تبلیغی دورہ پر سرحد کے مختلف اضلاع میں روانہ کئے تو انگریز حکومت نے سخت مخالفت کی لیکن آپ کے خلفاء نے سرحد کے ہر ضلع میں دینی اور اصلاحی خدمات جاری رکھیں۔

علاقہ یاغستان کی بادشاہت: آپؑ ۱۹۳۰ء سے ۱۹۳۵ء تک علاقہ یاغستان کے حکمران رہے۔ آپؑ اصلاحی خدمات کیلئے ہندوستان کے دورے پر روانہ ہوئے۔ تاکہ لوگوں کو اسلام کی حقانیت سے روشناس کرایا جائے پہلے مشرقی پنجاب اور پھر شملہ پہنچے اور دین کی تبلیغ شروع کی اسی دوران یاغستان میں قبائل کا بہت بڑا نزاع ہو چکا تھا لیکن صلح کی کوئی صورت پیدا نہیں ہو رہی تھی۔ چنانچہ حکومت برطانیہ کو مشورہ دیا گیا کہ اس علاقہ میں پیر نظیر احمدؒ کا روحانی اثر سوخ ہے ان کے سامنے سب سر جھکا دیں گے۔ وائسرائے نے پیر نظیر احمدؒ کو بلا یا بات چیت کی اور عرض کی کہ آپ اس علاقہ میں اپنی حکومت بنالیں لیکن پیر صاحب نے فرمایا کہ سوچ کر فیصلہ کروں گا۔ آپؑ واپس موہڑہ شریف آ گئے۔ اسی دوران قبائل کے مختلف وفد آئے اور عرض کی کہ آپ سرداری قبول کر لیں تاکہ ہمارے آپس کے تنازعات ختم ہو سکیں۔ حضرت پیر نظیر احمدؒ کے دل میں خیال آیا کہ لوگوں کو دین اسلام پر کار بند کرنے کی جو خواہش ہے شاید اللہ کی طرف سے اس کی تکمیل کیلئے علاقہ یاغستان عنایت ہوا۔ چنانچہ عالی مقام نے اس بات

کو منظور فرمایا اور اس علاقہ میں چلے گئے۔ حضرت پیر نظیر احمدؒ کے ہاتھ پر تمام لوگوں نے سلطانی بیعت کی اور حکومت برطانیہ کے ساتھ الحاق کا ایک اقرار نامہ کرنا پڑھتا تھا۔ پیر نظیر احمدؒ کے سامنے اقرار نامہ رکھا گیا اس میں جو شرائط رکھیں گئیں اس میں درج تھا نظام تعلیم اور جنگلات کی آمدنی حکومت برطانیہ کے ماتحت ہوں گے۔ آپ نے ان شرائط کو مسترد کر دیا۔ جس کی وجہ سے حکومت برطانیہ سے پیر صاحب کے تعلقات کشیدہ ہو گئے۔ اور نوبت نزاع تک پہنچ گئی۔ اور حکومت برطانیہ نے علاقہ میں جانے سے منع کر دیا۔ مگر آپ انگریز حکومت کی پرواہ کئے بغیر سینکڑوں مریدوں کے ساتھ ایبٹ آباد کے راستے یاغستان کے لئے روانہ ہوئے۔ آپ کا کارواں گورنر ہاؤس انتھیا گلی پہنچا تو آپ نے لاٹ صاحب سے ملنے کی خواہش ظاہر کی پہلے تو لاٹ صاحب نے انکار کیا مگر پھر ملاقات کے لئے آمادہ ہوئے اور کہا کہ پیر صاحب آپ نے حکومت برطانیہ کا حکم تسلیم نہ کر کے اچھا نہیں کیا لہذا آپ اس علاقہ میں نہیں جاسکتے۔ اگر آپ نے وہاں جانے کی کوشش کی تو آپ کو گرفتار کر لیا جا گا۔ پیر صاحب نے فرمایا یہ تجویز تمہاری حکومت کی تھی۔ اب میں وہاں ضرور جاؤں گا۔ اس پر گورنر صاحب نے غصہ میں کہا آپ کیا اور آپ کی جماعت کیا برطانیہ چاہے تو پورے اسلام کو نیست و نابود کر دے آپ چار بجے تک اپنی گرفتاری کا انتظار کریں۔ پیر نظیر احمدؒ نے فرمایا اسلام کو مٹانے والے خود مٹ جائیں گے اور یہ بات اسی دن پوری ہو گئی۔ آپ کو جلال آ گیا اور قافلہ کے ساتھ ایبٹ آباد کی طرف روانہ ہو گئے۔ (۲۵)

گورنر کی موت: مالک الملک واقعی بدیع العجائب ہے۔ نہایت تھوڑے وقت میں غم کو کس طرح بدل دیا آگ جلانے والے شخص کو خود ہی تباہ کر دیا۔ لاٹ صاحب اپنی بیگم کے ساتھ سیر کیلئے نکلا آگے پیچھے حفاظتی دستے ساتھ تھے سڑک کے کنارے پھول توڑنے کی کوشش میں سو فٹ نیچے کھڈ میں گر کر ہلاک ہوا اس کی لاش کے ٹکڑوں کو بوری میں بند کر کے لایا گیا۔ آپ نے اپنا سفر جاری رکھا موضع شیر گڑھ میں نواب انب در بند کے مجسٹریٹ نے استقبال کیا اور دو سو تیرہ پٹھان اپنی بندوقوں کے ساتھ پیر نظیر احمدؒ کی حفاظت کے لئے کھڑے تھے اس سے آگے اوگی کے پولیٹیکل ایجنٹ ”روز“ کے مہمان بنے اور روز صاحب نے چار سو مسلح سپاہی ضلع ہزارہ کے علاقہ کی حفاظت کیلئے پیر صاحب کے حوالے کئے چنانچہ آپ نے اپنا سفر جاری رکھا اور اونچے پہاڑ پر پہنچے جس کا نام ”لچھے سر“ ہے کے دامن میں انگریزوں کی قبریں دکھائی دیں جو کہ ”باٹی او ملکی جنہوں نے مری کا علاقہ فتح کیا تھا اور وہاں

قبضہ جمانے کے بعد اس علاقہ میں آئے تھے اور یہاں آکر ان کا خاتمہ ہوا۔ آپؐ نے اپنے ایک سوساھیوں کے ساتھ نماز ادا کی اور آپؐ کے لشکر کی تعداد تین سو تیرہ تھی جو اصحاب بدر کی تھی ۳۱۳۔ آپؐ سفید رنگ کی خچر پر سوار تھے جو نواب آف انب در بند نے نذر کی تھی۔ گویا غزوہ بدر کے ساتھ کئی امور میں مطابقت تھی۔

بیعت سلطانی: آپؐ بلند کوٹ پہنچے یہ مقام سنکڑی کا مرکز تھا یہاں آپؐ بہت دنوں تک قیام کیا آپؐ ملکی معاملات کے علاوہ لوگوں کی دینی اصلاح بھی کی آپؐ جامع مسجد میں تشریف فرما تھے علاقہ کے لوگ جوق در جوق آتے اور بیعت کی سعادت حاصل کرتے اور اس بات کا بھی حلف اٹھاتے کہ خانگی فسادات اور مخالفتوں کو ترک کر کے متفقہ طور پر امن قائم کرنے کی کوشش کریں گے۔ اور اللہ اور رسول ﷺ کے حکم کی تعمیل ہوگی اور پیر نظیر احمدؒ کے ماتحت جان و مال و بندوق قربانی کیلئے پیش ہوگی۔ چنانچہ دس روز تک یہ کاروائی ہوتی رہی اور سب اقوام سنکڑی، نصر خیل، بسی خیل، حسن زئی، سادات گانیاں وغیرہ وغیرہ آتے اور تحریری معاہدے بھی کرتے چنانچہ والئی سوات نے بھی اپنی کاروائیاں جاری رکھیں۔ تمام لوگ بیعت سلطانی سے فارغ ہو کر واپس چلے گئے صرف دو سو آپؐ کے ساتھی اور چار سو جوان چغز زئی قوم کے آپؐ کی حفاظت کے لئے رہ گئے۔ ہر روز مخفی ڈائری والئی سوات کو پہنچتی تھی اور ان کے مظلوم لوگ آپؐ کے زیر سایہ آکر پناہ گزین ہوتے تھے اور والئی سوات کو سخت خطرہ ہوا کہ والئی سوات ٹوٹ جائے گی ادھر ان کے دوست گورنر پیئر بھی دائمی مفارقت دے گئے تھے اس لئے والئی ریاست نے ایک بڑا لشکر آپؐ کے مقابلے کیلئے قلعہ چکیسر میں جمع کر رکھا تھا۔

والئی سوات کے لشکر سے جنگ: سواتی لشکر چکیسر سے رات کے وقت دیدل اور کماچ سے کشتیوں کا پل بنا کر دریا عبور کیا اور حملے کی تیاری شروع کر دی اس دوران آپؐ کے سپاہیوں کو علم ہوا تو سب سپاہی اپنا سامان اور خچروں کو لیکر قلعہ شنگڑائی میں آگئے رات کا ایک بج چکا تھا آپؐ کی فوج کے لیڈر کین خان نے کہا کہ چار ہزار سے زائد کا لشکر جو اسلحہ سے لیس مکمل تیاری کر کے آیا تھا یہ مٹھی بھر سپاہی کیسے مقابلہ کر سکتے ہیں۔ یہ بات سن کر پیر نظیر احمد مو ہڑوی سرکار نے اپنے چند سپاہیوں کے سامنے ایک زبردست تقریر فرمائی اور فرمایا کہ اگر کوئی شہید ہوگا تو سب سے پہلے میں شہید ہوں گا اللہ کا نام لیکر دشمن پر ٹوٹ پڑھو اس تقریر کو تمام پٹھان سن رہے تھے۔ اس تقریر کا تمام قوموں کے افراد پر بجلی کی طرح اثر ہوا اور فوراً آپؐ کے سامنے آگئے اور کہا کہ اللہ کا شکر ہے کہ ہم کو بادشاہ بھی ایسا ہی ملا

ہے کہ جس کی مثال ہمارے ملک میں نہیں اور آبدیدہ ہو کر کہا کہ پیر صاحب اب آپ تسلی رکھیں ہمارا ایک ایک سپاہی سینکڑوں آدمیوں پر غالب ہوگا۔ چنانچہ جنگ شروع ہو گئی دشمن کے فائر سے ہمارے ایک سپاہی کی ٹانگ ٹوٹ گئی ہمارے سپاہیوں نے بھی حملہ شروع کر دیا اور سواتی فوج کے ایک آدمی نے اعلان کر دیا کہ پیر نظیر احمد کے سپاہی ہماری صفوں میں داخل ہو گئے ہیں۔ اس طرح سواتی سپاہ ہو کر دریا عبور کر کے قلعہ کماچ میں جا کر دم لیا اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو فتح نصیب فرمائی آپؐ نے تین دن قیام فرمایا رؤسا معززین اقوام کو ذمہ داریاں دی گئیں ڈاک رسانی کا انتظام کیا گیا۔ اس کے بعد آپؐ نے اپنے رفقاء کے ساتھ در بند پہنچے تو نواب صاحب بہادر، وزراء صاحبان اور معززین کی معیت میں استقبال کے لئے تشریف لائے اور بڑے میدان میں بصورت جلسہ مجلس ہوئی۔ نواب صاحب بہادر نے بڑے تزک و احتشام سے مہمان نوازی کی دوسرے دن نتھیا گلی اور تیسرے دن موہڑہ شریف پہنچے۔ دو ماہ تک موہڑہ شریف میں قیام فرمایا آپؐ موہڑہ شریف سے حکم جاری فرماتے۔ آپؐ نے درج ذیل احکامات کی طرف توجہ دی۔

۱۔ اقوام نندھاڑ کے جرگے ان کی بیعت سلطانی اور معاہدے۔

۲۔ آلائی کوہستانی کے جرگے۔ ان کی بیعت سلطانی اور معاہدے۔

۳۔ تنظیم اقوام۔

۴۔ تربیت لشکر و تقرری قلعہ جات

۵۔ تنخواہ دار ملازم۔ ندید بھرتی اور ملک میں ان کو اپنے اپنے کام پر تعینات کرنا۔

۶۔ امن و عامہ کا نظام قائم کرنا۔

۷۔ اسلحہ کی کمی کو پورا کرنا۔

۸۔ بڑے قلعہ کی تعمیر جس میں سامان حرب جمع ہو جو بوقت ضرورت لشکری لوگوں میں تقسیم کیا جاسکے۔

اس لئے یہ مصلحت قرار پائی کہ ایبٹ آباد میں دارالحکومت بنایا جائے اور یہاں سے حکومتی امور سرانجام دئے جائیں۔ چنانچہ آپؐ نے ایبٹ آباد گراس فارم کے قریب جگہ کو منتخب کیا جو حکومتی امور چلانے کیلئے کافی تھی۔ حکومتی امور چلانے کیلئے آپؐ نے مولوی صفی اللہ صاحب کو وزیراعظم بنایا جس نے وزیراعظم کا حلف اٹھاتے ہی ملکی

انتظام کو کنٹرول کیا اور امن قائم کیا آپ نے جن امور کی طرف زیادہ توجہ دی وہ حسب ذیل تھے۔

۱۔ ہرجگہ اور ہر قوم میں اپنے دفاتر قائم کرنا اور انتظامی امور کا نظام قائم کرنا۔

۲۔ ہرجگہ میں مخالفین کی کارروائی کی تردید کرنا یعنی انسداد بدگمانی اور ترغیب وفاداری۔

۳۔ فوج کی تنظیم اور اسلحہ کی فراہمی۔

۴۔ بیعتِ سلطانی اور اقوام سے معاہدے

۵۔ مخالفین کی کارروائی اور ملکی فضا کا علم قائم کرنا اور اس کے مطابق کارندوں کی تربیت و اصلاح کرنا۔

۶۔ مساجد کو مرکزی حیثیت دینا اور ان میں اسلامی نظامِ تعلیم قائم کرنا۔

۷۔ راشن کا بندوبست کرنا۔

۸۔ جنگلات کی دیکھ بھال اور دیگر وسائل آمدنی مہیا کرنا اور ملک میں تجارت کا سلسلہ جاری کرنا۔

آپؐ نے باقاعدہ فوجی نظام قائم کیا آپؐ کی فوج کی تعداد چالیس ہزار سے زیادہ ہو چکی تھی۔

فوج کو تنخواہ اور راشن رہائش وغیرہ مہیا کی جاتی تھی۔ (۲۶)

ان اعلیٰ آفیسروں کے نام جو اس کام سے متفق اور موید تھے۔

۱۔ مسٹر بولٹن چیف کمشنر پشاور۔

۲۔ مسٹر کین چیف کمشنر پشاور۔

۳۔ آرنیبل ہاول فارن سیکریٹری وائسرائے اور پولیٹیکل سیکریٹری۔

۴۔ غیاث الدین صاحب خان بہادر اسٹنٹ پولیٹیکل سیکریٹری۔

۵۔ مسٹر مٹکاف پولیٹیکل سیکریٹری وائسرائے۔

۶۔ گورنر لاہور ڈیپانڈ مورنسی۔

۷۔ سر سکندر حیات جو بعد میں گورنر پنجاب ہوئے۔

۸۔ مسٹر سنکیر ڈپٹی کمشنر ہزارہ۔

۹۔ مسٹر بریڈ فورڈ ڈپٹی کمشنر راولپنڈی۔

۱۰۔ مسٹر روز پولیٹیکل ایجنٹ اوگی۔

۱۱۔ مسٹر کالرج جزل آفیسر ناردرن کمانڈ۔

ان آفیسروں کے نام جو پیر نظیر احمد کے مخالف تھے۔

۱۔ گورنر پیئر زپشاور۔

۲۔ نواب صاحبزادہ عبدالقیوم خان وزیر اعلیٰ گورنمنٹ پشاور۔

۳۔ مسٹر گریفتھ گورنر پشاور۔

۴۔ گل محمد پولیٹیکل ایجنٹ اوگی۔

گورنر پیئر زوالی سوات کے دوست ہونے کی وجہ سے سخت مخالف تھے۔ صاحبزادہ عبدالقیوم خان کسی شخصی مخالف کا رشتہ دار بھی تھا مگر بڑی وجہ یہ تھی کہ اس نے حضرت پیر نظیر احمد سے کہا تھا کہ آپ مجھے اجازت دیں کہ میں گورنر گریفتھ سے تصفیہ کر دوں مگر پیر نظیر احمد نے یہ منظور نہیں کیا اس لئے گورنر حضرت پیر نظیر احمد کے حق میں فیصلہ کر چکا تھا مگر بعد میں ان لوگوں کے کہنے پر مخالف ہو گیا۔

ان آفیسروں کے نام جو نہ مخالف تھے اور نہ عداوت رکھتے تھے گورنمنٹ کے حکم کی تعمیل بھی کرتے تھے مگر راستی بھی رکھتے تھے۔

۱۔ مسٹر پارسن ڈپٹی کمشنر ہزارہ۔

۲۔ کیرد چیف سیکریٹری پشاور۔

۳۔ سکندر مرزا ڈپٹی کمشنر ہزارہ۔

ملکی حالت:- یہ ملک درحقیقت چار حصوں میں منقسم ہے۔

۱۔ اقوام سنکٹری: یہ لوگ دریا کے کنارے آباد ہیں اور زیادہ تر اصلی پٹھان ہیں۔

۲۔ اقوام مندہاڑ: یہ علاقہ بہت دور تک پھیلا ہوا ہے۔ بہت قوموں میں منقسم ہے۔ یہ سب قومیں سواتی

قوم کی شاخیں ہیں مگر بجائے خود ہر قوم ایک علیحدہ قوم کہلاتی ہے۔

۳۔ آلائی: یہ بہت وسیع علاقہ ہے اس میں میدان بھی ہیں اور پہاڑ بھی۔ جنگلات کی کثرت ہے اور زبان پشتو ہے

۴۔ کوہستان: اس حصہ کی آبادی متذکرہ اقوام کے برابر ہے مگر رقبہ ان سے بھی زیادہ ہے۔ سب پہاڑی علاقہ ہے۔ جنگلات کی کثرت ہے۔ کوہستان میں سواتی یا پٹھان نہیں ہیں۔ ان کی زبان کوہستانی ہے۔ (۲۷)

اسلامی سلطنت کا قیام: پیر نظیر احمدؒ کی حکومت درج ذیل علاقوں پر مشتمل تھی۔ ہزارہ کا پورا علاقہ جس میں مانسہرہ گلگت اور ہنزہ تک تقریباً دو سو میل کا علاقہ اور کوہستان کے وسیع علاقے شامل تھے۔ آپؒ نے ان علاقوں پر مشتمل ایک آزاد اسلامی سلطنت قائم کی جس کی بنیاد اسلامی عدل و انصاف پر تھی۔ آپؒ کا مدعا یہ تھا اس علاقہ کی اقوام میں تنظیم کی تکمیل کی جائے تاکہ اسلام کیلئے ایک مضبوط مرکز قائم کیا جائے اور اسے جہاد اسلامی کا مرکز بنایا جائے اس پروگرام کے ماتحت قلعہ میگزین کی بھی تعمیر کی گئی اور فوج کو منظم کر کے سامان حرب سے بھی لیس کیا گیا اور اس کے ساتھ ساتھ اسلامی تعلیم و تربیت کا نظام بھی جاری کیا گیا۔ اسلامی مرکز کیلئے یہ جگہ موزوں تھی۔ اطراف میں کابل اور دریائے ہامون تک آزاد قبائل موجود تھے جن کے مراسم اسلامی حکومت سے اچھے تھے اور روسی سلطنت بھی قریب تھی۔ لہذا انگریزوں کے خلاف جہاد جاری کرنے کیلئے یہ موزوں ترین جگہ تھی۔

بادشاہت کو ترک کرنا: جب یہ تیاری مکمل ہو گئی تو نشان بادشاہت (جھنڈا) کی اجازت کی خاطر پیر نظیر احمدؒ موہڑہ شریف اپنے (والد) کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ یہ جھنڈا اپنے قلعہ پر جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کا دار الحکومت تھا لہرایا جائے اس پر آپؒ کے (والد) حضرت خواجہ محمد قاسمؒ نے بڑی متاثر کن گفتگو فرمائی اور فرمایا کہ یہ میرا قابل بیٹا اللہ تعالیٰ نے مجھے اسی لئے عطا کیا ہے کہ میرے پیغام (اصلی پروگرام) مخلوق خدا کی خدمت کو جاری رکھے گا۔ کیونکہ یہ چیز دنیا کی قیادت اور بادشاہت سے کہیں بہتر ہے۔ اسی ضمن میں انہوں نے اور نصائح بھی فرمائیں۔ انہی دنوں چند واقعات ایسے بھی پیش آئے کہ آپؒ نے ۱۹۳۵ء میں بادشاہت کو از خود ترک کر کے موہڑہ شریف میں قیام کیا۔ لیکن لوگوں کے متواتر جرگے آتے کہ آپ ہمارے بادشاہ ہیں ہم آپ کے زیر حکم جہاد کریں گے۔ آپؒ اگلے سال سرہند شریف تشریف لے گئے۔ کچھ عرصہ بعد واپسی ہوئی لاہور میں قیام کے دوران خواب دیکھا کہ ایک شخص زور سے منادی کر رہا ہے ”حضرت شیر شاہ غازیؒ نے انگریز کی حکومت کو فنا کر دیا“۔ تین دفعہ پکارا۔ اس کے بعد آپؒ کی آنکھ کھل گئی اور آپؒ نے اس خواب کو تحریر کر لیا۔ یہ ۱۹۳۶ء کا واقعہ ہے۔ چنانچہ ہندوستان کے ۱۹۳۶ء کے بعد کے واقعات نے اس خواب کی تصدیق کر دی۔

قائدہ عظیمؒ سے ملاقات: آپؒ جولائی ۱۹۳۹ء سے مارچ ۱۹۴۰ء تک ہندوستان کے مختلف مقامات اور مسلم ریاستوں بالخصوص بھوپال اور حیدرآباد (دکن) کا اہم دینی و اصلاحی دورہ کیا اور جنوبی ہند میں میسور، مدراس، پانڈیچری اور ترچناپلی تک تشریف لے گئے آپؒ کے اس دورے کے چند واقعات درج کئے جاتے ہیں۔ آپؒ ۱۹۴۰ء میں دہلی تشریف لائے اور پھانک جہش خان میں نذیریہ لائبریری کے مہمان خانہ میں قیام فرمایا۔ یہ جگہ جامع مسجد فتح پوری کے قریب واقع ہے۔ انہی ایام میں نئی دہلی میں حضرت قائد اعظمؒ سے بھی ملاقات ہوئی۔ مسلم لیگ لاہور کے تاریخی اجلاس کا اعلان ہو چکا تھا اور ہندو اخبارات نے قائد اعظمؒ کی مخالفت میں آسمان سر پر اٹھا رکھا تھا۔ صوفی غلام محمد صاحب جو پیر نظیر احمدؒ کی خدمت میں اس سارے سفر میں ساتھ رہے بیان کرتے ہیں کہ میں ایک اعلیٰ قسم کا تانگہ لے آیا جس پر پیر صاحب بیٹھ کر قائد اعظمؒ کی رہائش گاہ (کوٹھی نمبر ۱۰ اورنگ زیب روڈ نئی دہلی) پر شام چار بجے پہنچے مس جناح صاحبہ نے آپؒ کا استقبال کیا اور تانگے کا دروازہ قائد اعظمؒ نے خود کھولا اور دونوں ڈرائنگ روم میں تشریف فرما ہو گئے ابتدائی ملاقات شروع ہوئی۔ دوران گفتگو پیر نظیر احمدؒ نے دریافت فرمایا کیا آپؒ کی موجودہ تحریک کا اصل مدعا کیا ہے؟ اس پر قائد اعظمؒ نے فرمایا کہ آپؒ کو معلوم ہے کہ میری کم و بیش ساری زندگی ہندو لیڈروں کے ساتھ گزری ہے میری کوشش تھی کہ ہندو مسلم مل کر آزادی کی تحریک چلائیں اور ایک آزاد قوم کی حیثیت سے رہ سکیں۔ مگر میری زندگی کا تلخ ترین تجربہ ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی کی واحد نمائندہ جماعت قرار دیتے ہیں وہ محض دھوکا ہے، حقیقتاً یہ ایک ہندو تنظیم ہے اور ان کا منصوبہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو موجودہ وقت میں اپنا ہم نوا ظاہر کر کے انگریزوں سے آزادی حاصل کر لیں مگر اس کے بعد ہندو آبادی کی چار گنا زیادتی کی بنیاد پر مسلمانوں کو ہمیشہ کیلئے اپنا غلام بنالیں گے۔ کانگریس کے علاوہ ہندوؤں اور غیر مسلموں کی بہت سی تنظیمیں ان کی ہم نوا بن چکی ہیں اور سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی بھی بہت سی تنظیمیں مثلاً مجلس احرار اور مجلس مومنین وغیرہ ان سے ملاپ کر رہی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہندوستانی مسلمانوں کیلئے ان کی تاریخ کا یہ اہم ترین اور فیصلہ کن مرحلہ ہے کہ وہ آزادی چاہتے ہیں یا غلامی مجھے یقین کامل ہے کہ اگر مسلمان اتحاد پیدا کریں اور مسلم لیگ کو مضبوط کریں تو ہندوستان میں ایک آزاد اسلامی ریاست قائم کر سکتے ہیں جس میں اسلامی قانون کا نفاذ ہوگا۔ مجھے نہ تو ذاتی شہرت کی ضرورت ہے نہ مال و دولت کی تمنا اور نہ ہی سربراہ مملکت بننے کی آرزو ہے البتہ ایک ہی ٹرپ

ہے کہ مسلمانانِ ہند کو انگریز اور ہندو کی غلامی سے آزاد کر سکوں۔ اس مدعا کیلئے میں نے زندگی وقف کر دی ہے اور اسے حاصل کرنے کیلئے میں اپنی بہترین کوششیں جاری رکھوں گا۔ انشاء اللہ قائد اعظم کی اس گفتگو سے پیر نظیر احمد بہت متاثر ہوئے اور دعا فرمائی۔ آپ اس نیک مشن میں ضرور کامیاب ہوں گے ہماری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے رخصت چاہی۔ قائد اعظم اور مس جناب صاحبہ دونوں نے بڑے تپاک اور احترام سے رخصت کیا تاریخ گواہ ہے کہ تحریک پاکستان ۱۹۴۰ء سے ۱۹۴۷ء تک کے سات سالوں کے عرصہ میں نہایت نازک مراحل سے گزری اور قائد اعظم کے سامنے بے شمار دشواریاں پیش آئیں مگر وہ باوجود اپنی نحیف اور کمزور صحت کے اپنے بنیادی ارادے پر چٹان کی طرح ڈٹے رہے۔ چنانچہ انگریز اور ہندو حریفوں نے بھی تسلیم کیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے انگریز اور ہندو کی انتہائی مخالفت کے باوجود ہندوستان میں مسلمانوں کی ایک آزاد اسلامی مملکت (پاکستان) قائم ہو گئی۔ (۲۸)

حدیث مبارک: فقال اذهب في الدنيا يحبك الله و اذهب فيما عند الناس يحبك الناس. (۲۹) ترجمہ:- ایک آدمی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا عمل بتائیں جب میں اسے کروں تو اللہ تعالیٰ اور لوگ (تمام انسان) مجھ سے محبت کریں۔ نبی اکرام صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا سے زُہد (کنارہ کشی) اختیار کر اللہ تعالیٰ تجھے محبوب بنائے گا اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس سے زُہد اختیار کر لوگ تجھے محبوب بنالیں گے۔

تحریک قادیانیت اور ختم نبوت ۱۹۵۳ء: آپؐ نے قادیانی علماء سے بھی مناظرہ میں حصہ لیا اور قادیانی علماء کو منہ کی کھانی پڑی آپؐ نے قادیانیوں کے مناظرہ میں ایسے دلائل دیئے جسے قادیانی علماء جواب نہ دے سکے اور پھر کبھی موہڑہ شریف کا رخ نہیں کیا۔

ولی اللہ اور مرشد کا مقام: آپؐ نے فرمایا کہ ولی اللہ اور مرشد تو وہ شخص ہو سکتا ہے جس کے خیال کے مطابق حالات بدل جائیں۔ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کا دوست ہو اور اللہ نے اسے اپنا قرب عطا فرمایا ہو۔ اللہ پاک کے دوست ہمیشہ غالب اور فوقیت پر ہی رہیں گے۔

فنا فی اللہ: آپؐ نے فرمایا جب کوئی شخص خالصتاً اللہ پاک کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے تو پھر اسکی اپنی ذات ختم ہو جاتی

ہے۔ اور اس کی یہ کیفیت ہو جاتی ہے کہ ایسا شخص جو سوچتا ہے وہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ وہی سوچتا ہے جو مالک کی طرف سے ہوتا ہے ایسے شخص کی ذات ملکیت ہے۔ اس کی بشریت ختم ہو جاتی ہے۔

تزکیہ نفس: پیر نظیر احمدؒ نے فرمایا کہ کوئی شخص خدمت خلق پر خود بخود معمور نہیں ہوتا۔ بلکہ اللہ پاک کے حکم کے ماتحت معمور ہوتا ہے۔ اس کے لئے ضرورت ہے کہ پہلے تزکیہ نفس ہو اور قلب کو تمام آلائشوں سے پاک کیا جائے تاکہ اللہ پاک کا نور اس شخص پر نازل ہو۔ (۳۰)

۱۔ مکتوبات نظیریہ: اہل طریقت اور صوفیائے کرام سے تعلق جہاں تذکروں اور تاریخ میں بہت سا مواد ملتا ہے وہاں ان کے ملفوظات، فرمودات اور مکتوبات کے بھی متعدد ذخیرے محفوظ ہو گئے۔ جن سے انکی سوانح اور تعلیمات پر روشنی پڑھتی ہے۔ جیسے مکتوبات امام ربانیؒ حضرت مجدد الف ثانی، فوائد الفوائد، (حضرت نظام الدین اولیاء کے ملفوظات۔ مرتب حضرت امیر خسرو) وغیرہ۔ حضرت الحاج پیر نظیر احمدؒ المعروف بہ سرکار موہڑوی نے بھی اپنے بے شمار عقیدت مندوں اور مریدوں کو مکتوبات تحریر فرمائے جن میں سے بہت سے خطوط و مکتوبات ضخیم کتاب ”نسبت رسولی صلی اللہ علیہ وسلم کے باب پانچ میں ”مکتوبات نظیریہ“ کے عنوان سے ۸۵ صفحات میں میٹھ ہیں۔ جس کی سرسری تفصیل اس طرح سے ہے۔ درج ذیل مضمون کے تحت آپؒ نے مکتوبات تحریر فرمائے۔ تبلیغی مکتوبات، روحانی مکتوبات، خواب کی حقیقت، دل کی نگہبانی، نفس اور شیطان، دنیا کی طرف رغبت، خدا کی خلافت، عبادت کے معنی، سالک کی مراد، ۷۸۶-۹۲ کیوں تحریر کیا جاتا ہے۔ اصلی معاملہ خدا کے ساتھ رکھنا چاہیے۔ مالک کے دروازے پر ہی کاسہ گدائی کی جائے، دیناوی ترقی شجرہ لقاء، اصحاب طریقت کی تعلیم و تربیت، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تین چیزوں کی تعلیم، زندگی کا اصلی مقصد، دعا، چند مسائل تصوف، مخالفوں سے سلوک حفیظ جالندھری کا تعلق، شیخ طریقت کے فرائض، حج ایک چلہ ہے، دہلی میں قیام، اعلیٰ حضرت کی علالت، موہڑہ شریف کا سفر، مری کی برف باری، خاص کامیابی کے لئے وظیفہ، ضروری نصائح، روحانی مجلس کا قیام، شاندار عمل کا اختیار کرنا، مسائل تصوف و طریقت پر بھی آپؒ نے اپنے خلفاء اور عقیدت مندوں کو مکتوب تحریر فرمائے۔ آپؒ کے رئیس الخلفاء الحاج سردار محمد سرفراز خان صاحبؒ سابق ایڈیشنل اکاؤنٹ جنرل۔ پنجاب کو ایک مکتوب روحانی تعلیمات کیلئے لکھا جو کہ قارئین کیلئے بطور نمونہ تحریر ہے۔

آپ کی چٹھی ۴۹-۴-۱۶ کو ملی۔ اس کے پڑھنے سے دل کو مسرت ہوئی بلکہ آپ کی طرف بہت معمولی خیال پیدا ہوا دراصل دستور یہ ہے کہ اگر جواہرات، سونا، چاندی، سبزی مٹھائی اور پھل اگر کسی مال خانہ میں ہوں تو سبزی اور فروٹ وغیرہ کے خریداروں کے سامنے جواہرات نہیں رکھے جاتے بلکہ ہر دوکان کا دستور ہے جس چیز کا خریدار ہو وہی چیز اس کے سامنے رکھی جاتی ہے۔ ہمارے پاس عموماً لوگ دنیا داری کے احتیاج والے مصیبت والے غم خوار لوگ آتے ہیں۔ انکی خدمت انکی خواہش کے مطابق کی جاتی ہے تاکہ ان لوگوں کا مالک راضی ہو اور اس سے دوستی میں پختگی ہو۔ اور کبھی کبھی ایسے لوگ بھی آتے ہیں جو تمام علوم حاصل کر کے دنیا میں خدا سے ملنے کی خواہش میں مارے مارے پھرتے ہیں۔ ان سے ہم کو ہم راز کرنا اور اصلی سودا دینا ہمارا فرض ہوتا ہے اور وہ دنیا کے ہزار ہا رنگ، خوشی اور مصیبت اصلی اور نقلی رنگ دیکھنے کے بعد آتے ہیں تو اس نایاب گوہر کی قدر کرتے ہیں اور ہمیشہ کیلئے سیراب ہو کر چلے جاتے ہیں۔ اور اللہ سے مل کر اللہ کے ہو جاتے ہیں۔ ورنہ عام طور پر ہمارا فرض ہے کہ اپنے حقیقی راز کو ہر طریق سے پوشیدہ رکھیں اور نا اہل لوگوں سے دور رکھیں۔ مختصر یہ کہ اگر آپ کی ملاقات ہوئی تو مجھ کو بہت خوشی ہوگی اور انشاء اللہ آپ کی تمام زندگی قیمتی ہو جائے گی فقط۔ مجھ کو آپ کے خیالات کی دل سے قدر ہے۔

دعا گو نظیر احمد آپ کا خیر اندیش

آپ نے ایک خاص کامیابی کیلئے اپنے عقیدت مند کو مکتوب تحریر فرمایا سلام دعا کے بعد آپ نے حرف ”الحسب“ خاص کامیابی کیلئے پڑھنا بہتر ہے اور ”وَمَا رَمِيتْ إِذْ رَمِيتْ“ اگر زیادہ پڑھیں تو بہتر ہے تاکہ ان کی کاروائی جو جاری ہے وہ باطل ہو جائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ خداوند کریم آپ کو کامیابی اور فتح عطا فرمائے گا۔ (۳۱)

۲۔ خطبات نظیریہ: بسا اوقات سالانہ عراس کے موقع پر علماء کرام سوالات پیش کرتے تو آپ ان سوالات کے جوابات عطا فرماتے اور ایک نہایت بلیغ اور نصیحت افروز خطبہ ارشاد فرماتے ایسے چند خطبات باب نمبر ۶ میں جمع کئے گئے ہیں۔

۳۔ ملفوظات نظیریہ: آپ اپنے عقیدت مندوں کی اصلاح کیلئے جو ارشادات عطا فرماتے وہ ان کی تربیت کیلئے

ضروری ہوتے تھے آپؐ کے ملفوظات ابواب نمبر ۷ اور ۸ میں درج ہیں۔

بزرگانِ دین کے ملفوظات کی اہمیت: بزرگانِ دین کے اقوال و ملفوظات ان کے تجربات و مشاہدات کا نچوڑ ہوتے ہیں۔ اور ان میں خاص اثر ہوتا ہے۔ یہ اثر ان کے الفاظ میں ہمیشہ موجود رہتا ہے۔ جو لوگ ان کے ملفوظات کا مطالعہ کرتے ہیں ان کی زندگی میں خوشگوار تبدیلی آ جاتی ہے۔

۴۔ کراماتِ نظیریہ: آپؐ کی کرامات کا احاطہ بہت مشکل کام ہے ان میں سے معروف کرامات کا ذکر باب نمبر ۹ میں موجود ہے۔ (۳۲)

پیر نظیر احمد موہڑوی سرکار کا وصال مبارک: ۱۹۶۰ء کے مہینوں میں آپؐ کی طبیعت ناساز ہونا شروع ہوئی۔ آپ کے جانشین جناب شہزادہ ہارون الرشید ہمہ وقت آپؐ کی خدمت میں رہتے ان کی تجویز پر C.M.H مری میں داخل کیا گیا مگر افاقہ نہ ہوا ڈاکٹروں نے علاج شروع کر دیا لیکن جناب اعلیٰ حضرت کی علالت کی شدت زیادہ تھی لہذا ڈاکٹر نے ملاقاتیوں پر سخت پابندی لگا دی ۲۱ جولائی ۱۹۶۰ء کو خلیفہ محمد حسین قریشی کو بلا کر چار عدد مکتوب شریف تحریر فرمائے جن میں پہلا مکتوب صدر پاکستان فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کے نام تھا جس میں دفاع پاکستان ایک اہم معاملے کی طرف توجہ دلائی گئی تھی نیز یہ اطلاع بھی دی گئی تھی۔ کہ انہوں نے اپنے نور نظر حضرت پیر ہارون الرشید کو اپنا سجادہ نشین مقرر کر دیا ہے ان ایام میں صدر مملکت ملک سے باہر تھے واپسی پر خط کا جواب تحریر کیا جو کتاب کے صفحہ ۲۱۴ میں درج ہے۔ ۲۲ جولائی ۱۹۶۰ء بروز جمعۃ المبارک اعلیٰ حضرت صبح سے ہی یا حسیب الوکیل کا ورد جاری کئے ہوئے تھے۔ ۱۱ بجے کے قریب بستر پر اٹھ کر بیٹھ گئے ایک طرف ہاتھ بڑھا کر بڑے جذبے سے فرمایا ہٹ دور ہو۔ مردود دفعہ ایسا کہا۔ اس کے بعد دھیمی آواز میں اللہ۔ اللہ۔ اللہ پڑھا اور سنت بنوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق بستر پر لیٹ گئے اور ذکر الہی میں مشغول ہو گئے۔ اسی حالات میں اپنی جان اپنے مولا کے حضور پیش کر دی یوں شریعت و طریقت کا یہ چمکتا دمکتا آفتاب اپنی تمام رعنائیوں کے ساتھ غروب ہو گیا۔ یہ سانحہ عظیم مو رخہ ۲۲ جولائی ۱۹۶۰ء بمطابق ۱۳۸۰ھ بروز جمعۃ المبارک پیش آیا۔ وصال شریف کے وقت شمسی حساب سے ۸۰ سال اور قمری حساب سے تقریباً ۸۲ سال عمر مبارک تھی۔ آپؐ کی نماز جنازہ موہڑہ شریف میں آپؐ کے خلیفہ مولانا غلام محمد پڑانگ صاحب نے پڑھائی جس میں ہزار ہا عقیدت مندوں نے شرکت کی۔ آپؐ کا روضہ مبارک

آپؑ کے فرزند و جانشین پیر ہارون الرشید صاحب مدظلہ العالی نے تعمیر کروایا جو زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ساری زندگی روشنی کا ایسا مینار ہے جس سے ہزاروں، لاکھوں انسان مستفیض ہوئے اور آئندہ ہوتے رہیں گے۔ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے کلمات قدسیہ کے نور سے اپنی تاریک راہوں کو روشن و منور کرتے رہیں گے۔ انشاء اللہ۔ (۳۳)

غوث المعظمؒ کا چہلم شریف اور حضرت پیر ہارون الرشید کی سجادہ نشینی: جناب الحاج صوفی محمد حسین قریشی صاحب جو گذشتہ چالیس سال سے اعلیٰ حضرت پیر صاحب کے مخلص اور رازدار خادم تھے جو ان دنوں محکمہ فوج میں سویلین گزیٹڈ آفیسر کے عہدہ پر مقرر تھے انہیں اعلیٰ حضرتؒ کی علالت کے آخری ایام میں موہڑہ شریف، مری اور راولپنڈی ہسپتال میں ہر وقت خدمت میں رہنے کا موقعہ حاصل رہا اس لئے پیر صاحب نے وصال سے ایک دن قبل صوفی محمد حسین قریشی صاحب سے فرما دیا تھا کہ میرے بعد سجادگی کے فرائض ہارون الرشید ادا کریں گے۔ اعلیٰ حضرتؒ کے چہلم شریف کی تقریب ۲۸ اگست ۱۹۶۰ء کو موہڑہ شریف میں حضور کے ہزار ہا عقیدت منداں، خلفائے دربار شریف ملک کی بڑی ذمہ دار شخصیتوں، فوج اور رسول کے بڑے بڑے عہدیداران علمائے کرام، پیران عظام علاقہ اور نواح کے مقتدر اصحاب اور عوام نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ مکمل اتفاق سے اعلیٰ حضرت کے فرمان کی تعمیل میں حضرت پیر ہارون الرشید صاحب کے سرمبارک پر خلافت عظمیٰ، نیابت کبریٰ اور سجادہ نشینی کی دستار بندی ہوئی ماشاء اللہ پیر ہارون رشید صاحب اس سجادہ نشینی کا منصب حاصل کر کے اب بھی بدستور اعلیٰ حضرت سرکار مرشد کی روحانی و عرفانی توجہ کا مورد اور مرکز ہیں ان پر روز بروز بیش از بیش کرم نوازی ہو رہی ہے اور اعلیٰ حضرت کا تصرف روحانی ہی کارفرما ہے جب شروع ایام میں بعض اصحاب نے آزمائشی طریق پر اپنے مار گزیدگاں، سگ گزیدگاں اور دیگر خطرناک مریضوں کو برائے علاج روحانی بغرض شفا یا بی پیر ہارون الرشید صاحب مدظلہ العالی کی خدمت میں لا ڈالے تو اللہ کریم شافی مطلق نے اعلیٰ حضرتؒ کی برکت سے پیر ہارون الرشید صاحب کی دعاؤں کو مستجاب فرما کر ان مریضوں کو کامل شفا بخشی۔

الغرض پیر ہارون الرشید مدظلہ العالی کی ریاضت، عبادت، شب بیداری اور مخلوق خدا کی خدمت گزاری پاکیزہ اور بے داغ جوانی مجاہدات اور تصرفات روحانی آج کل ایک ضرب المثل بنی ہوئی کیفیتیں اور حقیقتیں ہیں۔ (۳۴)

اخلاف کرام: حضرت پیر نظیر احمد موہڑوی سرکار کی اولاد نرینہ میں تین صاحبزادے پیدا ہوئے۔ بڑے صاحبزادے کا نام مبارک خان تھا۔ آپ اپنے والد پیر نظیر احمد کی حیات میں ہی وصال کر گئے تھے۔

۱۔ پیر محمد مبارک خان نقشبندی مجددی کے نام سے مشہور ہوئے آپ اپنے دادا پیر خواجہ محمد قاسم موہڑوی سرکار سے بیعت حاصل کی آپ کا شمار بھی صوفیہ کرام میں ہوتا ہے آپ اپنے مریدوں اور عقیدت مندوں کی درخواست پر موضع بوڑا جنگل ڈاکخانہ چک اکا تحصیل دینہ ضلع جہلم میں تشریف لائے اور علاقہ کے لوگوں کی دینی اور اصلاحی خدمات شروع کیں۔ ۲۹ ستمبر ۱۹۵۲ء میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا۔

آپ کے ہاں تین بیٹے اور ایک بیٹی پیدا ہوئی۔ بڑے بیٹے پیر محمود قاسم برطانیہ میں مقیم ہیں اور لوگوں کی دینی اور اصلاحی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

دوسرے بیٹے پیر مسعود قاسم اور تیسرے بیٹے پیر نظیر قاسم نقشبندی مجددی علاقہ کے لوگوں کی دینی ملی اور اصلاحی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ پیر محمد مبارک خان نقشبندی مجددی کا مزار مبارک بوڑا جنگل دینہ ضلع جہلم میں ہے جو زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ مزار شریف کے ساتھ ہی ایک عظیم الشان خوبصورت جامع مسجد تیار کی گئی ہے اور ساتھ بچوں کی دینی تعلیم کا بھی انتظام کیا گیا ہے۔

پیر نظیر احمد کے دوسرے صاحبزادے پیر گل بادشاہ صاحب آپ خیابان سرسید ضلع راولپنڈی میں مقیم تھے۔ آپ کا وصال مبارک بھی ہو چکا ہے۔

پیر نظیر احمد رحمۃ اللہ علیہ کے تیسرے صاحبزادے حضرت پیر ہارون الرشید صاحب ہیں جن کی لئے یہ نعمت عظمیٰ مشیت الہی اور قدرت کاملہ نے مخصوص فرمائی ہوئی تھی اور اعلیٰ حضرت پیر صاحب نے بھی اسی مشیت ایزوی کے ماتحت اپنے صاحبزادے کیلئے بچپن سے ہی خاص طور پر اعلیٰ مروجہ اور روحانی اور عرفانی تعلیم و تربیت کا خصوصی اہتمام فرما رکھا تھا۔ آخر انہیں اپنی جانشینی کی نعمت عظمیٰ ان کے سپرد فرما کر آپ واصل بحق ہو گئے۔ ۱۳۲ سال سے موہڑہ شریف کی پرکیف وادی سرچشمہ فیض بنی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شخصیتیں بخشی ہیں جن کی بدولت بلا مبالغہ لاکھوں انسانوں کی زندگیاں بدل گئی ہیں۔ جنہوں نے اس طرف رخ کیا ان کے گفتار و کردار بدل گئے اور روحانی مشکلات سے نجات حاصل کر کے با خدا ہو گئے۔ یہاں مخلوق خدا کی خدمت خدا کی رضا کیلئے

کی جاتی ہے۔ مخلوق خدا کو خدا کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے جو تخلیق کا مقصد حقیقی ہے۔ طریقت نسبت رسولی صلی اللہ علیہ وسلم میں منسلک ہونے والے لوگوں کے قلوب خدا تعالیٰ کے انوار و تجلیات سے منور ہو جاتے ہیں۔ اور وہ خدا کی غلامی اختیار کرتے ہیں کائنات ان کی غلامی اختیار کرتی ہے۔ وہ عشق الہی میں محو ہو جاتے ہیں۔ دنیا اور عقبہ کے غم و خوف سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔ اس جگہ عرس مبارک سال میں دو مرتبہ انہی اغراض و مقاصد کی تکمیل کی خاطر منعقد کئے جاتے ہیں جن میں ہزار ہا انسان شریک ہوتے ہیں ذکر و فکر کے حلقے ہوتے ہیں۔ قال اور حال کی محفلیں ہوتی ہیں جن میں علمائے کرام و صوفیائے عظام شریعت و طریقت کے مسائل بیان فرماتے ہیں۔ اور نعت خواں حضرات گل ہائے عقیدت پیش کرتے ہیں۔ ہر عرس شریف کی آخری مجلس کبریٰ تیسرے روز منعقد ہوتی ہے۔ جس میں اعلیٰ حضرت و سجادہ نشین پیر ہارون الرشید صاحب ایک روح پرور اور دل افروز خطبہ ارشاد فرماتے ہیں اور تمام روحانی و جسمانی مشکلات سے نجات حاصل کرنے کیلئے بطفیل حضور انور ﷺ دعا فرماتے ہیں۔ پہلا عرس مبارک حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ المعظم اعلیٰ خواجہ نظام الدین کہیاں شریف اور حضرت پیر نظیر احمد موہڑی سرکارؒ کی یاد میں جون کے پہلے ہفتے میں منعقد ہوتا ہے۔ دوسرا عرس مبارک اعلیٰ حضرت مجدد الف ثانیؒ اور غوث الامت خواجہ پیر محمد قاسمؒ کی یاد میں ماہ نومبر کے پہلے ہفتے میں منعقد ہوتا ہے۔ ان اعراس میں لاکھوں کی تعداد میں زائرین شریک ہوتے ہیں۔ زائرین کی تعداد ہر سال بڑھ رہی ہے۔



حوالہ جات

- ۱۔ محمد رشید، صوفی میاں، ”نسبت رسولی ﷺ“، لاہور جدید پریس، ۱۹۹۸ء، ص ۴۰-۴۳
- ۲۔ ایضاً، ص ۵۳-۵۸
- ۳۔ محمد اشرف، ملک ”سوانح حیات“، کراچی، فائن آرٹ، ص ۳۲-۳۵
- ۴۔ محمد رشید، صوفی میاں، ”نسبت رسولی ﷺ“، محولہ بالا، ص ۹۸۔
- ۵۔ ایضاً، ص ۱۸-۱۹۔
- ۶۔ محمد رشید، صوفی میاں، ”نسبت رسولی ﷺ“، محولہ بالا ۳۵-۳۶۔
- ۷۔ ایضاً، ص ۱۹۔
- ۸۔ ایضاً، ص ۶۲۔
- ۹۔ محمد اشرف، ملک ”سوانح حیات“، ص ۳۹-۴۴
- ۱۰۔ محمد رشید، صوفی میاں، ”نسبت رسولی ﷺ“، محولہ بال، ص ۶۶-۶۹
- ۱۱۔ ایضاً، ص ۱۴۷-۱۵۰
- ۱۲۔ ایضاً، ص ۶۹-۷۳۔
- ۱۳۔ القرآن، ۲: ۲۷۵۔
- ۱۴۔ محمد رشید، صوفی میاں، ”نسبت رسولی ﷺ“، محولہ بالا، ص ۷۵-۷۸
- ۱۵۔ القرآن، ۲: ۲۵۵۔
- ۱۶۔ محمد رشید، صوفی میاں، ”نسبت رسولی ﷺ“، محولہ بالا، ص ۷۹-۸۶
- ۱۷۔ القرآن، ۲: ۶۵-۳۔
- ۱۸۔ محمد رشید، صوفی میاں، ”نسبت رسولی ﷺ“، محولہ بالا، ص ۸۸-۹۱
- ۱۹۔ ایضاً، ص ۹۴-۹۵۔
- ۲۰۔ محمد اقبال، ”علامہ“، بانگ درا، لاہور غلام علی پبلشرز ۱۹۷۳ء، ص ۲۰۵

- ۲۱۔ محمد رشید، صوفی میاں، ”نسبت رسولی ﷺ“، محولہ بالا، ص ۱۰۲-۱۰۵۔
- ۲۲۔ Bird wood, "Khaki and gown" London, Wod lock go Co, 1921: P-365۔
- ۲۳۔ محمد رشید، صوفی میاں، ”نسبت رسولی ﷺ“، محولہ بالا، ص ۱۰۷-۱۱۵۔
- ۲۴۔ ایضاً، ص ۱۲۱-۱۲۴۔
- ۲۵۔ محمد اشرف، ملک، ”سوانح حیات“، محولہ بالا، ص ۴۶-۵۰۔
- ۲۶۔ محمد رشید، صوفی میاں، ”نسبت رسولی ﷺ“، محولہ بالا، ص ۱۶۸-۱۸۱۔
- ۲۷۔ ایضاً، ص ۱۹۰-۱۹۲۔
- ۲۸۔ ایضاً، ص ۵۰۰-۵۰۳۔
- ۲۹۔ جمال الدین سیروان، ”لمختار من ریاض الصالحین“ جدہ، مطابع الاعتماد، ۱۴۰۳ھ، ص ۲۲۶، ج ۳۔
- ۳۰۔ محمد رشید، صوفی میاں، ”نسبت رسولی ﷺ“، محولہ بالا، ص ۵۸۰-۵۸۳۔
- ۳۱۔ ایضاً، ص ۲۱۵-۳۰۰۔
- ۳۲۔ ایضاً، ص ۲۱۱۔
- ۳۳۔ ایضاً، ص ۲۱۱-۲۱۳۔
- ۳۴۔ ایضاً، ص ۶۲۵-۶۲۸۔
- ۳۵۔ ایضاً، ص ۶۲۸-۶۳۴۔

شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد عبداللہ نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

(۱) سندھ کا تاریخی پس منظر: خطہ سندھ کو پہلی صدی ہجری سے باب الاسلام کہا جاتا ہے۔ جب برصغیر پاک و ہند میں کفر والحاد کا دور دورہ تھا اس وقت محمد بن قاسم کی سپہ سالاری میں مسلمانوں نے اس علاقے کو فتح کیا اور اندرون سندھ سے لے کر ملتان اور اس کے نواحی علاقوں تک پھیل گئے۔ مسلمان حکمرانوں کے حسن سلوک اور اسلام کے ابدی پیغام نے بے شمار مقامی آبادی کے دلوں کو موہ لیا اور ہزاروں لاکھوں غیر مسلم مشرف بہ اسلام ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد عرب حکمرانوں کی وہ گرفت تو نہیں رہی جو ابتداء میں تھی لیکن بعد میں ان کی جگہ ترک، غزنوی اور غوری خاندانوں کی حکمرانی قائم ہوئی۔ (۱) لیکن ان سب کے ساتھ ساتھ اصل مذہبی اور ثقافتی کام ان علاقوں میں علماء دین اور صوفیائے کرام نے انجام دیا ہمیں یہاں تاریخ کے ان شواہد کی تفصیلات میں نہیں جانا کہ ٹھٹھہ، بکھر (نواح سکھر) اوچ شریف، بہاولپور اور ملتان وغیرہ میں کتنے دینی و تبلیغی مدارس قائم تھے، کتنی خانقاہیں صوفیائے کرام کے مراکز بنے ہوئے تھے اور کتنے صوفیائے کرام اطراف و اکناف سے آکر طریقت و شریعت کا پیغام دے رہے تھے علم و فضل کا ہر طرف چرچا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے سرزمین سندھ کو یہ شرف بخشا ہے کہ جو اس کی زرخیز مٹی میں سے کتنے ہی بزرگ، اولیاء اللہ، عارف باللہ صاف دل صوفی اور صالح درویش، شاعر، عامل کامل، اہل علم، ادیب اور انشاء پیدا ہوتے رہے۔ سرزمین سندھ ایسا خوش نصیب خطہ ہے جو برصغیر میں سب سے پہلے توحید ربانی رحمت رسالت ﷺ اور دین اسلام کے نور سے منور ہوا۔ (۲) انگریزی حکومت کے زمانے کے تقاضے مختلف تھے۔ ان کی حکومت و تسلط جس طرح ہماری تاریخ اقتصادیات، ثقافت و تمدن اور مذہبی اقدار و ضروریات پر منفی انداز میں متاثر ہوئی وہ ایک دکھ بھری داستان ہے۔ ظاہر ہے کہ اس سے خطہ سندھ جو باب الاسلام کہلاتا تھا وہ ماضی کی علمی و تہذیبی یادگاروں کا ایک مدفن بن کر رہ گیا، اس زمانے میں قدرت نے برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں میں بیداری کی ایک لہر پیدا کی اور مختلف سطحوں پر اقامت دین، اصلاح طریقت و شریعت اور حریت و آزادی کی مختلف چھوٹی بڑی تحریکوں نے جنم لیا جو رفتہ رفتہ جدوجہد آزادی پر منتج ہوئیں خطہ سندھ میں مولانا عبید اللہ سندھی، پیر ابراہیم جان سرہندی، صبغت اللہ قادری پیر پکاڑا اول، شاہ عنایت اور مفتی محمد عبداللہ نعیمی جیسے

صوفیائے کرام کی دعوت و عزیمت نے ایسے دینی و اصلاحی اور سیاسی کارنامے انجام دیے کہ کایا پلٹ گئی۔
(۳) اگر اس طرح کے واقعات تاریخِ سندھ سے جمع کئے جائیں تو پاک و ہند کا شاہد ہی کوئی صوفی اور بزرگ نکلے جو سندھ نہ آیا ہو اور جس کا سندھ کی سرزمین کے ساتھ کسی نہ کسی وجہ سے تعلق خاطر نہ ہو۔ (۴)

سندھ میں سلسلہ نقشِ بندہ کی آمد: سندھ میں سلسلہ نقشبندیہ کے پہلے بزرگ مخدوم آدم ٹھٹھوی تھے۔ آپ کا نام آدم اور لقب ”مخدوم آدم“ ہے۔ ٹھٹھہ (سندھ) کے رہنے والے تھے اور عبدالاحد کے فرزند تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت ابوبکر صدیقؓ سے جاملتا ہے۔ حضرت خواجہ محمد معصوم کے مرید اور خلیفہ تھے۔ ایک طویل عرصہ تک مرشد کی خدمت میں رہ کر ریاضتیں اور مجاہدے کرتے رہے۔ تقریباً سات سال تک آپ پر استغراق کی کیفیت طاری رہی۔ اپنے مرشد کے حکم سے وطن واپس آئے اور رشد و ہدایت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ طالبانِ حق دور دور سے فیض حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوتے تھے اور آپ کی خانقاہ ہر وقت طالبانِ حق سے معمور رہتی تھی۔ بڑے بڑے علماء اور بزرگانِ دین آپ کی خدمت میں حاضری کو اپنی سعادت سمجھتے تھے۔ بہت سے تاریک دلوں نے آپ کی مشعلِ ہدایت سے روشنی پائی۔ اور ایک جماعت نے آپ سے سلسلہ نقشبندیہ میں روحانی فیض حاصل کیا۔ آپ نے ٹھٹھہ میں وفات پائی۔ آپ کا مزار ٹھٹھہ کے مشہور قبرستان مکلی میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ (۵)

اس کی جزئیات و تفصیلات سے قطع نظر کہ سر دست یہ ہمارا موضوع نہیں، ہم اپنے اصل موضوع کی طرف رجوع کرتے ہوئے یہاں مفتی محمد عبداللہ نعیمی کی حیات و خدمات پر روشنی ڈالنے پر اکتفا کریں گے۔

خاندانی پس منظر اور ولادت: علامہ مفتی محمد عبداللہ نعیمی بن محمد رمضانؒ ۱۳۴۴ھ/۱۹۲۵ء میں ایرانی مکران کے محلہ ریکسرادارہ پل مقام چاہ بار مکران (ایرانی بلوچستان) میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۳۵ء میں آپ کے والد ماجد نقل مکانی کر کے بلوچستان سے سندھ آگئے اور ملیر (کراچی) میں مستقل آباد ہو گئے۔ آپ کا خان دان مذہبی تھا آپ کے والد ماجد درویش صفت پابندِ صوم و صلوة تھے۔ (۶)

ابتدائی تعلیم اور دستارِ فضیلت: جب آپ عمر ۱۲ سال ہوئی تو آپ کے والد نے ملیر ہی کی ایک بستی میمن گوٹھ میں حضرت الحاج حکیم اللہ بخش سندھی کے پاس دینی تعلیم کیلئے بٹھا دیا جہاں آپ نے قرآن مجید سے لے کر کافیہ تک کتب پڑھیں اسی اثناء میں والد ماجد کا انتقال ہو گیا۔ گھر کی تمام ذمہ داریاں آپ کے کاندھوں پر آ گئیں۔

لیکن آپ ہمت نہ ہارے بلکہ اصول علم کیلئے جدوجہد جاری رکھی۔ علامہ حافظ محمد بخش جہلمی خطیب ملیر کینٹ سے منطق، فلسفہ، اصول فقہ اور مشکوٰۃ جلالین کا درس لیا۔ الحاج محمد عثمان مکرانی خطیب پرانا گولیمار سے میراث کا علم حاصل کیا حضرت تاج العلماء مفتی محمد عمر نعیمی استاد مخزن عربیہ دارالعلوم آرام باغ سے دورہ حدیث پڑھا۔ ۱۹۶۰ء میں سند فراغت اور دستار فضیلت حاصل کی۔ (۷) اس طرح مفتی صاحب نے سندھ، پنجاب، بلوچستان اور ہندوستان کے علماء سے کسب فیض کیا۔ آپ نے ۱۹۵۵ء سے ہی صاحب داد گوٹھ (ملیر) کی اس مسجد میں تعلیم القرآن کے نام سے مدرسہ قائم کیا جہاں اب دارالعلوم قائم ہے اور آپ خود درس دیتے رہے۔ (۸)

دینی خدمات:

دارالعلوم مجددیہ نعیمیہ کا قیام اور محمدی مسجد کی تعمیر: سند فراغت حاصل کرنے کے بعد ۱۹۶۱ء میں یہاں دارالعلوم مجددیہ نعیمیہ کا قیام عمل میں آیا۔ اس نام کو دو عظیم ہستیوں سے نسبت ہے یعنی شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی اور صدر الافضل حضرت مولانا نعیم الدین مراد آبادی جو سواد اعظم اہلسنت کے عظیم پیشوا اور رہنما تھے۔ مفتی صاحب چونکہ نقشبندی مجددی تھے اور تاج العلماء کے شاگرد تھے۔ جو حضرت درالافاضل کے تلمیذ رشید تھے اس لئے اس نام میں ان نسبتوں کا بھی خیال رکھا اسلام میں نسبتوں کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ جو راز سے واقف ہے وہ ہمیشہ سرفراز ہوتا ہے۔ ۱۹۶۱ء میں جب دارالعلوم تعمیر ہوا تو مفتی صاحب نے خود مزدوروں کے ساتھ کام کیا اس سے آپ کے اخلاص اور بے نفسی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ جو عمارت اخلاص نیت پر قائم ہو وہ بلند ہوتی رہتی ہے دارالعلوم کے ساتھ ساتھ آپ نے دارالعلوم کے اندر ہی محمدی مسجد تعمیر کرائی جس نے ماحول کو اور پاکیزہ اور مقدس بنا دیا۔ (۹)

طلباء سے محبت: مفتی صاحب طلباء کو اپنی جان سے زیادہ عزیز سمجھتے تھے اور ان کے لباس و طعام کا پورا پورا خیال رکھتے تھے۔ ان کے ہر کام کو اپنے کاموں پر مقدم سمجھتے تھے، ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا نوش فرماتے، ان کی دلدادگی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے، وہ بیمار ہو جاتے تو آپ بیقرار ہو جاتے، خود علاج معالجہ کراتے۔ طلباء کو سادگی کی تعلیم فرماتے اور عمل پر زور دیتے کیونکہ وہ خود سراپا پیکر علم تھے۔ دارالعلوم مجددیہ نعیمیہ کا نظم و ضبط دیدنی تھا۔ اس کے متعلق جسٹس مفتی سید شجاعت علی قادری نے یہ اظہار خیال فرمایا ہے۔ طلباء میں اتنا عظیم الشان نظم و ضبط صرف مفتی صاحب کی کرامت کا نتیجہ ہی کہا جاسکتا ہے۔ (۱۰)

سلسلہ بیعت: مفتی صاحب سلسلہ قادریہ میں حضرت الحاج سید عبدالخالق شاہ مکرانی سے بیعت تھے اور سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت الحاج عبداللہ سولنگی سندھی سے بیعت تھے اور آپ ہی سے خلافت بھی حاصل تھی مگر مفتی صاحب نے خلافت و اجازت کے باوجود ہمیشہ بیعت کرنے سے احتراز فرمایا اور طالبوں کو دوسرے شیوخ کی طرف متوجہ فرمایا یہ ان کی انکساری کی دلیل ہے البتہ مفتی صاحب نے اپنے آخری زمانے میں چند حضرات کو بیعت فرمایا تھا۔

حج بیت اللہ شریف کی سعادت: ۱۹۷۱ء میں مفتی صاحب حج بیت اللہ شریف اور زیارت حریم شریفین کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے، یہ حج اکبر تھا جو مفتی اعظم اور شہزادہ امام احمد رضا حضرت شاہ محمد مصطفیٰ رضا خان بریلوی کی معیت میں ادا کیا گیا۔ سبحان اللہ! نور علی نور۔ مفتی صاحب نے کئی بار عمرہ اور زیارت حریم طہین کی سعادت حاصل کی۔

تبلیغی دورہ پروانگی: ۱۹۷۷ء میں ایران کے دورہ پر تشریف لے گئے اور ایک ماہ کا طویل تبلیغی دورہ کر کے اہل سنت و جماعت کے مسلک کی اشاعت کی۔ مفتی صاحب دین کی خدمت میں مجاہدانہ سرگرم رہے۔ تبلیغ دین متین اور درس و تدریس کے علاوہ مفتی صاحب نے فتویٰ نویسی کے ذریعہ بڑی خدمت کی۔ اس کے لئے سالوں کے مطالعے، مشاہدے، محنت، تحقیق و تدقیق کے ذوق تنقید، تنقیح کے ملکہ، خداداد صلاحیت و قابلیت، تحمل و تدبیر، سائل کے غرض و غایت کے اوراک، حالات اور ماحول کے تقاضوں کو سمجھنے کی لیاقت اور بہت سے دیگر امور کی ضرورت ہوتی ہے۔ مفتی صاحب کتب تفسیر و حدیث اور فقہ پر عبور رکھتے تھے۔ ان کے فتوؤں سے ان کی بصیرت و تبحر علمی کے ساتھ ساتھ اخلاص، بے نفسی اور عدل سندی کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ اسی لئے وہ مرجع انام تھے۔ جسٹس مفتی شجاعت علی قادری مفتی صاحب کی فتویٰ نویسی پر اظہار خیال کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

فتویٰ نویسی: مفتی صاحب کی یہ خصوصیت تھی کہ آپ کے فتاویٰ ہاں یا نہیں تک محدود نہیں تھے بلکہ آپ کے فتاویٰ نہایت مدلل اور نصوص کتب سے مالا مال ہوتے تھے۔ اندرون سندھ کے لئے وہ بلاشبہ مرجع فتویٰ تھے اور بڑے اہم فتوے ان کے پاس آتے تھے۔ (۱۱) مفتی صاحب فضائل و کمالات کے پیکر تھے۔ ان کے اساتذہ بھی ان کے بارے میں بلند خیال رکھتے تھے جس سے ان کی حقیقی عظمت و بزرگی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ مفتی صاحب عاشق

رسول ﷺ تھے۔ نعتیہ کلام سن سن کر دل گرم رکھتے تھے، وہ مولانا حسن رضا خان بریلوی کا یہ شعر سن کر خوب جھومتے تھے۔

دل میں ہو یاد تری گوشہ تنہائی ہو پھر تو خلوت میں عجب انجمن آرائی ہو

اللہ اکبر! اب خلوت قبر میں محفل سچی ہے..... یہ عشق رسول ﷺ ہی تھا جس کی وجہ سے سادات کرام کی بہت تعظیم کرتے تھے ان کے ہاتھ چومتے کہ ان کو محمد مصطفیٰ ﷺ سے خاص نسبت ہے۔ ساری کرامت نسبتوں کی ہے۔ افسوس اس راز کو نہ سمجھنے والوں نے اب تک نہ سمجھا اور قرآن حکیم سے بھی سبق نہ لیا۔ مقام ابراہیم، تابوت سکیئہ، پیرہن یوسف یہ سب نسبتوں کی یادگاریں ہیں بلکہ خود بیعت اللہ شریف عالی نسبتوں کا خزانہ ہے، پیاروں نے بنایا، پیارے ہی طواف کرتے رہے اور محبوب حقیقی پر فدا ہوتے رہے..... اب ہم طواف کر رہے ہیں، ان کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔ سبحان اللہ! یہ عشق مصطفیٰ ﷺ ہی تھا جس نے مفتی صاحب کو صفات حسنہ کا پیکر بنا دیا تھا۔ وہ بڑے حلیم الطبع تھے اور ”نرم دم گفتگو گرم دم جستجو“ کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ روٹھنے والوں کو خود جا کر منالیا کرتے تھے، یہ صفت علماء میں عنقا ہوتی جا رہی ہے۔

تقویٰ و طہارت: مفتی صاحب، صاحب تقویٰ و طہارت کے پیکر تھے، ہر وقت با وضو رہتے تھے۔ تقویٰ و پرہیزگاری کا یہ عالم تھا کہ مشکوک مال سے بھی پرہیز فرماتے تھے۔ اکثر مدارس عربیہ حکومت کی طرف سے دی جانے والی زکوٰۃ کو تصرف میں لاتے ہیں بلکہ کوشش کرتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ زکوٰۃ ملے مگر مفتی صاحب نے یہ زکوٰۃ کبھی قبول نہ فرمائی ان کی نظر میں اس کو قبول کرنے میں یہ رکاوٹیں تھیں۔

زکوٰۃ میں احتیاط:

۱۔ حکومت غاصبانہ طریقے سے زکوٰۃ و عشر وصول کرتی ہے جس میں معطلی کی نیت کا دخل نہیں جبکہ زکوٰۃ کے لئے دینے والوں کی نیت شرط ہے۔

۲۔ زکوٰۃ کے لئے تملیک شرط ہے یعنی جس کو زکوٰۃ دی جائے اس کو مالک بنا دیا جائے۔

۳۔ زکوٰۃ کے لئے مال صحیح ہونا بھی شرط ہے، مال مغبوضہ کبھی مال زکوٰۃ نہیں ہو سکتا اور حکومت زکوٰۃ کا مال جبراً خلاف شرع وصول کرتی ہے۔

ایسے مال زکوٰۃ کے لئے مفتی صاحب نے فرمایا: میرا ضمیر گوارہ نہیں کرتا کہ اس قسم کا ناجائز مال اپنے طلباء پر خرچ

کروں۔ (۱۲) ایسے مال زکوٰۃ کے علاوہ جو صاحب نصاب براہ راست مدرسہ کے لئے پاکیزہ مال دیتا قبول فرما۔

انتظام کار خود بگزار بر تقدیر حق اندریں دار حوادث مست شود یوانہ باش

اپنی تعریف کبھی پسند نہ فرماتے اور فرماتے ”مجھے فقیری پسند ہے“ بڑے مہمان نواز تھے۔ آدھی رات کو بھی مہمان آجائے تو خندہ پیشانی سے پذیرائی کرتے اور گرم گرم روٹیاں پکوا کر مہمان کو کھلاتے..... مفتی صاحب ظاہر و باطن میں عامل سنت تھے..... سادہ مزاج، سادہ لباس، سادہ گفتار، خلیق و ملتسار، عاجز و منکسر المزاج..... تحمل و بردباری سے مخالفین کو بھی پذیرائی فرماتے تھے۔

صلح کل از ہر کس و ناکس خوش آمد خوش امیر رنج خاطر کفر ملت داں، گل بے خار باش

حقیقت یہ ہے کہ اگر مریض کو تنہا چھوڑ دیا جائے اور اس کی تیمارداری اور علاج نہ کیا جائے تو مرض بڑھتا رہتا ہے اور مریض کی حالت دگرگوں ہوتی رہتی ہے۔ مریض خود ہلاک ہو جاتا ہے اور دوسروں کو مریض بنا جاتا ہے۔ اس لئے جو حضرات فکری اور روحانی امراض میں مبتلا ہیں ان کی طرف شفقت و مہربانی کے ساتھ متوجہ ہونا وہ ”صلح کل“ نہیں جو عقلیت پرستوں کا شیوہ ہے اور جو ہر حالت میں مذموم ہے بلکہ مخالفین سے حسن سلوک سے پیش آنا تو سنت رسول علیہ السلام ہے..... حکیم اگر ناراض ہو جائے تو مریض کا اللہ ہی مالک ہے..... مفتی صاحب کا عمل سنت کے مطابق تھا۔ جس زمانہ میں آپ نے نظام مصطفیٰ کے لئے جدوجہد کی ان کو شہداء و مصائب سے واسطہ پڑا اپنے بیگانے جان کے دشمن ہو گئے مگر جب حالات نے پلٹا کھایا اور وہ جان کے دشمن زندان بلا میں محبوس کئے گئے تو آپ نے ان کی رہائی کے لئے پوری پوری کوشش کی اور ایک ایسی مثال قائم کی جو دور جدید میں عنقا ہے۔ (۱۴)

تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ: تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ اور تحریک ختم نبوت میں آپ نے بھرپور کردار ادا کیا۔ آپ نے اگرچہ عملی طور پر کبھی سیاست میں حصہ نہیں لیا لیکن قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقیؒ کی آواز پر لبیک

کہتے اور مسلک اہل سنت کی ترویج کے لئے ہمہ تن مصروف ہو جاتے تھے۔ آپ نے تحریک نظام مصطفیٰ میں مجاہدانہ کردار ادا کیا اور نظام مصطفیٰ اور تحریک ختم نبوت کے مخالفین کی شدید اذیتوں کی پرواہ کئے بغیر اپنے مشن کو جاری رکھا۔ ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفیٰ میں آپ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ (۱۵) علامہ اقبالؒ نے ان ہی جیسے باکردار لوگوں کے لئے کہا تھا۔

آئیں جواں مرداں حق گوئی و بے باکی اللہ کے شیروں کو آتی نہیں رو باہی (۱۶)

تدریسی فرائض: آپ رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم مجددیہ نعیمیہ میں تدریسی فرائض انجام دیتے تھے۔ چنانچہ کثیر التعداد علماء آپ سے اکتساب فیض کے بعد سندھ، بلوچستان، ایران، دوہئی اور مسقط وغیرہ مقامات پر علوم اسلامیہ کی تعلیم و تدریس اور اشاعت و تبلیغ میں مصروف ہیں۔ آپ ملیر کھوکھرا پار کی مرکزی جامع مسجد غوثیہ میں پندرہ سال خطیب رہے۔ آپ کی تقریر نہایت سادہ اور موثر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خصوصی انعامات سے نوازا ہے۔ (۱۷)

فتویٰ نویسی: آپ کا فتویٰ تحقیقی، تدقیقی اور مسائل کے لئے مکمل تسکین اور اطمینان قلب کا باعث ہوا ہے۔

مشینی ذبیحہ کا فتنہ: صدر ایوب کے دور حکومت میں جب مشینی ذبیحہ کا فتنہ اٹھا، تو مفتی اعظم سرحد حضرت مولانا شائستہ گل دامت برکاتہم العالیہ نے ملک بھر کے علماء کے فتاویٰ جمع کئے۔ اس دوران جب حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ نعیمی کا تحقیقی فتویٰ دیکھا، تو بہت متاثر ہوئے اور اپنے صاحبزادے حضرت مولانا مفتی عبدالسبحان قادری مہتمم دارالعلوم قادریہ سبحانیہ (کراچی) سے آپ کے بارے میں استفسار فرمایا کہ یہ کون شخص ہے، جس کے فتوے نے میری زبردست راہنمائی کی بلکہ آپ کے تسلی بخش جواب کو دیکھ کر مولوی محمد یوسف بنوری نے بھی آپ کی تحقیق کی تعریف کی۔ آپ کا فتویٰ سندھ و بلوچستان میں بے حد مقبول ہے۔ (۱۸)

مفتی محمد عبداللہ نعیمی سندھ کے عظیم نقشبندی بزرگ ہیں: مفتی محمد عبداللہ نعیمیؒ سندھ کے ان عظیم نقشبندی بزرگوں میں سے ہیں جو علم ظاہر اور باطن کے جامع تھے جن کے دم سے ایک طرف مسند تدریس و افتاء آباد تھی تو دوسری طرف مسند رشد و ہدایت کو چار چاند لگے ہوئے تھے۔ جو علم و عمل اور زہد و تقاء میں اسلاف کا نمونہ تھے۔ اندرون سندھ دارالعلوم مجددیہ نعیمیہ کے ذریعہ آپ نے علوم دینیہ اور مسلک حقہ اہل سنت والجماعت کی جو گراں قدر خدمات انجام دی ہیں وہ اپنی مثال آپ ہیں۔ (۱۹)

عادات و خصائل: آپؐ بے حد شفیق خلیق منسار، متقی پرہیزگار، مشکوک چیزوں سے بھی اجتناب فرمانے والے بڑے مہمان نواز بڑے حلیم و بردبار انسان تھے۔ عشق رسول ﷺ آپؐ کا طرہ امتیاز تھا اس کی گواہی خود آپؐ کے استاد کی زبانی سنئے حضرت مولانا جمیل احمد نعیمی ناظم تعلیمات جامع نعیمیہ کراچی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے استاذ محترم تاج العلماء مفتی محمد عمر صاحب نعیمی اشرفی قدس اللہ سرہ العزیز کو موصوف کے علم و فضل و ہد و تقوے، شوق مطالعہ تفقہ فی الدین اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ عشق و محبت کی تعریف کرتے ہوئے بار بار سنا ہے۔ کتابیں جمع کرنے کا شوق: آپؐ رحمۃ اللہ علیہ کو قلمی کتابیں جمع کرنے کا بے حد شوق تھا سندھ اور بلوچستان کے نامور علمی گھرانوں دوکانوں اور لائبریریوں سے آپؐ نے قلمی کتب یا ان کی فوٹو اسٹیٹ کاپیاں حاصل کر کے اپنے پاس ایک نادر ذخیرہ جمع کیا جو آپؐ کے کتب خانہ میں آج بھی موجود ہے۔ (۲۰)

علماء کا ادب: حضور سرور کائنات کی نسبت اور حضورؐ کے علم کی نسبت کی وجہ سے سادات کرام اور علمائے کرام مشائخ عظام کا بے حد ادب و احترام کیا کرتے تھے، یہ ان کے عشق مصطفیٰؐ کی واضح نشانی تھی۔ آپؐ کو اولیاء کرام اور بزرگوں کی نسبتوں کا بھی ادب و احترام اور ان کے واسطوں کی بھی پاسداری کا بہت زیادہ خیال رکھتے تھے۔ (۲۱) مفتی محمد عبداللہ نعیمی سے سوال کیا گیا کہ ٹیپ ریکارڈ پر قرآن شریف سننے سے ثواب ملے گا؟ آپؐ نے فرمایا قرآن وحدیث کی روشنی میں قرآن پاک کا سننا جائز ہے اور ثواب ملے گا۔ (۲۲)

جب قرآن مجید کی تلاوت کی جائے تو اس کا سننا واجب ہے بغیر کسی مجبوری کے نہ سنا جائے گا تو انسان گنہگار ہوگا۔ جیسا کہ قرآن شریف میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا۔ (۲۳)

ترجمہ: اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو۔ اس آیت شریف سے ثابت ہوا کہ قرآن مجید کا سننا واجب ہے بلکہ فرض عین ہے جس میں قرآن مجید کے استماع کے وجوب کے لئے قاری کے انسان ہونے کی کوئی قید نہیں۔ لہذا کسی چیز سے بھی قرآن مجید سنا جائے تو اس کا سننا واجب ہے اور قرآن مجید کا جب سننا واجب ٹھہرا تو پھر اگر کوئی شخص قرآن مجید کی عظمت کو مد نظر رکھتے ہوئے خشوع خضوع سے سنے گا تو انشاء اللہ العزیز وہ ثواب سے محروم نہیں ہوگا جیسا کہ احادیث ذیل کی اطلاقات سے یہ مسئلہ واضح ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَنْ اسْتَمَعَ إِلَى آيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ كَتَبَ لَهُ حَسَنَتُهُ مَضَاعِفَتُهُ
الْحَدِيثُ (۲۴)

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَنْ سَمِعَ الْقُرْآنَ كَتَبَ لَهُ بِكُلِّ حَرْفٍ حَسَنَةً (۲۵)
وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَنْ اسْتَمَعَ حَرْفًا مِنْ كِتَابِ اللَّهِ ظَاهِرًا كَتَبَ لَهُ عَشْرَ حَسَنَاتٍ
وَمُحِيتٍ عَنْهُ عَشْرَ سَيِّئَاتٍ وَرَفَعَتْ لَهُ عَشْرَ دَرَجَاتٍ (۲۶)
وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَسَمَاعِ آيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ أَعْظَمَ أَجْرًا مِنْ مِثْلِ
صَبِيَلَا يَصْدَقُ لَهُ (۲۷)

لہذا احادیث کے اطلاقات سے یہ مسئلہ واضح ہوا یہ مطلق قرآن مجید کا سننا ثواب ہے چاہے مسلمان کسی چیز سے بھی سنے۔
اللہ کا ذکر کثرت سے کرو: مفتی محمد عبداللہ نعیمیؒ اپنے عقیدت مندوں سے فرمایا کرتے تھے کہ اپنے رب کا ذکر
کثرت سے کرو اور دنیاوی اختلافات کی وجہ سے مسجد میں عبادت کے لیے نہ آنا۔ ایسا کرنا اپنے رب پاک کی
عبادت گاہ کو ویران کرنا ہے۔ ایسے شخص کے لیے قرآن کریم میں سخت وعید آئی ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَىٰ فِي خَرَابِهَا أُولَٰئِكَ مَا كَانَ

لَهُمْ أَنْ يَدْخُلُوهَا إِلَّا خَائِفِينَ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ (۲۸)

ترجمہ: اور کون زیادہ ظالم ہے۔ اس سے جو روک دے اللہ کی مسجدوں سے کہ ذکر کیا جاوے ان میں اس کے نام
پاک کا اور کوشاں ہو ان کی ویرانی میں۔ انہیں مناسب نہیں تھا کہ داخل ہوتے مسجد میں مگر ڈرتے ان کے لئے دنیا
میں بھی بڑی ذلت ہے۔ اور ان کے لئے آخرت میں بھی بڑا عذاب ہے۔ اور حضور انور ﷺ نے اپنی امت کو
ایک دوسرے سے تین دن سے زائد غصہ رکھنے کی ممانعت فرمائی جیسا کہ حدیث شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ سے
روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ فَمَنْ هَجَرَ فَوْقَهَا فَمَاتَ دَخَلَ النَّارَ. (۲۹)

ترجمہ: مسلمانوں کے لیے حلال نہیں ہے اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زائد غصہ رکھنا پھر اگر اسی غصہ کے
دوران مر گیا تو جہنم میں جائے گا۔

قَالَ لَا تَحَاسَدُوا أَوْ لَا تَنَاحِبُوا أَوْ لَا تَبَاغُضُوا أَوْ لَا تَدَابَرُوا أَوْ كُونُوا عِبَادَ اللَّهِ إِخْوَانًا (۳۰)

ترجمہ: سرکارِ دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک دوسرے سے حسد مت رکھو۔ اور دھوکہ نہ دو اور ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو اور اللہ تعالیٰ کے عبادت گزار آپس میں بھائی بنو۔ حضور سید عالم ﷺ پر درود و سلام پڑھنا جائز ہے۔ مفتی محمد عبداللہ نعیمیؒ نے فرمایا کہ اس ہنیت کذائیہ کے ساتھ حضور سید عالم ﷺ پر درود و سلام پڑھنا جائز و مستحب ہے۔ خواہ اذان سے پہلے ہو یا بعد میں۔ یا نمازِ جمعہ کے بعد۔ یا مجلس وعظ کے اختتام پر۔ بہر کیف اس ہنیت کذائیہ کے ساتھ سرور کائنات ﷺ پر درود و سلام پڑھنا جائز و مستحب ہے۔ جس کا جواز و استحباب قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے اطلاقات و عمومات سے فقہاء کرام و محدثین عظام کی تصریحات سے ثابت ہے۔ (۳۱) رَبِّ تَعَالَى جَلَّ جَلَالُهُ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (۳۲)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی ﷺ پر اے ایمان والو تم بھی اُن پر درود بھیجو اور سلام حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ رُوحِي حَتَّى أَرُدَّ عَلَيْهِ سَلَامًا (۳۳)

ترجمہ: کوئی بھی مجھ پر درود و سلام پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری توجہ کو اس شخص کی طرف پھیر دیتا ہے تو میں اس کے سلام کو جواب دیتا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

إِنَّ لِلَّهِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِينَ فِي الْأَرْضِ يُبَلِّغُونِي مِنْ أُمَّتِي السَّلَامَ. (۳۴)

ترجمہ: تحقیق اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کی ایک جماعت روئے زمین کی سیر کرتی ہے جو مجھے میری امت کے سلام پہنچاتے رہتے ہیں۔

حدیث نبوی ﷺ ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ صَلُّوا عَلَيَّ فَإِنَّ صَلَوَاتَكُمْ تُبَلِّغُنِي

حَيْثُ كُنْتُمْ - (۳۵)

حضرت ابی طلحہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

جَاءَ نَبِيَّ جِبْرِئِيلُ فَقَالَ إِنَّ رَبَّكَ يَقُولُ 'أَمَّا يُرْضِيكَ يَا مُحَمَّدٌ أَنْ لَا يُصَلِّيَ عَلَيْكَ أَحَدٌ' مِّنْ أُمَّتِكَ إِلَّا صَلَّيْتُ عَلَيْهِ عَشْرًا وَلَا يُسَلِّمُ عَلَيْكَ أَحَدٌ مِّنْ أُمَّتِكَ إِلَّا سَلَّمْتُ عَلَيْهِ عَشْرًا (۳۶)

ترجمہ: میرے پاس حضرت جبرائیل آئے۔ عرض کیا کہ آپ کا رب فرماتا ہے کہ اے محمد ﷺ کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تمہارا کوئی امتی تم پر ایک بار درود نہ بھیجے مگر میں اس پر دس رحمتیں نازل کروں اور آپ کا کوئی امتی آپ پر سلام نہ بھیجے مگر میں اس پر دس سلام بھیجوں۔ کتاب الشفاء میں امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ سیدنا ابن وہب سے روایت کی کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

مَنْ سَلَّمَ عَلَيَّ عَشْرًا كَأَنَّمَا أَعْتَقَ رَقَبَةً. (۳۷)

ترجمہ:- جس نے ہم پر دس بار سلام بھیجا گویا اس نے ایک غلام آزاد کیا۔ لہذا قرآن وحدیث کی روشنی میں حضور پر نور ﷺ پر درود و سلام پڑھنا جائز ہے جس میں کسی زمان و مکان کی قید نہیں۔

مفتی محمد عبداللہ نعیمیؒ نے فرمایا کہ قبر پر اذان دینا جائز و مستحب ہے۔ منکرین یہ بھی نہیں سوچتے کہ کم از کم اذان اللہ تعالیٰ کا ذکر تو ہے۔ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر عذاب الہی سے نجات دینے والی کوئی چیز نہیں جیسا کہ سیدنا عبدالرحمن بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سید عالم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَا مِنْ شَيْءٍ أَنْجِي مَنْ عَذَابٍ مِنْ ذِكْرِ اللَّهِ (۳۸)

ترجمہ:- محبوب ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے ذکر سے زیادہ عذاب الہی سے نجات دینے والی کوئی چیز نہیں۔ اور علماء کرام حدیث جریدہ جو نسائی اور دیگر محدثین کرام روایت کی کہ دو شخص عذاب قبر میں مبتلا تھے۔ پھر حضور سیدنا عالم ﷺ نے کھجور کی تر شاخ دو ٹکڑے کر کے ایک ٹکڑا ایک قبر پر اور دوسرا ٹکڑا دوسری قبر پر گاڑا پھر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

لَعَلَّهُ يَخْفِفُ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَبْسَا. (۳۹)

ترجمہ:- یعنی جب تک یہ تر ہیں اس وقت تک عذاب میں تخفیف ہوگی۔

اس حدیث سے ہمارے علماء متاخرین نے دلیل لی ہے کہ قبر پر ریحان اور کوئی تر چیز رکھنا سنت ہے۔ وجہ سنت یہ بیان کرتے کہ یہ چیز جب تک تر و تازہ ہوگی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتی ہے اور اس ذکر کی برکت سے اللہ تعالیٰ

صاحب قبر سے عذاب میں تخفیف فرماتا ہے۔ اس حدیث کی شرح میں علامہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

قال لعله يخفف عنهما عالم يبسا قيل المعنى فيه انه يسبح مادام رطبا فيعصل التخفيف ببركته التسبيح وعلى هذا فيطردفي كل مافيه رطوبة من الاشجار وغيرها وكذلك مافيه ببركته كالذكر وتلاوت القرآن من باب اولی (۴۰) اور اسی طرح حضرت علامہ سید طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ وفي شرح الشكوة وقد أفتى بعض الائمة من متاخر اصحابنا بان ما اعتيد من وضع الريحان والجريد سنته لهذا الحديث و اذا كان يرجى التخفيف عن الميت بتسبيح الجريدة فتاوة القران اعظم بركته۔ اه (۴۱) كذا في روح البيان (۴۲) اور عینی شرح بخاری میں ہے۔ واستحب العلماء قراءة القرآن عند القبر لهذا الحديث لانه اذا كان يرجى التخفيف تسبيح الجريد فتاوة القرآن اولی (۴۳) وايضا قال فيه۔ وقال الخطابي فيه دليل على استحباب تلاوة الكتاب العزيز على القبور لانه اذا كان يرجى عند الميت التخفيف بتسبيح الشجر فتلاوة القرآن العظيم اعظم رجاء وبركة (۴۴)

مذکورہ عبارات سے یہ بات ثابت ہوئی کہ جب ہر قسم کی تر چیز کے ذکر سے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے۔ پس انسان کے ذکر کرنے اور قرآن شریف کی تلاوت سے بطریق اولیٰ تخفیف عذاب ہوگی۔

حاصل کلام: قبر پر اذان دینے میں بہت سے فوائد ہیں۔ جب کوئی غمزدہ اس کے کان میں اذان دی جائے تو اس کا غم دفع ہو جائے اور کوئی خوف زدہ ہو اس کے کان میں اذان کہی جائے تو اس کی وحشت دور ہو جائے اور تیسرا فائدہ اذان دینے سے اگر کہیں آگ لگ جائے اذان دینے سے وہ بجھ جائے گی۔ لہذا غور و فکر کا مقام ہے کہ میت سے زیادہ غمگین اور خوف زدہ کوئی نہیں تو اگر قبر پر اذان کہی جائے انشاء اللہ العزیز اس کا غم و خوف ختم ہوگا۔ اس سے دل کو سکون و اطمینان ہوگا۔ خداوند قدوس ارشاد فرماتا ہے۔

أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ۔ (۴۵)

ترجمہ:۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دلوں کو سکون ملتا ہے۔

بی بی سی لندن کی خصوصی رپورٹ: ۲۸ اکتوبر ۱۹۸۲ء کو بی بی سی لندن سے ایک خصوصی رپورٹ نشر ہوئی جو کہ قدیم

کتب اسلامیہ سے متعلقہ موضوع پر مشتمل تھی۔ اس رپورٹ میں سامعین کو بتایا گیا کہ قدیم کتابوں اور قلمی نسخوں کا وافر مقدار میں ذخیرہ پاکستان کراچی کے دارالعلوم مجددیہ نعیمیہ میں موجود ہے۔ جس کے بانی و مہتمم مفتی محمد عبداللہ نعیمی ہیں۔ اس اسلامی لائبریری میں ہزاروں کی تعداد میں کتب موجود ہیں۔ طلباء و طالبات کے علاوہ ملک کے علمائے کرام بھی اس لائبریری سے استفادہ کرتے ہیں۔ جامعہ مجددیہ نعیمیہ کی لائبریری دنیا کی عظیم اسلامی لائبریریوں میں سے ایک ہے۔ اس سے نہ صرف پاکستان بلکہ دوسرے ملکوں کے طلباء و اساتذہ اس سے مستفید ہوتے ہیں اور علم کی پیاس بجھاتے ہیں (۴۶) مفتی صاحب نے بڑی کامیاب زندگی گزاری، دین اور مسلک کی خدمت جو یادگار رہے گی..... ان کا چہرہ نورانی تھا اور ان کا باطن بھی نورانی تھا۔

شہادت کا واقع: شہادت سے قبل جو کچھ آپؑ نے فرمایا وہ نورانیت قلب پر گواہ ہے..... رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ میں زیادہ خوش و خرم نظر آرہے تھے کہ شوال المکرم میں مولیٰ کے حضور حاضر ہونے والے تھے۔ مسجد غوثیہ میں آخری خطبہ جمعہ میں فرمایا:

”آپ حضرات مسجد میں کسی اور خطیب کا انتظام فرمائیں ممکن ہے کہ میں آئندہ جمعہ سے نہ آسکوں“ (۴۷)

وصال سے ایک روز قبل آخری جمعرات کو بعد نماز عشاء طلباء کو ہال میں جمع کر کے فرمایا آج مجھ سے جو مسائل وغیرہ دریافت کرنے ہوں کرلو، آج کے بعد تم کس سے پوچھو گے، کون تم کو بتائے گا۔ (۴۸)

دوسرے دن جمعہ کو فجر کی نماز پڑھائی، پھر طلباء کو نصیحتیں فرمائیں اور ایک طالب علم سے فرمایا۔ گھر سے میرے لئے ایک کرتا لے آؤ، سفر میں ضرورت پیش آئے گی تو استعمال کرلوں گا۔ (۴۹) چنانچہ جوڑے کے بجائے صرف ایک کرتا ساتھ لیا اور بذریعہ کارسیہ ہون شریف روانہ ہو گئے۔ بڑے صاحبزادہ مولانا غلام محمد شہید کار چلا رہے تھے۔ مفتی محمد احمد نعیمی اور دیرینہ رفیق فقیر محمد بلوچ، حاجی دوست محمد بلوچ ساتھ تھے۔ جب آخری اسٹاپ آمري پر کار پہنچی، کار کا اچانک دروازہ کھل گیا مفتی صاحب چلتی گاڑ سے نیچے آ رہے شدید زخمی ہوئے، کرتا تار تار ہو گیا اور وہ کرتا جو ساتھ لیا تھا پہنایا گیا۔ حادثے کی خبر دنیا سنیت پر بجلی بن کر گری، مفتی صاحب کو سیہون شریف سے حیدرآباد سندھ لایا گیا اور یہاں سے کراچی لے گئے..... برابر خون نکلنے کی وجہ سے بہت کمزور ہو گئے تھے، ڈاکٹروں نے تجویز کیا کہ خون چڑھایا جائے۔ جب آپؑ نے سنا تو برملا فرمایا۔

”میرے جسم میں یہ پلید خون مت چڑھاؤ“

اللہ اکبر! یہ تقویٰ و احتیاط فرمانا گوارہ ہے مگر یہ ہرگز گوارہ نہیں کسی انجان انسان کا خون کہ شاید گناہوں میں ملوث ہو، شاہد اپنے رب کا سرکش ہو، شاہد محمد مصطفیٰ ﷺ کا گستاخ ہو۔ ان کے پاک جسم میں چڑھایا جائے۔
۱۰ اشوال المکرم/ ۳۰ جولائی ۱۹۸۲ء کورات ۳ بجکر ۱۵ منٹ پر کلمہ طیب پڑھا اور آخری ہجکی لی۔

دل تو جاتا ہے اس کے کوچے میں جا میری جان، جا، خدا حافظ
ہاں جان عزیز جاں آفریں کے سپرد کردی۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون! روح پرواز کرنے کے باوجود قلب ذکر الہی میں ۲۰ منٹ تک مستغرق رہا، یہ دیکھ کر ڈاکٹر بھی حیران رہ گئے..... جلوس جنازہ میں بکثرت لوگ تھے حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری نے نماز جنازہ پڑھائی موصوف امام احمد رضا بریلوی کے خلیفہ اور فقیہ وقت علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ کے فرزند تھے اور دارالعلوم امجدیہ (کراچی) میں شیخ الحدیث، مفتی صاحب کے جسم نورانی کو شام دارالعلوم مجددیہ نعیمیہ کے احاطے میں لحد میں اتارا گیا، یہ وہی زمین ہے جس کی آپ پہلے ہی نشاندہی فرما چکے تھے۔ ادھر آفتاب غروب ہو رہا تھا اور ادھر یہ، آفتاب علم و عرفان غروب ہو رہا تھا۔

نہ پیوستم دریں پستاں سرا دل زبندایں و آن آزاوہ رنتم
چو بار صبح گردیدم دے چند گلاں را آب ورنگے دادہ رنتم (۵۰)

سوگوار خاندان: مفتی صاحب نے پس ماندگان میں چھ صاحبزادگان، پانچ صاحبزادیاں اور ایک بیوہ سوگوار چھوڑیں۔ صاحبزادوں کے نام یہ ہیں۔

۱۔ مولانا غلام محمد جان نعیمی شہید ۲۔ مولانا محمد قاسم جان ۳۔ علامہ مفتی محمد جان نعیمی

۴۔ بشیر احمد جان ۵۔ نذیر احمد جان ۶۔ منیر احمد جان

اور معنوی اولاد سندھ، بلوچستان، پنجاب اور دوسرے علاقوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ ان کے بعد ان کے جواں سال صاحبزادے برادر مولانا غلام محمد نعیمی علیہ الرحمۃ نے نہ صرف یہ کہ ان مراسم کو قائم رکھا بلکہ اور فروغ دیا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت مفتی صاحب نے اولاد کی کس طرح تربیت فرمائی تھی۔ آپ نے اپنا خلوص و لگن اولاد میں منتقل کر دیا تھا۔ اللہ کی شان فاضل نو جوان مولانا غلام محمد نعیمی جوانی ہی میں ایک حادثہ میں شہید

ہو گئے۔ پھر ان کے چھوٹے بھائی مولانا مفتی محمد جان نعیمی زید مجدہ نے دیرینہ تعلق کو اور بڑھایا، اللہ تعالیٰ ان کو جزاء خیر عطا فرمائے۔

مولانا مفتی محمد جان نعیمی: آپ نے بڑے بھائی مولانا غلام محمد نعیمی کے بعد ساری ذمہ داریاں سنبھال لیں۔ آپ نے اپنے والد علامہ مفتی محمد عبداللہ نعیمیؒ کی دینی، ملی، فلاحی اور اصلاحی خدمات کو نہ صرف جاری رکھا بلکہ اور وسعت دی، پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب لکھتے ہیں کہ ان کے علمی ذوق کو دیکھ کر بہت خوشی ہوتی ہے۔ ابھی تو وہ جوان ہیں۔ امید ہے کہ وہ علم و تحقیق کے میدان میں خوب ترقی کریں گے۔ دارالعلوم کی گونا گوں مصروفیات اور اہتمام و انصرام کی ذمہ داریوں کے باوجود علمی ذوق کو پروان چڑھانا انہیں کی مروانہ ہمت کا کام ہے۔ (۵۱)

ایک مرتبہ دارالعلوم میں جانا ہوا، فاضل مرتب مولانا مفتی محمد جان نعیمی زید مجدہ نے اپنے والد ماجد حضرت مفتی محمد عبداللہ نعیمیؒ کے فتاویٰ کا مجموعہ دکھایا جسے مفتی محمد جان صاحب خود مرتب کر رہے تھے۔ دیکھ کر بہت ہی خوشی ہوئی اور دل سے دعائیں نکلیں کیونکہ ہمارے مدارس دینیہ میں تحریر و اشاعت تقریر کا وقت بہت کم ہے۔ ساری توانائیاں تقریر پر صرف کر دی جاتی ہیں، بیشک تدریس و تحقیق اور تصنیف و تالیف میں گو سبقت لے جانا باہمت علماء کا کام ہے۔ انہیں حضرات کے دم سے دنیائے علم و دانش میں رونق ہے۔ مولانا مفتی محمد جان نعیمی زید مجدہ سے مل کر ہمیشہ خوشی ہوتی ہے۔ ان کی محبت و اخلاص نے دل سے گھر کر لیا۔ مفتی صاحب کا سارا وقت تعلیم و تدریس، عبادت و ریاضت اور خدمت خلق میں گزرتا ہے۔ اس لئے ان کو تصنیف و تالیف لیئے وقت نہ مل سکا۔ آخر عمر میں البیاض النعیمی کے عنوان سے اپنے فتوؤں کو جمع کرانا شروع کیا تھا جواب پہلی جلد چھپ چکی ہے اور قارئین اس سے استفادہ حاصل کر رہے ہیں۔ یہ کارنامہ صاحبزادہ علامہ مفتی محمد جان نعیمی زیدہ مجدہ نے انجام دیا ہے۔

دینی کتب کا شوق: مفتی صاحب تو خود کتابیں نہ لکھ سکے مگر وہ ایسی نادر و نایاب کتابیں جمع کر کے گئے ہیں کہ آنے والے محققین ان سے استفادہ کرتے رہیں گے۔ مفتی صاحب کو کتابوں سے بڑا شغف تھا۔ وہ اس کے لئے دور دراز علاقوں کا سفر کرتے تھے اور ایسے ہی ایک سفر میں وہ شہید ہوئے۔ (۵۲)

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی مفتی محمد عبداللہ نعیمی سے ملاقات: مفتی محمد عبداللہ نعیمی قدس سرہ العزیز کی صرف ایک بار زیارت ہوئی دوبارہ زیارت کی حسرت ہی دل میں رہ گئی۔ ایک بار فقیر جامع مسجد، مکی (ٹھٹھہ) میں نماز مغرب سے

فارغ ہوا تو چند عقیدت مندوں کی جھرمٹ میں ایک نورانی پیکر دیکھا جس کے چہرے سے وہ عالمانہ وقار مترشح تھا جو فقیر نے اپنے والد ماجد مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز اور صدر الافاضل حضرت مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہ العزیز کے مبارک چہروں پر دیکھا تھا۔ حیف وہ چہرے کہاں گئے! حضرت علامہ مفتی محمد عبداللہ علیہ الرحمۃ متجرب عالم اور سلف صالحین کی یادگار تھے۔ آپ حضرت تاج العلماء مفتی محمد عمر نعیمیؒ کے تلمیذ رشید تھے جو حضرت صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادیؒ کے شاگرد رشید تھے ان کے دل میں علم کی ایسی لگن تھی جو اس زمانے میں نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہے۔ جب جامع مسجد مکلی (ٹھٹھہ) میں حضرت مفتی صاحبؒ سے فقیر کی پہلی اور آخری ملاقات ہوئی تو عرض کیا کہ ”تھوڑی دیر کے لئے غریب خانے پر تشریف لے چلیں“ حضرت نے فرمایا ”ایک تقریب میں سجاوِل جا رہا ہوں، انشاء اللہ پھر آؤں گا“ اتفاق سے اسی زمانے میں فتاویٰ رضویہ کی ایک غیر مطبوعہ جلد چھپ کر ہندوستان سے آئی تھی، فقیر نے چلتے چلتے، باتوں باتوں میں اس کا ذکر کیا تو سنتے ہی غریب خانے چلنے کیلئے تیار ہو گئے۔ آپ تشریف لائے اور بڑے ذوق و شوق سے اس جلد کا مطالعہ فرمایا۔ پھر ارشاد فرمایا۔ ”مجھے عنایت فرمادیں، مطالعہ کے بعد واپس بھیج دی جائے گی“ چونکہ فقیر نے مطالعہ نہیں کیا تھا اس لئے عرض کیا کہ مطالعہ کے بعد پیش کر دی جائے گی۔ مفتی صاحب نے فوراً جواب دیا ”جب میں مرجاؤں گا“ (یعنی میرے مرنے کے بعد دیں گے؟) فقیر نے یہ کلمات سنتے ہی فتاویٰ رضویہ کی وہ جلد پیش کر دی۔ آپ بہت خوش ہوئے اور دعائیں دیں۔ تقریباً دو ماہ بعد اس کی جلد بنوا کر واپس کر دی۔ اللہ اکبر! یہ تھا ان حضرات کا ذوق و شوق اور امانت داری کہ غیر مجلد کتاب لے گئے اور جلد بنوا کر واپس کر دی..... آج کل یہ امانت داری کہاں! کچھ عرصہ نہ گزرا تھا کہ اخبار میں یہ خبر پڑھی حضرت مفتی صاحب اپنی کار تلاش علم میں جا رہے ایک حادثہ میں شہید ہو گئے۔ خبر پڑھتے ہی حضرت مفتی صاحب کے وہ الفاظ یاد آ گئے..... ”جب میں مرجاؤں گا“؟ واقعی اگر پہلی ملاقات میں فقیر فتاویٰ رضویہ نہ دیتا تو پھر کبھی نہ دے پاتا۔ حیف! (۵۳)

نام و شخصیات کی آراء: حضرت مفتی صاحب کے ذوق علم کے بارے میں ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی کے صدر محترم جناب سید ریاست علی قادری فرماتے تھے کہ بریلی شریف سے ان کے پاس امام احمد رضا بریلوی کے بہت سے قلمی نوادرات آئے تھے جس میں تصانیف، شروح اور حواشی سب ہی تھے۔ حضرت مفتی صاحب کو

جب اس علمی ذخیرہ کا علم ہوا تو ملیر سے نارٹھ کراچی زیارت کے لئے خود تشریف لائے حالانکہ فاصلہ بارہ میل سے کم نہ ہوگا..... پھر برابر آتے رہے، مخطوطات لے جاتے انکے عکس تیار کراتے یہاں تک کہ سارے مخطوطات کی عکسی کاپیاں بنوا کر اپنے کتب خانے میں محفوظ کر لیں۔ ان کے کتب خانے کے متعلق جسٹس مفتی سید شجاعت علی قادری لکھتے ہیں۔ اندرون سندھ کے اکثر مخطوطات کی نقول مفتی صاحب کے کتب خانے میں موجود ہیں اور میری خوش قسمتی ہے کہ ان سے مجھے استفادہ کا اتنا موقع مل گیا۔ (۵۴) اس میں شک نہیں مفتی صاحب اپنے عہد کے جلیل القدر عالم اور مفتی تھے ان کے بارے میں علماء و مشائخ نے اظہار خیال فرمایا ہے حرف بحرف صحیح ہے۔ سلسلہ قادریہ کے شیخ طریقت حضرت شاہ تراب الحق قادری مدظلہ العالی فرماتے ہیں۔ یقیناً وہ سیرت و کردار کے غازی اور شریعت و طریقت کے جامع اور علوم ظاہری و باطنی کے حامل تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو علم لدنی کی دولت سے سرفراز فرمایا تھا۔ (۵۵) سابق مرکزی وزیر حکومت پاکستان جناب حاجی محمد حنیف طیب زید مجدہ لکھتے ہیں: حضرت قبلہ مفتی اعظم، فقیہ اہل سنت، علامہ مولانا مفتی محمد عبداللہ نعیمیؒ سنیت کے عظیم سرمایہ تھے۔ وہ عالم باعمل، شریعت و طریقت کے جامع تھے۔ میں زمانہ طالب علمی میں بارہا آپ کی خدمت میں حصول فیضان کے لئے حاضر ہوتا رہا۔ (۵۶) اس میں شک نہیں دور حاضر میں مفتی صاحب سلف صالحین کی یادگار تھے۔ مولانا جمیل احمد نعیمی زید عنایتیہ (ناظم تعلیمات دارالعلوم نعیمہ کراچی) فرماتے ہیں: مفتی محمد عبداللہ نعیمی نقشبندی علیہ الرحمۃ کو دیکھ کر بلا مبالغہ قرون اولیٰ کے پاکیزہ سیرت حضرات کی یاد تازہ ہو جایا کرتی تھی۔ (۵۷) سندھ کے مشہور عالم و عرف حضرت مخدومی پیر محمد ابراہیم جان مجددی سرہندی مدظلہ العالی جن کے پایہ کا عالم اور ولی اس وقت سندھ میں نظر نہیں آتا، حضرت مفتی صاحب کے متعلق ایک سندھی قطعہ تاریخ وفات میں فرماتے ہیں۔ (۵۸) اور امیر ورلڈ اسلامک مشن کراچی مولانا سید محمد حسن قادری تحریر فرماتے ہیں۔ فقیہ اعظم سندھ حضرت مفتی محمد عبداللہ نعیمی نور اللہ مرقدہ اسلاف کی زندہ نشانی تھے، ان کو دیکھ اپنے اسلاف کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔ (۵۹) اس میں شک نہیں کہ حضرت علامہ مفتی محمد عبداللہ نعیمیؒ نقشبندی مجددی، قادری قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز عالم اسلام کے مایہ ناز عالم اور ولی کامل تھے۔ ان کی مبارک زندگی اس شعر کی آئینہ دار تھی۔

از خیال خویشتن بنجولیش شو، بیگانہ باش از خیال حضرت جانانہ شو، جانانہ باش (۶۰)

تاثرات علماء اہلسنت: قائد اہل سنت علامہ مولانا شاہ احمد نورانی صدیقیؒ آپؒ صدر جمعیت علماء پاکستان و صدر متحدہ مجلس عمل تاحیات رہے۔ چند ماہ قبل آپؒ کا وصال ہوا لکھتے ہیں۔ حضرت والا مرتبت مفتی اعظم سندھ مولانا مفتی محمد عبداللہ نعیمی شہید اہلسنت کے مایہ ناز مفتی علم و عمل کا سراپا مجسمہ تھے۔ مسائل فقہیہ پر تحقیق نظر تھی اور انتہائی دقیق مسائل پر اپنی تجسّد علمی کے سبب اہم نکات بیان فرماتے تھے۔ سلف صالح کے صحیح جانشین تھے۔ وہ خیر سلف تھے۔ مولانا تعالیٰ حضرت کے جانشین حضرت صاحبزادہ مفتی محمد جان نعیمی صاحب زید مجدہم کو جزاء خیر عطا فرمائے کہ حضرت مفتی صاحبؒ کے علمی ورثہ کو افادہ خواص و عوام کے لئے شائع فرما رہے ہیں جزا اہم اللہ خیر الجزاء یہ فقیر حضرت مفتی صاحبؒ سے خصوصی روحانی و علمی تعلق رکھتا ہے۔ مولانا تعالیٰ مفتی صاحب رحمہ اللہ علیہ کے فیوض علمی و روحانی کو جاری و ساری رکھے آمین اسی قسم کے تاثرات کچھ دوسرے علماء و مشائخ نے تحریر فرمائے ہیں جن کی تفصیل لکھنے کے بجائے ان کے نام پر ہی اکتفا کیا جائے گا۔ حضرت علامہ مفتی سید شجاعت علی قادری مہتمم و شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی، حضرت علامہ مفتی عبدالقیوم ہزاروی، ناظم اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور و ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس پاکستان، علامہ غلام رسول سعیدی شیخ الحدیث، دارالعلوم نعیمیہ کراچی فیڈرل بی ایریا کراچی، شیخ الحدیث و التفسیر، ابوصالح محمد فیض احمد اویسی بہاولپور، حضرت علامہ مولانا مفتی جمیل احمد نعیمی ناظم تعلیمات دارالعلوم نعیمیہ فیڈرل بی ایریا کراچی، ابوالفضل مفتی محمد عبدالرحمن ٹھٹھوی شیخ الحدیث دارالعلوم عثمانیہ ٹھٹھہ۔ (۶۱)

مفتی محمد عبدالنعیمیؒ نے ۱۹۴۰ء میں صاحب داد گوٹھ ملیر پندرہ کراچی میں دینی خدمت کا جو پودہ لگایا تھا (دارالعلوم مجددیہ نعیمیہ) ۳۰ جولائی ۱۹۸۲ء تک اس نے ایک تناور درخت اور بار آور درخت کی شکل اختیار کر لی اور اس میں پھل بھی آنے لگ گئے۔ جس باغ کی مفتی صاحب نے ۲۲ برس تک خدمت کی آج وہ جگہ جگہ سایہ دینے لگا اور اپنے فیضان سے ایک عالم کو مستفیض کرنے لگا۔ آپؒ کے وصال کے بعد یہ درخت جس کی بنیاد مفتی صاحب نے رکھی تھی نہ مرجھایا اور نہ بے سایہ رہا۔ اللہ تعالیٰ نے خلوص اور سچائی کے ساتھ داغ بیل رکھنے والے اس درخت کو دن بدن عروج بخشا اور مفتی صاحب کے صاحبزادوں مولانا غلام محمد نعیمیؒ اور مفتی محمد جان نعیمی صاحب نے دارالعلوم مجددیہ نعیمیہ کو اور ترقی دی اور اس دارالعلوم کے ذریعے سے اپنے دین متین اور مسلک حقہ اہلسنت والجماعت کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ چونکہ مولانا غلام محمد نعیمیؒ کی شہادت کے بعد اب مفتی محمد جان نعیمیؒ کا

ساتھ ان کے چھوٹے بھائی مولانا نذیر احمد جان نعیمی دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ (۶۲)

بیاض نعیمی: فقیہ اہلسنت حضرت مفتی صاحب مرحوم کی دیرینہ خواہش تھی کہ ان کے تحقیقی فتاوے کسی طرح منظر عام پر آجائیں تاکہ طالبان علوم دینیہ اور عوام اہل سنت اس سے مستفید ہوں۔ آپ اکثر طلباء کو کبھی وصیت فرمایا کرتے؛ تھے کہ میرے لکھے ہوئے فتاوے مقالے، کسی طرح محفوظ کر لو اور میری مختصر زندگی کو بہتر جانو اور مجھ سے دینی، مذہبی استفادہ حاصل کرو چنانچہ آپ نے آخر زمانہ میں اپنے تحریر کردہ گرانقدر علمی انمول فتاوے (بیاض نعیمی) کے نام سے جمع کرنا شروع کر دیئے تھے۔ لیکن پھر بھی مکمل مواد حاصل نہ ہو سکا۔ لیکن مفتی صاحب کی دیرینہ خواہش کی تکمیل کے لئے ان کے جواں عمر صاحبزادے جانشین اول مولانا غلام محمد نعیمی مہتمم دارالعلوم ہذا نے مدرسہ کی تمام ذمہ داریوں کو سنبھالنے کے باوجود والد صاحب مرحوم کے قلمی نسخوں کو جمع کر کے بیاض نعیمی (جلد اول) کے نام سے قارئین کی نذر کی ہے جس سے طلباء استفادہ حاصل کر رہے ہیں۔ (۶۳)

خلق و تصوف: سیرت کی باطنی خصوصیت کا نام خلق ہے۔ صوفیائے کرام کا وجود خلق و مروت کا مرقع رہا ہے اور وہ اس لئے کہ ان کی سیرتیں آنحضرت ﷺ کے اسوہ حسنہ کے سانچے میں ڈھلی تھیں ہر گھڑی ان کی کوشش یہی رہتی تھی کہ ان کے قول و فعل سے کوئی ایسی چیز ظہور میں نہ آئے جس پر دنیا کو انگشت نمائی اور حرف گیری کا موقع ملے۔

قدیم دور کے صوفیائے خلق کے بارے میں تعبیرات کی ہیں ان سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ وہ کس درجہ خلیق ہے۔ شیخ ابوالحسن فرماتے ہیں کہ تصوف رسوم اور علوم کا نام نہیں ہے بلکہ اخلاق کا نام ہے۔ شیخ محمد بن قصاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد یہ ہے کہ اخلاق کریمہ کا نام تصوف ہے جو بہتر زمانہ میں بہتر شخص سے بہتر قوم کے ساتھ ظاہر ہوتے ہیں۔ حضرت محمد بن علی بن حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابی طالب سے منقول ہے۔ تصوف خوش خلقی کا نام ہے یعنی جو شخص خلق میں بڑا ہے وہ تصوف میں بھی بلند پایہ ہے۔ حضرت خواجہ مرعش کا ارشاد ہے۔ تصوف خلق کریم کا نام ہے (یعنی ایسی اچھی عادتوں اور پسندیدہ خصلتوں کا کسی ایک شخص میں جمع ہونا جو دوسروں کا دل موہ لیتی ہیں)۔ حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی فرمایا کرتے تھے۔ تصوف راہ صدق اور اخلاق حسنہ کا نام ہے (یعنی سچائی بھی ہو اور ستھری خصلتیں بھی)۔ بقول پروفیسر ڈاکٹر جلال الدین احمد نوری (کراچی یونیورسٹی) مفتی محمد عبداللہ نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کا تصوف فلسفیانہ نہیں بلکہ مومنانہ تھا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ہر قول و فعل قرآن و حدیث

اور سنت رسول ﷺ کے عین مطابق تھا۔

صوفیائے کرام کی سیرتیں: صوفیائے کرام کی سیرتوں کے بارے میں تذکرۃ الاولیاء حضرت خواجہ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

۱۔ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس پر فقر و تصوف کے رموز و اسرار منکشف ہوں اسے چاہئے کہ مشائخ کے ملفوظات وارشادات کا بغور مطالعہ کرے ہر چیز عیاں ہو جائے گی۔

۲۔ اولیاء و صوفیاء مدارج کے اعتبار سے مختلف ہیں۔ بعض اہل معرفت ہوتے ہیں تو بعض اہل معاملہ، بعض اہل محبت ہوتے ہیں تو بعض اہل توحید بعض کے اندر یہ جملہ خصوصیات ہوتی ہیں بعض میں کچھ خصوصیات ہوتی ہیں اور کچھ نہیں ہوتیں۔

۳۔ حضرت جنید بغدادی سے لوگوں نے پوچھا کہ صوفیائے کرام کی حکایات و روایات سے مریدوں کو کیا نفع حاصل ہو سکتا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ اولیائے کرام کے تذکرے کی مثال لشکر کی سی ہے لشکر سے جو مقصد حاصل ہوتا ہے وہی مقصد تذکرہ سے حاصل ہو سکتا ہے۔ کسی کے حوصلے اگر پست ہوں تو بلند ہو سکتے ہیں۔

۴۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب نیکیوں کا ذکر ہوتا ہے تو رحمت باری تعالیٰ کا نزول ہوتا ہے۔

۵۔ پریشانی اور فرسودہ روزگاری کے عالم میں صوفیائے کرام کی ارواح مقدس کے تصرفات سے سکون و قرار کی ابدی دولت میسر آتی ہے۔

۶۔ قرآن و حدیث کے بعد انہی صوفیائے کرام کے اقوال کچھ وزن رکھتے ہیں۔ دراصل ان کی باتیں بھی خدا اور رسول ﷺ کی باتیں ہوتی ہیں۔

۷۔ قرآن و حدیث کی زبان سمجھنے کے لئے عالم کا ہونا ضروری ہے لیکن ان صوفیائے کرام کی باتیں جو قرآن و حدیث کی شرحیں ہوتی ہیں ایسی زبان میں ہوتی ہیں جسے عوام سمجھ سکیں۔

ایسے ہی مفتی محمد عبداللہ نعیمی رحمۃ اللہ علیہ تھے جو عالم فاضل اور اولیائے اللہ بھی تھے۔ آپ کا شمار بھی اس

صدی کے نامور صوفیائے کرام میں ہوتا ہے۔ (۶۴)

ارباب تصوف: مسلمانوں کے عروج و زوال اور اسلام کی تبلیغ و اشاعت کی ساری داستان تاریخ تصوف سے مرتب کی جاسکتی ہے۔ ارباب تصوف نے نہ تو شمشیر و سناں استعمال کی اور نہ ننگی تلواریں لے کر نارتاری پر سوار منگولوں کی طرح ملکوں کو تباہ کرتے پھرے ان کا طریقہ سب سے الگ تھا۔ وہ محبت، انسانیت، مساوات، رواداری، حسن اخلاق اور وسیع النظری سے لوگوں کے دلوں میں محبت اور سچائی کے جذبات پیدا کر کے ان کی زندگیوں کی کایا کلپ کر دیتے تھے۔ ہر سچا انقلاب پہلے انسان کے دل و دماغ میں پیدا ہوتا ہے۔ بعد میں وہ خارجی روپ میں ظاہر ہوتا ہے۔ تصوف کی تاریخ انسان کے دل و دماغ کے انقلاب کی تاریخ ہے تصوف تلاش حقیقت کے عمل کا نام ہے۔ علم باطن تصوف کی بنیاد ہے اور عشق و محبت اس کا اصل مقام علم اور عمل عرفان ذات اور خود اگائی کے ذریعہ حقیقت تک پہنچنا تصوف کی معراج ہے۔ ابتدا میں تصوف پر خالص شریعت کا غلبہ تھا لیکن جیسے جیسے اسلام ملکوں میں پھیلتا گیا ویسے ویسے مختلف اثرات طریقت میں شامل ہوتے گئے اور انہی اثرات نے نئے نئے تصورات کی شکل اختیار کر کے مختلف سلسلوں کی بنیاد ڈالی کوئی نقشبندیہ کہلایا کوئی قادریہ اور چشتیہ کہلایا۔ تصوف نے ایک تحریک کی شکل اختیار کر کے انسانی قلوب پر حکمرانی کر کے بڑے بڑے سلاطین کو اپنے آستانے پر جھکنے پر مجبور کیا۔ ارباب تصوف کا یہ کمال رہا ہے کہ انہوں نے عرفان ذات اور داخلیت پر زور دینے کے باوجود کبھی تصوف کو نہ تو منفی رجحانات کا حامل بنے دیا اور نہ کبھی فراریت اور ترک دنیا کی طرف مائل کیا (۶۵)

کرامات:

(۱) آپ کے شاگرد مولانا محمد رمضان خطیب ملیر کینٹ فرماتے ہیں کہ میں ایم اے سال اول کی تیاری میں مصروف تھا کہ ۹ شوال وصال سے ایک روز قبل میری طبیعت اداس اور اضطرابی کیفیت پائی جا رہی تھی۔ میں دن بھر بے چین رہا آخر روحانی سکون کے حصول کے لئے قبلہ استاد کی خدمت میں حاضر ہوا پوری رات دارالعلوم میں مطالعہ کرتا رہا شاید یہ آخری ملاقات تھی۔ شہادت کے دن صبح بعد نماز فجر مجھے بلایا اور حدیث کی مشہور کتاب سنن ابن ماجہ شریف کے باب الاصل و الاجل کی ایک حدیث پڑھائی جس کا مفہوم یہ تھا کہ انسان کی امیدیں زندگی سے کہیں زیادہ بڑی ہوتی ہیں حتیٰ کہ زندگی ختم ہو جاتی ہے اور امیدیں باقی رہتی ہیں۔ یہ حدیث مسلسل تین مرتبہ پڑھائی اور بار بار فرمایا کہ سمجھ نہ آئی ہو تو سمجھا دوں۔ میں نے عرض کی کہ سمجھ آگئی ہے۔ لیکن مجھے معلوم نہیں تھا کہ یہ ان کی

شہادت کی طرف اشارے تھے۔ پھر فرمانے لگے کہ آپ پاک فوج کے امام ہیں لہذا ہتھیار چلانا ضرور سیکھیں کاش میں فوج میں ہوتا تو بہت کچھ سیکھتا اور آخر شہادت کی زندگی پاتا مجھے شہادت کا بہت شوق ہے۔ اللہ کرے مجھے شہادت کی موت نصیب ہو۔ چنانچہ چند گھنٹوں بعد سہون شریف جاتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے شوق شہادت کو پورا فرمادیا۔

(۲) آپ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد مولانا ولی اللہ نعیمی فرماتے ہیں کہ میں نیو کراچی میں امامت و خطابت کر رہا تھا معاشی حالات کی تنگی حالات زمانہ سے دل برداشتہ تھا۔ اسی حالت میں ایک رات پوری عبادت میں سجدہ ریز گزاری اور رب کعبہ کے حضور گریہ و زاری کرتا رہا صبح ہونے پر دارالعلوم میں قبلہ استاد صاحب کی خدمت میں ملاقات کے لئے حاضر ہوا دست بوسی اور قدم بوسی کر کے بیٹھا ہی تھا۔ مسکراتے ہوئے فرمایا۔ ولی اللہ صاحب بندہ ایک رات کی عبادت سے ولی نہیں ہو جاتا ہے۔ مولانا ولی اللہ کہتے ہیں مجھے استاد صاحب کی اس کرامت پر حیرت ہوئی کہ ان کو میری عبادت کا علم کس طرح ہوا (۶۶)

شجرہ طریقت نقشبندیہ: سلسلہ نقشبندیہ بھی دوسرے متعدد صوفیانہ خانوادوں کی طرح حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شروع ہوتا ہے۔ حضرت مفتی محمد عبد اللہ نعیمی تک شجرہ طریقت نقشبندیہ اس طرح سے ہے۔ الحاج عبد اللہ سولنگی، حضرت فقیر محمد دلہڑائی، غلام احمد ملکانی نقشبندی علی محمد کالیاری نقشبندی، حضرت محمد مظہر مدنی، حضرت شاہ احمد سعید شاہ، حضرت ابوسعید احمدی، غلام علی احمدی، حضرت مرزا مظہر جان جاناں، سید نور محمد بدایونی، حضرت خواجہ محمد معصوم، حضرت مجدد الف ثانی (خواجہ احمد فاروقی سرہندی)، حضرت باقی باللہ، خواجہ امکنگی، خواجہ درویش محمد، حضرت محمد زائد، حضرت عبید اللہ احراری، حضرت یعقوب چرخئی، حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار، حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند، حضرت خواجہ سید امیر کلال، حضرت خواجہ بابا سماسی، حضرت خواجہ عزیزان رامیتنی، حضرت خواجہ محمود فغنوی، حضرت خواجہ محمد عارف ریوگری، حضرت خواجہ عبد الخالق غجدانی، حضرت ابو یوسف ہمدانی، حضرت خواجہ ابوعلی فارمدی، حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی، حضرت خواجہ بایزید بسطامی، حضرت امام جعفر صادق، حضرت امام قاسم بن محمد بن ابوبکر، حضرت سلمان فارسی، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت محمد ﷺ۔

مفتی محمد عبد اللہ نعیمی رحمۃ اللہ علیہ: میں نے بنفس نفیس آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر حاضری دی اور دعا

مانگی۔ آپ کا مزار دارالعلوم مجددیہ نعیمیہ کے احاطے میں محمدی مسجد کے شمال کی جانب زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ آپ کی مرقد کے علاوہ آپ کے بڑے صاحبزادے مولانا غلام محمد جان نعیمی شہید کی آخری آرام گاہ ہے جو آپ کی مرقد کی دائیں جانب ہے۔ دارالعلوم مجددیہ نعیمیہ ایک عظیم دینی درس گاہ ہے جس سے ہر سال سینکڑوں کی تعداد میں طلباء و طالبات حافظ، عالم فاضل بن کر نکلتے ہیں اور ملک کی دیگر مساجد اور دینی درس گاہوں میں دینی و علمی خدمات سرانجام دیتے ہیں۔ میں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین مفتی محمد جان نعیمی اور آپ کے خلیفہ قاضی شاگرد حضرت مولانا مفتی محمد احمد نعیمی جو کہ مدرسہ دارالعلوم انوار مجددیہ نعیمیہ محلہ غریب آباد ملیر تو سیع کراچی کے مہتمم شیخ الحدیث ہیں سے ملاقات ہوئی آپ دونوں صوفیہ نے مجھے درج ذیل معلومات دیں، مفتی محمد عبداللہ نعیمی عالم، فاضل اور عابد زاہد بزرگ تھے ہزاروں لاکھوں طلبہ کو علم سے بہرہ ور کیا۔ دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ شاگردوں کو تقویٰ اور اچھے کاموں کا حکم دیتے تھے۔ آپ حضرت الحاج عبداللہ سولنگی نقشبندی مجددی کے مرید خاص تھے حضرت عبداللہ سولنگی اپنے وقت کے ولی اللہ اور عارف باللہ تھے آپ کا وصال مبارک گوٹھ بڑا ضلع دادو میں ہوا اور آپ کا مزار مبارک بھی گوٹھ بڑا ضلع دادو میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

دینی مدارس اور مساجد: آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دینی مدارس اور مساجد قائم کئے یا ان کی سرپرستی کرتے رہے ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

- ۱۔ مدرسہ دارالعلوم انوار مجددیہ نعیمیہ محلہ غریب آباد ملیر تو سیع کراچی، ۲۔ دارالعلوم فیض مجددیہ نعیمیہ جاتی ضلع ٹھٹھہ، ۳۔ دارالعلوم فیض مجددیہ نعیمیہ گولارچی ضلع بدین، ۴۔ دارالعلوم فیض مجددیہ نعیمیہ ابراہیم حیدری کراچی، ۵۔ دارالعلوم فیض مجددیہ نعیمیہ لٹ بستی (حیدری) کراچی، ۶۔ دارالعلوم فیض مجددیہ نعیمیہ گوٹھ بوہار ضلع ٹھٹھہ، ۷۔ دارالعلوم فیض مجددیہ نعیمیہ گارو ضلع ٹھٹھہ، دارالعلوم فیض مجددیہ نعیمیہ اشرفیہ درگاہ ویہڑ شریف بھان سعیدہ آباد ضلع دادو، ۹۔ دارالعلوم فیض مجددیہ نعیمیہ بھینس کالونی کراچی، ۱۰۔ مدرس حنفیہ العباد بھینس کالونی کراچی، ۱۱۔ مدرسہ غوثیہ نعیمیہ لسبیلہ بلوچستان، ۱۲۔ مدرسہ غوثیہ نعیمیہ وندر حب بلوچستان، ۱۳۔ مدرسہ غوثیہ نعیمیہ سید باران (ایران)، ۱۴۔ مدرسہ غوثیہ نعیمیہ چابارا ایران، ۱۵۔ مدرسہ غوثیہ نعیمیہ نیرولی (کینیا)، ۱۶۔ مدرسہ غوثیہ نعیمیہ ایسٹ افریقا، ۱۷۔ مدرسہ غوثیہ نعیمیہ ڈین ہیگ (ہالینڈ) وغیرہ وغیرہ، ۱۸۔ مدرسہ احسن احسن العلوم نعیمیہ فقیر محمد گوٹھ سپر

ہائی دے کراچی۔ (۶۷)

مفتی اعظم سندھ اکیڈمی کی تصانیف: آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف جو آپ کے صاحبزادے و جانشین قبلہ حضرت مفتی محمد جان نعیمی قدس سرہ نے مفتی اعظم سندھ اکیڈمی سے شائع کیں ان میں سے اہم تصانیف مندرجہ ذیل ہیں: ۱۔ فتاویٰ مجددیہ نعیمیہ (اردو) مفتی محمد عبداللہ نعیمی، ۲۔ بیاض نعیمی (اردو) مفتی محمد عبداللہ نعیمی، ۳۔ تحفۃ الاخوان فی الصلوٰۃ والسلام قبل الاذان (اردو) مفتی محمد عبداللہ نعیمی، ۴۔ تفسیر ما اہل بہ لغير اللہ (اردو) مفتی محمد عبداللہ نعیمی، ۵۔ تعویذ گنڈا جائز ہے (اردو)، ۶۔ دعا میں ان اللہ و ملائکہ یصلون علی النبی و درود پڑھنا (اردو) مفتی محمد عبداللہ نعیمی، ۷۔ اذان سے پہلے صلوٰۃ والسلام کی شرعی حیثیت (اردو) مفتی محمد عبداللہ نعیمی، ۸۔ پیغام حق (فارسی) مفتی محمد عبداللہ نعیمی، ۹۔ الصافیہ شرح الکافیہ (عربی) شاہ آغا عبداللہ جان سرہندی، ۱۰۔ خطبات ہاشمیہ (عربی) مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی، مرتب مفتی محمد جان نعیمی، ۱۱۔ تحفۃ القاری مجمع المقاری (عربی) مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی، مرتب مفتی محمد جان نعیمی، ۱۲۔ الوصیۃ الهاشمیۃ (عربی) مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی، مرتب مفتی محمد جان نعیمی، ۱۳۔ حدیقۃ الصفاء (فارسی/اردو) مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی، مرتب مفتی محمد جان نعیمی، ۱۴۔ رہبر حق (سندھی) مفتی محمد جان نعیمی، ۱۵۔ گیارہویں شریف کی شرعی حیثیت (سندھی) مفتی محمد جان نعیمی، ۱۶۔ فرائض و سنن کے بعد دعا کی شرعی حیثیت (اردو) مفتی محمد جان نعیمی، ۱۷۔ واڑھی مبارک کی شرعی حیثیت (اردو) مفتی محمد جان نعیمی، ۱۸۔ سوانح حضرت مفتی اعظم سندھ (اردو) مولانا محمد اسلم نعیمی، ۱۹۔ سوانح حضرت غلام محمد نعیمی (اردو) مولانا محمد اسلم نعیمی، ۲۰۔ مامریدان (فارسی) مولانا محمد ابراہیم گڑھی یاسین، ۲۱۔ لفظہ المقبول فی آداب الرسول ﷺ (فارسی) مولانا محمد ابراہیم گڑھی یاسین، ۲۲۔ مظہر الانوار (عربی) مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی، مرتب مفتی محمد جان نعیمی، ۲۳۔ بیاض واحدی (عربی) مخدوم عبدالواحد سیوستانی، ۲۴۔ وسیلۃ الفقیر (فارسی) مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی، ۲۵۔ تفسیر فاضلین (سندھی) مفتی محمد جان نعیمی (۶۸)

اوصاف حمیدہ: سیدۃ الطائفہ سیدنا جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فقط ولی اللہ کی تعریف اس طرح کرتے ہیں کہ ولی اللہ وہ ہے جو تارک والد دنیا ہو۔ بلکہ عین سرکارِ دو عالم ﷺ کی سیرت کامل کا عالم و عامل ہو۔ اس تعریف کی روشنی میں ہر شخص اس بات کی شہادت دے گا کہ مفتی محمد عبداللہ نعیمی رحمۃ اللہ علیہ سنت نبوی ﷺ پر سختی سے عامل تھے۔

جسم پر کھدر کا کرتا ہوتا کرتہ پرواسکٹ اور سفید چادر ہوتی نیز کھدر ہی کی شلواری ہوتی تھی یہ ان کا سادہ سا لباس تھا۔ جسے وہ تمام عمر زیب تن کئے رہے۔ مفتی صاحب نہایت سادہ طبیعت، منکسر المزاج، قائم الليل، خوش خلق، ذی فہم، عاشق رسول ﷺ اور سیرت مصطفیٰ کے عملی پیکر تھے۔ ان کی ہر ہر ادا آنحضرت ﷺ کی سیرت کا مظہر تھی۔ مفتی صاحب شریعت کے مطابق تمام امور سرانجام دیتے تھے اور اپنے عقیدتمندوں کو بھی غیر شرعی کاموں سے منع فرماتے۔ آپ ہر کام سنت نبوی ﷺ کے مطابق کرتے اور اپنے طلباء کو بھی ہمیشہ عمل کی طرف رغبت دلاتے تھے۔ وہ ہر وقت با وضو رہتے۔ مختصر وقت کے لئے آرام فرماتے آپ نے ساری زندگی کسی سے چندہ نہیں مانگا بلکہ سیکڑوں طلباء کی کفالت کا فریضہ بھی سرانجام دیتے۔

غیبی امداد: آپ چونکہ عالم با عمل اور ولی اللہ ہیں اس لئے مستجاب الدعوات ہیں۔ نیز آپ کو عطاءے دست غیب بھی حاصل ہے۔ اس لئے کسی کے سامنے دامن سوال بھی دراز نہیں کئے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مولوی نور محمد اور نظر محمد سے فرمایا میرا تکیہ اٹھاؤ جب تکیہ اٹھایا تو اس کے نیچے سو روپے کے نوٹوں کی گڈی رکھی ہے۔ آپ دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا اللہ اپنے بندوں پر بڑا کریم ہے اور پھر کھانا پکانے والے طلباء کو بلا کر کھانا پکانے کے لئے رقم مرحمت فرمائی اور کہا کہ بازار جا کر سودا سبزی لے آؤ اور سب طلباء کے لئے کھانا پکاؤ۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی بینک بیلنس اور ذرائع آمدنی نہیں تھی بلکہ اللہ تعالیٰ تمام اخراجات کا بندوبست کر دیتا اس پر لوگ حیران تھے کہ مفتی صاحب یہ اخراجات کس طرح پورے کرتے ہیں۔ آپ فرمایا کرتے تھے میں ایک فقیر آدمی ہوں میرا رب غنی ہے میرا تمام حال تم پر بھی عیاں ہے۔ میں کبھی کسی دنیا دار حاکم کے آگے تو دست سوال نہیں کرتا البتہ وہ احکم الحاکمین ہے جس سے اس کے محبوب پاک کا صدقہ مانگتا ہوں۔ آپ نے اسی وقت اپنی لکڑی کی ڈیکس کھولی چند سو کے نوٹ دکھائے۔ لیکن میرا یقین کامل ہے۔ جب یہ خرچ کروں گا تو میرا کریم رب مجھے اور عطا کرے گا وہی میرے پھیلے ہوئے ہاتھوں کی لاج رکھتا ہے۔ مجھے اور میرے طلباء کو دست غیب سے روزی دیتا ہے (۶۹)

چند مشہور تلامذہ: ویسے تو مفتی صاحب کے تلامذہ ملک کے کونے کونے میں دین متین کی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ چند مشہور تلامذہ کے نام تحریر کئے جاتے ہیں۔

حضرت مولانا مفتی محمد احمد نعیمی شیخ الحدیث دارالعلوم مجددیہ نعیمیہ ملیر، حضرت مولانا شیخ نجم الدین نعیمی (بابا)

لانڈھی، حضرت مولانا اکبر حسین ہاشمی نعیمی ایم۔ اے پرنسپل اور نٹیل کالج راولپنڈی، حضرت مولانا حافظ محمد بخش نعیمی کونسلر ملیر، حضرت مولانا محمد عالم جت نعیمی خطیب جامع مسجد مدینہ ایئر پورٹ چھوٹا گیٹ کراچی، حضرت مولانا مفتی عبداللطیف نعیمی مدرسہ دارالعلوم ہذا، حضرت مولانا نور محمد نعیمی چیئرمین زکوٰۃ و عشر کمیٹی ملیر سٹی مدرس، حضرت مولانا عنایت اللہ نعیمی مہتمم دارالعلوم نعیمیہ میرپور بٹھور و سندھ، حضرت مولانا محمد اسلم نعیمی خطیب بسم اللہ مسجد شاہ فیصل کالونی نمبر ۴، حضرت مولانا آغا جان اشرفی نعیمی داد و سندھ، حضرت مولانا حافظ عبدالرزاق کیمیلپور، خطیب ملیر کینٹ، حضرت مولانا شفاعت رسول نعیمی کیمیلپور، مدرس دارالعلوم ہذا، حضرت مولانا محمد یوسف سجاد لٹھٹھ، حضرت مولانا عبدالعلیم قادری نعیمی ناظم اعلیٰ دارالعلوم قادریہ سبحانیہ ڈرگ روڈ کراچی، حضرت مولانا نور الہادی نعیمی مدرسہ دارالعلوم سبحانیہ ڈرگ کالونی کراچی، حضرت مولانا فضل ہادی نعیمی مدرس دارالعلوم قادریہ مردان، حضرت مولانا غلام یسین گوڑ دی نعیمی۔ (۷۰)

تعزیتی بیانات، پیغامات اور خبریں

وصال مبارک: مفتی محمد عبداللہ نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال پر ہمارے قومی پریس نے جو تعزیتی خبریں شہ سرخیوں کے ساتھ شائع کیں اور ان کو جو خراج عقیدت پیش کیا، ان میں سے چند اقتباسات درج ذیل ہیں۔ ورلڈ اسلامک مشن کے سربراہ علامہ شاہ احمد نورانی، مشن کے نائب چیئرمین پروفیسر شاہ فرید الحق سلسلہ قادریہ کے روحانی پیشوا، علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی، علامہ شاہ تراب الحق، دعوت اسلامی کراچی کے امیر مولانا الیاس قادری، تحریک اہل سنت کے چیئرمین محمد حنیف بلو نے اپنے ایک مشترکہ بیان میں دارالعلوم مجددیہ نعیمیہ کے مفتی عبداللہ نعیمی کے اچانک انتقال پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے اسے عالم اسلام بالخصوص مسلک اہل سنت کے لئے ایک اور ناقابل برداشت صدمہ قرار دیا اور دعا کی کہ مرحوم کو اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ درس اثنا مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالمصطفیٰ ازہری مولانا غلام دستگیر خان، مولانا منظور الحق، مولانا محمد وسایا، مولانا غلام عباس قادری، الحاج شمیم الدین، مولانا محمد یوسف نعیمی، شاہ تراب الحق، صوفی خادم حسین، حافظ شیر خان نیازی، ملک احمد خان، مولانا محمد رمضان، حاجی محمد حنیف طیب، مفتی محمد رفیق رطنی، مفتی غلام قادر کشمیری، مولانا کریم داد ساقی، مولانا محمد اصغر ورس، محمد صدیق رائٹھور، حافظ محمد فاروق بیگ،

قاری محمد امین، قاری محمد نواز، مولانا محمد الیاس قادری، مولانا جمیل احمد نعیمی، مولانا محمد اقبال نعیمی، مفتی شجاعت علی قادری، مولانا محمد حسن حقانی، مفتی وقار الدین، الحاج خان محمد پراچہ، مولانا عبد المجید اشرفی، قاری محمد یونس، مولانا غلام نبی، مولانا غلام محمد سیالوی، مولانا اکرام حسین سیالوی، مولانا سید منظور حسین ہمدانی اور دیگر علماء نے مفتی محمد عبداللہ نعیمی کے انتقال اہل سنت والجماعت کے لئے ناقابل تلافی المیہ قرار دیا (۷۱)

مفتی محمد عبداللہ نعیمی جید عالم دین بلند پایہ صوفی اور سچے عاشق رسول تھے۔ تعزیتی بیانات: کراچی ۲ اگست (پ ر) ممتاز عالم دین مفتی محمد عبداللہ نعیمی کے انتقال پر مذہبی و سماجی تنظیموں کے رہنماؤں علماء و مشائخ، دینی و سیاسی تنظیموں کے رہنماؤں نے مفتی صاحب کے انتقال پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے ان کی مذہبی، دینی، ملی اور اصلاحی خدمات پر انہیں خراج عقیدت پیش کیا۔ سنی ایکشن کمیٹی کراچی کے سربراہ صاحب زاوہ سید محمد جمال الدین کاظمی، علامہ سید شاہ حسین گردیزی، مولانا محمد اعظم سعیدی، مولانا محمد شفیع الہاشمی، مولانا محمد رفیق کشمیری، جماعت اہلسنت سندھ کے صدر پیر فیروز شاہ قاسمی، ناظم اعلیٰ علی بخش چانڈیو مولانا اورنگ زیب ہزاروی، دارالعلوم فیض مدینہ بلدیہ ٹاؤن اور جامع مسجد مدینہ ٹرسٹ کے زیر اہتمام تعزیتی اجلاس ہوئے مفتی نعیمی مرحوم کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا۔ ڈاکٹر ایس اے قادری، راجہ محمد رب نواز اور دیگر مقررین نے خطاب کرتے ہوئے مفتی نعیمی کی دینی و ملی خدمات کو سراہا۔ انجمن چشتیہ کراچی کے صدر شوکت حسین اور دیگر مقررین نے کہا مفتی صاحب جید عالم دین، بلند پایہ صوفی بزرگ اور سچے عاشق رسول ﷺ تھے۔ سعیدہ آباد بلدیہ ٹاؤن کی زکوٰۃ و عشر کمیٹیوں کے عہدیداروں، مولانا محمد سرفراز اور صوفی محمد خان نے کہا ہے کہ مفتی محمد عبداللہ نعیمی معتبر عالم دین، پرہیزگار اور پیر طریقت تھے اور ساری زندگی پیغام حق پھیلانے میں صرف کردی۔ مرکزی انجمن محبان اولیاء کے جنرل سیکریٹری قاری حافظ علی قادری، مولانا خان محمد نظامی، مولانا اسلام الدین دہلوی و دیگر نے مفتی محمد عبداللہ نعیمی کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا اور ان کی مغفرت کے لئے دعا کی ہے۔ (۷۲)

مرحوم کی دینی اور مذہبی خدمات ناقابل فراموش ہیں: مختلف مذہبی، ثقافتی اور طلباء تنظیموں کی جانب سے اظہار تعزیت، دارالعلوم نعیمیہ مجددیہ ملیر کالونی کے مہتمم محمد عبداللہ نعیمی کے اچانک انتقال پر شہر کی متعدد مذہبی ممتاز شخصیتوں اور سماجی تنظیموں نے گہرے رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے۔ ان کی دینی، ملی اور مذہبی خدمات کو

زبردست خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ تعزیتی بیان میں کہا گیا ہے کہ مرحوم علم و عرفان کا منبع تھے اور ان کے انتقال سے جو خلا پیدا ہو گیا ہے وہ پر نہیں ہو سکتا۔ مولانا محمد عبداللہ نعیمی کے ایصالِ ثواب کے لئے صوبائی وزیر ٹرانسپورٹ دوست محمد فیضی نے بھی مرحوم کے ایصالِ ثواب کے لئے قرآن خوانی میں شرکت فرمائی (۷۳)

۱۔ ورلڈ اسلامک مشن کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی کا خراج تحسین: روزنامہ جنگ میں صفحہ اول پر یوں خراج تحسین پیش کرتے ہیں مفتی صاحب کے علمی و تبلیغی کارناموں کو عوام اہل سنت کے لئے مشعلِ راہ قرار دیا۔ علامہ مولانا شاہ احمد نورانیؒ نے ڈرگ روڈ نمبر ۵ میں انجمنِ فدا یانِ مصطفیٰ کی جانب سے تعزیتی جلسہ سے خطاب کر رہے تھے اس جلسہ سے پروفیسر شاہ فرید الحق، مولانا عبدالسبحان قادری، صوفی ایاز خان نیازی، محمد صدیق رائٹھور اور سید ارشاد علی نے بھی اپنے اپنے خطاب میں مفتی صاحب کو خراج عقیدت پیش کیا اور ان کی دینی، ملی اور تبلیغی خدمات پر روشنی ڈالی۔

۲۔ مفتی نعیمی عالم باعمل تھے: ورلڈ اسلامک مشن حلقہ گل بہار کے زیر منعقدہ جلسہ سے مولانا قاری محمد نثار الحق نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مفتی محمد عبداللہ نعیمی ولی کامل اور عالم باعمل تھے ان کا تقویٰ اور سادگی تبلیغ دین میں جدوجہد علماء کے لئے مشعلِ راہ ہے۔

۳۔ مفتی محمد عبداللہ نعیمی کار کے حادثے میں جاں بحق: کراچی ۳۱ جولائی ۱۹۸۲ء کو دارالعلوم مجددیہ نعیمیہ کے بانی و مہتمم محمد عبداللہ نعیمی سہون شریف جاتے ہوئے کار کا ٹائر پھٹنے کے حادثے میں جاں بحق ہو گئے۔ مفتی صاحب کا جسدِ خاکی کراچی لایا گیا۔ ملیر میں علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی نماز جنازہ میں مولانا محمد شفیع اوکاڑوی، مفتی ظفر عثمانی، مفتی وقار الدین قادری، مفتی شجاعت علی قادری کے علاوہ علماء مشائخ کرام اور سیاست دان سب ہی نے شرکت کی۔ مرحوم کی وفات سے علماء و مشائخ کی صف میں جو خلا پیدا ہوا ہے اس کا پر ہونا مشکل ہے۔ مرحوم عالم باعمل اور صوفی باصفا تھے۔

۴۔ آہ۔ علامہ المفتی محمد عبداللہ نعیمی: تحریر پروفیسر ڈاکٹر جلال الدین احمد نوری شعبہ علوم اسلامیہ کراچی یونیورسٹی۔ ۳۱ جولائی ۱۹۸۲ء کو کراچی میں اہل سنت و الجماعت کی ایک معروف دینی درسگاہ دارالعلوم مجددیہ نعیمیہ کے بانی و مہتمم حضرت علامہ المفتی الحاج محمد عبداللہ نعیمی سہون شریف جاتے ہوئے کار کا ایک ٹائر پھٹنے کے حادثے

میں جاں بحق ہو گئے۔ مفتی صاحب کی رحلت پاکستان کے مسلمانوں کے لئے ایک انتہائی غم انگیز سانحہ اور ملک و ملت کا ایک ناقابل تلافی نقصان ہے۔ جسے پاکستان کے عوام، علماء، سیاسی رہنما، طلباء اور مرحوم کے ارادت مندوں نے یکساں طور پر بڑی شدت سے محسوس کیا، مذہب اسلام، پاکستان اور ملت مسلمہ کے لئے انہوں نے جو خدمات انجام دیں وہ بھلائی نہیں جاسکتیں۔ انہوں نے تحریک پاکستان میں ٹھٹھہ کے علاقے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور قیام پاکستان کے بعد بھی اسے اصل راستے؛ اور منزل کی طرف گامزن رکھنے کے لئے مسلسل جدوجہد کرتے رہے۔ علامہ نعیمی ایک ممتاز محدث، مفتی، استاد و محقق اور ہمدرد و شفیق مذہبی رہنما ہونے کے ساتھ ساتھ تحریک پاکستان کے ایک پر جوش سرفروش سپاہی بھی تھے۔ مفتی صاحب بڑے فعال اور جامع اوصاف تھے۔ راقم الحروف بلا خوف تردید عرض کرتا ہے کہ مرحوم عالم باعمل اور صوفی باصفا تھے۔ تصوف فلسفیانہ پر یقین نہیں رکھتے تھے بلکہ انہوں نے شب و روز تصوف مومنانہ کے لئے کام کیا۔ ان کا ہر قول و فعل کتاب و سنت کے مطابق تھا۔ مفتی صاحب کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ کسی کی تائید و حمایت کرنے کے بعد اس پر کبھی حرف گیری نہیں کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ ان کا آخر دم تک جمعیت علماء پاکستان کے سربراہ علامہ شاہ احمد نورانی کی قیادت پر مکمل اعتماد اور یقین رہا۔ اپنی نجی محفلوں اور جلسہ عام میں بھی اس کا برملا اظہار کیا کرتے تھے۔ مفتی صاحب کے کثیر تعداد میں تلامذہ سندھ، بلوچستان، پنجاب اور ملک کے دیگر علاقوں میں تبلیغ اسلام کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ نہایت تحقیقی، تدقیقی اور مسائل کے لئے مکمل تسکین اور اطمینان قلبی کا باعث ہوتا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی میں کئی بار عمرہ اور حج ادا کئے جن حضرات نے آپ کا آخری دیدار کیا ان کا کہنا ہے کہ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ مفتی صاحب آرام فرما رہے ہیں ان کے چہرے پر مسرت و شادمانی کے آثار نمایاں تھے۔ اور راقم الحروف کی زبان پر یہ شعر تھا۔

موافق ہے عجب تیرے خمستاں کی ہو اساتی..... کہ آتا غمزہ ہوں اور جاتا شادماں ہوں میں (۷۴)

حوالہ جات

- ۱۔ اعجاز الحق قدوسی ”تاریخ سندھ“ لاہور، مرکزی اردو بورڈ، ۱۹۷۴ء جلد ۱۔ ۲
- ۲۔ عبدالرسول قادری، ڈاکٹر ”مخدوم ہاشم ٹھٹھوی کی سوانح حیات“ کراچی مفتی اعظم سندھ اکیڈمی ۲۰۰۲ء، ص ۵۱۰-۵۱۱
- ۳۔ اعجاز الحق قدوسی ”تذکرہ صوفیائے سندھ“ کراچی اردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۷۵ء، ص ۱-۸
- ۴۔ ایضاً ص ۲۳-۱
- ۵۔ عبدالمجید سندھی ڈاکٹر میمن ”پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں“ لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۰ء، ص ۵۲۱
- ۶۔ محمد مسعود احمد پروفیسر ڈاکٹر ”حیات نعیمی“ مطبوعہ کراچی، مہتاب پرنٹنگ ۱۴۱۱ھ، ص ۱۳
- ۷۔ محمد اقبال حسین نعیمی قاضی ”تذکرہ اولیاء سندھ“ کراچی، شارق پبلیکیشنز، ۱۹۸۷ء، ص ۱۶۴
- ۸۔ محمد مسعود احمد پروفیسر ڈاکٹر ”حیات نعیمی“ محولہ بالا، ص ۱۳
- ۹۔ محمد مسعود احمد پروفیسر ڈاکٹر ”حیات نعیمی“ محولہ بالا، ص ۱۴
- ۱۰۔ محمد اسلم نعیمی، مولانا ”سوانح حیات“ مفتی اعظم سندھ مطبوعہ کراچی، مہتاب پرنٹنگ، ۱۹۸۲ء، ص ۷۳
- ۱۱۔ ایضاً ص ۷۰-۷۱
- ۱۲۔ ایضاً ص ۲۱
- ۱۳۔ ایضاً ص ۱۹-۲۱
- ۱۴۔ ایضاً ص ۵۲-۵۳
- ۱۵۔ ایضاً ص ۳۱
- ۱۶۔ محمد اقبال، علامہ ”بال جبریل“ لاہور، غلام علی پبلیشرز، ۱۹۷۵ء، ص ۵۷
- ۱۷۔ مولانا محمد صدیق ہزاروی ”تعارف علماء اہل سنت“ لاہور، مکتبہ قادریہ ۱۹۷۹ء، ص ۱۹۲
- ۱۸۔ ایضاً ص ۱۹۲
- ۱۹۔ ڈاکٹر صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر ”سندھ کے صوفیائے نقشبند“ حیدرآباد، رکن الاسلام پبلیکیشنز، ۱۹۹۷ء، ص ۵۱، ج ۲
- ۲۰۔ ایضاً ص ۵۴

- ۲۱۔ ایضاً ص ۵۵۔
- ۲۲۔ مفتی محمد جان نعیمی ”فتاویٰ مجددیہ نعیمیہ“ کراچی، مہتاب پرنٹنگ، ۱۴۱۱ء ص ۱۰۹، ج ۲۔
- ۲۳۔ القرآن ۷: ۲۰۴۔
- ۲۴۔ علامہ علاؤ الدین المتقی بن حسام الدین ”کنز العمال علی ہامش مسند امام احمد“ بیروت، ۱۹۷۵ء ص ۳۵۷، ج ۱۔
- ۲۵۔ ایضاً ص ۳۶۲۔
- ۲۶۔ ایضاً ص ۳۶۲۔
- ۲۷۔ ایضاً ص ۳۶۲۔
- ۲۸۔ القرآن ۲: ۱۱۴۔
- ۲۹۔ شیخ منصور علی ناصف ”التاج الجامع“ مصر، دار احیاء ص ۳۹، ج ۵۔
- ۳۰۔ ایضاً ص ۳۸۔
- ۳۱۔ مفتی محمد جان نعیمی ”فتاویٰ مجددیہ نعیمیہ“ محولہ بالا ص ۳۷۸۔
- ۳۲۔ القرآن ۳۳: ۵۶۔
- ۳۳۔ شیخ ولی الدین خطیب، ”مشکوٰۃ شریف“ کراچی، اصح المطابع ص ۸۶۔
- ۳۴۔ ایضاً ص ۸۶۔
- ۳۵۔ شیخ محی الدین ابی ذکریا انصاری ”ریاض الصالحین“ کراچی قدیمی کتب خانہ، ص ۵۳۰۔
- ۳۶۔ شیخ ولی الدین خطیب ”مشکوٰۃ شریف“ محولہ بالا ص ۷۶۔
- ۳۷۔ قاضی ابی الفضل عیاض ”کتاب الشفاء“ مصر، مصطفیٰ البابی الحلبي، ص ۶۱، ج ۲۔
- ۳۸۔ شیخ محی الدین نودی شافی ”نودی شرح مسلم“ دہلی، اصح المطابع، ص ۳۴۱، ج ۲۔
- ۳۹۔ شیخ حافظ عبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی ”نسائی شریف“ دہلی، مجتبائی، ص ۱۳، ج ۱۔
- ۴۰۔ شیخ ابی الحسن محمد بن عبدالہادی ”حاشیہ السندی علی ہامش نسائی“ دہلی مجتبائی، ص ۱۳، ج ۱۔
- ۴۱۔ شیخ احمد بن محمد فحطاوی، ”فحطاوی علی مراتی الفلاح“ مصر، مصطفیٰ البابی الحلبي، ص ۵۱۶۔

- ۴۲۔ شیخ اسماعیل حقّی ”تفسیر روح البیان“ مصر، مکتبہ عثمانیہ، ص ۱۶۳، ج ۵۔
- ۴۳۔ شیخ بدرالدین عینی حقّی، ”عینی شرح بخاری“ مصر، مکتبہ منیریہ، ص ۱۱۷، ج ۳۔
- ۴۴۔ ایضاً، ص ۱۱۸، ج ۳۔
- ۴۵۔ القرآن ۲۸:۱۳۔
- ۴۶۔ محمد اسلم نعیمی، مولانا ”سوانح حیات“ محولہ بالا، ص ۴۷۔
- ۴۷۔ ایضاً، ص ۵۳۔
- ۴۸۔ ایضاً، ص ۵۴۔
- ۴۹۔ ایضاً، ص ۵۵۔
- ۵۰۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر ”حیات نعیمی“ محولہ بالا، ص ۱۸-۱۹۔
- ۵۱۔ ایضاً، ص ۲۰۔
- ۵۲۔ ایضاً، ص ۲۰۔
- ۵۳۔ ایضاً، ص ۲۱۔
- ۵۴۔ محمد اسلم نعیمی، مولانا ”سوانح حیات“ محولہ بالا، ص ۷۴۔
- ۵۵۔ ایضاً، ص ۸۴۔
- ۵۶۔ ایضاً، ص ۸۹۔
- ۵۷۔ ایضاً، ص ۸۳۔
- ۵۸۔ ایضاً، ص ۷۱۔
- ۵۹۔ محمد مسعود احمد پروفیسر ڈاکٹر ”حیات نعیمی“ محولہ بالا، ص ۲۳۔
- ۶۰۔ ایضاً، ص ۲۳۔
- ۶۱۔ ایضاً، ص ۲۲-۳۲۔
- ۶۲۔ غلام محمد نعیمی، مولانا ”تفسیر اہل بہ لغیر اللہ“ کراچی، گولڈن پرنٹنگ پریس، ۱۹۸۷ء، ص ۷۔

- ۶۳۔ غلام محمد نعیمی مولانا ”بیاض نعیمی“ کراچی، منزل اکیڈمی، ۱۹۸۴ء، ص ۸، ج ۲۔
- ۶۴۔ محمد وارث کامل، مولانا ”تذکرہ اولیائے لاہور“ کراچی، ایجوکیشن پریس ۱۹۶۳ء، ص ۵۹-۶۳۔
- (۱) سیر الاولیاء، ص ۱۳۸ (۲) کشف المحجوب ص ۶ (۳) اخبار الاخیار ص ۶۴
- ۶۵۔ اعجاز الحق قدوسی ”تذکرہ صوفیائے سندھ“ محولہ بالا، ص ۵-۷۔
- ۶۶۔ محمد اسلم نعیمی، مولانا ”سوانح حیات“ محولہ بالا ص ۶۴-۶۵۔
- ۶۷۔ انٹرویو از مقالہ نگار۔
- ۶۸۔ عبدالرسول قادری، ڈاکٹر ”مخدوم آدم ٹھٹھوی کی سوانح حیات“ کراچی، مفتی اعظم سندھ اکیڈمی، ۲۰۰۲ء، ص ۵۱۰-۵۱۱۔
- ۶۹۔ محمد اسلم نعیمی، مولانا ”سوانح حیات“ محولہ بالا ص ۹-۱۳۔
- ۷۰۔ ایضاً ص ۸۳۔
- ۷۱۔ روزنامہ ”ہلال پاکستان“ کراچی ۲۲ اگست ۱۹۸۲ء۔
- ۷۲۔ روزنامہ ”نوائے وقت“ کراچی، ۱۳ ایشوال ۱۴۰۲ھ، ۳ اگست ۱۹۸۲ء۔
- ۷۳۔ روزنامہ ”جسارت“ کراچی، ۳ اگست ۱۹۸۲ء۔
- ۷۴۔ روزنامہ ”حریت“ کراچی، ۲ اگست ۱۹۸۲ء۔
- ۷۵۔ روزنامہ ”جنگ“ کراچی، یکم اگست ۱۹۸۲ء۔

حضرت زندہ پیر گھمکولوی رحمۃ اللہ علیہ

اصل نام : آپ کا اصل نام حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ ہے۔

لقب : آپ کا لقب زندہ پیر ہے۔ اور آپ اسی نام سے مشہور ہوئے۔

آپ اللہ کے ولی کامل تھے ولی کسی طاہری مدرسے سے سند یافتہ ہو یا نہ ہو کیونکہ اللہ جسے منتخب فرمائے اسے علم لدنی بھی عطا فرمادیتا ہے۔ اسی پس منظر میں نبی کریم ﷺ کے ان صدق و صفا اور صدق و یقین والے سچے غلاموں نے جن میں صحابہ کرام، تابعی، تبع تابعین کرام اور اولیاء کرام عظام سب ہی شامل ہیں۔ جہاں پوری دنیا میں امت محمدیہ ﷺ کی اصلاح کرنے اور رشد و ہدایت کی شمع روشن رکھنے کا فریضہ سرانجام دیا وہاں برصغیر پاک و ہند میں جناب سید علی ہجویری المعروف داتا گنج بخشؒ، جناب شیخ بہاؤ الدین ذکریا ملتانیؒ، شاہ رکن عالم ملتانیؒ، حضرت بابا فرید الدین، گنج شکرؒ، سید جلال الدین المعروف مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ، جناب حضرت لعل شہباز قلندرؒ، جناب عبداللہ شاہ غازیؒ، شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ، جناب سید معین الدین چشتی اجمیریؒ کے علاوہ گزشتہ دور کے مختلف اولیاء کرام و عظام تعالیٰ علیہم اجمعین نے اپنا اپنا فریضہ ادا کرنے ضلع پوری کوشش کی۔ وہاں بیسویں صدی عیسوی میں خواجہ خواجگان جناب حضرت زندہ پیرؒ دربار عالیہ نقشبندیہ گھمکول شریف کی کوہاٹ، جو خواجہ خواجگان جناب محمد قاسم صادقؒ دربار عالیہ نقشبندیہ موہڑہ شریف کے فیض یافتہ آخری خلیفہ مجاز نے قرب قیامت کے دور میں اس شمع کو فردزاں رکھنے کا پورا حق ادا کر دیا۔

نسبی تعلق اور بچپن : آپؒ کی جد امجد محمد ابراہیم شاہؒ افغانستان سے ہجرت کر کے کوہاٹ تشریف لائے اور موضع جنگل خیل جو کوہاٹ شہر کے قریب ہے مستقل سکونت اختیار کی۔ آپ کا خاندان زہد و تقویٰ میں معروف تھا۔ حضرت محمد ابراہیم شاہؒ کا مزار مبارک کوہاٹ سے پشاور روڈ پر بربل سڑک ہے۔ یہ قبرستان آپؒ کے خاندان طیبہ کیلئے مخصوص ہے۔

ولادت : آپ کی ولادت باسعادت موضع جنگل خیل ضلع کوہاٹ ۱۹۱۲ء میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد پیر غلام رسول شاہ صاحبؒ جو انتہائی پاکیزہ سیرت اور باعمل صوفی اور درویش منش انسان تھے۔ حسن صورت کے ساتھ

اخلاق جلیلہ رکھتے تھے۔ آپ کے والد ماجد اور آپ کے بڑے بھائی حسین شاہ صاحب دونوں دہلی اور پھر اجمیر شریف چلے گئے اور پھر وہیں آپ کے والد محترم رسول شاہ صاحب کا وصال ہوا۔ اور وہیں آپ کی تدفین ہوئی۔ وہاں پر آپ کا مزار مرجع خلافت ہے۔ جب آپ کے والد محترم کا وصال ہوا تو آپ کے بڑے بھائی دہلی سے جنگل خیل تشریف لے آئے اور والد محترم کے وصال کا ماجرہ بیان کیا اور اپنے چھوٹے بھائی حضرت شاہ صاحب کی پرورش کا ذمہ اٹھالیا۔

آپؒ کا بچپن: آپ اپنے ہم عمر بچوں سے مختلف تھے۔ کم گو اور تنہائی پسند تھے اور زیادہ وقت یاد الہی اور فکر و مراقبہ میں گزارتے۔ بچپن ہی سے آپ ریاضت و عبادت کے مکمل پیکر بن گئے۔ کلمہ طیبہ کا ذکر کثرت سے کرتے تھے۔ یہ ذکر و فکر اور ریاضت و عبادت ایسا رنگ لائی کہ آپ باعمل صوفی بن گئے۔ (۱)

تعلیم و تعلم: بہ لحاظ ظاہری تعلیم حضور قبلہ عالم کسی درس گاہ سے فارغ التحصیل نہیں تھے مگر جو لوگ آپ کے ملفوظات سے ذوق سماعت حاصل کرتے تھے۔ ان سے دریافت کیجئے کہ آپ علوم ظاہری و باطنی کے دریائے ناپید کنار تھے۔ اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ کے خزانے سے علم لدنی کی دولت نصیب ہوتی ہے آپؒ کو جتنا علم حاصل تھا وہ ایک دنیا کو سیراب اور فیض یاب کرنے کیلئے کافی تھا۔ اللہ کے نیک بندے علم کی روشنی سے اللہ تعالیٰ اور جناب رسول اللہ ﷺ کی ذات پاک کو سمجھ سکے اس نعمت عظمیٰ سے جو حضور قبلہء عالم کا سینہ معمور تھا اس کی وجہ جناب رسول اللہ ﷺ کی محبت اور پہچان تھی۔

علم دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ۱۔ علم کسبی ۲۔ علم لدنی

علم کسبی کی مثال ایسی ہے کہ ایک جو ہڑکھود کر اس میں پانی ڈال دیا جائے۔ جتنا پانی اس میں بھرا گیا ہے اسی قدر رہیگا۔ جو لوگ علم کسبی پڑھتے ہیں اتنا ہی رہتا ہے۔ جو مسائل وغیرہ بتاتے ہیں یہ بھی دیکھ کر بتاتے ہیں لیکن علم لدنی کی حقیقت یہ ہے کہ دل کی طاقی کھل جاتی ہے۔ اور روح جناب رسول اللہ ﷺ کی طرف سے نور کا ایک منبع دل میں آ جاتا ہے جس کی بدولت اپنے پاس ہی سے دل کے اندر سے ساری باتیں سمجھ میں آ جاتی ہیں۔ کسی سے پڑھنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ پھر فقیر دل سے فتویٰ لیتا ہے۔ مفتیوں سے نہیں۔ وہی علم لدنی جو اسرار الہی کا سرچشمہ ہوتا ہے۔ اولیاء کرام اور انبیائے عظام کو بھی عطا ہوتا ہے اور اسی ہی علم سے قبلہ عالم بھی فیض

فیض یاب تھے۔

بیعت و خلافت: آپ حضور قبلہ عالم نسبت روحانی کیلئے بے قرار رہتے۔ اور اسی ارادہ پر اس عہد کے فقراء صالحین سے ملاقات کا شرف بھی حاصل ہوا۔ آپ کی ریاضتیں، مجاہدے، اتقا، توکل صبر و شکر، سب بدرجہ اتم تکمیل کو پہنچ چکے تھے۔ تزکیہ نفس کا مرتبہ حاصل ہو چکا تھا۔ اب ضرورت تھی ایک معلم روحانی کی۔ جو آپ کو رشد و ہدایت کا باضابطہ اور مستند معدن و منادی بنادے چنانچہ پیر سید حافظ جماعت علی شاہ محدث علی پوری، (علی پور شریف) حضرت پیر جماعت علی شاہ، المعروف بہ لاٹانی علی پور شریف، حافظ محمد عبدالکریم عید گاہ شریف روالپنڈی، حضرت زندہ پیر کراچی (جو کہ سائیں سہیلی سرکار کے خلیفہ تھے) ایسی مقتدر ہستیوں سے ملاقات کا شرف حاصل کیا اور دربار عالیہ حضرت امام علی الحق سیالکوٹ جا کر مراقب ہوئے تو ادھر سے فرمایا گیا۔ کہ دربار عالیہ موہڑہ شریف تحصیل کوہ مری ضلع روالپنڈی میں سو سال سے آپ کا انتظار ہو رہا ہے۔ آپ فوراً موہڑہ شریف کے لئے روانہ ہوئے۔ آپ براستہ کلڈ نہ موہڑہ شریف پہنچ گئے۔ حضرت پیر مبارک خان صاحب حضور قبلہ عالم کو اپنے والد محترم ولی عہد کے دروازہ مبارک کے سامنے لے گئے۔ لیکن اچانک غیبی آواز آئی کہ آپ بڑے حضرت صاحب کے دست حق پر شرف بیعت حاصل فرمائیں۔ پھر آپ حضرت باواجی محمد قاسم سرکار کے دروازہ کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں۔ حضور قبلہ عالم کو دیکھتے ہی باواجی سرکار محمد قاسم نے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے اور زبان حق بیان سے فرمایا آمیرے زندہ پیر میں سو سال سے آپ کے انتظار میں بیٹھا ہوں۔ آپ میرے سب سے آخری خلیفہ ہیں آپ کا فیض عام ہوگا۔ آپ کی چھکور میں رزق (لنگر) کافی ہوگا۔ اس طرح آپ نے شرف بیعت کی سعادت حاصل کی۔ آپ کی بیعت سے پہلے تقریباً چھ سال کے عرصہ میں آپ کا دروازہ مبارک بند رہا کوئی زیارت کر سکا نہ کوئی بیعت ہوا۔ باواجی نے آپ کو بیعت کیا اور اپنا آخری خلیفہ بنایا۔ یہ واقعہ ۱۹۳۸ء کا ہے جبکہ حضور قبلہ عالم شرف بیعت سے مشرف ہوئے۔ باواجی سرکار محمد قاسم حضور قبلہ عالم زندہ پیر صاحب کو اپنی نگاہ انتخاب اور دعاؤں کے علاوہ ملبوس مبارک بشمول خرقہ خلافت سے نوازتے ہوئے رخصت کیا اور ساتھ ہی فوج میں سول ملازمت اختیار کرنے کا حکم صادر فرمایا اور نئی ہونے کا ایسا معیار دکھلایا کہ جو کچھ تھا جناب زندہ پیر صاحب کے سپرد کر دیا۔

حضرت زندہ پیر پاک فوج میں: حضور باواجی سرکار محمد قاسم اس مصلحت سے واقف و آگاہ تھے اسی لئے حضرت

زندہ پیر کو پاک فوج کے ساتھ سول ملازمت کرنے کا حکم دیا۔ حضرت پیر محمد قاسم موہڑوی سرکار کے سجادہ نشین پیرزا ہد خان فرمایا کرتے تھے کہ زندہ پیر کی مثال مثال عالم طریقت میں ایک سورج کی مثال ہے۔ جو کہ اپنے تصرف انہار پر پوری آب و تاب کے ساتھ چمک رہا ہے۔ اور فیض رسانی خاص و عام کیلئے بانٹتا رہے گا۔ اس وقت مخلوق ربی کا رشتہ اپنے رب تعالیٰ سے جوڑنے کیلئے آپ کی بے حد ضرورت ہے۔ انکی فقیری چودہ سو سال کی آخری یاد گار فقیری ہوگی۔ ان کا دربار اور لنگر کتنا وسیع و عریض ہوگا۔ دربار پاک کے انتظامات کتنے منظم ہوں گے۔ اسی وجہ سے آپ کا واسطہ منظم اور باضابطہ طبقہ یعنی فوج سے کر دیا گیا۔ زیادہ تر فوجی لوگ آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔ تمام قسم کی تقریبات پر زیادہ تر فوجی لوگ مامور ہوتے ہیں۔ جیسے آپ کی طریقت اور فقیری بے مثال ہے۔ ایسے ہی آپ کی بارگاہ کا کنٹرول اور انتظام بھی قابل رشک ہے۔

۱۹۳۸ء سے ۱۹۴۹ء تک ۱۲ سال کا عرصہ حضور قبلہ عالم نے فوج کے ساتھ منسلک رہ کر مقام قطبیت پر فائز ہوتے ہوئے اپنے اس مقام اور حال کو مستور رکھا۔ بالآخر آپ امر ربی کے مطابق ۱۹۴۹ء میں گیارہ بلوچ رجمنٹ ایبٹ آباد چھاؤنی میں پردہ مستورہ اور حالت راز سے بے نقاب ہوئے اور مخلوق خدا کی دینی اور اصلاحی خدمات کیلئے آپ یونٹ سے سبکدوش ہو گئے۔ ۱۹۴۹ء سے ۱۹۵۲ء تک یونٹ کے کواٹر میں مقیم رہ کر لوگوں کی اصلاح فرماتے رہے۔

طوری بابا: آپ کے پیر بھائی محمد شاہ صاحب المعروف طوری بابا ایبٹ آباد کے نزدیک گاؤں لساں نواب صاحب میں رہتے تھے۔ اور آپ طوری بابا کے پاس جایا کرتے تھے۔ طوری بابا نے زندہ پیر صاحب سے کہا کہ میری خواہش ہے کہ میں ۵۰۰ کنال زمین آپ کے نام کروں آپ میرے پاس مخلوق خدا کی دینی اور اصلاحی خدمات سرانجام دیں اور اس علاقہ پر آپ کا بڑا احسان ہوگا۔ لیکن حضور زندہ پیر صاحب نے فرمایا۔ میں مدینہ طیبہ جا رہا ہوں جو ادھر سے فرمان ہوگا اس پر عمل کریں گے۔ آپ ۱۹۵۲ء میں بذریعہ بحری جہاز پہلا حج مبارک ادا فرمانے کیلئے تشریف لے گئے۔ فریضہ حج کی ادائیگی کے بعد آپ گنبد خضراء کے سامنے کھڑے ہو کر سید عالم ﷺ کی بارگاہ معلیٰ میں درخواست پیش کی کہ میرے لئے کیا فرمان ہے۔ گنبد خضراء سے جناب رسول اللہ کے ہاتھ مبارک کا اشارہ ان پہاڑوں کی طرف ہوتا ہے۔ آپ پہاڑوں کی طرف دیکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے درمیان سے سارے

حجاب اور پردے ہٹا دیئے آپ کو پہاڑی کا حصہ جو آپ کے حجرہ مبارک کے ساتھ پیوست ہے اس پر آپ کا نام زندہ پیر اور دربار عالیہ گھمکول شریف لکھا ہوا دیکھتے ہیں۔ آپ کو زندہ پیر کا نام مبارک حضور نبی پاک ﷺ سے اسی وقت عطا کیا گیا۔

نفرت کی نگاہوں سے فقیروں کو نہ دیکھو یہ خاک نشین کم تو نہیں تخت نشین سے (۲)

عظمت دربار عالیہ گھمکول شریف: ریاض دہر میں لاکھوں آستانے قائم ہیں۔ جو کہ صاحب آستانہ کی موجودگی اور اظہور سے پیشتر محض آبادی کے نام سے موسوم تھے۔ جب ان آبادیوں میں اللہ والوں کے قدم مبارک اور نگاہ فیض کے چھینٹے پڑے تو وہی جگہیں وہی آبادیاں آستانوں میں بدل گئیں اور شریف کے لقب سے زبان خلق پر مشتہر ہوئیں مثلاً گولڑہ سے گولڑہ شریف، رواترہ سے رواترہ شریف، علی پور سے علی پور شریف، جلال پور سے جلال پور شریف اور شر قپور سے شر قپور شریف ان آبادیوں کی عزت و تکریم کا موجب صرف اور صرف ان اولیائے عظام کا ان میں قیام و ظہور تھا۔ ساڑھے نو سو سال پیشتر جناب رسول اللہ ﷺ کا گنبد خضرا سے ملک ہند کی طرف ہاتھ مبارک اٹھا ہے تو خواجہ جمیر شریف کیلئے فرمان ہوتا ہے۔ ملک ہند میں بت پرستی کا گڑھ جو ناگڑھ کا علاقہ ہے۔ وہاں جا کر جمیر شریف آباد کریں۔ ساڑھے نو سو سال بعد دوسری بار جناب رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ مبارک کا اشارہ ہوتا ہے۔ تو جناب زندہ پیر صاحب کیلئے پہاڑیوں میں دربار عالیہ گھمکول شریف آباد ہوا۔ اس بے آب و گیاہ جنگل جہاں کسی جانور اور پرندے کی آواز تک نہ آتی تھی۔ کسی انسان کی گزرگاہ کا گمان نہیں ہو سکتا تھا۔ صرف جناب زندہ پیر صاحب نے جناب رسول اللہ ﷺ کے فرمان کو دنیا و مافیہا سے مقدم سمجھا۔ اور تنہا غار مبارک کو اپنی خلوت گاہ کا شرف بخشا فرمان رسول اللہ ﷺ پر ہر واسطہ توڑنے اور اللہ کریم سے واسطہ جوڑنے کا ثمرہ ہے۔ کہ اس بارگاہ مقدسہ گھمکول شریف سے افضل الذکر لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کی صدائیں فضاؤں کو محیط کئے رکھتی ہیں۔

زندہ پیر کھلوانے کی وجوہات: آپ زندہ پیر کھلوانے کی کئی وجوہات ہیں۔ یہاں پر صرف ایک ہی وجہ لکھنے پر اکتفا کیا جائے گا۔ ۱۹۳۸ء میں آپ پہلی بار خواجہ محمد قاسم صاحب المعروف باواجی سرکار کے دست حق پر بیعت کیلئے تشریف لے گئے۔ آپ باواجی سرکار کے حجرہ مبارک کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں کہ اجازت لیکر قدم

بڑھاؤں تو باواجی سرکار محمد قاسمؒ کی زبان فیض آثار سے ارشاد ہوتا ہے۔ آ زندہ پیرؒ میں سو سال سے آپ کے انتظار میں بیٹھا ہوں۔ اس طرح حضرت شاہ المعروف زندہ پیرؒ کے نام سے مشہور ہوئے اور اسی نام سے پکارے جانے لگے۔ (۳)

حضور قبلہ عالمؒ کی اپنے مرشد کامل سے محبت و آداب مریدی:

- ۱۔ آداب مریدی میں شرط اول ہے کہ مرید اپنے پیر کی عظمت کو سمجھ سکے۔
 - ۲۔ اپنے پیر کی محبت ہر وقت اپنے سینے میں موجود پائے۔
 - ۳۔ ہر ایسے قول و فعل سے گریز کرے کہ مبادا ایسا کوئی قول و فعل سرزد نہ ہو۔ جائے کہ جس سے پیر و مرشد اپنے سے جدا کر دے۔
 - ۴۔ پیر و مرشد کے وجود مسعود کو اپنے لئے وسیلہ راہنمائی سمجھے۔
 - ۵۔ پیر و مرشد کی چوکھٹ کو اپنے لئے اللہ پاک کی رحمت کا دروازہ سمجھے۔ گمان اور عقیدہ رکھے کہ مجھ کو جو کچھ ملے گا اس رحمت کے دروازہ کی برکت اور وسیلہ سے ملے گا۔
- آپؒ گوا کوڑہ خٹک حضرت پیر مہربان علی شاہ صاحبؒ کے دربار مبارک پر جانے کا اتفاق ہوا۔ حضرت پیر مہربان علی شاہ مکان کے اندر ایک چھوٹی سی کھڑکی میں بیٹھ کر سوالی و زائرین باہر کھڑے ہو کر ملاقات کیا کرتے تھے۔ چنانچہ لوگ ملاقات کر رہے تھے آپؒ علیحدہ ایک طرف کھڑے تھے، حضور پیر مہربان علی شاہؒ کی نگاہ جب آپؒ پر پڑی تو بے ساختہ فرمایا مرید ہو تو ایسا، کھڑا ادھر ہے لیکن دل کی گہرائیوں سے اپنے پیر و مرشد باواجی سرکار محمد قاسمؒ کے جلوے دامن میں لئے ہوئے ہے۔ حضور قبلہ عالمؒ اپنے مرشد کامل باواجی سرکار محمد قاسمؒ کے تصور میں سرمست و سرخوش ہو کر اپنی زبان حال سے تصدیق فرما رہے تھے۔ کہ دن کو دروازہ کھولنے سے پہلے میں اپنے پیر و مرشد کے قدموں کو چومتا ہوں، آپؒ نے اپنے مرشد کا اس طرح سے ادب بجالا کر آداب طریقت میں ایک ایسا باب کھولا ہے۔ تابعداری کا ایک معتبر اور نہایت ہی معظم معیار قائم کیا۔ آپؒ مرشد کی محبت میں ایک لمحہ بھی جدائی گوارا نہ فرما سکتے گویا آپؒ کی آنکھیں مبارک مرشد کے رخسار مبارک پر نیچھی رہتیں اور مرشد پاک کے رخسار مبارک آپؒ کی آنکھوں میں سمائے رہتے اور دل میں گویا پیر و مرشد کے وجود مسعود کی تصویر جاگزیں ہو گئی تھی۔ حضرت

پیر مہربان علی شاہؒ نے آپکو پورے احترام سے الوداع فرمایا۔ آپ کے تصور شیخ کی بہت داد دی۔

عزت کی فکر اگر ہے تو ایک کام کر
مرشد کے حکم کا ادب و احترام کر
ملتا ہے خاص خاص کو بار اس جناب میں
یا مبتلائے عام ہو یا ترک عام کر (۴)

حضور قبلہ عالمؒ کا سفر حج مبارک: حضور قبلہ عالمؒ کے روح اطہر پر رب کریم نے کس قدر اپنی رحمت کے دروازے کھولے کہ حیات طیبہ میں کئی بار عمرہ اور انتیس بار حج کے مناسک ادا کرتے ہوئے طواف کعبہ فرمایا۔ خدواند کریم کے قرب اور محبت کا تقاضا تھا۔ آپؐ نے پہلا حج مبارک بذریعہ بحری جہاز ۱۹۵۲ء دوسرا حج بذریعہ ہوائی جہاز ۱۹۶۸ء میں تیسرا حج مبارک بذریعہ ہوائی جہاز ۱۹۷۱ء میں۔ اس کے بعد ۲۶ حج بلا ناغہ بذریعہ ہوائی جہاز ادا کرنے کا شرف حاصل کیا۔ جناب رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق آپؐ نے آستانہ عالیہ گھمکول شریف آباد فرما کر زندگی بھر کا اعتکاف کر بیٹھے تھے کہ سوائے حج مبارک کے حضور نے اس حدود سے باہر قدم نہیں نکالا۔

آپؐ کا سفر حج مبارک سخت گرمی کے ایام میں ہو تو آستانہ عالیہ گھمکول شریف سے لیکر لاہور تک بارش ہو جایا کرتی تھی اور موسم خوشگوار ہو جاتا۔ اللہ پاک کی منشاء پاک کا تقاضا رہا ہے۔ کہ میرا مقبول معتدل موسم میں سفر کی بہاریں طے کرتا ہوا میری بارگاہ تک پہنچے۔ دربار شریف سے آپکی روانگی پر ہر غلام اور عقیدت مندوں کی زبان پر یہ مژدہ جاں بخش ہوتا۔

ساڈا پیر مدینے اکھیاں دی اج پیاس بجھاؤن چلیا اے اپنے مستان خوش بختاں دی بگڑی نوں بناؤن چلیا اے (۵)
حضور قبلہ عالمؒ اسلام آباد ائر پورٹ پر الوداع کہنے کے لئے آپؐ کے مرید اور عقیدت مند قافلوں کی شکل میں تشریف لاتے۔ اور اسی طرح جدہ ائر پورٹ پر بھی انگلینڈ اور دوسرے ممالک سے آئے ہوئے پاکستانی عقیدت مند اپنی آنکھیں راہ گزار شوق میں بچھائے بہ یک زبان اپنے دل کی کیفیات کو اس طرح منظر عام پر لاتے تھے۔

وہ آئے جن کے آجانے سے غم کا فورہ ہوتے ہیں وہ آئے جن کے آجانے سے دل مسرور ہوتے ہیں

خدا جانے کشش ہوتی کیا ان پاک لوگوں میں کہ ان کے شوق میں لوگوں کے دل مجبور ہوتے ہیں

جلیس حق ہے جو بیٹھے اللہ والوں کی محفل میں جو ان سے دور ہوتے ہیں، اللہ سے دور ہوتے ہیں (۶)

حضور قبلہ عالمؒ طواف فرماتے تو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ملائکہ آگے سے حاجیوں کو ہٹا کر آپ کے لئے راستہ

بنارہے ہیں۔ آپؐ کے سر مبارک سے اوپر حد نظر تک ایک نور کی لاٹ بھی طواف کعبہ میں مصروف دکھائی دیتی رہتی تھی۔ آپؐ مکہ شریف سے مدینہ شریف کے لئے سفر فرماتے تو راستے کی فضا میں اور بہاریں قدم قدم پر آپؐ کا استقبال کرتیں۔ آپؐ گنبد خضراء کے سامنے گنبد خضراء پر انوار الہی کی بارش کے جلوے ملاحظہ فرما رہے ہوتے تھے۔ اسی اثناء میں حق تعالیٰ کی بارگاہ سے ملائکہ کے ذریعے حجاج کرام میں منادی فرمادی جاتی تھی۔ جس کی بدولت عربی لوگ جو پیر فقیر کونہ ماننے والا عقیدہ رکھتے ہیں وہ بھی حضور قبلہ عالم کے ہاتھ مبارک کو چومتے تھے۔ وہ کہتے تھے یہ ہاتھ ہمیں بہت پیارے لگتے ہیں۔ مسجد نبوی ﷺ سے روانگی پر جناب زندہ پیر صاحبؒ صحابہ کرامؓ کے دروازوں سے گذرتے وقت ریال بارش کی طرح عزباء میں تقسیم فرماتے تھے عربی لوگ بھی انگشت بہ دندان ہو کر بول اٹھتے تھے کہ یہ شیخ بھی ہیں اور کسی ملک کے سلطان یعنی بادشاہ بھی کہ اتنی دولت تقسیم فرما رہے ہیں لیکن آپؐ فرماتے ہیں میں تقسیم نہیں کر رہا بلکہ ان دروازوں سے گداما نگ رہا ہوں۔ جس طرح حج مبارک پر جاتے وقت بارش ہو جاتی اور موسم ٹھنڈا ہو جاتا اسی طرح واپسی پر بھی قبلہ عالم زندہ پیرؒ اسلام آباد ائر پورٹ پر پہنچتے تو اللہ کریم بارش برسا دیتا اور موسم خوشگوار ہو جاتا تھا۔ (۷)

سنت نبوی ﷺ کی پیروی اور سید عالمؐ کے فرمان پر ہجرت ۱۹۵۲ء میں فریضہ حج کی ادائیگی کے بعد جناب سید عالم ﷺ کی بارگاہ معلیٰ سے دربار فیض آثار گھمکول شریف آباد فرمانے کا اشارہ مقدسہ ہو چکا تھا۔ وطن واپس پہنچ کر ایبٹ آباد سے کوہاٹ کیلئے روانگی کا پروگرام بن گیا۔ آپؐ کی یونٹ گیارہ بلوچ رجمنٹ کے افسران، سردار صاحبان اور جوانوں نے اپنی اشک بار آنکھوں سے الوداع کیا۔ آپؐ کوہاٹ آ کر پشاور روڈ پر اپنے خاندان میں قیام کرنے کے بجائے آبائی قبرستان میں قیام فرمایا۔ اس کی وجہ سنت نبوی ﷺ کے مطابق۔ اور جناب رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق ہوئی تھی آپؐ نے مختصر سی خلوت گاہ تعمیر کروائی اور مسجد بھی جو آپؐ نے تعمیر کرائی تھی یادگار چھوڑی۔ اگر آپؐ اپنے خاندان سے ہجرت فرماتے تو آپکا خاندان آپکے ساتھ ہوتا۔ آپؐ نے سنت نبوی ﷺ کے مطابق آدھی رات کے وقت قبرستان والی خلوت گاہ سے تنہا ہجرت کا سفر اختیار فرمایا۔ جبکہ کسی کو معلوم نہ ہو سکا ہر اللہ والا اپنے آشنا کے گوشہء پناہ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ سبب سے سبب کی طرف رجوع کرتا ہے۔ ہر اللہ والا اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہجرت فرماتا ہے۔ آپؐ نے ہجرت فرمائی تو صرف۔ اول: جناب سرور

کائنات ﷺ کے خیال میں گم رہنا۔ دوم: اللہ تعالیٰ کے ساتھ رہن سہن کا سہارا۔ ہجرت کے وقت راستے میں ابلیس لعین اصلی حالت میں سامنے آ جاتا ہے۔ اور سوال کرتا ہے کہ آپ ایسی جگہ جارہے ہیں جہاں آپ کا پرسان احوال کوئی نہ ہوگا۔ وہاں پانی نہیں ہے۔ کسی پرندہ، جانور کی آواز نہیں آتی، کسی آدمی کا گذر ادھر سے ممکن نہیں۔ آپ کے لبوں کے بال کون کاٹے گا، آپ کے ناخن کون تراشے گا۔ آپ نور بصیرت سے اس خطرہ کو محسوس فرمایا۔ اس لعین پر سوال فرمایا؟ تو کون ہے اس نے جواب دیا۔ میں ابلیس ہوں۔ آپ نے فرمایا تو کب تک انسان کے ساتھ رہتا ہے۔ اس نے کہا زندگی تک۔ آپ نے فرمایا میری بات تو سمجھ لے کہ میں دنیا سے چلا گیا ہوں میرے راستے سے ہٹ جا۔ جس پتھر مبارک پر آپ پہلے سے جلوہ افروز ہوئے وہ امر الہی سے صاف اور نماز کیلئے مزین و منتظر تھا۔ آپ پتھر پر بیٹھ کر عبادت الہی میں مشغول ہوئے۔ سنان جنگل اندھیری رات ہو کا عالم ہے۔ آپ دست بدعا ہوتے ہیں ”پاک پروردگار یہاں نہ کوئی مسجد ہے نہ کوئی زیارت نہ گزرگاہ ہے، کسی دنیا کے وسیلہ کا بھروسہ نہیں ہے میں تیرا مہمان بن کر یہاں بیٹھتا ہوں۔ ایک رات پتھر پر بیٹھے بیٹھے آپ پراونگ سی طاری ہو گئی آپ اس حالت میں دیکھتے ہیں آپ کا ہاتھ دنیا کے دوسرے سرے تک پہنچ رہا ہے۔ ساتھ ہی آپ کے سامنے ایک بڑا چشمہ پھوٹ پڑا ہے۔ آپ اس پانی کو روکتے ہیں۔ آپ کی آنکھ مبارک کھل جاتی ہے۔ ہاتھ مبارک کی دلیل آپ کی روحانی حکومت روئے زمین پر ہوگی اور چشمہ سے مراد آپ کا فیض بکراں ہے۔

غار مبارک: حضور قبلہ عالم زندہ پیر کا ہر قول و فعل سنت نبوی ﷺ کے عین مطابق تھا۔ جیسے ہجرت فرمائی گئی سنت نبوی ﷺ کے مطابق غار مبارک کو بھی اپنی خلوت گاہ بنانے کا امتیاز بخشا۔ آپ دن غار میں محو عبادت رہتے اور رات پتھر مبارک پر جو ہزار سال سے آپکا منتظر اور آپ کے جائے نماز کیلئے مزین و آراستہ تھا۔ اس پر عبادت الہی میں مصروف رہتے۔

حضور قبلہ عالم جناب زندہ پیر صاحب کے اخلاق کریمانہ و مکارم اخلاق: اولیائے کرام کو اقتدائے رسول مقبول ﷺ اور لوگوں سے زیادہ ملا ہے۔ حسن اقتداء اور احیاء سنت رسول اللہ ﷺ کے اخلاق سے متصف ہونے کا نام ہے۔ حسن اخلاق بغیر تزکیہ نفس کے پیدا نہیں ہو سکتے۔ تزکیہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب شریعت کی قیادت تسلیم کر لی جائے۔ اور یہ ملکہ بھی اولیائے کرام ہی کو حاصل ہے۔ یہی گروہ پاک طہیت سنت رسول ﷺ کا احیاء کرتا ہے۔ خلق

حسین سے مراد ہی دین عظیم کی پابندی ہے دین اعمال صالحہ اور اخلاق حسنہ کا مجموعہ ہے۔ تصوف نام ہی سراپا اخلاق کا ہے۔ جس نے حسن خلق میں اضافہ کیا اس نے تصوف میں اضافہ کیا الغرض سعادت انسانی مکارم اخلاق سے وابستہ قرار دی گئی ہے۔

نرم دلی: آپؐ نہایت ہی رحم دل رحیم اور بامروت ہستی تھے۔ دینی و دنیاوی، ظاہری و باطنی اقتدار اور عز و جاہ کے باوجود آپؐ نے کسی سے انتقام نہیں لیا ہر مرید و عقیدت مند بزم خود یہی سمجھتا تھا کہ جو محبت میرے ساتھ ہے کسی دوسرے سے نہیں ہے۔

تقویٰ و پرہیزگاری: تقویٰ و پرہیزگاری اخلاق حسنہ میں سب سے افضل ہے اس کے طفیل تمام بزرگی، شرافت اور مقبولیت عبادت نصیب ہوتی ہے۔ اللہ کریم نے اس نعمت لازوال سے آپکو بے حد درجہ تک نوازا۔ آپؐ کے تقویٰ و پرہیزگاری میں یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے علاوہ ہر چیز سے بے نیاز ہو کر اللہ اور اس کے رسولؐ کی ذات کی طرف ہی رجوع کریں۔

استقلال و استقامت: آپؐ کا استقلال و استقامت قرآنی آیت کی مجسم تفسیر تھی۔ چونکہ استقامت کرامت سے بہتر ہے۔ لہذا یہ بھی آپؐ کے اخلاق میں سے ہے کہ آپؐ استقامت میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ سخت سے سخت ترین تکلیف جسمانی کے باوجود وظائف و معمولات میں رعایت نہیں برتی۔

یقین: یقین اللہ والوں کی قوت ہے۔ یقین اجزائے ولایت میں سے ایک اہم جزو ہے جن پر حصول ولایت کے اعمال کا دار و مدار ہے۔ اگر اللہ پر یقین کامل ہوگا تو قرب الہی بہت جلد حاصل ہوگا۔ یقین کلید ایمان ہے، یقین روح اسلام ہے، یقین نور عرفان ہے، یقین قبائے انسان ہے۔ یقین تاج ولایت ہے۔ یقین متاع فقر ہے۔ یقین صدائے عشق ہے۔ یقین کمال صوف ہے۔ یقین نکتہ عقل ہے، یقین روشن ضمیری ہے۔ یقین چراغ زندگی ہے۔ غرضیکہ یقین وہ خزانہ ہے جو پاس ہو تو بیڑا پار ہے۔ آپؐ کے اخلاق کریمانہ کی تفصیل کے بجائے شے سرخیوں پر ہی اکتفاء کیا جائے گا۔ راستی، صحیفہ ہستی، طبیعت پاک میں استغنا، زہد، طبیعت میں صبر، تواضع، زہد و تقویٰ، زور بازو و راسخ الاعتقاد، ابتلاء و آزمائش، خود نمائی اور شہرت پسندی سے اعتراض مکاشفات پر پردہ واری، استقامت، تسلیم و رضا، جمال و جلال، رضا بالقضاء، شوق، حزن، خوف ورجا، پابندی اوقات، علم لدنی، عجز،

صدق، مجاہدہ، قوت لسانی، رحم دلی، عفو درگزر، کشادہ دلی، حسن ادب، سخاوت، ایفائے عہد، قناعت، محاسبہ، عقل، پابندی ذکر الہی، پابندی نماز، پابندی صوم، خدا شناسی، اطاعت، حیا، یاد رفتگان، عشق و محبت، یہ سب اخلاق کریمانہ و مکارم اخلاق آپؐ میں موجود تھیں۔

توکل: توکل اغیار کو چھوڑ کر خدائے تعالیٰ سے لو لگانا۔ اس کے ظاہری اسباب کو بھول جانا۔ صرف اور صرف اکیلی ذات پر بھروسہ کر کے ماسویٰ سے بے پروا ہونا توکل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ متوکل مقام فنا سے آگے بڑھ جاتا ہے۔ ایک توکل وہ ہے جو اصحاب صفہ کو دیا گیا ہے۔ جس کا نمونہ حضرت بایزید بسطامیؒ نے دکھایا تھا۔ کہ جب لوگوں نے توکل کے متعلق آپؐ سے دریافت کیا تو آپؐ نے ایک ہاتھ اٹھا کر سانپ کے منہ میں دے دیا اور فرمایا۔ جس کے بندے ہم ہیں اس کی مخلوق یہ ہے۔ اس کی مجال نہیں۔ بغیر حکم خداوندی نقصان پہنچا سکے۔ پھر سانپ کے، منہ سے ہاتھ نکال کر آگ میں ڈال دیا اور فرمایا اس کو بھی مجال نہیں کہ سوائے حکم خداوندی ہمیں نقصان پہنچا سکے۔ کسی نے بھی آپکو ضرر نہ پہنچایا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت بایزید بسطامیؒ عین ذات میں فنا اور مستغرق تھے اور مغلوب الحالی میں آپؐ سے یہ واقعہ سرزد ہوا تھا۔ روئے زمین پر صدیوں سے اہل طریقت، سلف صالحین، تبع تابعین، صحابہ کرام اجمعین جس قدر توکل کا معیار قائم فرما گئے ہیں۔ اور کلام پاک میں چوبیس جگہ جو توکل کے متعلق ارشادِ بانی ہے۔ روئے زمین پر حضور قبلہ عالم جناب زندہ پیر صاحبؒ اس توکل کے معیار سے کما حقہ بہرہ ور اور پابند رہے۔ جس پہلو سے دیکھا جائے۔ آپؐ کے توکل کی فوقیت سامنے جلوہ گھر ہوتی تھی یہ کہنا بجا ہوگا کہ یہ زمانہ آپؐ کی توکل کی برکت سے سیراب ہو رہا تھا۔

امر بالمعروف: آپؐ اپنے عقیدت مندوں کو نیکی اور بھلائی کی تعلیم دیتے نماز، روزہ، جہاد و نفس اور تہجد عقیدت مند پابندی سے ادا فرماتے۔

خاموشی: خاموشی اعمال تصوف سے ہے۔ صوفیاء نے اس کی طرف خصوصی توجہ دی ہے کیونکہ خاموشی سے تصور اور مراقبہ کی پرواز تیز سے تیز تر ہو جاتی ہے۔ اور، منازل سلوک طے کرنے میں بے پناہ آسانی ہوتی ہے۔ خاموشی کی فضیلت میں آپؐ نے فرمایا۔ اگر سلامتی کے دس حصے کئے جائیں تو نو حصے خاموشی میں اور دسواں حصہ مخلوق خدا سے الگ رہنے میں۔ خاموشی سے انسان دنیا کے فتنوں سے محفوظ ہے اور الگ رہنے میں گناہوں سے محفوظ ہے۔

فقر: اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے دنیا کے کام کاج سے محدود ہو کر اپنی ضروریات کو پورا کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ سے وسائل مانگنا فقر ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کو ماننے کا سب سے اعلیٰ درجہ ہے، اہل فقر کی شان بہت بلند ہے۔ یہ اللہ کے خاص بندے ہوتے ہیں۔ جنہوں نے اپنی زندگی اللہ کے سپرد کی ہوئی ہوتی ہے۔ آپؐ فرماتے یہ اللہ کی طرف سے اللہ کا فضل ہے یا اپنے مرشد کی دعاؤں کا صدقہ ہے۔

غور فکر: حضور قبلہ عالم کے غور و فکر اور تفکر کا منبع اور مبداء صرف اور صرف حضور نبی کریم ﷺ کی محبت و تابعداری تھا۔ آپؐ کی ساری حیات طیبہ اسی غور و فکر اور تفکر میں بسر ہوئی کہ مسلمان رسول اللہ ﷺ کی محبت و تابعداری میں رہے (۸)

دینی و فلاحی خدمات:

مسجد گھمکول شریف کی تعمیر: معمار کعبۃ اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام خانہ کعبۃ اللہ تعمیر فرما چکے تو رب کریم کی بارگاہ میں عرض گزار ہوئے۔ اے اللہ خانہ کعبہ کے پتھر حضرت جبرائیل علیہ السلام کے مبارک ہاتھوں سے لائے ہوئے ہیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے گارا مہیا کیا میں نے ان پتھروں کو بنا کر تعمیر کعبۃ اللہ مکمل کی۔ پتھر بنانے سے جو سنگریزے بچے ہیں یہ بھی تو قابل احترام ہیں ان کے لئے کیا حکم ہے۔ اے میرے خلیل! یہ سنگریزے اپنے ہاتھوں میں لیکر ہاتھ مبارک دراز فرمائیں اور سنگریزوں کو روئے زمین پر بکھیر دیں۔ آپؐ نے عرض کی اے میرے رب میرا ہاتھ تو چند گزوں تک سنگریزے پہنچا سکے گا۔ جبکہ دنیا وسیع و عریض ہے۔ جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے خلیل سنگریزے ہاتھ میں لے کر ہاتھ دراز فرمانا آپؐ کا کام ہے۔ آپؐ کے ہاتھ سے بکھیرے ہوئے سنگریزوں کو روئے زمین پر پہنچانا میرا کام ہے۔ چنانچہ دنیا میں جس جس جگہ وہ سنگریزہ گرا ہے وہاں مسجد کا تعمیر ہونا ہر لحاظ سے مشیت ایزوی کے عین مطابق ہے۔ دربار عالیہ گھمکول شریف کی سرزمین کو تین امتیازی سعادتیں نصیب ہوئیں۔ اول حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھ مبارک کا پھینکا ہوا سنگریزہ ہزار ہا سال بیشتر گرا ہے۔ جہاں اب مسجد گھمکول شریف تعمیر ہوئی ہے۔ دوسرا امتیاز کہ یہ سرور کائنات جناب رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ مبارک کا اشارہ اس سرزمین کی طرف اٹھتا ہے۔ یہ زمین بارگاہ رسالت ﷺ کی نگاہ انتخاب سے مشرف ہے۔ تیسرا امتیاز یہ ہے کہ آج اس ارض پاک کے مسند نشین وہ ہستی ہیں جن کی شان یہ ہے۔

صدر اقدس آپؐ کا ہے خزینہ نور کا تیرے قلب پاک میں حب نبی ﷺ تحریر ہے۔ (۹)

مسجد کی محبت اللہ کریم کی محبت کی دلیل ہے۔ مسجد کی عظمت کو مد نظر رکھتے ہوئے دربار عالیہ گھمکول شریف میں جناب زندہ پیر صاحبؒ نے سب سے پہلے مسجد کا کام مکمل کروایا۔ مسجد کی محبت کا حق ادا کرتے ہوئے مسجد مکمل فرمائی۔ باقی تعمیر بعد میں مکمل فرمائی گئی ہے۔ آپؒ نے مزدوروں سے بڑھ چڑھ کر مسجد کی تعمیر میں حصہ لیا۔ رات کو لوگ سو جاتے آپؒ رات کو مسجد کی بنیاد کی کھدائی میں مصروف ہوتے جبکہ دیکھنے والا خالق کائنات ہوتا۔ جب مسجد کی تعمیر کا کام مکمل ہوا تو مسجد میں ذکر کا اجتماعی طریقہ عبادت رائج ہوا جو آج تک جاری ہے۔ ختم خواجگان شریف اس مسجد میں بلا ناغہ فجر اور عشاء کے بعد پڑھا جاتا ہے۔ حلقہ ذکر ہر روز بعد از نماز عشاء کیا جاتا ہے۔ جو آج بھی جاری و ساری ہے۔ (۱۰)

مرکزی جامع مسجد گھمکولویہ برمنگھم (انگلینڈ) کا تعارف: سنگلاخ اور بے آب و گیاہ پہاڑوں میں حضور قبلہ عالم جناب زندہ پیرؒ نے قیام فرمایا ان پہاڑوں کو گھمکول شریف کے نام سے متعارف کرا کر خود تادور قیامت زندہ پیرؒ کے لقب سے سرفراز ہوئے۔ اجتماعی عبادت دینی معمولات و طائف خلوت میں ادا فرمانا ہر اولیاء اللہ کا طریقہ ہے۔ مگر آپؒ نے مسجد میں دینی محافل میں اپنے عملی نمونہ کو پیش فرما کر اپنے غلاموں میں موجود ہو کر ذکر و افکار پر استقامت کا درس دیا ہے۔ اور ہمیشہ اس اجتماعی طریقہ کو رائج رکھنے کو تلقین فرماتے تھے۔ آپؒ کے ارشاد کے مطابق تمام خلفائے عظام خواہ اندرون ملک ہوں یا بیرون ملک اپنی اپنی جگہ محفل میلاد شریف اور عرس مناتے ہیں۔ بیرون ملک جنوبی افریقہ، دبئی، برمنگھم (انگلینڈ) خاص طور پر روح پرور محافل عرس منعقد ہوتی ہیں۔ چودہ سو سال سے انگریز قوم نے مذہب اسلام میں ہر دراڑ ڈالنے کی مسلسل کوشش کی ہے اور بہت حد تک کامیاب بھی ہوا ہے۔ آج انگلینڈ (برمنگھم) میں اپنے حسن میں پورے یورپ میں یکتا مسجد تعمیر ہوئی ہے۔ یہ برمنگھم کے علاقہ سماں ہیتھ کے مشہور ترین چوک گولڈن ہیلک روڈ کے سنگم پر واقع ہے۔ اس مسجد کو ڈیزائن کرنے والے انجینئر کو یورپ کی خوبصورت ترین عمارت مسجد گھمکولوی ڈیزائن کرنے پر ایوارڈ دیا گیا اور مسجد کو سال کی بہترین عمارت قرار دیا گیا اور یہ مسجد ٹورسٹ ایٹرکشن لسٹ میں شامل کی گئی ہے۔ اس مسجد کے متعلق بی بی سی لندن سے ایک تفصیلی پر وگرام بھی پیش کیا جا چکا ہے۔ اس مسجد میں ۱۵۰ گاڑیوں کو پارک کرنے کی سہولت موجود ہے۔ اس کے مرکزی ہال میں تقریباً پانچ ہزار نمازیوں کی گنجائش موجود ہے۔ بالائی منزل میں ہزاروں کی تعداد میں خواتین بھی نماز ادا کر سکتی

ہیں۔ جبکہ تہ خانہ میں لنگر شریف اور مسجد کے دیگر شعبہ جات قائم ہیں۔ یہاں عید میلاد النبی ﷺ کے جلوس کے وقت کلمہ شریف کا ذکر اجتماعی طور پر بلند ہونا، لنک روڈوں کی ٹریفک کا سرکاری حکم سے بند ہو جانا۔ گیارہویں شریف، بین الاقوامی سنی کانفرنس اور دیگر تقاریب مرکزی طور پر منعقد ہوتی ہیں۔ یہ سب کچھ حضور قبلہ عالم زندہ پیرؒ کی زندہ کرامت، روحانی اور فقیری طاقت کا اظہار ہے کہ اس ملک میں دینی تعلیمات اور عبادت کیلئے اجتماعی محفلیں منعقد ہو رہی ہیں۔ یہ اندرون ملک ہوں یا بیرون ملک آپؐ کی قلبی کیفیات کی آئینہ دار ہوتی ہیں۔ (۱۱)

دینی و اصلاحی خدمات: جب لوگ حضرت زندہ پیرؒ کے آستانہ عالیہ پر جوق در جوق آنا شروع ہو گئے۔ اور پیر صاحب نے رشد و ہدایت کا سلسلہ شروع کر دیا اور آپؐ مخلوق خدا کو دینی، اصلاحی، ملی اور روحانی فیض سے نوازنے لگے۔ آپؐ کا انداز تلقین انتہائی دلنشیں، سادہ اور موثر تھا۔ جو کوئی ایک مرتبہ آپؐ کی صحبت کے چند لمحے پاتا آپؐ کا گرویدہ ہو جاتا۔ اور آپؐ کے دامن شفقت سے وابستہ ہو جاتا۔ اس کی زندگی میں تبدیلی پیدا ہو جاتی وہ نہ صرف فرائض و سنن کی پابندی کرتا بلکہ عملاً متقی و پرہیزگار بننے کی سعی کرتا۔ آپؐ کی باطنی توجہ سے اس میں مزید نکھار آ جاتا۔ آپؐ تعمیر اخلاق، تہذیب و تزکیہ قلوب میں ایک خاص مقام رکھتے تھے۔ پابندی نماز کی سختی کے ساتھ تلقین و تاکید فرمایا کرتے تھے۔ لوگ اپنی دنیاوی پریشانیاں لے کر جاتے تھے۔ آپؐ ان کے حق میں دعا بھی فرمایا کرتے تھے اور ساتھ تعویذ عطا فرما کر یہ فرمایا کرتے تھے کہ نماز پڑھو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری پریشانی و تکلیف دور کر دے گا اور اگر نماز کی پابندی نہیں کرو گے تو میرا تعویذ اور دعا تمہارے حق میں کارگر نہیں ہوں گے۔ جو آدمی آپؐ کی خدمت عالیہ میں آ جاتا وہ نیک نمازی تہجد گزار اور تمام بری رسموں اور سگریٹ، نسوار وغیرہ سے توبہ کر لیتا۔ اور اللہ کا ذکر باقاعدگی سے شروع کر دیتا۔ اگر کوئی بے نمازی تھا تو نمازی و تہجد گزار بن جاتا، اگر کوئی چور ڈاکو آپؐ کی خدمت میں آتا تو وہ گناہوں سے توبہ کر لیتا۔ اس طرح لوگوں کی اصلاح کا سلسلہ تاقیامت جاری رہیگا۔ (۱۲)

آپؐ اللہ کا ذکر کثرت سے کرتے تھے آپؐ خود بھی اور اپنے عقیدہ مندوں کو بھی ذکر کی تلقین فرماتے۔

قرآن و حدیث میں ذکر کو بہت فوقیت حاصل ہے۔

أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ (۱۳)

ترجمہ: یاد رکھو اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو تسلی حاصل ہوتی ہے۔

أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَقُولُ أَنَا مَعَ عَبْدِي إِذَا ذَكَرَنِي وَ تَحَرَّكَتْ بِي شَفَّتَاهُ (۱۴)

ترجمہ: ارشاد باری ہے کہ میں اپنے بندے کے ساتھ ہوں جبکہ وہ مجھے یاد کرتا ہے اور جب اس کے دونوں ہونٹ میرے ذکر کیلئے حرکت کرتے ہیں۔

أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي لِي وَأَنَا مَعَهُ إِذَا ذَكَرَنِي ، فَإِنْ ذَكَرَنِي فِي نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي وَإِنْ ذَكَرَنِي فِي مَلَأٍ ذَكَرْتُهُ فِي مَلَأٍ خَيْرٍ مِنْهُمْ. (۱۵)

ترجمہ: میں اپنے بندے کی سوچ اور ذکر کے وقت اس کے ساتھ ہوتا ہوں پس اگر وہ اپنے دل میں میرا ذکر کرتا ہے تو میں بھی اس کو دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ لوگوں کے سامنے میرا ذکر کرتا ہے۔ تو میں اس سے بہتر لوگوں کے سامنے اس کا ذکر کرتا ہوں۔

اولیاء اللہ جب بوڑھے ہو جاتے ہیں تو اگرچہ دنیا ان کے وجود سے زیادہ فیض یاب ہوا کرتی ہے۔ لیکن ان کا شوق وصال بڑھ جاتا ہے۔ (۱۶)

ملفوظات: آپؐ نے اپنے عقیدت مندوں کی اصلاح کیلئے جو ارشادات عطا فرماتے وہ ان کی تربیت کیلئے ضروری ہوتے تھے۔ آپؐ کے ملفوظات باب سوم ص ۱۳۲-۱۹۴ میں درج ہیں۔

یہ ایک مانی ہوئی بات ہے کہ مردان خدا۔ خدا کے قرب و وصال سے سرفراز ہوتے ہیں۔ ان کی باتوں میں اسرار الہی کی جھلک بیش از بیش پیدا ہو جاتی ہے۔ ان کے کلام میں صداقت و روحانیت کی وہ شانیں نظر آتی ہے جو دوسروں کے کلام میں نظر نہیں آتیں۔ یوں کہئے کہ وہ نہیں بولتے بلکہ ان کی زبان میں کوئی اور بولتا ہے۔ آپؐ فرمایا کرتے تھے۔ کہ انسان اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی محبت میں فنا ہو جائے تو ساری مخلوقات اس کے تابع فرمان ہو جاتی ہے۔ جن و بشر آگ۔ ہوا۔ پانی، درخت، چرند، پرند، پہاڑ، زمین و آسمان بہ امر الہی اس کے تابع ہو جاتے ہیں۔ وہ جس سے چاہے اور جس قدر چاہے کام لے۔

بزرگان دین کے ملفوظات: بزرگان دین کے اقوال و ملفوظات ان کے تجربات و مشاہدات کا نچوڑ ہوتے ہیں، اور ان میں خاص اثر ہوتا ہے۔ یہ اثر ان کے الفاظ میں ہمیشہ موجود رہتا ہے۔ جو لوگ ان کے ملفوظات کا مطالعہ کرتے ہیں ان کی زندگی میں خوشگوار تبدیلی آ جاتی ہے۔

فضائل ذکر: فضائل ذکر میں حضور قبلہ عالمؐ نے فرمایا اللہ پاک کا ذکر کسی وقت اور کسی حال پر موقوف نہیں۔ چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے برابر کرنا چاہیے۔ یہی خاصہ ہے حضرات مشائخ طریقت کا اور اسی ذکر کو ذکر کثیر فرمایا گیا۔ تمام احباب کو اس پر عمل کرنا چاہیے۔

ذاکرین کی فضیلت: ۱۔ ایک تو مجاہد فی سبیل اللہ کا درجہ ۲۔ سرسبز و بار آور درخت کی مثال کہ ہر وقت شاداب و خرم رہتا ہے، ۳۔ اس کا قلب نور معرفت سے روشن اور سرسبز رہتا ہے، ۴۔ ذاکر اپنی جگہ جنت میں اس دنیا ہی میں دیکھ لیتا ہے، ۵۔ اس کے گناہ انسانوں اور حیوانوں جتنے بھی ہوں تو بخشے جاتے ہیں۔

فضائل ذکر میں حضور قبلہ عالمؐ نے فرمایا دنیا میں ذاکرین جس طرح ذکر کر رہے ہوتے ہیں۔ اللہ کریم عرشی مخلوقات میں اس جگہ کا نام لے کر ارشاد فرماتے ہیں کہ اس وقت دنیا میں فلاں جگہ میرا ذکر ہو رہا ہے۔ مزید آپ حضورؐ نے ذکر کے متعلق فرمایا۔

- ☆ ذکر الہی شیطان کو ذلیل و خوار کرتا ہے۔
- ☆ ذکر الہی حق تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا مندی کا باعث ہے۔
- ☆ ذکر الہی سے دل کے غم و فکر اور پریشانیاں دور ہو جاتی ہیں۔
- ☆ ذکر الہی سے دل کو راحت و فرحت ملتی ہے۔
- ☆ ذکر الہی سے دل اور روح کو قوت حاصل ہے۔
- ☆ ذکر الہی سے دل سے روشنی اور چہرہ نورانی ہو جاتا ہے۔
- ☆ ذکر الہی سے محاسبہ نفس کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔
- ☆ ذکر الہی سے رجوع الی اللہ کا شوق بڑھتا ہے۔
- ☆ ذکر الہی سے تقرب حق حاصل ہوتا ہے۔
- ☆ ذکر الہی سے معرفت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔
- ☆ ذکر الہی سے خدا کی ہیبت و عظمت پیدا ہوتی ہے۔
- ☆ ذکر الہی سے خداوند کریم کی یاد اور تصور رہتا ہے۔

- ☆ ذکر الہی دل اور روح کی غذا ہے۔
 - ☆ ذکر الہی سے دل کا زنگ دور ہو جاتا ہے۔
 - ☆ ذکر الہی سے دل شیشہ کی مانند چمک جاتا ہے۔
 - ☆ ذکر الہی جہاد نفس اور یاد خدا کا ذریعہ ہے۔
 - ☆ ذکر الہی کیمیائے عبادت اور خزانہ سعادت ہے۔
 - ☆ ذکر الہی سے عبادت کا پلڑا بھاری رہتا ہے۔
 - ☆ ذکر الہی توحید کی شہادت اور جنت کی چابی ہے۔
 - ☆ ذکر الہی فراخی، رزق اور خوشحالی کی ضمانت ہے۔
 - ☆ ذکر الہی سے برائیاں اور گناہ محو ہو جاتے ہیں۔
 - ☆ ذکر الہی سے قیامت میں عرش الہی کا سایہ ہوگا۔
 - ☆ ذکر الہی سے قیامت کو چہرہ چاند سے بڑھ کر روشن ہوگا۔
 - ☆ ذکر الہی تمام نیکیوں سے بڑھ کر نیکی ہے۔
 - ☆ ذکر الہی سے دیدار حق تعالیٰ حاصل ہوگا۔
 - ☆ ذکر الہی سے تمام برائیاں دور ہو کر اللہ تعالیٰ کے انعام و اکرام حاصل ہوتے ہیں۔
- لا الہ الا اللہ، ہر دلِ مومن نوشت محمد رسول اللہ ﷺ ساں اہل بہشت (۱۷)
- فضائل درود شریف:** حضور قبلہ عالم جناب زندہ پیر صاحب کی زبان حق بیاں سے درود شریف کے فضائل و فوائد و ثمرات جو فرمائے گئے۔ اطاعت محبوب حق ہے۔ اطاعت رب العلاء، احترام مصطفیٰ ہے، احترام اللہ کا۔
- فضائل درود شریف میں حضور قبلہ عالم نے فرمایا۔
- ☆ درود شریف خداوند کریم اور جناب رسول اللہ ﷺ کی محبت کا ذریعہ ہے۔
 - ☆ درود شریف پڑھنے سے دل کو وسعت اور سکون ملتا ہے۔
 - ☆ دینی و دنیاوی سخت سے سخت مہم جہاں انسان کی سب تدبیریں ناکام ہو جائیں وہاں درود خوانی کی برکت

سے غائبانہ امداد پہنچتی ہے۔

- ☆ درود خوانی سے روزی میں برکت پیدا ہوتی ہے۔ اور انسان فتنوں سے محفوظ رہتا ہے۔
- ☆ جو آدمی دنیا میں روزانہ ایک ہزار بار درود شریف پڑھے گا قیامت کے دن اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی مانند روشن ہوگا۔
- ☆ دیگر عبادتیں کسی قصور یا لغزش کی وجہ سے رد ہو سکتی ہیں۔ مگر درود شریف پڑھنے کا ثواب ہر حال میں ملے گا۔ یہ رد نہیں ہو سکتا۔
- ☆ درود شریف پڑھنے سے پل صراط پر بھی درود شریف کے نور کی روشنی میں بہ آسانی گزر جائیں گے۔
- ☆ جب ایک آدمی محبت و اشتیاق کے ساتھ درود شریف پڑھتا ہے تو فرشتے ایک دوسرے کے کندھوں پہ قطار کھڑے ہوتے ہوئے آسمان تک قطر بنا لیتے ہیں۔
- ☆ پل صراط پر درود شریف ہی سے نور اور روشنی ملے گی۔
- ☆ درود شریف پڑھنا وہ مقبول ترین عبادت ہے جس کے کمالات کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔
- ☆ درود شریف پڑھنے سے رب تعالیٰ کی فرمانبرداری اور تکمیل ارشاد کی سعادت ہے۔
- ☆ درود خوانی میں ہم معصوم ملائکہ کے مشاغل میں شمولیت کا شرف حاصل کرتے ہیں۔
- ☆ ایک مرتبہ درود شریف پڑھنے سے دس نیکیاں ملتی ہیں۔ دس گناہ معاف ہوتے ہیں اور درجات میں دس گنا اضافہ ہوتا ہے۔
- ☆ درود خوانی سے ہم خداوند کریم کے شریک کار ہو جاتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ بھی درود شریف سے مسرت اندوز ہوتا ہے۔
- ☆ درود شریف کا عمدہ خاصہ یہ ہے کہ اسکے ورد رکھنے والے پر کوئی فتنہ اور ابتلا نہیں آتا اور حفاظت الہی شامل حال ہو جاتی ہے۔
- ☆ ایک مرتبہ درود شریف پڑھنے سے ہم آغوش رحمت میں جگہ پا لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ دس مرتبہ رحمت فرماتا ہے۔
- ☆ درود خوانوں پر فرشتے درود بھیجتے ہیں۔

- ☆ دعا سے پہلے، درمیاں اور آخر میں درود خوانی قبولیت کی ضامن ہے۔
- ☆ درود خواں دوزخ کی آگ اور نفاق کی بیماری سے محفوظ ہوتا ہے۔
- ☆ درود خواں جنت میں شہدائے اسلام کا ہم نشین ہوگا۔
- ☆ درود شریف انسان کو رسالت مآب کی شفاعت کا حق دار بناتا ہے۔
- ☆ درود شریف آلام و افکار کے وقت دل کا سکون اور مکمل سہارا ہوتا ہے۔
- ☆ درود شریف قیامت کے ہوش رُبادن میں حضور گرامی ﷺ کے خصوصی قرب کا باعث ہوگا۔
- ☆ درود شریف میں صدقات و خیرات کی جملہ سعادتیں موجود ہیں۔
- ☆ درود شریف نزع کے وقت جنت کی بشارت دیتا ہے۔
- ☆ درود خوانوں سے فرشتے محبت و شفقت سے پیش آتے ہیں اور ان کی اعانت بھی کرتے ہیں۔
- ☆ درود شریف پڑھنے والوں کیلئے زکوٰۃ اور پاکیزگی ہے۔
- ☆ درود شریف سے مجلس کا حق ادا ہو جاتا ہے اور مجلس پاک ہو جاتی ہے۔
- ☆ سومرتبہ درود شریف پڑھنے پر اللہ پاک ایک ہزار بار درود بھیجتا ہے۔
- ☆ درود خواں کیلئے موت کے بعد درود شریف استغفار کا ذریعہ ہے۔
- ☆ ایک مخصوص فرشتہ ہر امتی کا پڑھا ہوا درود شریف بارگاہ رسالت ﷺ میں لے جاتا ہے۔
- ☆ درود شریف پڑھنے سے سن شدہ اعضاء درست ہو جاتا ہے۔
- ☆ درود خواں کا روز قیامت عرش الہی کے سایہ کے نیچے جگہ پائے گا۔
- ☆ جو شخص ایک بار جناب رسول ﷺ پر درود شریف پڑھتا ہے تو اللہ پاک کرانا کا تبین کو حکم فرماتا ہے کہ تین دن تک اس بندے کا کوئی گناہ نہ لکھا جائے۔
- ☆ پل صراط پر درود شریف ہی سے نور اور روشنی ملے گی۔
- ☆ درود خوان غداری کا مرتکب نہیں ہوتا۔ یہی حضور اکرم ﷺ کی ذات گرامی سے وفاداری کی دلیل ہے کہ آپ پر کثرت سے درود و سلام پڑھا جائے۔

- ☆ بیس مرتبہ بھی جہاد کیا جائے درود شریف پڑھنے کا اجر و ثواب زیادہ ہے۔ ہزار بار درود شریف پڑھنے والا قبل از مرگ اپنا مقام جنت میں دیکھ لیتا ہے۔
- ☆ کثرت درود خوانی فرائض میں کوتاہی سے بچا لیتی ہے۔
- ☆ درود شریف منبع انوار و برکات اور مفتاح ابواب خیر و سعادت اور کثرت درود براہ راست حضور عالی سے حصول برکت کا ذریعہ ہے۔
- ☆ درود خوان قیامت کے دن تشنہ لبی سے محفوظ رہے گا۔
- ☆ کثرت درود خوانی حضور سرور کائنات کی بارگاہ تک لے جاتی ہے۔
- ☆ ہر روز سو مرتبہ درود شریف پڑھنے والے کیلئے بیس دنیا میں اور ستر آخرت کی ضروریات پوری ہوتی ہیں۔
- ☆ درود شریف مجلس کی ضروریات پوری کرتا ہے۔
- ☆ درود خوان کو حضور شہنشاہ دو عالم ﷺ سے مصافحہ کی بے پایاں دولت حاصل ہوتی ہے۔
- ☆ درود شریف کا فیض نسلوں تک قائم رہتا ہے۔
- ☆ درود شریف دل کی سیاہی اور زنگ مٹانے کا ذریعہ ہے۔
- ☆ خداوند کریم نے درود شریف کو تمام اعمال سے خیر و بلند درجہ دیا ہے۔
- ☆ ایک مرتبہ کی درود خوانی بشرطیکہ حضور قلب سے پڑھی جائے، اسکی برکت سے اسی برس کے صغیرہ گناہوں کی بخشش کی ضمانت ہے۔
- ☆ گھر میں داخل ہوتے وقت اسلام علیکم کہنے کے بعد درود خوانی کشائش رزق کا باعث بنتی ہے۔
- ☆ جس نے شوق و محبت سے درود شریف پڑھا اس کے دن اور رات کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔
- ☆ ایک فرشتہ دربار رسالت میں درود خواں کا مفصل نام و نسب پیش کرتا ہے۔

خوش باد نسیم صبح گا ہی کہ در دشب نشیناں لا دوا کرد (۱۸)

تصرفات اولیاء اللہ: تصرف کے لغوی معنی ہیر پھیر کے ہیں۔ لیکن اولیائے کرام اپنے رب کے ارشاد و اذن کے مطابق اور حضور سید عالم ﷺ کی وساطت سے شریعت مطہرہ کی حدود میں رہتے ہوئے کائنات اور مخلوق خدائے

تعالیٰ میں جو تبدیلی رونما کرتے ہیں صوفیائے عظام اور اولیائے کرام کی اصطلاح میں اسے تصرف کہتے ہیں۔ یہ درحقیقت کرامت کا ہی ایک حصہ اور جزو ہے۔

اولیاء کرام پانچ قسم کے تصرف کرتے ہیں۔

- ۱۔ نفی تصرف: فطری حالت کو بدل جانے کو کہتے ہیں۔
- ۲۔ حالی تصرف: جس سے حال بدل جائے۔
- ۳۔ وجدانی تصرف: جس سے جذب و سکر طاری ہو جائے
- ۴۔ القائی تصرف: جس سے اپنی کیفیات دوسرے پر واضح کی جائیں۔
- ۵۔ ہیبتی تصرف: جس سے وضع قطع بدل جائے تصرفات کا ظہور قوت ارادی پر منحصر ہے۔ جس قدر قوت ارادی کسی ولی اللہ میں زیادہ ہوگی اسی قدر وہ تصرفات کثیر کے مالک ہوتے ہیں۔

حضور قبلہ عالمؒ جناب زندہ پیر صاحبؒ کے تصرفات عالیہ میں سے چند تصرفات تحریر کئے جاتے ہیں۔

پانی کی بھری بالٹی کا تہہ میں ڈوبنے کے بعد اوپر نکل آنا: حضور قبلہ عالمؒ کی یونٹ کا کیمپ جب قاضی باقر گاؤں کے قریب برب نہر تھا صوفی عبداللہ خان صاحب رات کو روزانہ پانی کی بالٹی خیمہ فیض آثار میں رکھ دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ بالٹی ہاتھ سے چھوٹ گئی اور پانی میں ڈوب گئی۔ صوفی عبداللہ خان صاحب نے پانی کو حکم دیا پتہ ہے کس کی بالٹی لے جا رہے ہو۔ اتنا کہنا تھا کہ پانی کی بھری ہوئی بالٹی اسی جگہ سے نمودار ہوئی جہاں سے ڈوبی تھی۔ صوفی عبداللہ خان صاحب بالٹی لے کر خیمہ مبارک میں آئے تو حضور نے تبسم ریز لہجہ میں فرمایا۔ دو روپے کی چیز تھی اور خرید لیتے اس کیلئے نہر کے پانی کو اتنا سخت حکم دیا ہے۔

تو وہ داتا ہے دینے کیلئے	در تیری بخشش کے ہیں ہر دم کھلے
ہو پیر زمانے میں تو بس پیر ہوا	جو سب کی خبر رکھے خبر گیر ہوا
باوقار کرے صاحب تو قیر ہوا	دل سب کا رکھے ہاتھ میں لگیر ہوا (۱۹)

مصلیٰ پاک کے کونے کے نیچے سونے چاندی کی جاری نہریں: ۱۹۵۹ء میں صدر پاکستان ایوب خان کے دور میں محکمہ اوقاف معرض وجود میں آیا۔ کافی سارے آستانوں پر اوقاف کا محکمہ بھٹا دیا گیا۔ اس ضمن میں جنرل حق نواز

صاحب کو دربار عالیہ گھمکول شریف سرکاری طور پر بھیجا گیا کہ دربار عالیہ گھمکول شریف جناب زندہ پیر صاحب کا دربار فیض بار جنگل میں ہے۔ لنگر باقاعدہ اور بروقت جاری ہے۔ تحقیق کیجائے کہ ان کے پاس سکھ بنانے والی ٹیکسائل ہے جنرل حق نواز صاحب نے عرض کی کہ میں حکومت کا بھیجا ہوا آیا ہوں کہ تحقیق کروں آپ کے پاس کوئی ٹیکسائل ہے حضور قبلہ عالم نے فرمایا ہاں جنرل صاحب واقعی میرے پاس ٹیکسائل ہے آپ نے اپنے مصلیٰ کا ایک کونہ اٹھایا اور فرمایا جنرل صاحب اس کے نیچے دیکھو مصلیٰ پاک کے نیچے نگاہ ڈالتے ہی جنرل صاحب غشی کی حالت میں ہو گئے۔ اسی غشی کی حالت میں اٹھا کر غار مبارک میں لٹا دیئے گئے۔ کافی دیر کے بعد ان کی حالت اعتدال پر آئی۔ تو دوبارہ وحجرہ مبارک میں بلائے گئے۔ آپ حضور نے فرمایا۔ جنرل صاحب دنیا و مافیہا کی دولت جناب رسول اللہ ﷺ کے مصلیٰ پاک کے نیچے ہے۔ جو فقیر جناب رسول اللہ ﷺ کے مصلیٰ پاک کی حفاظت کر سکتا ہے۔ اسے سب کچھ جناب رسول اللہ ﷺ کے مصلیٰ پاک کے نیچے سے ملتا ہے۔ فقیر کی نظر نہ دنیا دار کے ہاتھ پر ہوتی ہے نہ دنیا دار کی جیب کی طرف ہوتی ہے۔ اور نہ کسی دنیا دار کے دروازہ پر ہوتی ہے۔ فقیر کی ذمہ داری اصل میں یہی ہے کہ مصلیٰ پاک کی حفاظت اور دین کی خدمت جو کچھ آپ نے دیکھا ہے یہ مصلیٰ پاک پر بیٹھ کر بکثرت درود خوانی کا ثمرہ ہے۔ جب جنرل صاحب ملاقات کر کے باہر آئے ان سے سوال کیا گیا۔ آپ کیوں غشی میں چلے گئے انہوں نے بتلایا جب پیر صاحب نے اپنے مصلیٰ پاک کا ایک کونہ اٹھایا تو میں دیکھتا ہوں کہ حد نظر تک گاڑیاں کھڑی ہیں اور گاڑیوں کی پوری باڈی نوٹوں کے بنڈلوں سے بھری ہوئی ہیں۔ گاڑیوں کے دائیں بائیں دیکھا۔ یوں محسوس ہوا کہ سونے چاندی کی نہریں جاری ہیں کیفیت دیکھ کر میں نے سوچا حکومت کیا گمان رکھتی ہے۔ اس سوچ پر میری حالت اعتدال سے گر گئی اور مجھے غشی طاری ہو گئی۔

ہے بہت اچھا یہ نکتہ مجھ کو مرشد نے بتایا ہے درود ان پر جو بھیجے گا مرادیں دل کی پائے گا۔ (۲۰)

مسجد پاک کے تعمیری سلسلے میں صدر ایوب کو لا جواب فرمانا: واپس جا کر جنرل حق نواز صاحب نے ساری کیفیت جوان پر گزری، صدر ایوب خان کو بتائی۔ تو صدر ایوب خان صاحب خود دربار عالیہ میں ملاقات کرنے کیلئے تشریف لائے آپ حضور نے ایوب خان صاحب کو حجرہ مبارک میں ملاقات کے لئے بلایا۔ اس وقت مسجد پاک کی بنیادیں بھری ہوئیں تھیں۔ ملاقات کے وقت صدر ایوب خان نے کہا پیر صاحب تاحال آپ کے دربار میں مسجد

نہیں جیسے واہ چھاؤنی میں مسجد سرکاری خرچ پر تعمیر ہوئی ہے ایسے ہی یہاں ہنوا دیتا ہوں۔ حضور قبلہ عالم نے کچھ ارشاد نہ فرمایا۔ کچھ دیر بعد دوبارہ ایوب خان عرض کرتا ہے۔ میں اپنی جیب سے رقم خرچ کر کے آپ کے دربار کی مسجد ہنوا دیتا ہوں۔ تب آپؐ نے رخ مبارک پھیر کر فرمایا۔ صدر صاحب مسجد کس کا گھر ہے صدر ایوب نے کہا اللہ کا گھر اس پر حضور قبلہ عالم نے فرمایا خداوند کریم غنی ہے یا محتاج صدر صاحب نے جواب دیا اللہ پاک غنی ہے۔ کسی کا محتاج نہیں۔ حضور قبلہ عالم نے فرمایا، جس کا گھر ہے وہ غنی ہے جب چاہے گا اپنا گھر بنا لیگا۔ یہ نہ میرا کام ہے نہ آپ کا۔

ہیں جو محبوب خدا انہیں سمجھا کیا ہے کام جو چاہتے ہیں خود ہی بنا لیتے ہیں (۲۱)

کشف: کشف خاصانِ خدا کی ایک حالت کا نام ہے جو صدیقین اور مقربین بارگاہ حق تعالیٰ کا حصہ ہے ایک نور ہے جو نفس کے تمام صفاتِ ذمیمہ سے پاک و صاف ہو جانے پر قلب مومن میں پیدا ہو پیدا ہوتا ہے۔

انبیاء علیہ السلام کو جو باتیں بذریعہ وحی معلوم ہوتی تھیں۔ اولیاء اکرام کو وہی باتیں بذریعہ کشف ظاہر ہوتی رہتی ہیں۔ فرق اتنا ہے کہ وحی تقدیر الہی کی آئینہ دار ہوتی ہے اور کشف واردات و واقعات کا عکس ہوتا ہے۔ اہل اللہ لوگوں نے ہی فرمایا کہ رب کریم اپنے بندے کے سامنے سمرتبے پھیلاتے ہیں۔ جن میں کشف ستارہواں مقام ہے کئی طالب یہاں آکر ناکام ہو جاتے ہیں۔ حضور قبلہ عالم کی پوری حیات طیبہ میں بال برابر بھی شریعت کی پابندی میں فرق نہ آنا ہی ایک بڑی کرامت ہے۔

کرامت: مافوق العادات آثار و کمالات یا خوارق عادات جو کسی دلی اللہ سے صادر ہوں ان کو کرامات کہتے ہیں خوارق عادات محض اللہ تعالیٰ کی طرف سے صاحب کرامت کے اللہ تعالیٰ کے نزدیکی و مقرب ہونے اور اس اعزاز کیلئے جو انہیں بارگاہ رب العالمین میں حاصل ہوتا ہے گویا اس کے اظہار کیلئے ہوتے ہیں۔ خوارق عادات اور کرامات اولیاء اللہ مسلمانوں میں جائز اور ممکن ہے مسلمان کا عقیدہ ہے کہ سب اور مسبب کا تعلق ممکن ہے۔ سب کے بغیر مسبب کا وجود میں آنا عادتِ الہیہ میں شامل ہے یعنی یہ ایسا حق ہے جسے تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں تمام مسلمان اہل سنت والجماعت معتقد ہیں کہ خوارق عادات اور کرامات اولیاء اللہ حق ہیں کیونکہ اصحابہ کرام تابعین تبع تابعین سب ہی نے اس امر کو تسلیم کیا ہے۔

آپؐ کی کرامات کا احاطہ بہت مشکل کام ہے۔ ان میں معروف کرامات کا ذکر باب ششم میں موجود ہے۔ (۲۲)

فضیلت ختم خواجگان شریف: آپؐ نے ختم خواجگان کی فضیلت میں فرمایا کہ بزرگان سلف سے منقول اور رائج ہے آپؐ کے معمولات مقدسہ پوری حیات طیبہ میں ختم خواجگان شریف باقاعدگی سے پڑھا جاتا تھا جو آپؐ کے وصال مبارک کے بعد بھی پڑھایا جا رہا ہے آپؐ اکثر حضرت مجدد الف ثانیؒ کا حوالہ دے کر فرمایا کرتے تھے کہ آپؐ کا فرمان ہے کہ ایک آدمی پھانسی کے تختے پر کھڑا ہو اس کے لئے بھی ختم خواجگان شریف بروقت ہو جائے اور جیسا ادا کرنے کا حق ہے تو ایسے ادا کیا جائے تو اللہ کریم اس آدمی کو تختہ دار سے بری کر دیتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ ہاتھ کا اشارہ نہ ہو آنکھ اشارہ نہ ہو درمیان میں کوئی دنیاوی بات نہ ہو سب آدمی با وضو اور با ادب بیٹھیں تو ادھر ختم خواجگان شریف پورا ہوگا ادھر اس کا اثر سامنے آجائے گا ختم خواجگان کی برکت سے سخت تریں دشمن سے حفظ و امان نصیب ہوتا ہے اور اللہ کریم سوائے اپنے ہر کسی کی محتاجی سے بچا لیتا ہے۔ ہزار ہا حاجتیں پوری ہوتی ہیں مشکل سے مشکل مہمات و حاجات کے لئے تین دن تک متواتر ختم خواجگان پڑھ کر دعا کرنے سے غائبانہ امداد پہنچتی ہے یہ ضروری ہے کہ دعائیں سلف صالحین کو ایصال ثواب ختم خواجگان شریف کا پہنچایا جائے۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے مقتدر اولیاء اللہ حضرت خواجہ عبدالحق غجدانیؒ نے اپنے ہم عصر سلسلہ عالیہ قادریہ، چشتیہ، اور سہروردیہ کے اولیاء اللہ سے باہمی مشاورت سے ختم خواجگان شریف کے جو کلمات و تسبیحات و تعداد مقرر فرمائی وہ چاروں سلاسل میں تاحال رائج ہے۔ دربار عالیہ گھمکول شریف میں بھی عرس مبارک کی اختتامی تقریب میں وہی ختم خواجگان شریف پڑھا جاتا ہے۔ جو خواجہ عبدالحق غجدانی صاحبؒ نے مقرر فرمایا۔

فضائل عرس مبارک: جہاں اب خانہ کعبہ شریف وہاں پہلے بیعت المعمور تھا۔ حضرت نوح علیہ السلام کے طوفان سے پہلے رب تعالیٰ نے عرش عظیم سے فرشتوں کا جلوس زمین پر بھیجا جو بیعت المعمور کو اٹھا کر آسمان پر لے گئے اللہ کریم نے فرشتوں کے اس جلوس کا نام عرس رکھا اس سے ثابت ہوا کہ عرس مبارک کی تقریب بہت دیرینہ تقریب مقدسہ ہے۔ عقیدت اور زائرین پورا سال اپنی مرضی سے آستانوں پر آتے ہیں لیکن عرس مبارک پر لوگ بلائے ہوئے آتے ہیں۔ اشتہار، خطوط اور زبانی کلامی عرس مبارک کی تاریخ کا علم ہر ماننے والے کو ہو جاتا ہے۔ اس طرح اللہ والے کے وجود مسعود کے صدقے میں اس اجتماع پر پاک پروردگار کی رحمت کے چھینٹے پڑتے ہیں۔ اور

فقیر کے فیض کے اسباب کھلتے ہیں۔ کوئی بھی نامراد نہیں جاتا۔ عرس عربی زبان کا لفظ ہے۔ جس کے لفظی معنی ہیں ”شادی“ عرس مبارک پر بھی ایک شادی کی طرح انتظامات کئے جاتے ہیں۔ اہل اللہ کا اپنا دن ہوتا ہے۔ زائرین اور عقیدت مندوں کیلئے لنگر کا انتظام ہوتا ہے۔ مہمان مجالس ذکر سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ لنگر کھاتے ہیں اور اختتامی دعا کے بعد اپنے سینوں کو نعمتوں سے معمور کرتے ہوئے خوشی سے بامراد گھروں کو لوٹتے ہیں۔ اولیاء کرام اور صوفیائے عظام کے طریقہ میں عرس مبارک کی ابتدا یوں ہوئی کہ پرانے زمانہ میں ذرائع آمد و رفت بہت محدود اور دشوار گزار تھے۔ اولیائے کرام پیدل سفر طے کر کے اپنے مریدین و مخلصین کے پاس جا کر دینی و اصلاحی خدمات سرانجام دیتے کافی عرصہ آستانوں سے باہر رہ کر ان کی اولادوں کی تربیت اور روحانی منازل کیلئے یہ بات خسارے کا سبب بن گئی۔ جس کی وجہ سے مشائخین کے بعد ان کے جانشین کا میاب ثابت نہ ہو سکے۔ آخر کار مخلص اور جانثار مریدوں نے باہم ملکر مشورہ کیا ان پیشوایان دین کی اس تکلیف کو رفع کرنے کیلئے ہم جملہ مریدین ان حضرات قدسیہ کی بارگاہ میں سال میں ایک مقررہ وقت اور تاریخ پر ہم سب مریدین آستانہ پر جمع ہو کر اکتساب فیض کریں۔ اور پسند و نصائح سے فائدہ بھی اٹھائیں مریدین نے جو دن متفقہ طور پر مقرر کیا اس کا نام رکھا۔ ”عرس“ منشاء قدرت بھی فی اللہ اجتماع کا حامی ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ عرس کا اجتماع عبادت گزار نیک بندوں کا اجتماع ہوتا ہے۔ ترجمہ یعنی دلہن کی مانند خوشی سے سو جا۔ اس بنا پر اہل اللہ کے وصال مبارک کے دن اور اجتماع کو عرس کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ (۲۳)

حضرت زندہ پیر صاحبؒ کی عبادت و ذکر کے معمولات: آپؒ کا روز کا معمول تھا کہ رات کے وقت تمام عقیدت مندوں کو نماز تہجد کے لئے جگا دیا جاتا۔ اس کے بعد نماز فجر کی اذان ہوتی اور نماز باجماعت ادا کی جاتی۔ ہر جماعت سے قبل پیر صاحبؒ کے لئے پہلی صف کے عین دائیں جانب مصلح بچھا دیا جاتا آپؒ اپنے حجرہ مبارک سے باہر تشریف لا کر مسجد کی جانب خراماں خراماں تشریف لاتے اور اقامت شروع ہو جاتی تھی اور امام صاحب نماز کی امامت فرماتے اور آپؒ بھی سب کے ساتھ مل کر نماز ادا کرتے۔ آپؒ کا معمول تھا کہ صرف فرض نماز مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا فرماتے سنتیں اور نوافل اپنے حجرہ مبارک میں ادا فرماتے۔ نماز فجر، عصر اور نماز عشاء کے بعد ختم خواجگان شریف اور ذکر پاک کی محفل باقاعدگی سے منعقد ہوتی تھی۔

اسلامی تہوار: اسلامی تہواروں پر باقاعدہ اجتماعات منعقد ہوتے مثلاً 9 اور 10 محرم الحرام شہادت امام حسین علیہ السلام، گیارہ اور بارہ ربیع الاول جشن عید میلاد النبی ﷺ، دس اور گیارہ ربیع الثانی بڑی گیارہویں شریف غوث الاعظمؒ، چھبیس، ستائیس رمضان المبارک جشن شب قدر ان تمام اسلامی تہواروں پر تمام مریدین جوق در جوق قافلوں کی شکل میں آستانہ عالیہ گھمکول شریف تشریف لاتے اور تمام رات موقع کی مناسبت سے علماء کرام واقعات پر روشنی ڈالتے اور نعت خواں حضرات بحضور سرور کونین ﷺ نذرانہ عقیدت پیش کرتے اور آخر میں آپؐ عالم اسلام کے لئے دعا فرماتے تھے۔

عرس مبارک دربار عالیہ گھمکول شریف: سالانہ عرس مبارک اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور شریعت حقہ کے مطابق آپؐ اپنی ظاہری زندگی میں باقاعدگی سے مارچ کے آخری جمعہ، ہفتہ اور اتوار کو مذہبی جوش و خروش سے منایا جاتا تھا جو آپؐ کے وصال مبارک کے بعد بھی آپؐ کے صاحبزادہ صاحب وجانشین حضرت قبلہ عالم پیر منور شاہ صاحب بھی سالانہ عرس مبارک کی تقریب بڑے عقیدت و احترام سے منارہے ہیں۔ آپؐ کی اپنی زندگی میں اکاون عرس مبارک آستانہ عالیہ گھمکول شریف میں اللہ کے فضل و کرم سے منعقد ہو چکے ہیں۔ عرس مبارک کی اطلاع بذریعہ اخبار، ریڈیو اور اشتہار دی جاتی ہے سالانہ عرس مبارک تین یوم کیلئے منعقد ہوتا ہے۔ جس میں نہ صرف ملک بھر سے شرقاً غرباً شمالاً جنوباً طول و عرض سے بلکہ بیرون ملک سے بھی لوگ بڑی تعداد میں تشریف لاتے ہیں۔ اندرون ملک سے آپ کے مریدین و عقیدت مندوں کی بڑی تعداد بسوں، ٹرکوں، ویکنوں، کاروں اور موٹر سائیکلوں پر کلمے پاک کا ورد کرتے ہوئے حاضر ہوتے ہیں۔ علماء کرام رسول اکرم ﷺ کی سیرت پاک پر روشنی ڈالتے ہیں۔ نعت خواں حضرات حضور نبی محترم ﷺ کی بارگاہ میں نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہیں۔ آخری روز حضور قبلہ عالم زندہ پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے ملفوظات سے نوازنے کے بعد عالم اسلام کیلئے دعا فرماتے اور اس طرح سالانہ عرس مبارک اختتام پذیر ہوتا۔ (۲۴)

وصال مبارک: دریائے وحدت کے شناور اپنے مطلوب حقیقی کے وصل کا اشتیاق فرمایا کرتے۔ ملائکہ رحمت اور ارواح مقدسہ سے ملاقات و ہمکلامی فرمائی جا رہی تھی۔ کیا معلوم تھا عنقریب اس جسم عنصری کی قید سے ہمیشہ کیلئے آزاد ہو کر سب کو دائمی داغ مفارقت دینے والے ہیں۔ اولیاء اللہ اور مقربین الہی اس دنیا سے جدا نہیں ہوتے۔

تا وقتیکہ ان کے پاس ریحان جنت نہیں لایا جاتا۔ جس کی خوشبو سے معطر ہو کر ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف انتقال فرماتے ہیں۔ وابستگان دامن عالیہ کی یہ حالت کہ کوئی عالم حیرانی میں کھڑا تھا۔ کوئی جوش محبت میں محو ہو کر نقش دیوار بنا ہوا تھا۔ آپؐ کی اولاد با کمال کی نور با آنکھوں سے بھی آنسو جاری تھے۔ حضور قبلہ عالم کی عین نور اولاد پاک محبین، مخلصین اور متعلقین کیلئے یہ وقت بڑا ہی بلا خیز غم آمیز اور پر آشوب تھا۔ الغرض آپؐ ستاسی سال (۸۷) کی عمر مقدسہ کے ساتھ سینتالیس (۲۷) سال گھمکول شریف کو رونق بخشنے والے لاکھوں عقیدت مندوں کے آنسوؤں کی برسات کے ساتھ ۲۱ مارچ ۱۹۹۹ء ۲ ذوالحجہ ۱۴۱۹ھ بروز اتوار اس دار فانی سے پردہ فرما گئے۔

إِنَّ لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

اس حادثہء جانکاہ اور صدمہ عظیم کے باوجود جناب پیر حبیب اللہ شاہ صاحب نے ہر جگہ اطلاع کا انتظام فرمایا اور پورے ملک کے مضافات (دیہات) میں تو قدرتی طور بیک وقت ایسے خبر پھیلی جیسے غیب کی منادی نے سب کو مطلع کر دیا۔ وصال مبارک پر آنے والوں کو قدرت کاملہ سے کوئی تکلیف نہ تھی۔ بلکہ رب تعالیٰ نے خوشگوار موسم کا سماں پیدا فرما دیا۔ آپؐ کا جسد خاکی عقیدت مندوں کی زیارت کیلئے آپؐ کے حجرہ مبارک میں رکھ دیا گیا اور عقیدت مندوں کی زیارت شروع کرادی گئی تھی۔ آپؐ کا رخ انور پر انوار ربانی کا اس قدر درود و نزول تھا کہ چہرہ مبارک فیض و برکات سبحانی سے بدر منیر کی طرح چمک دمک رہا تھا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ گویا ابھی زبان حق بیاں سے اور نورانی و مقدس لبوں کو جنبش دے کر حقائق و معارف کا کوئی بیان فرمانے والے ہیں۔ (۲۵)

نماز جنازہ و تدفین: قبلہ عالم حضرت شاہ المعروف زندہ پیرؒ کی دوسرے روزہ ۲۲ مارچ ۱۹۹۹ء بروز سوموار تین ذوالحجہ ۱۴۱۹ھ کو بعد نماز ظہر آپؐ کے خلیفہ صوفی عبد اللہ صاحب نے نماز جنازہ کی امامت کا شرف حاصل کیا۔ ملک کے طول و عرض سے ہی نہیں بیرون ملک سے بھی لوگ بڑی تعداد میں نماز جنازہ میں شرکت کیلئے پہنچ گئے تھے۔ آپؐ کے جسد پاک کو لحد مبارک رکھنے کے وقت سورج کی تابانی اور شعائیں مانند ہو گئیں تھیں۔ الغرض حضور قبلہ عالم اس دار فانی سے پردہ فرما کر صاحب مزار ہوئے۔ آپؐ کا روضہ مبارک گھمکول شریف ضلع کوہاٹ میں ہے جو زائرین کیلئے مرجع خلایق ہے۔ (۲۶)

دعائے قل پر آثار رحمت: قل شریف کے ختم کے بعد پیر حبیب اللہ صاحب دعا فرما رہے تھے تو پورے دربار شریف

کی حدود میں بارش سپرے کی شکل میں ہو رہی تھی۔ ساتھ ہی ساری فضا معطر تھی۔

چالیسویں پاک کی دعا کے وقت بھی رحمتوں کا نزول: چھبیس اپریل ۱۹۹۹ء بروز پیر حضور قبلہ عالم کے چالیسویں پاک کی محفل پاک میں سجادہ نشین حضور قبلہ بادشاہ صاحب دعا فرما رہے تھے عصر کا وقت تھا مسجد کے میناروں کے اوپر قوس نظر آرہی تھی۔ یہ کہنا بجا ہوگا کہ وہ قدسی مخلوق تھی جو پر پھیلائے ہوئے تھی۔ محسوس ایسا ہوتا تھا گویا قدسی مخلوق ٹولیوں کی شکل میں آ جا رہی ہے۔ (۲۷)

اخلاف کرام: آپ کے نور چشم قبلہ عالم پیر منور شاہ صاحب المعروف بہ جناب بادشاہ صاحب: پیر منور شاہ کی ولادت باسعادت کے بعد نہایت کم سنی میں محترمہ والدہ ماجدہ کا سایہ مبارک سر سے اٹھ گیا۔ اس کے بعد آپ کی پرورش آپ کے والدہ محترم قبلہ عالم حضرت شاہ صاحب نے کی۔ آپ نے ظاہری علم تو بی۔ اے پاس کیا مگر باطنی علم سے جناب بادشاہ صاحب کا سینہ اطہر جناب زندہ پیر صاحب نے حد درجہ لبریز و معمور فرماتے ہوئے سینہ میں وسعت اور دل میں بے پایاں قوت و بصیرت کا خزانہ مخفی فرما دیا ہے۔ آپ کے وجود مسعود پر سفید چادر مبارک ڈالتے ہوئے فرمایا۔ اس سفید چادر میں آپ کے لئے ایک بادشاہی کاراز پوشیدہ ہے۔ جناب بادشاہ صاحب نے پوری حیات طیبہ میں اس چادر مبارک کی لاج رکھی۔ اور اپنے والد محترم زندہ پیر صاحب کے سامنے عملی نمونہ پیش کر دکھایا۔

سجادہ نشین: حضور قبلہ عالم کا سایہ مبارک سر مبارک سے اٹھ گیا تو آپ و ربار عالیہ گھمکول شریف کے مسند آرا مقرر فرمائے گئے ہیں۔ آپ تمام جزوی اور کلی دربار عالیہ کے انتظامات نہایت حوصلہ بردباری و استقلال کے ساتھ نبھا رہے ہیں۔ بدستور پرانے غلاموں کی خاطر مدارت و دلجوئی میں بہت شفقت سے کام لیتے ہیں۔ الحمد للہ جیسے حضور قبلہ عالم کی حیات طیبہ میں بیعت حلقہ ذکر ختم خواجگان کا انعقاد تقریبات مقدسہ، نماز جمعہ نماز باجماعت مہمانوں کی خاطر و مدارت اور فیوض و برکات اور دینی و اصلاحی خدمات کا سلسلہ بدستور جاری و ساری ہے۔ جملہ امور شریعت مطہرہ کے مطابق ہو رہے ہیں۔

حضور قبلہ جناب پیر عبید اللہ شاہ صاحب: آپ قبلہ عالم جناب بادشاہ صاحب کے فرزند اکبر ہیں۔ آپ نہایت خوش رونیک خو، خدایاد، متواضع، بردبار، سادہ طبیعت اور تنہائی پسند ہیں۔ آپ کو اپنے دادا جناب زندہ پیر کی خاص نظر عنایت تھی۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں یہ بادشاہ صاحب سے بھی زیادہ پیارے ہیں۔

حضور قبلہ عالم جناب پیر حبیب اللہ شاہ صاحب: آپ حضور قبلہ عالم جناب بادشاہ صاحب کے فرزند اصغر ہیں۔ آپ نہایت خوش خلق خوب رو نورانی چہرہ، بارعب و جلال دل و دماغ خدا کے نور سے منور، غلاموں کے خیر خواہ و مشفق، خلق خدا پر مہربان، غربا و مساکین کے شفیق، غم زدوں کے مونس، آپ کے حسن خلق نے سب کے دلوں میں گھر کر لیا ہے۔ حضور قبلہ عالم جناب زندہ پیر صاحب کی نظر کیمیا اثر اور دعا و توجہ سے کما حقہ مشرف ہوئے ہیں۔ ہر ایک کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آنا آپ کے معمولات کا اہم حصہ ہے، کیا امیر، کیا غریب سب کی نظروں میں معزز و محبوب ہیں، ہر ادنیٰ و اعلیٰ خاص و عام ارادت مندوں کی نہایت حسن سلوک سے تواضع فرماتے ہیں۔ تمام ظاہری و باطنی اخلاق حسنہ اور صفات حمیدہ سے موصوف آراستہ ہیں، شکل و شمائل اور حسن ظاہری اعلیٰ درجہ کا ہے۔ حضور زندہ پیر کی خاندانی و جاہت ان سے نمایاں ہے۔ آپ پر زندہ پیر کی خاص نظر عنایت تھی۔ آپ صاف گو اور دنیاداری میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپ کے متعلق حضرت زندہ پیر کا فرمان تھا۔ درویش و فقیر نہ گدائی کرتا ہے نہ کسی کے آگے دست سوال دراز کرتا ہے۔ ہم انہیں دونوں جہانوں کی بادشاہی کی طرح فقیری دینگے۔ اور بفضلہ تعالیٰ آپ اس نعمت سے مالا مال ہیں۔ دنیاوی امور زائرین کا خیال، لنگر کا انتظام اور دیگر معاملات کی دیکھ بھال آپ ہی کے ذمہ ہے۔ آپ گھمکول شریف کے روح و رواں اور بہار ہیں۔ پیر حبیب اللہ صاحب نے اپنے دادا حضرت زندہ پیر کا روضہ اطہر یہ سمجھتے ہوئے اپنے شوق کے کمال عروج کے مد نظر تعمیر فرمایا۔ کہ دربار عالیہ گھمکول شریف وہ معظم دار الشفاء ہے۔ جہاں ہزاروں بیمار فراق، عصیاں، مہجوری، ناداری، غفلت ادبار وغیرہ امراض مہلک میں مبتلا ہو کر آتے ہیں۔ یہاں سب کی تمنائیں پوری ہوتی ہیں۔ بیماروں کو شفا ملتی ہے۔ گنہگاروں کو عطا، ناداروں کو دولت، ادباروں کو اقبال، مہجوروں کو شربت وصال، غافلوں کو بیداری، مایوسوں کو دل داری، تمنائوں کو امیدوں کی نوید ملتی ہے۔ جناب پیر حبیب اللہ صاحب نے یہ دیکھتے ہوئے روضہ اطہر ایسا تعمیر فرمایا جس سے ہر لمحہ ہیبت و جلال مترشح ہے کہ دربار عالیہ گھمکول شریف وہ درگاہ فیوض ہے۔ جس کے صحن محل میں اللہ تعالیٰ کا مقرب و پیارا نبی ﷺ کا دلار، علی کی آنکھ کا تارا، وہ کون دل آرا، وہ کون انجمن آرا، نقشبندی آسمان کا ماہ نور، غوث اعظم کی نگاہوں کا سکون، وہ غوث زماں حضور قبلہ عالم جناب زندہ پیر صاحب کی ذات برکات ہے۔

پیر جنید شاہ صاحب، پیر محمد معصوم شاہ صاحب: جناب پیر عبید اللہ شاہ صاحب کے شہزادہ جناب جنید شاہ صاحب کو ودیعت ہے کہ وہ اپنی بات منوانے میں طاقت نافذ رکھتے ہیں اور جناب پیر حبیب اللہ شاہ کے شہزادہ جناب محمد معصوم شاہ صاحب یمن و برکت اور فارغ بالی کے برکات کے حامل ہیں۔ گویا آپ دربار عالیہ گھمکول شریف میں اللہ کریم کی رحمت کا پرنا لہ ہیں۔ (۱۹)

خلفائے عظام

خلافت و خرقہ: خلافت یا خرقہ پوشی اور مرید کے مابین ایک رشتہ ارتباط یعنی مضبوط رابطہ کا ذریعہ ہے۔ اور مرید کی جانب سے مرشد کی خدمت میں ایک ذریعہء تحکیم ہے یعنی مرید اپنے مرشد کو اپنا حاکم تسلیم کر لیتا ہے۔ جب دنیاوی امور کیلئے تحکیم یعنی حاکم بنانا شریعت میں جائز ہے۔ اور پسندیدہ امر ہے تو پھر خلافت اور خرقہ سے بھی انکار نہیں ہو سکتا۔ جو ایک مرشد اپنے طالب صادق کو عطا فرماتا ہے اور خرقہ پہناتا ہے۔ اس میں مرید کے حسن عقیدت کا بھی ہاتھ ہوتا ہے طالب مذہبی امور میں اپنے مرشد کو رہبر بناتا ہے تاکہ مرشد اسے خداوند کریم کا راستہ بتائے اور طالب کو راہ ہدایت پر لگائے۔ اس کو آفات نفس کی بصیرت عطا کرے۔ اعمال کے فساد سے وقوف بخشنے۔ کہ نفس اور شیطان کن کن راستوں سے راہ پاتا ہے۔ خلافت اور خرقہ وہی طالب حاصل کرتا ہے جو اپنے آپ کو شیخ کے حوالے کر دیتا ہے مرشد کی رائے کو تسلیم کر لیتا تمام

معاملات میں پیر کی طرز تربیت کا پابند ہوتا ہے خلافت ایک رابطہ الہی ہے۔ مرید جب صاحب خلافت ہو گیا خرقہ پہن لیا تو گویا اس نے خود کو مرشد کے سپرد کر دیا۔ اس طرح مرشد کے حکم کے تحت و تابع ہو جانا اللہ اور رسول ﷺ کے حکم کے تابع ہو جانا ہے۔ جب مرشد اپنے طالب کو خرقہ پہناتا ہے وہ طالب سے خرقہ پوشی کے آداب و شرائط بجالانے کا عہد و پیمان لیتا ہے۔ اسے خرقہ پوشی کے تمام حقائق سے آگاہ کر دیتا ہے۔ مرشد اپنے مرید و طالب کے حق میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم کا دروازہ شیخ کے لئے ہر وقت کھلا رہتا ہے۔ طالب و مرید کو جو کچھ ملتا ہے مرشد کی چوکھٹ کے ذریعہ ہی ملتا ہے۔ منصب خلافت پر فائز فرمانے اور خرقہء خلافت جیسے لباس فاخرہ کے نوازنے میں مذکورہ بالا جملہ وجوہات و خصائل کے علاوہ حضور قبلہ عالم چند مزید امور کو بھی مد نظر فرماتے تھے۔ فقیری اور خلافت میں بہت مسافت درمیان میں حائل ہوتی ہے۔ خرقہء ارادت کے

حق دار مقام فقیری والے صرف دو طالب صادق ہوتے ہیں۔ اور خرقہ و تبرک والے صاحب خلافت ہزاروں ہوتے ہیں۔ آپ کا کوئی غلام و مرید بے اولاد ہے یا نرینہ اولاد سے محروم ہے۔ تو آپ اسے خلافت سے نوازتے تھے۔ کہ میرا مرید ہو کر بڑھا پے میں در ماند محتاج نہ ہو جائے۔ عزت سے وقت گزارے کچھ لوگوں کو بھی اسی وجہ سے خرقہ و خلافت سے نوازا۔ کہ وہ غیر موروٹی ہیں۔ ایسے لوگوں کی گاؤں میں عزت قدر عموماً نہیں ہوتی۔ آپ کا گمان پاک ہوتا کہ مرید میرا ہو اور گاؤں یا آبادی میں بے قدر راہو ہمیں گوارا نہیں ہوتا اس لئے اکثر ایسے لوگوں کو بھی نواز اگیا تا کہ گاؤں و آبادی میں عزت سے زندگی گزاریں۔ دین کا کام بھی کریں لوگوں کی اصلاح بھی کریں۔ کچھ ایسے مرید جو خدمت دین اور خدمت خلق کی استعداد رکھتے تھے۔ انہیں بھی خرقہ و خلافت سے نواز اگیا جو طالب تھوڑی سی محبت بھی رکھنے والے تھے وہ بھی موزوں فرمائے گئے۔ آپ فرماتے کہ دنیا کے کسی حصہ میں حضور عالی کا امتی تکلیف میں ہو اور قریب ہمارے واسطہ والا آدمی موجود ہو۔ وہ تکلیف زدہ آدمی کے حق میں دعا کر دے یا دم کر دے۔ حضور عالی کے امتی کی تکلیف دور ہو جائے گی تو اس میں خداوند کریم اور جناب رسول اللہ ﷺ راضی ہوتے ہیں۔ ہم اس وجہ سے بھی محبت رکھنے والے مریدین کو خلافت سے نوازتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اندرون ملک کے علاوہ بیرون ملک دنیا کے ہر کونہ ہر ملک میں خلفاء موجود ہیں۔ کئی ایسے لوگوں کو بھی خلافت سے نواز اگیا ہے کہ حقوق العباد کی ذمہ داری سے فارغ ہیں۔ ابھی کچھ خداوند کریم کی رضاء کے لئے بھی کچھ دین کیلئے بھی کام کریں، کچھ لوگ پیرانہ سالی یعنی بڑھا پے میں آ کر آخرت کی فکر سے غافل تھے۔ آپ نے خلافت سے نوازتے ہوئے راہ ہدایت پر چلا دئے۔ کچھ لوگ گمراہی کے دہانے پر تھے حضور قبلہ عالم کی نگاہ التفات کے سامنے آ گئے۔ تو ہدایت یافتہ ہو گئے۔ ان مذکورہ جملہ امور کی بنا پر حضور قبلہ عالم نے ہزاروں خلفاء کا انتخاب فرمایا۔ جن کی تفصیل کتاب میں موجود ہے۔ (۲۹)

حوالہ جات

- ۱۔ ذوالفقار حسین شاہ بخاری، سید، ”شان اولیاء“، کراچی، فرید آرٹ پریس، ۲۰۰۴ء، ص ۵۱-۵۲، ج-۱۔
- ۲۔ رب نواز، صوفی ”کنز العرفان“ شائع کردہ آستانہ عالیہ گھمکول شریف ضلع کوہاٹ صوبہ سرحد ۲۰۰۶ء، ص ۲۱-۲۵۔
- ۳۔ ایضاً۔ ص ۴۵۔
- ۴۔ ایضاً۔ ص ۵۰۔
- ۵۔ ایضاً۔ ص ۵۲۔
- ۶۔ ایضاً۔ ص ۵۳۔
- ۷۔ ایضاً۔ ص ۴۹-۵۸۔
- ۸۔ ایضاً۔ ص ۸۴-۱۳۰۔
- ۹۔ ایضاً۔ ص ۴۶۔
- ۱۰۔ ایضاً۔ ص ۴۶-۴۸۔
- ۱۱۔ ایضاً۔ نمبر ۲۵۷ ص ۴۳-۴۴۔
- ۱۲۔ ذوالفقار حسین شاہ بخاری، سید، ”شان اولیاء“، محولہ بالا، ص ۶۱-۶۲، ج-۱۔
- ۱۳۔ القرآن : ۱۳ : ۲۸۔
- ۱۴۔ بخاری، ابی عبد اللہ محمد بن اسماعیل، ”الصحيح البخاری“، مصر، مطبع مصطفى البابي الحلبي، ۱۳۵۵ھ کتاب التوحید۔
- ۱۵۔ ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، ”جامع ترمذی“، دہلی، فخر المطابع، ۱۲۷۰ھ، کتاب الزہد۔
- ۱۶۔ فضل احمد، حاجی ”ماہنامہ سلسبیل“، لاہور، محمدی پریس، ۱۹۸۱ء۔ ص ۲۱۔
- ۱۷۔ رب نواز، صوفی، ”کنز العرفان“، محولہ بالا، ۱۸۷۔
- ۱۸۔ ایضاً۔ ص ۱۳۲-۱۹۴۔
- ۱۹۔ ایضاً۔ ص ۲۰۰-۲۰۱۔
- ۲۰۔ ایضاً۔ ص ۲۰۳۔

- ۲۱۔ ایضاً۔ ص۔ ۲۰۳۔
- ۲۲۔ ایضاً۔ ص۔ ۱۹۹۔ ۲۴۰۔
- ۲۳۔ ایضاً۔ ص۔ ۲۷۱۔ ۲۷۴۔
- ۲۴۔ ذوالفقار حسین شاہ بخاری، سید، ”شان اولیاء“ محولہ بالا، ص۔ ۷۸۔ ۸۱۔
- ۲۵۔ رب نواز، صوفی ”کنز العرفان“ محولہ بالا، ص۔ ۲۸۴۔ ۲۸۶۔
- ۲۶۔ ذوالفقار حسین شاہ بخاری، سید، ”شان اولیاء“ محولہ بالا، ص۔ ۹۱۔
- ۲۷۔ رب نواز، صوفی ”کنز العرفان“ محولہ بالا، ص۔ ۲۷۸۔ ۲۸۸۔
- ۲۸۔ ایضاً۔ ص۔ ۲۹۸۔ ۳۰۴۔
- ۲۹۔ ایضاً۔ ص۔ ۳۰۵۔ ۳۱۰۔

باب : ہفتم

حضرت پیر محمد ابراہیم جان سرہندی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

تعارف: ملت اسلامیہ پر جب کبھی کٹھن وقت آیا سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد امجاد نے اپنی جان جو کھوں میں ڈال کر عظمت و سطوت اسلام کا تحفظ کیا۔ اس سلسلہ میں آفتاب ہند حضرت مجدد الف ثانیؒ، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، مجاہد کبیر، مولانا فضل حق خیر آبادی، پیر غلام مجدد سرہندی اور نور المشائخ ملا شور بازار کابلی رحمۃ اللہ علیہم کی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں جنہوں نے اپنی جان و آبرو کی پرواہ کئے بغیر اپنا سب کچھ اسلام کی خاطر لٹا دیا، جیل کی تنگ و تاریک کوٹھڑیاں آباد کیں۔ جائیدادیں ضبط کرائیں طرح طرح کی اذیتیں برداشت کیں مگر دین حنیف کے پرچم کو ذرہ برابر جنبش نہ آنے دی۔ اس گروہ کے ایک گل سرسبد پیر محمد ابراہیم جان خلیل سرہندیؒ جنہوں نے وادی مہران میں اسلام دشمن طاقتوں کے سامنے سینہ سپر رہے اور اپنے مشن کو جاری رکھا۔ اگرچہ انہیں گونا گوں مصائب و آلام سے دوچار ہونا پڑا۔

ولادت: پیر محمد ابراہیم جان خلیل سرہندی مجددی فاروقیؒ کی ولادت باسعادت ۱۳۳۲ھ ۱۹۱۶ء بروز دوشنبہ حضرت پیر محمد اسمعیل جان روشن سرہندی بن پیر محمد حسین جان سرہندی رحمۃ اللہ علیہم کے ہاں قصبہ پیر سرہندی تحصیل سامارو ضلع تھرپارکر میں ہوئی۔ (۱)

خاندانی پس منظر: سیدنا فاروق اعظم عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے حضرت مجدد الف ثانیؒ تک فاروقی اور حضرت مجدد پاکؒ کے بعد مجددی سرہندی کہلائے اس خاندان کی زیادہ تعداد عرب سے ہجرت کر کے افغانستان میں آباد ہوئی۔ اس خاندان کے تین بزرگوں نے یکے بعد دیگرے افغانستان پر حکومت کی ان میں شیخ شہاب الدین المعروف فرخ شاہ کابلیؒ حضرت شیخ محمد یوسفؒ اور حضرت شیخ احمدؒ حضرت شیخ فرخ شاہ کابلیؒ نے زیادہ شہرت پائی ہندوستان کے کچھ علاقے فتح کر کے افغانستان کی اسلامی حکومت میں شامل کئے اور ملک میں اسلامی نظام عدل قائم کیا۔ فرخ شاہ کابلیؒ نے سومانہ مندر سمیت ہندو را جاؤں کی بڑی طاقتوں کے مرکزوں پر محمود غزنوی سے پہلے حکومت کی اور بڑھاپے کی وجہ سے حکومت کا انتظام اپنے فرزند شیخ محمد یوسف کے حوالے کیا۔ اس طرح شیخ محمد یوسف نے بھی بڑھاپے میں حکومت اپنے فرزند حضرت شیخ احمدؒ کے سپرد کی۔ جس نے کچھ سالوں

بعد اپنے ایک معتمد خاص کو اپنی جگہ پر حاکم مقرر کر کے اپنے لئے معرفت الہی کی بادشاہی کا انتخاب کیا اس طرح انہوں نے خاندان خسروی کے جاہ و جلال کو ترک کر کے فقیری حاصل کی اس خاندان کے ایک بزرگ حضرت امام رفیع الدینؒ اپنے مرشد حضرت سید جلال الدین بخاریؒ کی رفاقت میں ہندوستان کے پنجاب میں آئے اور مرشد کی ہدایت کے مطابق اپنے بھائی شیخ فتح اللہؒ کے ساتھ مستقل سکونت اختیار کی۔ آپکی اعلیٰ صلاحیتوں سے متاثر ہو کر وقت کے بادشاہ نے دونوں بھائیوں کو بڑے عہدوں سے نوازہ کچھ عرصہ بعد بادشاہ کی طرف سے دہلی اور امرتسر کے درمیان سہرند نام کے ایک گھنے جنگل میں ایک قلعہ تعمیر کرنے کے لئے دونوں بھائیوں کو حکم ملا قلعہ کی تعمیر کے بعد تھوڑے ہی عرصہ میں جس جنگل میں شیر رہتے تھے وہ شہر بن گیا اور سہرند سے بدل کر سرہند شریف کے نام سے مشہور ہوا۔ حضرت امام رفیع الدینؒ کی پانچویں پشت میں محبوب سبحانی غوث صمدانی، امام ربانی، مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقیؒ پیدا ہوئے۔ آپؒ نے روحانی طاقت سے اسیری مغل سلطنت سے ٹکری۔ بادشاہ کے وزیروں، مشیروں کے نئے ایجاد کئے ہوئے نظریہ دین الہی کو مٹا کر مسلمانوں کو حق کی راہ دکھائی اس طویل جدوجہد میں اکبری اور جہانگیری غیض و غضب نہ جھکا سکے اور نہ مٹا سکے۔ نصرت ایزوی ان کے ساتھ تھے، ان کی مذہبی تبلیغی، روحانی اور اصلاحی کارناموں پر اب تک سینکڑوں کتابیں لکھی گئی ہیں۔ ۲۸ صفر ۱۰۳۲ھ سرہند شریف میں آپکا وصال ہوا۔ حضرت مجدد الف ثانی کے وصال کے بعد آپؒ کے جانشین سرہند شریف میں رہے سرہند شریف میں وصال ہوئے اور یہیں پر آخری آرام گاہ ہیں۔ جب سکھوں نے مسلمانوں پر حملے شروع کئے تو خانقاہ مجددیہ سرہند شریف سے علم جہاد بلند ہوا اس خانقاہ کے ہزاروں مریدوں نے طویل عرصہ تک جنگ کی، مغلیہ حکومت کے زوال پذیر ہوتے ہی مسلمانوں کی قیامت موثر نہ رہی ان کو چاروں طرف سے سکھوں، مرہٹوں، راجپوتوں اور انگریزوں نے گھیر لیا، سرہند شریف ریاست مشرقی پنجاب میں واقع تھی، وہاں کی مقامی آبادی کی اکثریت سکھوں میں سے تھی مسلمانوں کے گھر اور راستے ان کے گھرے میں تھے اس صورت حال میں حضرت مجددؒ کے پانچویں سجادہ نشین حضرت شاہ غلام محمدؒ نے اپنے آباؤ اجداد کا بسایا ہوا شہر چھوڑ کر کچھ عرصہ بعد پشاور کے سفر کے دوران حضرت شاہ غلام محمدؒ کا وصال ہوا اور آپ کا مزار مبارک پشاور شہر کے وسط میں ہے۔ آپ کے فرزند اور سجادہ نشین حضرت شاہ غلام حسنؒ بھی آپ کے پہلو میں دفن ہیں۔ چوتھی نسل میں سراج الاولیاء قطب

ارشاد حضرت شاہ عبدالرحمنؒ پیدا ہوئے جو کہ حضرت قبلہ پیر محمد ابراہیم جان سرہندی کے پردادا تھے۔ آپ افغانستان سے ہجرت کر کے سندھ میں آئے۔ مجددی خاندان کی سرہند شریف سے روانگی کے بعد سکھوں کی فوج کا بڑا لشکر حضرت مجدد الف ثانیؒ کے روضہ مبارک کو شہید کرنے کی غرض سے داخل ہوئے۔ کچھ فوجی روضہ مبارک کے اوپر چڑھے اور کچھ نیچے رہے اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کے وصال کے بعد بھی حفاظت کی ذمہ داری پوری کی۔ ابھی سکھ فوج کے سپاہی روضہ مبارک کو توڑنے کا ارادہ ہی کر رہے تھے کہ اچانک روضہ مبارک کے اندر سے کچھ پرندے نکلے جو بہت زہریلے تھے جو فوج نیچے کھڑی تھی ان کو تو ان پرندوں نے ڈنگ مار مار کر ہلاک کر دیا جو فوج اور پر تھی وہ ان پرندوں کے خوف سے نیچے گر کر ہلاک ہو گئے۔ روضہ مبارک کو شہید کرنے والے خود ہلاک ہو گئے۔ یہ جانور نہ پہلے کبھی کسی نے دیکھے اور نہ بعد میں دیکھے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے جس کام کیلئے انہیں بھیجا تھا وہ پورا کر کے چلے گئے۔ (۲)

خواجہ عبدالرحمن مجددی: خواجہ عبدالرحمن بن خواجہ عبدلقیوم مجددی قندھاری علیہ الرحمۃ ۱۲۴۴ھ - ۱۸۰۸ء قندھار افغانستان تولد ہوئے تمام علوم و فنون قندھار کے مختلف اساتذہ کرام سے حاصل کئے اور اپنے والد سے طریقہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے۔ ۱۲۷۱ھ میں والد کے وصال کے بعد ان کی مسند پر فائز ہوئے۔ آپ خلیفہ محمدی ﷺ کے پورے پورے مجسمہ اور کامل نمونہ تھے، تواضع، توکل، صبر، رضا، خدمت خلق اور خلق خدائی، رحم و سخاوت، تقویٰ، طہارت اور شریعت پر استقامت اور ان کے علاوہ بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ (۳) حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے خانوادہ سے تعلق رکھنے والی پہلی شخصیت جو سندھ آ کر رہائش پذیر ہوئی اور جس سے سرہندی مجددی سلسلہ کو سندھ میں فروغ حاصل ہوا وہ حضرت خواجہ عبدالرحمن مجددی کی ذات گرامی ہے۔ (۴) آپ ۱۷ سال کی عمر میں ۲۔ ذیقعد ۱۳۱۵ھ، ۱۸۹۸ء بروز جمعۃ المبارک اس عالم فنا سے دار بقاء کی طرف کوچ فرما گئے آپ کا مزار مبارک ٹنڈو ساکین داد سے چند میل کے فاصلہ پر اور ٹکھڑ سے شمال کی جانب ایک میل کی مسافت پر کوہ گنجہ کے دامن میں واقع ہے جو زیارت خاص و عام ہے۔ (۵)

محمد حسین جان مجددی سرہندی: آپ ۱۲۸۸ھ، ۱۸۷۱ء میں ”ارغستان“ قندھار افغانستان حضرت شاہ عبدالرحمن مجددی سرہندی کے گھر پیدا ہوئے۔ آٹھ سال کی عمر میں افغانستان سے ہجرت کر کے سندھ حیدر آباد کے قریب

ٹکھڑ میں سکونت پذیر ہوئے۔ آپ نے حافظ محمد یوسف علامہ لال محمد کے علاوہ سندھ کے دوسرے علماء سے دینی تعلیم حاصل کی آپ بلا کے ذہین اور بے مثال حافظہ کے مالک تھے۔ قرآن، حدیث، فقہ، نحو، ریاضی وغیرہ میں آپ کے کمال کو دیکھ کر کتنے باکمال علماء حیران ہو جایا کرتے تھے۔ آپ نے زندگی سادگی میں بسر کی اور صاحب کشف و کرامت بھی تھے۔ ۱۳۲۸ھ میں ٹکھڑ کو ترک کر کے سامار و ضلع تھر پار کر میں سکونت اختیار کر لی۔ پیر سرہندی کے نام سے ایک بستی کی بنیاد ڈالی جو اب گلزار خلیل کے نام سے مشہور ہے۔ اب آپ کے پر پوتے پیر ایوب جان سرہندی مدظلہ العالی گدی نشین ہیں جو لوگوں کی اصلاحی اور دینی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ پیر محمد حسین جان مجددی سرہندی کا وصال مبارک ۱۳۶۷ھ میں ہوا اور آپ کو اپنے والد اور بھائی کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ پیر محمد اسماعیل جان مجددی سرہندی: سرہندی خاندان کے ایک گوہر آبدار، جید عالم، قادر الکلام شاعر، منصف مزاج صوفی، محقق اور عارف حاجی محمد اسماعیل جان مجددی جو خواجہ محمد حسین مجددی کے صاحبزادہ اور خواجہ عبدالرحمن کے پوتے تھے۔ (۶)

ولادت: آپ کی ولادت باسعادت ۱۳۰۷ھ کو ٹکھڑ (تحصیل ٹنڈو محمد خان حیدر آباد سندھ) میں ہوئی۔ آپ نے اپنے ہی علمی خانوادہ میں تعلیم حاصل کی۔ اللہ نے آپ کو باطنی کمال کے ساتھ ساتھ ظاہری و مالی اعتبار سے بھی نوازا تھا لیکن اقربا نوازی و مساکین پروری کی وجہ سے وصال کے وقت کوئی نقدی رقم نہیں تھی۔ شریعت کے بڑے پابند تھے تقویٰ آپ کی فطرت میں تھا۔ کسی آدمی نے آپ سے کہا کہ ”نام چینی“ کے برتنوں کا روغن حرام ہڈیوں سے بنتا ہے۔ آپ نے اس دن سے کبھی ان برتنوں کو استعمال نہیں کیا۔ اپنے والد کے اکلوتے فرزند ہونے کے باوجود کبھی بھی آپ نے ان کے باغ کا پھل بغیر اجازت استعمال نہیں کیا۔ آپ کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ مشہور تصانیف درج ذیل ہیں۔ ۱۔ خطبات روشن، ۲۔ انشاء روشن، ۳۔ جواہر نفسیہ تصوف پر بے مثل کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو فرزند عطا کئے۔ (۱) علامہ محمد اسحاق جان سرہندی (۲) حضرت علامہ آغا محمد ابراہیم جان سرہندی حضرت محمد اسماعیل جان ۵۳ سال کی عمر میں ہمیشہ کیلئے اپنے اللہ کے حضور تشریف لے گئے۔ ان کا جسد خاکی آبائی گاؤں سرہندی، تحصیل سامار و ضلع تھر پار کر سے لیجا کر ”مقبرہ شریف“ میں آخری آرام گاہ بنائی۔ (۷) حضرت پیر محمد اسماعیل (روشن) کے روشن گھرانے کی ایک روشن شمع علوم ظاہری و باطنی کے جامع،

بھی مقبولیت و فضیلت حاصل تھی کہ آپ کا سلسلہ نسب صرف چودہ (۱۴) واسطوں سے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی سے اور اکتالیس (۴۱) واسطوں سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ اور طریقت کے لحاظ سے آپ کا سلسلہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شروع ہوتا ہے۔ (۸)

شجرہ نسب: حضرت قبلہ خواجہ محمد ابراہیم جان خلیل بن حضرت خواجہ شاہ محمد اسماعیل جان روشن بن حضرت خواجہ شاہ محمد حسین جان بن حضرت شاہ عبدالرحمن جان (سراج الاولیاء) بن حضرت شاہ عبدالقیوم جان (قیوم زمان) بن حضرت شاہ محمد فضل اللہ بن حضرت شاہ غلام نبی بن حضرت شاہ غلام حسن بن حضرت شاہ غلام محمد بن حضرت شاہ غلام محمد معصوم ثانی بن حضرت شاہ محمد اسماعیل بن حضرت شاہ صبغت اللہ بن عروۃ السوثنی حضرت امام معصوم بن امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی فاروقی بن حضرت خواجہ مخدوم عبدالاحد بن حضرت خواجہ شیخ زین العابدین بن حضرت خواجہ شیخ عبدالحی بن حضرت خواجہ شیخ محمد بن حضرت خواجہ شیخ حبیب اللہ بن حضرت امام رفیع الدین بن حضرت خواجہ شیخ نصیر الدین بن حضرت خواجہ شیخ محمد سلیمان بن حضرت خواجہ شیخ محمد یوسف ثانی بن حضرت خواجہ شیخ محمد اسحاق بن حضرت خواجہ شیخ عبداللہ بن حضرت خواجہ شیخ محمد شعیب بن حضرت خواجہ شیخ احمد بن حضرت خواجہ شیخ محمد یوسف اول بن حضرت خواجہ سلطان شہاب الدین عرف فرخ شاہ کابلی بن حضرت خواجہ عبداللہ نصیر الدین بن حضرت خواجہ محمود صاحب بن حضرت خواجہ سلیمان صاحب اول بن حضرت خواجہ مسعود صاحب بن حضرت خواجہ عبداللہ واعظ الاصغراح بن حضرت خواجہ عبداللہ واعظ الاکبر بن حضرت خواجہ ابوالفتح صاحب بن حضرت خواجہ اسحاق صاحب بن حضرت خواجہ ابراہیم صاحب بن حضرت خواجہ ناصر صاحب بن حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حضرت فاروق اعظم سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

شجرہ طریقت نقشبندیہ: سلسلہ نقشبندیہ بھی دوسرے متعدد صوفیانہ خانوادوں کی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شروع ہوتا ہے۔ حضرت خواجہ محمد ابراہیم جان خلیل تک شجرہ طریقت نقشبندیہ مجددیہ اس طرح سے ہے۔ حضور سید الانبیاء والمرسلین رحمۃ اللعالمین محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ، حضرت خلیفۃ الرسول سیدنا ابوبکر صدیق

رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت سیدنا سلمان فارسیؓ، حضرت قاسم بن محمد بن سیدنا ابو بکر صدیقؓ، حضرت سیدنا امام جعفر صادقؓ، حضرت خواجہ سلطان العارفین بایذید بسطامیؓ، حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانیؓ، حضرت خواجہ شیخ بوعلی فارمدیؓ، حضرت خواجہ محمد یوسف ہمدانویؓ، حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوائیؓ، حضرت خواجہ محمد عارف ریوگریؓ، حضرت خواجہ شاہ محمود فغنویؓ، حضرت خواجہ شاہ عزیزان علی رامیتنیؓ، حضرت خواجہ شاہ محمد بابا سماسیؓ، حضرت خواجہ سید امیر کلالؓ، حضرت خواجہ محمد شاہ بہاؤ الدین نقشبندؓ، حضرت خواجہ شاہ علاؤ الدین عطارؓ، حضرت خواجہ شاہ محمد یعقوب چرخؓ، حضرت خواجہ شاہ عبید اللہ احرارؓ، حضرت خواجہ محمد زاہدؓ، حضرت خواجہ محمد درویشؓ، حضرت خواجہ امکنگیؓ، حضرت خواجہ باقی باللہؓ، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی سیدنا شیخ احمد فاروقی سرہندیؓ، حضرت امام محمد معصومؓ، حضرت خواجہ میاں شاہ عبدال حکیمؓ، حضرت خواجہ شاہ نور محمد قندھاریؓ، حضرت خواجہ شاہ شیر محمد قندھاریؓ، حضرت خواجہ شاہ محمد عالم قندھاریؓ، حضرت خواجہ شاہ رحمدل قندھاریؓ، حضرت خواجہ سید فیض محمد شاہ قندھاریؓ، قیوم الزمان حضرت خواجہ محمد ابراہیم جان خلیل سرہندی مجددی نقشبندیؓ (۹)

علم و فضل: حضرت خواجہ محمد ابراہیم جانؒ کو اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا علم عطا کیا تھا جس کا اعتراف ملک کے اکابر علماء مشائخ، محدثین اور مفسرین نے کیا ہے۔ اگرچہ آپ کے پہلے اساتذہ مولوی عبدالرحیم دل، مولوی غوث محمد بھرگڑی اور مولوی عطاء اللہ دیوبندی جو کہ اچھے عالم اور بہترین مدرس تھے۔ لیکن پھر درس نظامی کی تکمیل کے آخری مراحل میں انہیں بلند پایا اور مایہ ناز علماء سے شرف تلمذ علم حاصل ہوا۔ درس و تدریس کی فراغت کے بعد کچھ عرصہ اپنے دادا کے قائم کئے ہوئے گاؤں کے مدرسے میں پڑھاتے رہے۔ اور پھر علوم طب کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے جامعہ طبیہ کالج دہلی میں داخلہ لیا ایک سال بعد اپنے دادا جان کے اسرار پر واپس آئے اور طب کا باقی نصاب اپنے جدا مجد سے مکمل کیا۔ آپ کا زیادہ تر وقت مطالعہ اور علمی تحقیق میں گزرا۔ ایسی مستند کتابیں جو درس نظامی کے نصاب میں شامل نہیں تھیں۔ یا ضخامت کی وجہ سے پڑھائی نہیں جاتی تھیں۔ آپ نے ان کتابوں کا بڑے غور اور سیر ہو کر مطالعہ کیا ان میں ترمذی شریف، ابن ماجہ، تفسیر بیضاوی، درمختار اور شامی وغیرہ شامل ہیں۔ (۱۰)

انگریزی تعلیم: دینی تعلیم مکمل کرنے کے بعد انگریزی تعلیم حاصل کرنے کے لئے سندھ مدرسۃ الاسلام کراچی میں داخلہ لیا مگر جدا مجد حضرت پیر محمد حسین جان سرہندیؒ کو آپ کا انگریزی پڑھنا پسند نہ آیا اور فرمایا کہ اگر تم انگریزی

پڑھنا چاہتے ہو تو ہم گاؤں میں ہی کسی استاد کو مقرر کر دیں گے۔ چنانچہ آپؑ نے گاؤں میں ہی انگریزی زبان میں اچھی خاصی مہارت حاصل کر لی لیکن جلد ہی اس زبان سے ایسی نفرت ہو گئی کہ اسے بالکل ترک کر دیا۔

بیعت: فارغ التحصیل ہونے کے بعد حضرت مولانا نور بخشؒ خانقاہ پھلن شریف کے دست حق پر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت کی اور پھر مولانا فیض محمد قندھاریؒ سے بیعت ہو کر طریقت و معرفت کے مقامات طے کئے۔

اجازت و خلافت بھی انہیں سے پائی آج سندھ کے اطراف و اکناف میں ہزاروں کی تعداد میں آپ کے مریدین کا سلسلہ پھیلا ہوا ہے اور آپ کی نگاہ کیمیا اثر کے فیض سے ہزاروں غیر مسلم دامن اسلام سے وابستہ ہو چکے ہیں۔

دینی و اصلاحی خدمات: آپؑ نے اسلام کی سربلندی کیلئے اپنے گاؤں گلزار خلیل تحصیل سامارو ضلع تھر پار کر سندھ میں ایک عظیم الشان دینی مدرسہ قائم کیا ہے جس کے تمام اخراجات آپ خود برداشت فرماتے پچاس ایکڑ اراضی اور آم کا باغ مدرسہ کے لئے وقف کر دیا ہے۔ آپکا گاؤں نو مسلموں کے لئے ایک قلعہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپؑ نو مسلموں کو ہر قسم کی مدد بہم پہنچاتے اگر ہندوؤں کے اثر و رسوخ کی بنا پر ان پر مقدمہ بن جائے تو تمام اخراجات خود برداشت کرتے اور اس معاملہ میں بڑی سے بڑی طاقت سے ٹکر لینے کے لئے ہمیشہ تیار رہتے تھے۔ (۱۱)

دینی و سیاسی خدمات: پیر محمد ابراہیم جان سرہندیؒ نے تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ (۱۲) مسلم لیگ کی خدمت کیلئے دن رات کمر بستہ رہے، کانگریسی علماء کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ تقریر و تحریر کے ذریعے نظریہ پاکستان کی تشہیر کی، ہندوؤں کے ایجنٹوں کی خوب قلعی کھولی، غرض پاکستان کو معرض وجود میں لانے کیلئے کسی بھی قربانی سے دریغ نہ کیا یہی وجہ ہے کہ آپؑ آخری وقت تک سندھ میں لا دینی عناصر کے ساتھ مصروف جہاد رہے۔ آپؑ ایک عظیم الشان کارنامہ ملحدوں بھارت کے ایجنٹوں اور کمیونسٹوں کے ساتھ قلمی جہاد تھا۔ آپؑ نے ”سندھ سونہاری“ کے نام سے سندھی زبان میں ایک وسیع کتاب لکھی، آپ نے اس کتاب میں لا دینی عناصر ملحدوں اور نظریہ پاکستان کے دشمنوں کا اس انداز سے تعاقب کیا کہ زبان سے مرجوا و ماشاء اللہ کی صداکیں بے ساختہ نکلتی تھیں۔ اس کتاب نے سندھ کی عوامی زندگی پر گہرے اور دور رس اثرات پیدا کئے، نظریہ پاکستان کے مخالفین اور لا دین عناصر اس کتاب سے کافی جز بڑ ہوئے۔ آپؑ کی اس تصنیف نے سندھ میں قبولیت عامہ حاصل کی۔ یہ کتاب موضوع کی اہمیت کے ساتھ ساتھ سندھی زبان و ادب کا بھی انمول تحفہ ہے۔ اس کے علاوہ آپؑ نے، خلیلی خطوط

اور عباد اللہ (تبلیغ دین) وغیرہ معرکتہ لاڑا کتابیں لکھیں، جو سب کی سب اسلام دشمن عناصر کی سازشوں کی بنا پر ضبط ہو گئی، اسلام دشمن عناصر نے آپؐ کو بڑی تکلیفیں پہنچائیں مگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ کے پائے ثبات میں کبھی لغزش نہیں آئی۔ آپ کا نظریہ مولانا ظفر علی خان کے اس شعر سے مطابقت رکھتا ہے۔

تندیٰ باد مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کیلئے (۱۳)

سندھ میں اسلام دشمن اور ملک دشمن عناصر کے خلاف جہاد: سندھ میں اسلام دشمن اور وطن دشمن عناصر کے خلاف آپؐ ”شمشیر برہنہ بن کو میدان عمل میں مصروف جہاد رہے۔ ۱۰ جون ۱۹۷۵ء کو آپؐ نے سندھ کے دیگر اسلام دوست اور محبت وطن دانشوروں کے ساتھ کراچی میں مشترکہ پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے مطالبہ کیا کہ۔ ”سندھ ملکی سلیمیت اور اسلام کے خلاف نیز بد اخلاقی اور بے حیائی کو فروغ دینے کے لئے ادب کی آڑ میں جو مہم چلائی جا رہی ہے اس کی غیر جانبدارانہ تحقیقات کرائی جائے اور اس کے مرتکب عناصر کے خلاف قانونی کارروائی کی جائے اور وطن دوست اور محبت اسلام حلقوں کو اس تخریبی مہم کے سد باب کے لئے مثبت بنیادوں پر کام کرنے کی سہولتیں بہم پہنچائی جائیں۔“ اس مشترکہ پریس کانفرنس سے آپ کے علاوہ سید سردار علی شاہ ایڈیٹر روزنامہ ”مہران“ محمد بن قاسم، سوسائٹی کے صدر سید علی میر شاہ، پروفیسر علی نواز جتوئی، پروفیسر غلام جیلانی، ڈاکٹر محمد ابراہیم خلیل، نعمت اللہ قریشی، اسد اللہ بھٹو، محمد ایوب انصاری، غلام محمد کھوکھر، ڈاکٹر کیپٹن ممتاز علی میمن، حافظ ثار احمد سندھی، فیض بخشاپوری، محمد اسحاق اثر، غلام قادر جتوئی، سردار اکبر امین، نور شامین، رئیس عبد المجید نظامانی، اصغر علی سومرو، پیر محمد سلیم جان سرہندی، الحاج رحیم بخش قمر اور علی بخش جمالی بھی شامل تھے۔ یہ تمام معزز افراد سندھی ہیں اور اپنے ادبی مقام اور علمی مرتبے کی وجہ سے بڑی عزت و تکریم کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ لیکن نہ صرف یہ کہ اس پریس کانفرنس کی تفصیل شائع نہیں ہوئی بلکہ اس پریس کانفرنس میں جی ایم سید، عبدالواحد اریسر، مدد علی سندھی، مولانا بخش انصاری، شاہ محمد شاہ، شوکت سندھی، نجم عباسی، شیخ ایاز، پیر احسام الدین راشدی وغیرہ کی تحریروں کے اقتباسات پر مبنی جو ”قرطاس ابیض“ شائع کیا گیا تھا، حکومت سندھ نے اس پر بھی پابندی لگا دی۔ (۱۴)

ادبی مقام: آپؐ تحریر و تقریر پر یکساں قدرت رکھتے تھے۔ سندھی، اردو، عربی اور فارسی روانی سے بولتے اور لکھتے تھے۔ تصوف رموز تصوف میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔

سادگی: زندگی اس قدر سادہ گزارتے تھے کہ باوجود صاحب حیثیت زمیندار ہونے کے آخری وقت تک پختہ مکان نہیں بنایا، چارپائی پر نہیں سوتے عیش و عشرت سے سخت نفرت تھی۔ لنگر ہر وقت جاری رہتا آپ کی تقریر بڑی دل پذیر اور مرتب ہوتی عیدین کے موقع پر آپ کا عام خطاب ہوتا، فارسی اور سندھی کے قادر الکلام شاعر تھے۔ شعر و شاعری میں اپنے والد حضرت پیر محمد اسماعیل روشن سرہندیؒ سے شرف تلمذ رکھتے تھے اگرچہ مطب نہیں کرتے مگر ضرورت مندوں کو نسخہ دیتے تھے۔

حاضر جواب: آپ بہت بذلہ سنج اور حاضر جواب تھے۔ ایک دفعہ میرپور خاص (سندھ) میں سیرت کانفرنس کا ایک عظیم الشان اجتماع آپؒ کی زیر صدارت منعقد ہوا جس میں ہر مکتبہ فکر کے علماء مدعو تھے۔ جناب ماہر القادری مدیر ”فاران“ کراچی نے اپنے مخصوص انداز میں آپؒ سے پوچھا۔ ”حضرت آپؒ فاران پڑھتے ہیں؟“ آپؒ نے جواب دیا۔ جی ہاں پڑھتا رہتا ہوں اور لعنت بھیجتا رہتا ہوں۔ ”یہ سن کر ماہر صاحب خاموش ہو گئے۔ چونکہ آپؒ چائے بالکل نہیں پیتے صبح کے ناشتہ پر ماہر القادری نے حیرت سے پوچھا۔ حضرت آپؒ چائے نہیں پیتے؟ آپؒ نے فوراً جواب دیا کہ ”میں چائے کا اتنا ہی سخت دشمن ہوں جتنا کہ آپؒ اولیائے کرام کے۔“ اس پر تمام محفل کشت زعفران بن گئی۔ آپؒ گوشہ گنما می کو پسند فرماتے تھے اور آپؒ اپنے کو شہرت و ناموری سے بچانے کی مقدور بھر کوشش کرتے اور ہر وقت زبان پر یہ شعر جاری رہتا ہے۔

نہ گلّم نہ برگ سبزم نہ درخت سایہ دارم ہمہ حیرتم کہ دہقاں بچہ کار کشت مارا۔ (۱۵)

عملیات: حضرت قبلہ پیر محمد ابراہیم جان سرہندیؒ ”خلق خدا کی جن ذرائع اور وسیلہ سے شب و روز خدمت کرتے تھے ان میں ایک نہایت ہی اہم ذریعہ قرآنی علوم میں سے لئے ہوئے وظائف، تعویذات، نقش اور دوسرے طریقوں پر مشتمل عملیات تھے۔ جس سے لاکھوں بلا و آفات میں گرفتار انسان اور ہر طرح کے ظاہری اور باطنی درد اور مرض میں مبتلا خلق خدا کو نجات، شفاء اور زندگی کا سکون حاصل ہوا۔ مذکورہ عملیات پر مکمل دسترس کیلئے آپؒ نے کافی طویل عرصہ سخت محنت اور مشقت کی ان مراحل کو طے کرنے کیلئے بے شمار راتیں جاگ کر گزاریں آپؒ نے اپنے کئی شاگردوں کو اذن دیکر اس کام کیلئے تیار کیا جو آج بھی مخلوق خدا ان سے فائدہ اٹھا رہی ہے۔ آپؒ کے روحانی علاج سے ہزاروں لوگ شفا یاب ہوئے جنہیں طبیب اور ڈاکٹروں نے لا علاج کیا۔ خلق خدا کی خدمت

اپنی علالت کے سخت اور دشوار ترین عرصے میں بھی جاری رکھی آپؐ کے ایثار اور استقلال میں کمی نہیں آئی آپؐ دوسرے انسان کی تکلیف کو ہمیشہ اپنی تکلیف پر مقدم رکھتے تھے۔ عمر مبارک کے آخری ایام میں عملیات کے نسخوں کے وہ تمام وظائف، تعویذات اور نقش اور سارے وہ مجرب عمل جو آپؐ کی زندگی کے تجربات کا نچوڑ تھے یا مختلف کتابوں میں جدا جدا صورتوں میں درج تھے ان سب کو یکجا کر کے عام لوگوں کے فائدے اور جاننے کیلئے ایک جامع کتاب (شفاء الصدور) کے نام سے چھپوا کر منظر عام پر لائے جس میں تمام بیماریوں کا روحانی علاج موجود ہے۔ اس کتاب کو بلاشبہ عملیات کا بیش بہا خزانہ کہہ سکتے ہیں۔ (۱۶)

بزرگان دین سے محبت اور عقیدت: آپؐ کو اولیائے کرام سے جتنی محبت تھی وہاں آپؐ کی ہمیشہ یہ کوشش رہتی تھی کہ بزرگان دین کی درگاہوں اور آستانوں کا تقدس قائم رہے۔ آپؐ نے اولیاء اللہ کے آستانوں پر غیر شرعی اور غیر اخلاقی سرگرمیوں کو ختم کیا اور قرآن و حدیث کے پیغام کو عام کیا۔ آپؐ نے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں دینی جلسے منعقد کرائے، تلاوت کلام پاک، حمد و نعت کی مجالس اور زیارت کے طور طریقوں کے متعلق مسنون اور شرعی درس دیئے۔ درگاہوں سے ہر قسم کی فحاشی اور گندی رسموں کے خاتمے کیلئے ہمیشہ کوشاں رہے۔ آپؐ نے خود اور آپکے خلفاء نے اپنے اپنے علاقہ میں دینی و اصلاحی کام جاری رکھے اور ہزاروں لوگوں کی دینی و اصلاحی خدمات انجام دیں۔ آپؐ نے بزرگان دین کے متعلق خاص طور پر مجددی خاندان کے بزرگوں پر مفصل تعارفی اور تحقیقی مقالے لکھے۔ جن میں سے کچھ مقالوں کو ترتیب دے کر کتابی شکل میں شائع کرائے گئے۔ آپؐ کو سندھی زبان کے مشہور شاعر عارف کامل حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ سے بھی خاص محبت تھی شاہ صاحب کے شعر اپنی تقریروں میں پڑھا کرتے تھے۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ، حضرت شاہ نقشبندؒ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ حضرت مخدوم غوث بہاؤ الحق ذکر یا ملتائیؒ حضرت بابا فرید شکر گنجؒ سلطان العارفين بايزيد بسطاميؒ، حضرت خواجہ باقی باللہؒ اور عروۃ الثقیٰ حضرت امام معصومؒ آپؐ کی عقیدت کے خاص محور اور مسکن تھے۔ جبکہ سندھ پنجاب اور برصغیر کے دوسرے لاتعداد صوفیاء کرام آپؐ کے دل میں محبت اور عقیدت کا اپنا اپنا مقام رکھتے تھے۔ (۱۷)

شریعت: آپؐ کی ترجیحات میں پہلی ترجیح شریعت تھی جس طرح آپؐ خود شریعت اور طریقت میں یکتا روزگار اور

کامل اکمل نمونہ تھے اسی طرح ہر مسلمان کو سختی سے شریعت کی پابندی اور ہمیشہ شرعی حدود میں رہنے کی تلقین کرتے تھے۔ آپؐ کی اکثر تحریریں شرعی مسئلوں پر مشتمل ہوتی تھیں۔ ہزاروں کی تعداد میں آپ کے لکھے ہوئے فتوے پورے سندھ میں ہر خاص و عام کے پاس یہاں تک کہ حکومتی اداروں اور عدالتوں میں بڑی قدر اور احترام سے پڑھے اور قبول کئے جاتے تھے۔ کچھ موقعوں پر تو سرکاری عدالتوں سے نازک اور باریک شرعی معاملے حتمی فیصلے کے لئے آپ کے پاس آتے تھے۔ آپ کو شرعی کورٹ کے جج اور اسلامی نظریاتی کونسل کی رکنیت کے لئے آپ پر زور دیا گیا لیکن آپ نے ضعیف العمری، صحت کی ناسازی اور بڑی تعداد میں لوگوں کی آمد کی وجہ سے سرکاری ذمہ داری قبول نہیں کی۔ میراث کے متعلق بھی آپ کے فتوے آج بھی عدلیہ کے ریکارڈ میں موجود ہیں۔ صدر ضیاء الحق مرحوم نے جب ملک میں شرعی نظام کے نفاذ کیلئے اسلامی نظریاتی کونسل اور وفاقی شرعی عدالت جیسے ادارے قائم کئے تو ملک کے نام ور علماء و مشائخ کو دعوت دی گئی تو ان میں آپ کو بھی دعوت دی گئی۔ علماء و مشائخ کانفرنس کے بعد صدر ضیاء الحق نے کچھ مشائخ سے الگ الگ ملاقات کر کے ان کی تجویزیں نوٹ کیں۔ آپؐ نے صدر صاحب کو بتایا کہ سب سے پہلے ملکی معیشت سے رشوت کی لعنت کو ختم کرو اس کے بعد اسلامی قانون کا نفاذ آسان ہو جائے گا۔ اس پر صدر صاحب نے کہا کہ آپ اس کے خاتمے کا حل بتائیں آپؐ نے صدر صاحب کو تجویز پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ رشوت اور بینکنگ کے سودی نظام کے خاتمے کیلئے بیع سلم کی تجویز پیش کی اور فرمایا بیع سلم کا مطلب یہ ہے کہ خریدنے اور فروخت کرنے والے دونوں کی نفع اور نقصان میں شراکت ہوتی ہے۔ جو کہ جائز اور حلال ہے آپ نے ملک کے تمام اداروں میں جن میں بینکنگ، زرعی اور دیگر اداروں سے رشوت اور سود کے خاتمے اور اس کے متبادل حل کیلئے صدر صاحب کو تفصیلی بریف کیا صدر صاحب آپ کی تجویز سے بہت متاثر ہوئے اور کہا کہ آپ اس کی قانون سازی کیلئے ہماری رہنمائی فرمائیں آپؐ نے بذات خود اسلام آباد رہنے کیلئے معذرت کی اور چند عالموں کے نام لکھ کر صدر صاحب کو پیش کئے ان میں دو سندھ اور باقی پنجاب کے تھے۔ اس کے بعد ان علماء نے رشوت اور سود کے خاتمے کیلئے باقاعدہ قانون بنے پاس ہوئے اعلان بھی کیا گیا لیکن افسوس باقی آنے والی حکومتوں نے اپنے مخصوص مفادات کو سامنے رکھ کر سپریم کورٹ میں اپیل کر کے ان پر عمل درآمد کو ادیا۔ (۱۸)

پڑوسیوں سے حسن سلوک: پیر محمد ابراہیم جان سرہندیؒ فرمایا کرتے تھے کہ سندھی میں ایک عام کہاوت ہے ”پڑوسی

تو ہے نبی ﷺ کا، یہ کہاوت اپنے لفظوں کی حقیقت کے مطابق درست ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ وہ شخص مومن نہیں جو خود پیٹ بھر کر کھائے اور اُس کا پڑوسی بھوکا سوئے اس طرح وہ شخص ہرگز ہرگز مومن نہیں جس کا پڑوسی اس کے شر سے محفوظ نہ رہے۔ آپؐ نے فرمایا سندھ کے وڈیرے اور زمیندار پڑوسیوں پر صوبیدار بن کر گاؤں کو ایک جیل کی طرح چلاتے ہیں۔ بُرا بھلا اور پٹائی پڑوسیوں کا مقدر ہوتی ہے اور طرح طرح کی سزائیں دی جاتی ہیں۔ آپؐ کو جب معلوم ہوتا تو وڈیریوں اور زمینداروں کو اپنے پاس بلا کر انہیں رسول اللہ ﷺ کی حدیثیں جو پڑوسیوں کے متعلق ہیں سناتے اور انہیں ہدایت دیتے کہ غریبوں اور ہمسائیوں سے اچھا سلوک کرو آپؐ خود بھی اُن غریبوں یتیموں کی مالی مدد کرتے اور اپنے خلفاء کو بھی تلقین فرماتے چونکہ آپؐ نقشبندی سلسلہ کے روحانی پیشوا تھے اور اسی طریقے کی وجہ سے گانے بجانے کو سخت ناپسند کرتے۔

عفو و درگزر: ویسے تو عفو و درگزر کی بہت سی مثالیں ہیں لیکن یہاں پر صرف ایک ہی مثال دی جائے گی۔ ایک دفع کچھ چور آپؐ کی روٹی چوری کرتے وقت پکڑے گئے آپؐ نے منشی سے کہا ان سے جو روٹی برآمد ہوئی اس کی چنائی کی (اُجرت ان کو دے دی جائے) کیونکہ ان بیچاروں نے رات کو اپنی نیند خراب کر کے چنائی کی ہے۔ عفو و درگزر کی ایسی مثال اور کوئی پیش نہیں کر سکتا۔ (۱۹)

تبلیغ دین: قرآن پاک نے رب ذوالجلال کے جس پاک دین کو ملتِ حنیفہ کہا ہے اس پاک دین کی تبلیغ اور ترویج کیلئے پوری زندگی وقف کرنے والوں میں سے پیر محمد ابراہیم جان سرہندیؒ کا نام ہمیشہ سرفہرست رہے گا۔ آپؐ کا اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، سانس لینا سب کا سب اللہ کے دین کیلئے تھا۔ آپؐ کے اخلاق و کردار سے متاثر ہو کر تقریباً ساٹھ ہزار غیر مسلموں نے آپؐ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ آپؐ کا دعوت تبلیغ دین کا عرصہ بھی تقریباً ساٹھ سالوں پر محیط ہے۔ ساٹھ سال میں تین نسلیں جوان ہو چکی ہیں اور اب یہ تعداد کلمہ پاک پڑھنے والوں کی لاکھوں میں ہے۔ آپؐ نے اسلام قبول کرنے والوں کی ہر طرح کی مالی، اخلاقی اور قانونی مدد کے ساتھ ساتھ تحفظ عزت نفس اور انکو معاشرے میں مقام دلانے کے لیے بھرپور کوششیں کیں اور آپؐ نے غیر مسلموں کی مدد کرنے اور اس کے متعلق شرعی فتویٰ پر مبنی ایک کتاب ”بیداری کا بلاوا“ چھپوا کر منظر عام پر لائے اس فتویٰ پر پورے سندھ کے عالموں کے دستخط تھے۔ آپؐ کے حلقہ میں شامل ہونے والے ہندوؤں کے علاوہ عیسائی اور قادیانی بھی تھے۔

اشتہاروں اور جن بھی ذریعے سے تبلیغی و اصلاحی مقصد ممکن ہوتا آپ ضرور کرتے۔ آپ کی دینی اصلاح کے اہم نقطے یہ تھے۔ اللہ اور رسول ﷺ کے بتائے ہوئے راستے پر چلنا، نیکی اور بھلائی کے کام کرنا، اور تمام غیر شرعی کاموں سے بچنا آپ ہر مسلمان کو نماز کی پابندی کا درس دیتے۔ آپ نے دینی و اصلاحی کاموں کے لئے ایک تنظیم ”انجمن عباد اللہ“ کے نام سے قائم کی جس کا مقصد نماز کی تبلیغ کرنا تھا۔ اس تنظیم کے اراکین مسلمانوں کے گاؤں گاؤں میں جا کر لوگوں کو نماز کے فرض کا احساس دلاتے اور نو مسلموں کو نماز سکھاتے، اس موقع پر آپ کی لکھی ہوئی کتاب ”دعوت اسلام“ مفت تقسیم کی جاتی تھی۔ آپ کی تقریر بھی اکثر نماز کی تلقین خوفِ خدا اور خوفِ آخرت کے موضوع پر تھی (۲۰)

زندگی اور معاشرہ پر اثر: یہ مشائخ ان لوگوں سے جو ان کے ہاتھ پر بیعت کرتے تھے۔ تمام گناہوں سے توبہ کراتے تھے، اللہ کی اطاعت اور رسول کی تابعداری کا عہد لیتے تھے، بے حیائی اور بد اخلاقی ظلم و زیادتی، حقوق العباد کی پامالی سے بچنے کی تاکید فرماتے، اچھے اخلاق اختیار کرنے، اور اخلاقِ رذیلہ (حسد، کینہ، تکبر، حب مال، حب جاہ) کے ازالہ اور اصلاح کی طرف توجہ دلاتے تھے، اللہ کی یاد یعنی نماز کی پابندی اور اللہ کی مخلوق کے ساتھ خیر خواہی اور خدمت اور لوگوں کو نفع پہنچانے اور ایثار و قناعت کی تعلیم دیتے تھے یہی وجہ ہے کہ پیر محمد ابراہیم جان سرہندی کے عقیدت مند آج بھی پاکستان اور خصوصاً صوبہ سندھ میں لاکھوں کی تعداد میں موجود ہیں جو دینی و اصلاحی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ (۲۱)

تصنیفات: پیر ابراہیم جان سرہندی کی کئی تصنیفات ہیں لیکن چند ایک کتابوں کے نام تحریر کئے جاتے ہیں۔

- (۱) حقوق القرآن (۲) دعوت اسلام (۳) شفاء الصدور (۴) مکتوباتِ خلیلی (۵) البرہان
- (۶) جگانے کی آواز (۷) انبیاء کرام کے علم غیب (۸) سندھ کا خوبصورت ستارہ (۹) مناجاتِ روشن
- (۱۰) حقوق الوالدین (۱۱) وہابی فرقے کے عقائد (۱۲) عصمتِ انبیاء (۱۳) تصویروں کے متعلق فتویٰ
- (۱۴) تصویروں کی ممانعت (۱۵) جواہرِ نفیسہ (۱۶) مردانہ بیماری کا علاج (۱۷) گلہائے عقیدت

(۱۸) اہم مسائل اور اُن کا جواب (۱۹) ایک گمنام گوہر (۲۰) خواتین کے پردے کے شرعی احکام۔ ان کے علاوہ کچھ کتابیں اشاعت کے لئے تیار تھیں مگر زندگی نے وفا نہیں کی۔ (۲۲)

جی۔ ایم۔ سید کی مخالفت: جی ایم سید سے آپ کے خاندان کے بہت اچھے تعلقات تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ پیر محمد ابراہیم جان سرہندی کے نانا سائیں حضرت خواجہ حافظ محمد حسن جان کے جی ایم سید مرید تھے اور سرہندی خاندان سے بڑی محبت اور عقیدت تھی۔ دوسری وجہ یہ تھی مسجد منزل گاہ تحریک میں سرہندی خانوادوں نے بڑی مدد کی تھی۔ اس کے باوجود جی ایم سید نے اپنے عقائد تبدیل کئے اور ”جس طرح میں نے دیکھا“ جیسی دل آزار کتاب لکھ کر صریحاً اسلام جیسے پاک مذہب کی بدترین توہین کی۔ اس وقت سندھ میں کسی نے بھی آواز نہیں اٹھائی۔ حضرت پیر محمد ابراہیم جان سرہندی نے جی ایم سید کے عقائد کو رد کرنے کیلئے جی ایم سید سے ہر طرح کے تعلقات ختم کر کے اُن کی ضد میں ”سندھ سونہاری“ جیسی عظیم کتاب لکھ کر کفر الجہاد کے ایوانوں میں لرزہ طاری کر دیا بلا مبالغہ یہ کتاب اپنے موضوع کے اعتبار سے بے نظیر کتاب تھی۔ اس کتاب کی ضرورت سے زیادہ پزیرائی ہوئی اسے مخالفوں نے بھی تسلیم کیا۔

پیر محمد ابراہیم جان سرہندی سے جمیعت علماء اسلام کے سربراہ مولانا فضل الرحمن کی اہم ملاقات اور اتحاد بین المسلمین پر غور:

۲۰۰۰ء میں جمیعت علماء اسلام کے سربراہ جناب مولانا فضل الرحمن کی پیر محمد ابراہیم جان سرہندی سے اہم ملاقات پیر صاحب کے آستانہ پر ہوئی جس میں مولانا فضل الرحمن صاحب نے پیر محمد ابراہیم جان سرہندی سے درخواست کی میرے یہاں آنے کے دو مقاصد ہیں ایک یہ کہ میں آپ کی زیارت کر سکوں دوسری میری آرزو یہ ہے کہ ہم ”دیوبندی اور بریلوی“ ایک ہو جائیں اور آپس میں جو تھوڑے بہت اختلافات ہیں ان کو ختم کریں اور دونوں گروپوں کی ایک کمیٹی بنائی جائے جو آپ کی سربراہی میں کام کرے۔ اس کے جواب میں پیر صاحب نے فرمایا ہماری بھی یہ خواہش ہے۔ آپ کی بہت اچھی تجویز ہے جناب مولانا فضل الرحمن صاحب باقاعدہ اجازت لیکر پیر صاحب سے ملاقات طے کر کے اپنے ساتھیوں کے ساتھ تشریف لائے۔ اور بڑے ادب کے ساتھ پیر محمد ابراہیم جان سرہندی سے ملے اُن کے ہاتھ چومے اور فرمایا کہ میں اور میرا خاندان آپ کے خانوادوں کے مرید

ہیں اور آپ کے خاندان کا احترام ہم دل سے کرتے ہیں۔ کیونکہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے خلیفہ حضرت شیخ آدم بنوریؒ کے مرید ہیں۔ دوسرا یہ کہ ہم درگاہ موسیٰ زئی شریف کے مرید ہیں۔ جن کا سلسلہ بھی حضرت مجدد الف ثانیؒ سے ملتا ہے۔ مولانا فضل الرحمن نے ملاقات کے دوران ایک اہم بات بتائی کہ میرے والد محترم مفتی محمود صاحب کو رونا نہیں آتا تھا لیکن دو جگہوں پر بہت روئے ایک کسی خاندانی المیہ پر اور دوسرا مدرسہ دیوبند کے صد سالہ جشن کے موقع پر جب ہم دیوبند گئے اور پھر ہم سرہند شریف حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مزار مبارک پر گئے وہاں پر میرے والد مفتی محمود صاحب نے مراقبہ کیا میں نے وہاں ان کو زار و قطار روتے دیکھا تقریباً پندرہ دن تک سرہند شریف رہے اور مفتی صاحب کو حضرت مجدد الف ثانیؒ کے فرزند اور سجادہ نشین امام محمد معصومؒ کے مزار مبارک پر کافی اثر ہوا۔ مولانا صاحب ملاقات کے دوران حضرت پیر محمد ابراہیم جان سرہندیؒ کے ہاتھ پاؤں اور ٹانگیں دباتے رہے۔ ملاقات بڑے اچھے ماحول میں ہوئی تمام مہمانوں کی خاطر تواضع فروٹ، مٹھائی اور مشروبات سے کی گئی۔ (۲۳)

ایک ظالم زمیندار وڈیرے کو ظلم سے باز رکھنے کیلئے قرآن و حدیث کے حوالے سے ایک خط تحریر فرمایا:

حضرت پیر ابراہیم جان سرہندیؒ نے گلزارِ خلیل سے تقریباً پندرہ کلومیٹر کے فاصلے پر گاؤں کے ظالم وڈیرے کو ایک خط تحریر فرمایا جس میں ظالم وڈیرے کو اپنے کسان ہاریوں سے ظلم سے باز رکھنے کیلئے قرآن و حدیث کے حوالے سے تفصیل سے لکھا اور ذاتی حیثیت میں بھی پیر صاحب نے اپیل کی کہ ان مظلوم کسانوں سے اچھا برتاؤ کریں۔ جب ظالم وڈیرے کو خط ملا تو وہ اس وقت اپنی زمین کے بننے والے پانی کے نالے کے کنارے کچھ خاص لوگوں سے گفتگو کر رہا تھا خط پڑھتے ہی سخت غصے میں لال پیلا ہو گیا خط کو پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر کے پانی کے نالے میں پھینک دیا اور کسانوں کو کہا کہ آپ لوگ گاؤں چلیں میں تم لوگوں کا اچھی طرح خیال رکھوں گا اس کے بعد کسان ہاریوں پر اور زیادہ سختی شروع کر دی۔ چند دن بعد اس ظالم وڈیرے کا جوان بیٹا اسی پانی کے نالے کے کنارے جیپ جلاتا ہوا اسی جگہ جس جگہ اس کے ظالم والد نے پیر صاحب کا خط پھاڑ کر پھینکا تھا جیپ کے ساتھ نالے میں گر کر ہلاک ہو گیا جب اُس کے ظالم باپ کو اطلاع ملی تو وہ ننگے پاؤں دوڑتا ہوا آیا اور اپنے بیٹے کی لاش کو تلاش کرنے لگا۔ اس پر کچھ کسان ہاریوں نے کہا کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں پر پیر ابراہیم جان سرہندیؒ کا خط اس وڈیرے نے پھاڑ کر پھینکا تھا اس پر کسانوں نے توبہ کی اور کہا کہ درحقیقت یہ افسوس ناک واقعہ اللہ تعالیٰ کی

طرف سے ناراضگی تھی حضرت پیر صاحبؒ کے خط کے جواب میں اس نے جو عمل کیا تھا اس کا رد عمل تھا اور پھر اُن کے رد عمل کے بعد جو ناگہانی حادثہ پیش آیا وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رد عمل تھا۔ (۲۴)

زندگی مبارک کے آخری دن: آپؐ کے عمر مبارک کے آخری تین سال سخت ضعیفی اور تکلیف میں گزرے۔ آخری حج مبارک کے فرائض بھی وہیل چیئر (Wheel Chair) پر ادا کیے۔ اتنے تکلیف دہ حالات میں آپؐ نماز پابندی سے ادا کرتے اور اپنے خدمت گاروں کو بھی نماز کی تلقین کرتے۔ آپؐ خلق خدا سے ملنے اور انکی حاجت روائی کو بھی عبادت کے درجے میں شمار کرتے تھے۔ آپؐ اس حالت میں بھی لوگوں سے ملتے اُن کو ضرورت کے مطابق تعویذ اور طبی نسخے بھی دیتے۔ آپؐ بیماری کی حالت میں بھی مذہبی پروگراموں میں شامل ہوتے۔ آپؐ عید میلاد النبی ﷺ اور حضرت مجدد الف ثانی کے یوم بڑے مذہبی عقیدت و احترام سے مناتے تھے۔

حقوق والدین: آپؐ نے بیماری کی حالت میں بھی والدین کے حقوق پر ایک کتاب لکھی جس کی ہر جگہ بہت پزیرائی ہوئی۔ آپؐ کی یہ آخری تصنیف تھی۔

مسجدوں کی تعمیر: آپؐ دینی مدرسے مسجدیں اور دیگر فلاحی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ آپؐ نے اپنے آبائی گاؤں گلزار خلیل میں ایک مدرسہ اور ایک جامع مسجد کی تعمیر شروع کروائی جو آپؐ کے چھوٹے بھائی حاجی عبد المجید جانؒ نے مسجد کی تعمیر مکمل کر کے آپؐ کی تمنا کو پورا کیا آج اس مسجد اور مدرسہ سے ہزاروں طلباء و طالبات دینی تعلیم مکمل کر چکے ہیں اور اس میں دن بدن طلباء و طالبات میں اضافہ ہو رہا ہے۔ طلباء و اساتذہ کی رہائش و طعام کا بھی انتظام ہے۔ جس طرح کمزوری اور بیماری میں اضافہ ہوتا گیا اسی طرح مریدوں اور عقیدت مندوں کی تعداد بھی بڑھتی گئی جو آپؐ کا آخری دیدار کرنے کیلئے بے تاب تھے لوگوں کو یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ اُن کے سر سے شفقت کا سایہ اور علم و فضل اور رشد و تلقین کا یہ سورج اب غروب ہونے والا ہے۔ یہ کرب انگیز احساس ہر ایک کی آنکھوں سے دن بادل بارش برس رہا تھا اور جو آنکھیں ضبط و تحمل سے خاموش تھیں ان کے دل اس ممکنہ دوری کے صدمے سے تڑپ رہے تھے۔ (۲۵)

کرامات: آپؐ کی کرامات کی تعداد کسی کو بھی معلوم نہیں لیکن آپؐ کی زبان سے ہر نکلے ہوئی بات کرامت تھی۔ ایک آدمی نے عرض کی حضرت مجھے سروس کہاں ملے گی آپؐ نے فرمایا تمہارے لئے ASF کی نوکری اچھی ہے

تمہیں ASF میں سروس کا لیٹر بہت جلد ملے گا۔ اللہ کے ولی کی زبان سے نکلا ہوا لفظ پورا ہوا اس شخص کا لیٹر ASF کا آگیا حالانکہ اس نے کامرس میں تعلیم حاصل کی تھی اور اسے بینک میں سروس ملنی چاہیے تھی مگر پیر محمد ابراہیم جان سرہندی کی زبان مبارک سے جو لفظ نکلا اس شخص کے لئے اللہ کی رحمت بنا۔ اس شخص نے ۲۱ کورس کئے، چھتیس ملکوں کی سرکاری سیر کی اور پاکستان میں اہم جگہوں کی سیر کی بہت فائدہ اور ترقی ہوئی اور زندگی بہت اچھے طریقے سے گزر رہی ہے۔ (۲۶)

سول ہسپتال کراچی میں منتقلی: آپ کی بیماری اس قدر بڑھ گئی کہ ۱۹ ربیع الاول کو علاج کیلئے سول ہسپتال کراچی میں لایا گیا۔ سول ہسپتال کراچی کے ڈاکٹروں نے زندگی بچانے کیلئے دن رات ایک کر دیا مگر بیماری میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا۔

وصال مبارک: تقریباً ۸۹ سال کی عمر میں ”نار او پٹی“ کا یہ ستارہ دن کو سورج کی طرح اور رات کو ستارے کی مانند اپنے علم و عرفان کی شمع جلانے گمراہوں کو سیدی راہ دکھانے والے، مسکینوں کو سکون دینے والے، مسافروں کو منزل مقصود پر پہنچانے والے، یتیموں کی مدد کرنے والے، بیواؤں کو مکان مہیا کرنے والے، مظلوموں اور کمزوروں کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے والے ۲۲ ربیع الاول ۱۴۲۳ھ جون ۲۰۰۲ء کو سول ہسپتال کراچی میں دن دو بجے اس دنیا فانی سے رخصت فرما گئے۔ انا لله وانا الیہ راجعون۔

دو خوش نصیب: (۱) ڈاؤ میڈیکل کالج کے پرنسپل ڈاکٹر الہی بخش سومرو جنہوں نے آخری وقت حضرت کے علاج میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور دعائیں حاصل کیں۔ (۲) دوسرے سندھ میڈیکل کالج کے ڈاکٹر حاجی محمد انصار صاحب جنہوں نے حج کے آخری سفر میں آپ کے رفیق خاص کی حیثیت سے خدمات انجام دیں ان دو شخصیات کو آپ نے اپنی خاص دعاؤں سے نوازا (۲۷)

آپ کے وصال مبارک کی اطلاع: آپ کے وصال کی اطلاع جنگل میں آگ کی طرح پھیل گئی۔ ایک طرف تو آپ کا روح تفسیر کے مطابق بڑی شان کے ساتھ فرشتوں کے جلوس میں بارگاہ رب العزت میں سجدہ ریز ہونے کیلئے روانہ ہوا تو دوسری طرف ایک عظیم ہستی کے چلے جانے سے لاکھوں زندہ روح بغیر موت کے مار دیئے گئے۔ کراچی سے لیکر تھر کے علاقے تک سوگ کی فضا چھا گئی ہر آدمی مرد، عورت، بچہ گریہ زاری کرتے ہوئے گھروں

سے نکل رہے تھے کلمہ توحید کا ورد کرتے ہوئے قافلوں کی صورت میں گلزارِ خلیل کی طرف جارہے تھے۔ رات کے آٹھ بجے آپؐ کا جسدِ خاکی کراچی سے گاؤں گلزارِ خلیل پہنچا۔

تجہیز و تکفین: ٹھیک رات دس بجے قبلہ کی وصیت کے مطابق ایک بزرگ استاد مولانا حاجی عبدالرحیم شاہانی صاحب نے اپنے ہاتھ سے غسل کے فرائض انجام دیئے۔ حاجی صاحب کی نگرانی میں حسب قاعدہ سنت نبویہ کے مطابق غسل دیا گیا۔ چہرہ مبارک درخشاں تھا اور ہرگز یہ تمیز نہیں ہو سکتی تھی کہ آپؐ کا وصال ہو گیا ہے۔ رخسار مبارک بالکل صاف و ہموار معلوم ہوتے تھے اور روئے مبارک مثل گلاب کے تروتازہ تھا۔ بعد فراغت غسل کے لاشہ اطہر کفنایا گیا۔ اُس وقت حاضرین پر ایک عجیب کیفیت تھی۔ جنازہ کو اندر لیجا کر رکھا گیا اور زائرین کو دیدار عام کرایا گیا۔ سوگواروں کیلئے وہ رات شروع ہوئی جس کو شاعری کی اصطلاح میں شبِ ہجراں کہا جاتا ہے۔

نماز جنازہ و تدفین: حیاتِ ابدی حاصل کرنے والے قبلہ کے آخری رسم میں شریک ہونے کیلئے پوری رات اور دوسرے دن دس بجے تک قافلے آتے رہے۔ اس وقت گلزارِ خلیل کے راستے گلیاں اور میدان بھر چکے تھے ہر طرف لوگوں کا سمندر ہی سمندر نظر آ رہا تھا لوگ غم سے نڈھال ایک دوسرے سے گلے لگ کر رو رہے تھے نماز جنازہ کا وقت دن دس بجے تھا عقیدت مندوں کو دوسری مرتبہ دیدار کرایا گیا۔ ٹھیک صبح دس بجے نماز جنازہ کیلئے جماعت کھڑی ہو گئی صفوں کو ترتیب دیا گیا کل ۶۷ صفیں بنیں ہر صف میں تقریباً تین سو آدمی تھے نماز جنازہ کی امامت وصیت کے مطابق مولانا حاجی عبدالرحیم شاہانی نے ادا کی۔ آپؐ کے جسدِ خاکی کو تدفین کیلئے آپؐ کے آبائی قبرستان درگاہ حضرت شاہ عبدالرحمن مجذبی سرہندی (مقبرہ شریف) جو کہ ٹنڈو ساکین داد سے چند میل کے فاصلہ پر اور حیدرآباد کے جنوب میں ۱۶ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ لیجا یا گیا۔ یہاں پر بھی آپؐ کی نماز جنازہ ادا کی گئی اور دوسری مرتبہ آپؐ کی نماز جنازہ کی امامت صاحبزادہ آغا عبدالوحید جان سرہندی نے ادا کی نماز جنازہ کے بعد جسدِ خاکی کو انکی ابدی آرام گاہ کی طرف لے جایا گیا سینکڑوں سوگواروں کی موجودگی میں جسدِ خاکی کو سپرد خاک کیا گیا۔ اس طرح علم و عرفان کا یہ روشن سورج خلقِ خدا کی ظاہری نظر سے اوجھل ہو گیا۔

اخلافِ کرام: آپؐ نے دو عقد مسنونہ کیئے۔ ان میں اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے ہاں چار بیٹیاں اور چھ فرزند عطا کیئے۔ صاحبزادوں کی ترتیب اس طرح ہے۔ (۱) عطا اللہ جان (۲) محمد یعقوب جان (۳) محمد ایوب جان

(۴) ثناء اللہ جان (۵) محمد موسیٰ جان (۶) ولی اللہ جان۔

سجادہ نشین: آپ کے وصال کے بعد سب بھائیوں اور خلفاء نے متفقہ طور پر صاحبزادہ محمد ایوب جان کو سجادہ نشین مقرر کیا جو اب تک بڑے اچھے طریقے سے سجادگی کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ پیر ایوب جان سرہندی قبلہ کے منشور حیات پر عمل کر رہے ہیں خانقاہ، مدرسے، مذہبی امور دینی انجمنیں، دینی و اصلاحی خدمات، خدمت خلق، ملی خدمات، تبلیغی مشن اور نشر و اشاعت کے شعبے اسی طرح اسی جذبے کے ساتھ چل رہے ہیں۔ جس طرح قبلہ کی حیات مبارکہ میں چلا کرتے تھے۔ (۲۸)

حضرت قبلہ کے خلفاء و مریدین: حضرت قبلہ کے مریدوں کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے حلقے کو اس قدر وسیع کر دیا کہ صوبہ سندھ کے وسیع علاقے میں آپ کے عقیدت مند و مریدین کی تعداد ہزاروں سے تجاوز تھی مگر ان میں سے ممتاز اصحاب کے ناموں کو مرتب محفوظ نہیں کیا گیا۔ یہاں صرف چند خلفاء کے نام پیش کئے جاتے ہیں۔

- (۱) صوفی محمد شفیق صاحب فیصل آباد پنجاب
- (۲) صوفی محمد صدیق ”لوہار“ کنری سندھ
- (۳) صوفی عبدالحکیم خاٹھیلی۔ ننگر پارکر سندھ
- (۴) صوفی فقیر محمد صدیق چانڈیو ننگر پارکر
- (۵) صوفی فقیر محمد عمر پنہور عمر کوٹ سندھ
- (۶) صوفی بشیر احمد صاحب آرائیں، کوٹ غلام محمد
- (۷) صوفی عبدالحمید صاحب چنہ، سامارو سندھ
- (۸) صوفی عبدالسلام صاحب شاہائی دادو سندھ (۲۹)

حوالہ جات

- ۱۔ محمد صادق قصوری، ”اکابر تحریک پاکستان“، گجرات، شریف پرنٹنگ، ۱۹۷۰ء، ص ۳۵۰
- ۲۔ ثناء اللہ ثناء، سرہندی، ”یاد خلیل“، حیدر آباد، این کے پرنٹنگ، ۲۰۰۳ء، ص ۱۷-۲۱
- ۳۔ محمد اقبال نعیمی، علامہ، ”تذکرہ اولیاء سندھ“، کراچی، احمد پرنٹر، ۱۹۸۷ء، ص ۱۱۰
- ۴۔ صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر، ڈاکٹر، ”سندھ کے صوفیائے نقشبند“، حیدر آباد، رکن اسلام پبلی کیشنز، ۱۹۹۷ء، ص ۱۱۲، ج ۲
- ۵۔ محمد اقبال نعیمی، علامہ، ”تذکرہ اولیاء سندھ“، محولہ بالا، ص ۱۱۱
- ۶۔ صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر، ڈاکٹر، ”سندھ کے صوفیائے نقشبند“، محولہ بالا، ص ۵۹۸، ج ۱
- ۷۔ محمد اقبال نعیمی، علامہ، ”تذکرہ اولیاء سندھ“، محولہ بالا، ص ۱۸۰-۱۸۱
- ۸۔ صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر، ڈاکٹر، ”سندھ کے صوفیائے نقشبند“، محولہ بالا، ص ۶۰۴، ج ۱
- ۹۔ ثناء اللہ ثناء، سرہندی، ”یاد خلیل“، محولہ بالا، ص ۱۳-۱۶
- ۱۰۔ ایضاً، ص ۳۸-۴۰
- ۱۱۔ محمد صادق قصوری، ”اکابر تحریک پاکستان“، محولہ بالا، ص ۳۵۶
- ۱۲۔ محمد رمضان علی، حکیم، ”تاریخ وہابیہ“، مطبوعہ لائل پور، ۱۹۷۶ء، ص ۲۲۴
- ۱۳۔ محمد صادق قصوری، ”اکابر تحریک پاکستان“، محولہ بالا، ص ۳۵۷
- ۱۴۔ روزنامہ، ”نوائے وقت“، لاہور، ۱۲ مارچ ۱۹۷۶ء
- ۱۵۔ محمد صادق قصوری، ”اکابر تحریک پاکستان“، محولہ بالا، ص ۳۵۸
- ۱۶۔ ثناء اللہ ثناء، سرہندی، ”یاد خلیل“، محولہ بالا، ص ۵۲-۵۴
- ۱۷۔ ایضاً، ص ۸۶-۹۱
- ۱۸۔ ایضاً، ص ۴۴-۴۶
- ۱۹۔ ایضاً، ص ۸۰-۸۳
- ۲۰۔ ایضاً، ص ۶۵-۶۹

- ۲۱۔ ابوالحسن علی ندوی، سید، مولانا، ”تزکیہ واحسان“، کراچی، تشکیل پرنٹنگ، ص ۹۶-۹۷
- ۲۲۔ ثناء اللہ ثناء، سرہندی، ”یاد خلیل“، محولہ بالا، ص ۶۴-۶۵
- ۲۳۔ ایضاً، ص ۲۶-۲۸
- ۲۴۔ ایضاً ص ۸۵
- ۲۵۔ ایضاً ص ۱۱۱-۱۱۶
- ۲۶۔ ثناء احمد جان سرہندی، پروفیسر، ”الاصلاح“، حیدرآباد، نفیس پرنٹنگ، ۲۰۰۳ء، ص ۱۳۱
- ۲۷۔ ثناء اللہ ثناء، سرہندی، ”یاد خلیل“، محولہ بالا، ص ۱۱۱-۱۱۶
- ۲۸۔ ایضاً، ص ۱۱۸-۱۲۱
- ۲۹۔ ثناء احمد جان سرہندی، پروفیسر، ”الاصلاح“، محولہ بالا، ص ۴۵-۴۶

اختتامیہ

میں نے اپنے اس مقالہ میں ان صوفیائے کرام کا تحقیقی جائزہ لیا ہے۔ جنہوں نے پاکستان میں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ متعارف کرایا اور ان صوفیائے کرام کی بدولت انکی تعلیم و تبلیغ اور ان کے اخلاق و کردار کے بدولت لاکھوں مسلمانوں نے اکتساب علم کیا اور معاشرے کی اصلاح ہوئی خاص طور پر اسلام کی جو کرنیں پھیلی ہیں وہ کسی فاتح جرنیل کا نہیں بلکہ دلوں کو فتح کرنے والے ان ہی بوریہ نشین صوفیہ کا صدقہ ہے۔ بالخصوص سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے صوفیائے کرام کا اس میں بہت بڑا کردار ہے۔ میں نے انیسویں اور بیسویں صدی عیسوی کے جن اہم صوفیہ کا تحقیقی جائزہ لیا، ان میں پیر سید محمد لطف شاہ بخاری، پیر سید حافظ جماعت علی شاہ محدث علی پوری، پیر نظیر احمد (المعروف بہ سرکار موہڑوی)، حضرت مفتی محمد عبداللہ نعیمی، حضرت شاہ (المعروف زندہ پیر) اور حضرت پیر محمد ابراہیم جان مجددی ان سلاسل تصوف میں نقشبندیہ مجددیہ کو ایک امتیازی منفرد اور اعلیٰ مقام حاصل ہے۔ درحقیقت وہ تصوف کے حوالے سے ان تمام رسومات، نظریات اور مباحثہ کو یکسر مسترد کرتے ہیں جس میں کسی اصول دین سے انحراف کا کوئی شائبہ تک بھی ہو بالفاظ دیگر وہ ایسی طریقت قطعاً تسلیم نہیں کرتے اور نہ خود اختیار کرتے ہیں، جو شریعت کے عین مطابق نہ ہو اسلام میں اصطلاح (Term) میں طریقت کوئی ایسا نظریہ یا عمل نہیں ہے جو خدا نخواستہ ہمارے دین کے اصولوں سے انحراف کرے گو عام طور پر یہ بات سمجھی جاتی ہیں، لیکن ظاہر ہے کہ اس طرح کے تصوف کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں، لمبی بحث سے قطع نظر اسلامی تصوف اصولی طور پر دنیا کے دیگر مذاہب و اقوام، میں رائج سریت (Mysticism) ہرگز نہیں، اسلامی دنیا اور خصوصاً برصغیر پاک و ہند میں جو تصوف کے سلسلے جاری ہیں ان سب کی جڑ بنیاد کتاب و سنت و اصول دین کی پیروی ہیں۔ البتہ ہمارے بعض سلسلہ ہائے تصوف میں کچھ عناصر و عوامل ایسے داخل ہو گئے ہیں۔ جو غیر اسلامی غیر شرعی ہیں۔ یہاں ان سلاسل پر کوئی تبصرہ (محاکمہ) یا اعتراضات مقصود نہیں، ہمارا موضوع سلسلہ تصوف نقشبندیہ مجددیہ پاکستان کے نامور صوفیائے کرام کی دینی و اصلاحی خدمات کا تاریخی و تحقیقی جائزہ لیا ہے جو کہ ۱۸۴۱ء سے ۲۰۰۰ء تک ہے۔ اسلام کے ابتدائی دور سے ۲۱ صدی عیسوی تک اہل تصوف کا ایک وسیع سلسلہ پھیلا ہوا ہے بعض سلسلہ تصوف کے تاریخ و تذکرے میں صرف نام رہ گیا ہے۔ اور اس کے پیروکار تقریباً ناپید ہیں۔ میں نے اپنے اس مقالہ میں فعال ترین

اور منفرد سلسلہ تصوف نقش بند یہ مجددیہ کا خصوصی تذکرہ جائزہ لینے کا مقصود تھا کہ عوام الناس اور بعض محققین کی نظر میں اس سلسلہ تصوف کے بارے میں جو غلط فہمیاں ہیں ان کا ازالہ ہو سکے اور سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی اصل روح اصول و ضوابط تعمیر و تشکیل اور اس کے پایہ دار ثبوت اور بامقصد اثرات سے لوگ واقفیت حاصل کر سکیں کہ کس طرح ان حضرات کی دینی و اصلاحی خدمات سے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے مسلمانوں کی اصلاح ہوئی۔ اس لئے تو مفکر پاکستان حضرت علامہ اقبالؒ نے فرمایا۔

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زورِ بازو کا نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں (1)

اور میری تحقیق بھی ان ہی بوریہ نشین صوفیاء کی ہے جن کی ایک نگاہ سے لاکھوں کی تقدیریں بدل گئیں، حقیقت میں پاکستان میں صوفیائے کرام کا آغاز پانچویں صدی ہجری میں حضرت داتا گنج بخشؒ کے ذریعہ ہوا، چھٹی اور ساتویں صدی ہجری میں حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ کی اولاد حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری اور ان کے خلفاء حضرت سید عثمان قلندر شہباز اور حضرت غوث بہاؤ الدین زکریا ملتانی کے ذریعہ اسلام کو فروغ حاصل ہوا ان کی تبلیغ سے بے شمار لوگ مسلمان ہوئے میں نے پاکستان میں صوفیائے کرام نے جو کارہائے نمایاں سرانجام دئے ان کا جائزہ لیا ہے ان بزرگوں کی کوششوں سے ہی پنجابی، سندھی، سرائیکی اور پشتو زبانوں میں اعلیٰ ادب پیدا ہوا۔ ان صوفیائے کرام نے پاکستان کے لوگوں کو دین اسلام کی روشنی سے منور کیا۔ ان کی دینی اور روحانی تربیت کے ساتھ ساتھ ان کے فلاح و بہبود کے کام بھی کئے مسلمانوں کے اخلاق حمیدہ کی تعلیم و تربیت ان ہی بزرگان دین کے ذریعہ سے ہوئی۔ سہروردیہ سلسلہ کا مرکز ملتان تھا لیکن اس کا فیض سندھ، پنجاب، ہندوستان، بلوچستان بلکہ افغانستان تک پہنچ گیا تھا۔ سلسلہ چشتیہ کے مراکز اجمیر، پاک پتن اور دہلی تھے جہاں سے یہ سلسلہ پھیلا، سلسلہ قادریہ کا مرکز اوچ شریف تھا لیکن اس سلسلے کے بزرگ پنجاب، سندھ اور دوسرے علاقوں میں پھیل گئے، نویں صدی ہجری میں نقشبندی سلسلے کی ابتداء پہلے لاہور اور پھر سرہند شریف لیکن جلد ہی اس سلسلے کے بزرگ ہر علاقے میں پھیل گئے بلکہ یہ سلسلہ عرب ممالک تک پھیل گیا۔ اب پوری دنیا میں اس سلسلہ کے بزرگ موجود ہیں جو لوگوں کی دینی و اصلاحی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں ان صوفیائے کرام کے ذریعہ جس قدر اشاعت اسلام ہوئی۔ وہ مسلمان امراہ اور حکمرانوں سے نہ ہو سکی۔

صوفیائے کرام نے جبر سے کام نہیں لیا بلکہ رواداری اور وسعت نظر سے کام لیتے رہے۔ (۲) یہ امر محتاج وضاحت نہیں ہے۔ کہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے بزرگوں نے برصغیر میں اسلام کی اشاعت اور شرک و بدعت کی بیخ کنی میں جو کارہائے نمایاں انجام دئے ہیں۔ وہ ہماری تاریخ کا ایک سنہری باب ہیں حضرت خواجہ باقی باللہ، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی، مرزا مظہر جان جاناں شہید، شاہ غلام علی دہلوی، شاہ احمد سعید، شاہ ابوالخیر دہلوی، حضرت مفتی مظہر اللہ شاہ دہلوی، میاں شیر محمد شر قپوری، امیر ملت پیر سید حافظ جماعت علی شاہ محدث علی پوری، خواجہ غلام محی الدین قصوری، پیر سید محمد لطف شاہ جہلمی، پیر سید امیر حسین شاہ جہلمی، مولانا محمد فاضل فیض پوری، (میر پور آزاد کشمیر) خواجہ محمد قاسم موہڑوی، پیر نظیر احمد موہڑوی سرکاری، مفتی محمد عبداللہ نعیمی کرچی۔ پیر حضرت شاہ المعروف زندہ پیر گھمکو لوی کوہاٹ، پیر محمد ابراہیم جان مجددی اور سائیں توکل شاہ انبالوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم ان بزرگوں کی خدمات جلیلہ سے کون واقف نہیں۔ یہ وہ ہستیاں ہیں جنہوں نے کفر و شرک کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں نور اسلام کی شمع فروزاں کی اور لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں گم گشتگان کو صراط مستقیم پر گامزن کیا۔ (۳) بزرگان سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے کہ اس سلسلہ کے بزرگان دین کے تعلیمات کا ماخذ قرآن حکیم اور حدیث نبوی ﷺ ہے۔ چنانچہ انہوں نے مناسب موقعوں پر قرآن حکیم کی آیات اور احادیث کو دلیل کے طور پر پیش کیا ہے، انہوں نے شریعت کی پابندی پر زور دیا ہے۔ بتایا ہے کہ شریعت کی پابندی ہی سے طالب، طریقت کے راہ پر گامزن ہو سکتا ہے، ان بزرگوں نے اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے اور نبی کریم ﷺ سے محبت کرنے اور آپ کی پیروی کرنے کا درس دیا ہے، ان بزرگوں نے اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے محبت کرنے اور ان کی خدمت کرنے کی ہدایت کی ہے، انہوں نے حسن اخلاق، سخاوت اور حلال رزق حاصل کرنے کی تلقین کی ہے، ان بزرگوں نے ذکر کی تلقین کی ہے اور ذکر جہر کی بھی تلقین کی ہے۔ لیکن زیادہ تر بزرگوں نے ذکر خفی کی بھی تلقین کی ہے حضرت خواجہ نقشبند نے ذکر خفی ہی کو رائج کیا اور اب اس سلسلہ میں ذکر خفی ہی کی تلقین کی جاتی ہے۔ اس سلسلہ میں بزرگوں نے اپنے مریدوں کی تربیت کی ہے اور ان کے حال کے مطابق ان کو سلوک کی منازل طے کرواتے ہیں انہوں نے پیر کے لئے یہ ضروری قرار دیا ہے کہ وہ اپنے مرید کے حال پر نظر رکھے اور ان کی تربیت کرے، ان بزرگوں نے لوگوں کی اخلاقی اور روحانی تربیت کے سلسلہ میں بڑی جدوجہد کی اور اپنے اخلاق حسنہ سے لوگوں کو

متاثر کیا، اس سلسلہ کے بزرگ سماع کو پسند نہیں کرتے تھے، بلکہ سماع کے مخالف رہے، اس سلسلہ کے بزرگ سلاطین سے ملنے سے گریز کرتے تھے، محمود غزنوی نے حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی کو ملاقات کیلئے اپنے ہاں بلایا۔ لیکن آپ نہیں گئے آخر سلطان خود آپ کی صحبت سے مستفیض ہونے کے لئے ان کی خدمت میں گئے، تیمور نے خواجہ میر کلال کو بلایا لیکن حضرت خواجہ صاحب خود نہیں گئے، اور اپنے صاحبزادہ کو بھیجا اور اس کو تاکید کی کہ تیمور کا انعام و کرام قبول نہ کریں، البتہ حضرت خواجہ نقشبند حالات کا تقاضا محسوس کر کے ہرات کے سلطان کے بلانے پر ان سے ملنے گئے، اس کا فائدہ یہ ہوا کہ سلطان نے آپ سے طریقت اور راہ سلوک کے متعلق سوالات کئے اور آپ نے وضاحت سے ان سوالات کا جواب دے کر اپنے طریقہ کی تعلیم کو بڑے موثر انداز میں بیان کیا حضرت خواجہ عبدالخالق غجدائی نے اس سلسلہ کی بنیاد گیارہ اصولوں پر رکھی ہے، جو مختصر طور پر مقالہ ہذا کے اول باب میں بیان ہو چکے ہیں۔ (۴) صوفیائے نقشبندیہ مجددیہ کے اہم نکات، اسلام کی جو پاکیزہ تعلیمات کتابوں میں درج ہیں اور مدارس میں پڑھائی جاتی ہیں، ان صوفیائے کرام نے اپنی خانقاہوں میں ان پر عمل کر کے دکھایا، صوفیائے نے ہر دور میں اسلام کے اخلاقی اور روحانی نظام کو برقرار رکھا، ان صوفیائے کرام نے تبلیغ دین کی اور بادشاہوں کے سامنے علی الاعلان کلمہ حق کہا، صوفیائے کرام نے اپنے عمل کے ذریعہ غیر مسلمانوں کو مسلمان بنایا، بعض علماء نے مسلمانوں میں گروہ بندی کی جبکہ صوفیائے کرام نے ان میں شیرازہ بندی کی۔ (۵) پیر سید جماعت علی شاہ فرمایا کرتے تھے، کہ ولی اللہ بننے کے لئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا حاصل کرنا پڑتی ہے۔ اور اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے خالصتاً اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا ہونا پڑتا ہے ولی ہونا آسان نہیں یہ بور یہ نشین دنیا کی نعمت کو ٹھکرا دیتے ہیں یہ ایسے فقیر ہوتے ہیں جن کی خانقاہوں میں بادشاہ وقت برہنہ پا حاضر ہوتے ہیں، اسی لئے رب تعالیٰ ان کی دعاؤں سے حاجت مندوں کی جھولیاں مرادوں سے بھر دیتا ہے، یہ اپنے لئے کچھ نہیں مانگتے، ان کے ہاتھ ہمیشہ دوسروں کی حاجت روائی کے لئے اٹھتے ہیں اور صبر جیسی نعمتوں سے بہرہ ور ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مجھے بھی صبر اور شکر کرنے والا بنائے آمین (۶) اس لئے شاعر مشرق علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا (۷)

امیر ملت حافظ پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوریؒ نے ایک صدی سے زیادہ عمر تک دین کی خدمت کی

آپ کی مذہبی، تبلیغی، ملی، اصلاحی اور سیاسی خدمات کا احاطہ کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ ردِ قادیانیت میں آپ کے کارنامے روزِ روشن کی طرح عیاں ہیں اور آپ کی ان خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا جو تاریخ کا ایک باب بن چکا ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی موت آپ کی پیشگوئی کے مطابق ہوئی۔ آپ نے پچاس سے زیادہ حج کئے سینکڑوں مسجدیں بنوائیں، مدرسے بنوائے حجاز ریلوے لائن کی تعمیر علی گڑھ یونیورسٹی اور دیگر اداروں کو لاکھوں کے حساب سے مالی امداد کی، سیاسی اور مذہبی تحریکوں مثلاً تحریک خلافت، فتنہ ارتداد، شدی تحریک، تحریک شہید گنج، ساردا ایکٹ تحریک مجلس اتحاد ملت اور تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ شہید گنج کی تحریک میں آپ کو امیر ملت منتخب کیا گیا۔ آپ آل انڈیا مہی کانفرنس کے سرپرست تھے۔ ۱۹۷۲ء میں بنارس کی آل انڈیا سنی کانفرنس آپ کی صدارت میں ہوئی جس میں آپ نے مسلم لیگ کی حمایت کا اعلان کیا اور برصغیر کے چپہ چپہ کے دورے کئے اور جلسوں سے خطاب فرمایا اور مسلم لیگ کا پیغام پہنچایا اور آپ کے تمام خاندان نے بھی تحریک میں بڑی سرگرمی سے حصہ لیا، حضرت پیر صاحب مانگی شریف اور پیر مہر علی شاہ گولڑوی سرکار نے بھی آپ کے ساتھ مل کر قادیانیوں کی سرکوبی میں حصہ لیا۔ قائد اعظم، علامہ اقبال، چوہدری غلام عباس، نواب بہادر یار جنگ، نواب وقار الملک، میر عثمان علی خان والئی حیدر آباد دکن، نادر شاہ والئی کابل اور دیگر سینکڑوں اکابر ملت آپ کے دیدہ و دل فرس راہ کرتے تھے اور آپ سے عقیدت رکھنے میں فخر محسوس کرتے تھے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشورے طلب کرتے تھے۔ (۸) ان نامور صوفیائے کرام نے شریعت کی سختی سے پابندی کی اور لوگوں کو شریعت کا پابند بنانے کے لئے سخت جدوجہد کی، یہ بزرگ خود بھی دینی تعلیم کے ماہر تھے اور لوگوں کو بھی دینی تعلیم حاصل کرنے کی ترغیب دیتے تھے۔ ان کی خانقاہوں میں بھی دینی تعلیم کا انتظام تھا۔ وہ خود بھی لوگوں کو روحانی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم دیتے تھے انہوں نے جب بھی خلاف شریعت عمل دیکھا تو اُس کو ختم کرنے کے لئے عملی جہاد کیا اس طرح لوگوں کی اصلاح ہوئی وہ اپنی روحانی اصلاح پر توجہ دینے کے ساتھ لوگوں کی روحانی اخلاقی اور معاشرتی اصلاح کے لئے بھی جدوجہد کرتے رہتے تھے۔ وہ حجروں میں بیٹھ کر ذکر کی تلقین کرنے کے ساتھ معاشرے اور حکومت کی کارگزاریوں کا جائزہ لیتے رہتے تھے اس سلسلہ میں انہوں نے حکمرانوں اور امیروں کے ساتھ تعلقات پیدا کئے اور ان سے دین کی خدمت اور معاشرہ کی اصلاح کا کام لیا، انہوں نے حکمرانوں کو ان کے سامنے بڑی جرأت کے

ساتھ حق بات برملا کہنے میں کوئی تاثر نہ برتا اور ان کی خلاف شریعت باتوں کی مذمت کی، انہوں نے عام لوگوں کے ساتھ محبت کرنے کا عملی درس دیا اور ہر وقت خدمت خلق کے لئے کوشاں رہے۔ ان بزرگوں نے تبلیغ اسلام اور مسلمانوں کے دینی اور دنیوی اصلاح کے سلسلہ میں اہم خدمات انجام دیں ان بزرگوں نے سمجھایا کہ صرف زبان سے کلمہ شہادت پڑھنا کافی نہیں ہے بلکہ دین کی تمام ضروریات کو سچا ماننے اور کفر اور کفار کے ساتھ بیزاری رکھنے سے آدمی مسلمان ہوتا ہے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے محبت اور آپ کی پیروی کرنے کی تلقین کی ہے اس سلسلے میں حضرت مجدد الف ثانیؒ نے فرمایا ہے مجھے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس لئے محبت ہے کہ وہ محمد ﷺ کا رب ہے، انہوں نے واضح کیا ہے کہ شریعت اور طریقت میں کوئی اختلاف نہیں ہے حضرت مجدد الف ثانیؒ کا قول ہے طریقت اور شریعت ایک دوسرے کے عین ہیں ان کے درمیان بال برابر بھی فرق نہیں، اگر فرق ہے تو صرف اجمال اور تفصیل اور استدلال کا ہے۔ جو چیز بھی شریعت کے خلاف ہے مردود ہے، ان بزرگوں نے نظریہ وحدت الوجود کے مقابلہ میں نظریہ وحدت الشہود پیش کیا، مندرجہ ذیل نکات کی وضاحت ان بزرگوں کے تعلیمات، کردار اور عملی سرگرمیوں سے ظاہر ہے (۹) جن کی تفصیل مقالہ کے اندر موجود ہے، اس لئے شاعر مشرق حضرت علامہ اقبالؒ نے فرمایا۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی یہ خاک اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے (۱۰)

سیاسی سطح پر خاص طور پر دو قومی نظریے کی حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری نقشبندی مجددی اور بطل حریت مولانا عبدالستار خان نیازی نقشبندی مجددی نے بھرپور اشاعت کی اور پاکستان کے لئے راہ ہموار کی ان حقائق سے پتہ چلتا ہے کہ نہ صرف پاکستان کی تحریک بلکہ پاکستان کی تعمیر و ترقی میں بھی ان حضرات کا اہم کردار رہا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ اور امام احمد رضا بریلوی اور حضرت محمد لطف شاہ نقشبندی مجددی کے فیض یافتہ حضرات نے شانہ بشانہ مل کر پاکستان کے لئے سخت جدوجہد کی اور بالآخر پاکستان وجود میں آ گیا۔ آزادی کی تحریکوں میں عالمی سطح پر نقشبندی مجددی حضرات نے بہت ہی فعال کردار ادا کیا اور کر رہے ہیں (۱۱)۔ جب اللہ تعالیٰ کسی کو اپنا محبوب بنا لیتا ہے تو دلوں میں محبت ڈال دیتا ہے پھر محبت کرنے والے محبت کرتے ہیں ان کی شان میں منقبتیں لکھتے ہیں ان کی سوانح مرتب کرتے ہیں، ان کے ملفوظات جمع کرتے ہیں ان کی کرامات قلم بند کرتے

ہیں۔ ان کی باتیں زمانے والوں اور آگے آنے والوں تک پہنچاتے ہیں۔ پھر وہ سوانح، ملفوظات و معمولات ایک زندہ حقیقت بن جاتے ہیں جو پڑھنے والوں کی اصلاح کرتے ہیں ان کو بناتے اور سنوارتے ہیں اور ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ جاری ہو جاتا ہے، چراغ سے چراغ جلتے رہتے ہیں قرآن کریم میں تحدیثِ نعمت کا حکم ہے، احسانات اور نعمتوں کو یاد کرنے اور بیان کرنے کی بار بار تاکید ہے۔ (۱۲) عہدِ برطانیہ میں شمالی پنجاب، کشمیر اور یاغستان کے دو سو مربع میل کے علاقہ پر پیرِ نظیر احمد موہڑوی سرکارِ نقشبندی مجددیؒ نے پانچ سال تک بادشاہت کی اور اسلامی حکومت کی بنیاد رکھی اس پر انگریز سامراج کی حمایت پر سوات کے حکمران نے پیرِ نظیر احمد کی فوج سے جنگ بھی کی مگر اسے ناکامی کا سامنا کرنا پڑا پیرِ نظیر احمدؒ پانچ سال بعد اپنے والد پیر خواجہ محمد قاسم موہڑوی سرکار کے کہنے پر بادشاہی کو چھوڑ کر فقیری اختیار کی اور آخر تک دین کی خدمت اور لوگوں کی اصلاح کی اور آزادی کی تحریکوں میں بھی حصہ لیتے رہے۔ سربہ سرحد میں پیر حضرت شاہ المعروف زندہ پیر گھمکو لوی نے بھی دینی، اصلاحی اور روحانی خدمات انجام دیں۔ آپ آخر تک گھمکو ل شریف سے باہر نہیں گئے ماسوائے حج مبارک کے آپ نے ایک جگہ بیٹھ کر لوگوں کی اصلاح فرمائی آپ کی پاکستان کے لیے بہت خدمات ہیں آپ جیسی نیک و پاک باز ہستیوں کے صدقے اللہ تعالیٰ نے پاکستان جیسی نعمت کبریٰ سے نوازا۔ شمال مشرقی پنجاب کے ضلع جہلم میں پیر سید محمد لطف شاہ بخاری نقشبندی مجددی پیدا ہوئے اور انہوں نے نہ صرف ضلع جہلم بلکہ گردنواح کے علاقوں میں بھی اپنے روحانی فیض کو جاری فرمایا۔ ایسا روحانی فیض کہ اس علاقہ میں کوئی غیر مسلم نہیں رہا بلکہ آپ کے روحانی فیض کے صدقے اللہ تعالیٰ نے اس علاقے کو غیر مسلموں سے پاک کیا جہاں بھی آپ کے قدم مبارک کے نشان پڑے وہاں لوگوں کی تقدیریں بدل گئیں۔ آپ نے دینی، اصلاحی ملی خدمات کے ساتھ فلاحی خدمات بھی انجام دیں۔ آپ کو ہر روز تیکے کے نیچے سے پانچ روپے ملتے تھے جو آپ غرباء و مساکین میں تقسیم کر دیتے تھے، یہ آپ کو اللہ کی طرف سے غیبی مدد ملتی تھی۔ سیالکوٹ، نارووال سے پیر سید جماعت علی شاہ مجددی علی پوری، سندھ تھرپارکر سے پیر محمد ابراہیم جان سرہندی اور کراچی سے مفتی محمد عبداللہ نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم ان صوفیائے نقشبندی نے آزادی کی تحریکوں میں بہت ہی فعال کردار ادا کیا ہے۔ خود برصغیر میں دوسرے سلاسلِ طریقت کے ساتھ نقشبندی مجددی حضرات آگے آگے رہے اور نہایت اہم کارنامے انجام دیئے۔ ان صوفیائے کرام کی جدوجہد اور ان کی

دعاؤں کے صدقے اللہ تعالیٰ نے ہمیں پاکستان کی شکل میں نعمت عطا کی اب ہمارا یہ کام ہے کہ اس نعمت عظمیٰ کی حفاظت و استحکام کے لئے ان صوفیائے کرام کی زندگیوں کی پیروی کریں اور اپنے ظاہر و باطن کو ایک ہی رنگ میں رنگتے ہوئے ملک و ملت کے مفاد کو اپنے ذاتی مفاد پر ترجیح دیں غور کرنے کی بات ہے کہ رمضان المبارک میں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں قرآن کریم نازل فرمائی اس ماہ میں مسلمانوں کو حق و باطل کے پہلے معرکے غزوہ بدر میں کامیابی ہوئی اسی برکتوں والے مہینے میں فتح مکہ نصیب ہوئی اور ہزاروں مہینوں سے بہتر رات والے عشرہ میں مسلمانوں کو پاکستان جیسی عظیم نعمت سے نوازا تا کہ ہم اپنی زندگیاں قرآن کریم اور اسوہ رسول ﷺ کے مطابق ڈھال لیں اور ایسا کرنے کے لئے ہمیں صوفیائے کرام ہی کی تعلیمات کو اپنانا پڑے گا، جو ہر طرح کے تعصب سے پاک ہیں جنہوں نے اپنے تو اپنے ہیں غیروں کو بھی سینوں سے لگایا اور آج وہی جذبہ ہمارے اتحاد کا مظہر بن سکتا ہے۔ اور ہم ہر طرح کے تعصب کو ختم کر کے ”امتہ وحدہ“ بن سکتے ہیں (۱۳) ہمارے بعد آنے والوں کو اسی پیغام کی ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسی جذبہ سے سرشار فرمائے۔ (آمین)

آخر میں میں اپنی اس تحقیق کا اختتام شاعر مشرق حکیم الامت مفکر پاکستان حضرت علامہ اقبالؒ کی اس دعا کے ساتھ کرتا ہوں کہ۔

آج بھی ہو جو ابراہیمؑ کا ایماں پیدا آگ کر سکتی ہے انداز گلستان پیدا (۱۴)



حوالہ جات

- ۱۔ اقبال، ڈاکٹر علامہ ”بانگ درا“ لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز ۱۹۷۸ء ص ۲۷۱
- ۲۔ عبدالمجید سندھی، ڈاکٹر میمن، ”پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں“ لاہور، کمپائن پرنٹر، ۲۰۰۰ء ص ۳۷
- ۳۔ محمد نور بخش توکلی علامہ، ”تذکرہ مشائخ نقشبندیہ ہندیہ“ لاہور، شریف پرنٹنگ پریس، ۱۹۷۰ء ص ۸-۲۰
- ۴۔ عبدالمجید سندھی، ڈاکٹر میمن، ”پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں“ محولہ بالا، ص ۴۶۰-۴۷۲
- ۵۔ یوسف سلیم، پروفیسر چشتی، ”تاریخ تصوف“ لاہور، مطبوعہ علماء اکیڈمی، محکمہ اوقاف، ص ۱۴۰-۱۴۲
- ۶۔ خان آصف، ”اللہ کے ولی“ کراچی، زم زم پرنٹنگ پریس، ۲۰۰۲ء ص ۱
- ۷۔ اقبال، ڈاکٹر، علامہ، ”بانگ درا“ محولہ بالا، ص ۲۶۷
- ۸۔ محمد نور بخش توکلی علامہ، ”تذکرہ مشائخ نقشبندیہ“ محولہ بالا، ص ۵۸۲
- ۹۔ عبدالمجید سندھی، ڈاکٹر میمن، ”پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں“ محولہ بالا، ص ۵۵۳
- ۱۰۔ محمد طاہر فاروقی، ”سیرت اقبال“ لاہور، مظفر پرنٹر، ۱۹۳۹ء ص ۳۴۰
- ۱۱۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر، ڈاکٹر ”جہاں امام ربانی“ کراچی، امام ربانی فاؤنڈیشن، ۲۰۰۵ء ص ۳۶-ج ۱-اول
- ۱۲۔ (۱) القرآن : ۹۳ : ۱۱ (۲) القرآن : ۲ : ۴ : ۴۷ : ۱۲۲
- (۳) القرآن : ۳ : ۱۰۳ (۴) القرآن : ۵ : ۷ : ۱۱ : ۲۰
- (۵) القرآن : ۱۴ : ۱۶ (۶) القرآن : ۷ : ۷۴
- ۱۳۔ عبدالرشید، پروفیسر، ڈاکٹر ”اسلامی تصوف اور صوفیائے سرحد“ کراچی، طاہر سنز، ۱۹۹۷ء ص ۳۱۶
- ۱۴۔ اقبال، ڈاکٹر، علامہ ”بانگ درا“ محولہ بالا، ص ۲۰۵

کتابیات

مقالہ کی تیاری کیلئے جن کتب سے استفادہ
کیا گیا اُن میں اہم درج ذیل ہیں

- ۱۔ قرآن پاک الممدینۃ المنورہ، ۱۴۱۲ھ
- ۲۔ ابوالحسن ندوی سید، مولانا، ”تاریخ دعوت و عزیمت حصہ اول“، کراچی، ۱۹۸۲ء
- ۳۔ ابوالحسن ندوی سید، مولانا، ”تاریخ دعوت و عزیمت حصہ دوم“، کراچی، ۱۹۸۳ء
- ۴۔ ابوالحسن ندوی سید، مولانا، ”تاریخ دعوت و عزیمت حصہ سوم“، کراچی، ۱۹۸۳ء
- ۵۔ ابوالحسن ندوی سید، مولانا، ”ترکیہ واحسان“، کراچی، تشکیل پرنٹنگ س.ن
- ۶۔ ابوالحسن ندوی سید، مولانا، ”نزہۃ الخواطر“، لکھنؤ، س.ن
- ۷۔ ابن کثیر، عماد الدین اسماعیل ”مترجم، علامہ محمد میمن جونا گڑھی“ تفسیر القرآن العظیم، کراچی، س.ن
- ۸۔ ابوالخیر محمد زبیر، ”بزم جاناں“ حیدرآباد، رکن الاسلام پبلیکیشنز، ۱۹۸۰ء
- ۹۔ ابوالخیر محمد زبیر، ”سندھ کے صوفیائے نقشبند“ حصہ اول، حیدرآباد، رکن الاسلام پبلیکیشنز، ۱۹۸۰ء
- ۱۰۔ ابوالخیر محمد زبیر، ”سندھ کے صوفیائے نقشبند“ حصہ دوم، حیدرآباد، رکن الاسلام پبلیکیشنز، ۱۹۹۴ء
- ۱۱۔ ابوالقاسم عبدالکریم ”الرسالة القشیریہ“ قاہرہ، ۱۹۴۰ء
- ۱۲۔ ابوبکر محمد الکلابادی، ”التعرف لمذہب اہل التصوف“ قاہرہ، ۱۹۶۰ء
- ۱۳۔ ابو داؤد سلیمان بن ثابت، سنن ابی داؤد، مصر، مصطفیٰ البابی، ۱۹۵۲ء
- ۱۴۔ ابوالحسن زید، کلیات باقی باللہ، لاہور، ملک دین محمد اینڈ سنز، ۱۳۵۰ھ
- ۱۵۔ ابوطالب مکی، قوت القلوب، قاہرہ، مکتبہ القاہرہ، ۱۳۸۴ھ
- ۱۶۔ ابو ظفر ندوی، مختصر تاریخ ہند، اعظم گڑھ، دارالمصنفین، ۱۹۴۸ء
- ۱۷۔ ابوالامان امرتسری، سکھ مسلم تاریخ حقیقت کے آئینہ میں، لاہور ادارہ ثقافت اسلامیہ پاکستان، ۱۳۸۴ھ
- ۱۸۔ احمد خان، سرسید (مرتب) ”آئین اکبری از ابوالفضل“، دہلی مطبع مجتہائی، ۱۲۷۲ھ
- ۱۹۔ احمد بشیر، ظہر الدین محمد ”بابر بادشاہ غازی“، کراچی اردو اکیڈمی، س.ن

- ۲۰۔ احمد حسین، امین جنگ، ”فلسفۃ الفقراء“ لاہور، شیخ محمد اشرف، ۱۳۷۷ھ
- ۲۱۔ احمد حسین خان، تذکرہ، ”سلطان محمد غزنوی“، لاہور مطبع خادم التعليم، ۱۸۹۵ء
- ۲۲۔ احمد رضا خان امام، ”مقال عرفاء باعز از شرح علماء“، پٹنہ، تحفہ حنفیہ، ۱۳۷۲ھ
- ۲۳۔ احمد سرہندی، مکتوبات امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی، امرتسر، مطبع مجددی، ۱۳۲۹ھ
- ۲۴۔ احمد رضا خان امام، ”حسام الحرمین“ بریلی (انڈیا) ۱۴۰۵ھ
- ۲۵۔ احمد رضا خان امام، ”الدولۃ المکیہ“ بریلی (انڈیا) ۱۹۸۹ء
- ۲۶۔ احمد رضا خان امام، ”رسائل رضویہ“ بریلی (انڈیا) س۔ن
- ۲۷۔ احمد جعفری، رئیس، ”انوار اولیاء (کامل)“ لاہور شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۷۸ء
- ۲۸۔ احمد جعفری رئیس، ”کاروان گم گشتہ“ کراچی، ۱۹۷۱ء
- ۲۹۔ احمد بن حنبل، امام، ”سند امام احمد بن حنبل“ مصر، مطبع منیریہ، ۱۳۱۳ھ
- ۳۰۔ احمد شمس الدین، ”اصطلاحات صوفیہ“ لکھنؤ مطبع نامی، ۱۳۲۲ھ
- ۳۱۔ احمد ظہور الدین، ”ابوالفضل“ ادارہ تحقیقات پاکستان لاہور دانش گاہ پنجاب، ۱۹۷۵ء
- ۳۲۔ احمد محی الدین، ”ہمایوں نامہ“ کراچی کاروان ادب، ۱۹۵۱ء
- ۳۳۔ اختر راہی، پروفیسر، ”تذکرہ مصنفین درس نظامی“، لاہور، کتبہ رحمانیہ، ۱۹۸۷ء
- ۳۴۔ اختر حسین شاہ، سید، ”سیرت امیر ملت“، کراچی واحد پرنٹنگ، ۲۰۰۳ء
- ۳۵۔ اختر، خوابہ عباد اللہ، ”دعالم تصوف“، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۷۴ء
- ۳۶۔ اختر، مرزا احمد، ”تذکرہ اولیائے ہندو پاکستان“، دہلی کتب خانہ رشیدیہ، ۱۹۴۶ء
- ۳۷۔ ادارہ تصنیف و تالیف، ”انوار اصفیاء“ لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۷۸ء
- ۳۸۔ ادریس شاہ، ”صوفیاء کا طریقہ علم و زندگی“، لاہور دعا پبلی کیشنز، ۲۰۰۲ء
- ۳۹۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج ۲-۶، لاہور دانش گاہ علماء، ۱۹۶۲ء
- ۴۰۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج ۲۲، لاہور، دانش گاہ پنجاب، ۱۹۶۶ء
- ۴۱۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج ۱۹، لاہور، دانش گاہ پنجاب، ۱۹۶۶ء
- ۴۲۔ ارشد خان محمد، ”تاریخ ہزارہ“، پشاور طفیل آرٹ پرنٹرز، ۱۹۷۶ء

- ۴۳۔ اسد اللہ شاہ ”تذکرہ شعرائے ٹکھڑ“ حیدر آباد سندھی ادبی بورڈ ۱۹۹۴ء
- ۴۴۔ اسد اللہ خان غالب، ”دیوان غالب“، لاہور، ندیم پبلس پرنٹر س۔ن
- ۴۵۔ اسراج محمد طفیل ٹھٹوی ”سراج العارفین“ حیدر آباد، حیدری پرنٹنگ، ۱۹۹۴ء
- ۴۶۔ اسماعیل بن عبداللہ بخاری ”صحیح بخاری شریف“ لاہور، ۱۹۷۶ء
- ۴۷۔ اسلمی، عبدالرحمن، ”طبقات الصوفیہ“، مصر، دارالکتب العربی ۱۹۵۳ء
- ۴۸۔ اشرف علی تھانوی، مولانا، ”اصول تصوف“ لاہور، ادارہ اسلامیات ۱۹۸۳ء
- ۴۹۔ اشرف علی تھانوی، مولانا، ”مسائل تصوف قرآن کی روشنی میں“ لاہور، ادارہ، اسلامیات ۱۹۹۰ء
- ۵۰۔ اشرف علی تھانوی، مولانا، ”حکایات اولیاء“، کراچی، قدیمی کتب خانہ، ۱۹۸۶ء
- ۵۱۔ اشرف عطاء قیوم نظامی، ”پاکستان انقلاب سے پہلے اور بعد“ لاہور، ۱۹۶۸ء
- ۵۲۔ اشرف خان محمد ”سلوک سلیمانی“ لاہور، مکتبہ سرمدی اسلامیہ پارک ۱۹۶۹ء
- ۵۳۔ اشرف علی تھانوی، مولانا، ”مقالات صوفیہ“ کراچی، دارالاشاعت، ۱۹۸۶ء
- ۵۴۔ اعجاز انجم لطیفی، ڈاکٹر ”پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد حیات علمی اور ادبی خدمات“، کراچی، شاہکار پریس ۲۰۰۲ء
- ۵۵۔ اعجاز الحق قدوسی مولانا ”تذکرہ صوفیائے سندھ“، کراچی، اردو اکیڈمی ۱۹۷۵ء
- ۵۶۔ اعجاز الحق قدوسی مولانا، ”تاریخ سندھ“ لاہور، مرکزی اردو بورڈ ۱۹۷۴ء
- ۵۷۔ اعجاز الحق قدوسی مولانا، ”تذکرہ صوفیائے پنجاب“ کراچی، سلمان اکیڈمی ۱۹۶۲ء
- ۵۸۔ اعجاز الحق قدوسی مولانا، ”تذکرہ صوفیائے سرحد“ لاہور، مرکزی اردو بورڈ ۱۹۶۶ء
- ۵۹۔ اعجاز الحق قدوسی مولانا، ”اقبال اور علمائے پاک وہند“ کراچی، قدیمی کتب خانہ، ۱۹۸۶ء
- ۶۰۔ اعجاز الحق قدوسی، مولانا، ”اقبال کے محبوب صوفیاء“ لاہور، اقبال اکادمی پاکستان ۱۹۸۶ء
- ۶۱۔ افروغ حسن، حافظ ”روحانیت کا گلزار کہکشان“، لاہور جسارت پرنٹر س۔ن
- ۶۲۔ اقبال، محمد، علامہ، ”ارمغان حجاز“ حیدر آباد دکن، سلطان بک ڈپو، ۱۹۷۳ء
- ۶۳۔ اقبال، محمد، علامہ، ”بانگ درا“ لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۲۴ء
- ۶۴۔ اقبال، محمد، علامہ، ”ضرب کلیم“ لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۵۹ء
- ۶۵۔ اقبال، محمد، علامہ، ”بال جبریل“ لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۷۵ء

- ۶۶۔ اقبال، محمد، فاروقی پیرزادہ، ”تذکرہ علمائے اہل سنت و جماعت، لاہور، مکتبہ نبویہ، ۱۹۸۷ء
- ۶۷۔ اقبال، محمد، علامہ، ”کلیات اقبال اردو“ لاہور غلام علی اینڈ سنز ۱۹۷۳ء
- ۶۸۔ اکبر وارثی، خواجہ ”میلا داکبر“ کراچی، امین برادرز ۱۳۳۰ھ
- ۶۹۔ اکرام، شیخ، محمد، ”آب کوثر“ لاہور، فیروز سنز ۱۹۵۲ء
- ۷۰۔ الفت حسین شاہ بخاری، سید گلشن سادات، لاہور، اقرار خان پرنٹر ۲۰۰۳ء
- ۷۱۔ الیاس برنی، پروفیسر، قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ، لاہور مطبوعہ لاہور، س۔ن
- ۷۲۔ امداد اللہ مہاجرکی ضیاء القلوب (فارسی) دہلی، مطبع مجتہائی ۱۹۲۷ء
- ۷۳۔ امیر خورد، سیر الاولیاء لاہور، مرکزی اردو بورڈ ۱۹۸۰ء
- ۷۴۔ امام الدین احمد، برکات الاولیاء، دہلی افضل المطابع ۱۳۲۲ھ
- ۷۵۔ انور علی، حافظ، قانون تصوف، آگرہ، آگرہ اخبار پریس ۱۳۶۹ھ
- ۷۶۔ انور، محمد رفیع، تحریک قیام پاکستان لاہور، علمی کتب خانہ ۱۹۷۲ء
- ۷۷۔ بابا شاہ مسافر، ملفوظات نقشبندیہ اورنگ آباد، نظامت امور، مذہبی سرکار عالی ۱۳۵۸ھ
- ۷۸۔ بازی، محمد موسیٰ الروحانی، ”مواعظ روحانی“ ملتان، ادارہ التصنیف الادب ۱۳۸۰ھ
- ۷۹۔ باقر، لاہوری، محمد ”کنز الہدایت“ لاہور، سیفی عبد المجید احمد حکیم، ۱۳۷۶ھ
- ۸۰۔ بایزید انصاری، ”صراط التوحید، پشاور“ ادارہ اشاعت سرحد، ۱۳۷۲ھ
- ۸۱۔ بخاری، عبد اللہ محمد بن اسمعیل، ”اصحیح البخاری“ کراچی، قدیمی کتب خانہ ۱۹۶۱ء
- ۸۲۔ بخاری، خورشید حسن، ”ریاض التاریخ“ لاہور، ملک نذیر احمد ۱۹۴۹ء
- ۸۳۔ بختیار کاکی، قطب الدین خواجہ، (مرتب) ”دلیل العارفین“ از خواجہ معین الدین چشتی، دہلی مطبع مجتہائی ۱۲۱۰ھ
- ۸۴۔ بدر الدین سرہندی، ”حضرات قدس“ لاہور محکمہ اوقاف پنجاب ۱۳۹۱ھ
- ۸۵۔ برق، غلام جیلانی، ”مورخین اسلام“ لاہور، مکتبہ جدید، ۱۳۸۸ھ
- ۸۶۔ بشیر احمد بیگ نقشبندی، ”تذکرہ پیران زکوڑی شریف“ لاہور، ۱۹۸۲ء
- ۸۷۔ بدر قادری، مولانا، بزم اولیاء مبارک پور، الجمع اسلامی ۱۹۹۵ء
- ۸۸۔ بلال زبیری، فرقے اور مسالک، جھنگ، جھنگ ادبی اکیڈمی ۱۳۹۶ھ

- ۸۹۔ بلگرامی سید علی، نظام اکبری
حیدر آباد دکن مطبع شمسہ ۱۳۳۱ھ
- ۹۰۔ بوسیری، امام محمد بن سعید، بردۃ المدتح، مصر، مطبعۃ التقدم العلمیہ ۱۳۱۹ھ
- ۹۱۔ برہان احمد فاروقی، ڈاکٹر، ”حضرت مجدد کا نظریہ توحید“ لاہور، ۱۹۶۷ء
- ۹۲۔ بھٹائی، عبداللطیف شاہ، لطائف لطیفی، حیدر آباد (سندھ) انجمن مرکز شاہ عبداللطیف ۱۳۸۷ھ
- ۹۳۔ ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، جامع ترمذی، دہلی، فخر المطابع ۱۲۷۰ھ
- ۹۴۔ ثناء اللہ سرہندی، یاد خلیل، حیدر آباد، این کے پرنٹنگ ۲۰۰۳ء
- ۹۵۔ ثناء اللہ پانی پتی، قاضی محمد، ارشاد الطالبین، لاہور، سیفی عبد المجید احمد حکیم، ۱۳۷۶ھ
- ۹۶۔ جامی، عبدالرحمن مولانا، نفحات الانس، کراچی، مدینہ پبلشنگ ۱۹۸۲ء
- ۹۷۔ جاوید عزیز، قائد اعظم اور سرحد، پشاور، ادارہ تحقیق و تصنیف ۱۹۷۷ء
- ۹۸۔ جاوید اقبال، آفتاب ہدایت، کراچی، ادارہ مسعودیہ ۱۹۹۹ء
- ۹۹۔ جاوید اقبال مظہری، عارف کامل، کراچی، مظہری پبلیکیشن ۱۹۸۰ء
- ۱۰۰۔ جاوید اقبال مظہری، ملفوظات مظہری، کراچی، مظہری پبلیکیشن ۱۹۹۰ء
- ۱۰۱۔ جاوید اقبال مظہری، سوئے جاناں ﷺ، کراچی مظہری پبلی کیشنز ۱۹۹۳ء
- ۱۰۲۔ جاوید اقبال مظہری، صلوٰۃ و سلام، کراچی مظہری پبلی کیشنز ۱۹۹۴ء
- ۱۰۳۔ جاوید اقبال مظہری، درود مظہری، کراچی مظہری پبلی کیشنز ۱۹۹۵ء
- ۱۰۴۔ جاوید اقبال مظہری، مظہر جمال مصطفیٰ ﷺ، کراچی مظہری پبلی کیشنز ۱۹۹۸ء
- ۱۰۵۔ جاوید اقبال مظہری، سرکارِ دو عالم ﷺ، کراچی مظہری پبلی کیشنز ۲۰۰۳ء
- ۱۰۶۔ جاوید اقبال مظہری، سرکارِ دو عالم ﷺ اور خواتین، کراچی مظہری پبلی کیشنز ۲۰۰۳ء
- ۱۰۷۔ جاوید اقبال مظہری، مناقب شیر خدا، کراچی مظہری پبلی کیشنز ۲۰۰۳ء
- ۱۰۸۔ جاوید اقبال مظہری، احسان عظیم، کراچی مظہری پبلی کیشنز ۲۰۰۳ء
- ۱۰۹۔ جیلانی، عبدالقادر شیخ، رسالۃ غوثیہ، (قلمی) پشاور، اسلامیہ کالج لائبریری س. ن.
- ۱۱۰۔ جیلانی، عبدالقادر شیخ، غنیۃ الطالبین، مصر، مکتبہ و مطبعہ مصطفیٰ البابی ۱۲۶۸ھ
- ۱۱۱۔ جیلانی، عبدالقادر شیخ، فتوح الغیب، لاہور مطبع محمدی ۱۲۹۸ھ

- ۱۱۲۔ جیلانی، عبدالقادر شیخ، فیوض یزدانی، کراچی آفسٹ پریس ۱۹۸۹ء
- ۱۱۳۔ جمال الدین سیروان، المختار من ریاض الصالحین، جدہ مطابع الاعتماد ۱۴۰۳ھ
- ۱۱۴۔ چشتی، غلام فرید، شجرہ چشتیہ سلیمانہ فخریہ، ”آگرہ“، مطبع الہی ۱۳۷۰ھ
- ۱۱۵۔ حسن رضا خان، ڈاکٹر، ”فقیہ اسلام“، کراچی ۱۹۸۵ء
- ۱۱۶۔ حبیب بینک، ”اللہ کے دوست“، کراچی ۱۹۸۸ء
- ۱۱۷۔ حنیف محمد، ”تعلیمات غزالی“، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۶۲ء
- ۱۱۸۔ خان آصف، ”اللہ کے ولی“، کراچی، زم زم پرنٹنگ ۲۰۰۲ء
- ۱۱۹۔ خوشحال زیدی، ”خضر راہ کرنٹ اردو سیریز“، دہلی س۔ن
- ۱۲۰۔ خلیل محمد اسحاق، ”سلاطین ہند اور اشاعت اسلام“، کراچی بک ڈپو، ۱۳۹۰ھ
- ۱۲۱۔ خان شاہد اکبر آبادی، ”جلوہ خورشید حرم“، کراچی ۱۹۹۳ء
- ۱۲۲۔ خواجہ محمد معصوم، ”مکتوبات خواجہ محمد معصوم“، کانپور مطبع نظامی ۱۳۰۴ھ
- ۱۲۳۔ خواجہ محمد سعید، ”صقال الضمائر“، بمبئی مطبع حسین ۱۳۰۳ھ
- ۱۲۴۔ خواجہ رضی حیدر، ”تذکرہ محدث سورتی“، کراچی ۱۹۸۱ء
- ۱۲۵۔ خواجہ محمد حسن مجددی، ”انساب الانجاب“، لاہور، سوسائٹی ۱۹۲۱ء
- ۱۲۶۔ داراشکوہ محمد، ”رسالہ حق نما“، کلکتہ، اپیشیا ٹک سوسائٹی ۱۹۶۰ء
- ۱۲۷۔ داراشکوہ محمد، ”سفینۃ الاولیاء“، آگرہ، اخبار پریس ۱۲۶۹ھ
- ۱۲۸۔ دین محمد وفائی، مولانا، ”تذکرہ مشاہیر سندھ“، ج۔۱-۲-۳- سندھی۔ ۱۹۸۶ء
- ۱۲۹۔ دریا آبادی، عبدالماجد، ”تصوف اسلام“، اعظم گڑھ مطبع معارف ۱۹۴۶ء
- ۱۳۰۔ ذوالفقار حسین شاہ بخاری، ”گلزار ولایت“، کراچی لیزرنیٹ ۲۰۰۲ء
- ۱۳۱۔ رحمان مظفر رانا، ”ممالک اسلامیہ“، لاہور، ایشین پبلیشرز ۱۹۷۷ء
- ۱۳۲۔ ذوالفقار حسین شاہ بخاری سید، ”شان اولیاء“، کراچی فرید آرٹ ۲۰۰۴ء
- ۱۳۳۔ رشید اختر ندوی، ”مغربی پاکستان کی تاریخ“، لاہور، مرکزی اردو بورڈ ۱۳۵۶ء
- ۱۳۴۔ رب نواز صوفی، ”کنز عرفان“، کوہٹ شائع کرتا ہے، مایہ مکمل شریف ۲۰۰۶ء

- ۱۳۵۔ رومی، جلال الدین، مولانا، ”مسنوی معنوی جلد ۳-۱“ لاہور، نظامی پرنٹر ۱۳۹۴ھ
- ۱۳۶۔ زوار حسین شاہ، سید مولانا، ”حضرت مجدد الف ثانی“ کراچی ادارہ مجددیہ ۱۹۷۲ء
- ۱۳۷۔ زکریا محمد ”تاریخ مشائخ چشت“ کراچی مجلس نشریات اسلام ۱۳۹۷ھ
- ۱۳۸۔ زوار حسین شاہ، سید مولانا، ”انوار معصومیہ“ کراچی ادارہ مجددیہ ۱۹۷۲ء
- ۱۳۹۔ ریاض الاسلام ”پاک و ہند کی اسلامی تاریخ“ لاہور، نیشنل بک کارپوریشن س.ن
- ۱۴۰۔ سعید احمد، ”مسلمانوں کا عروج و زوال“ دہلی ندوۃ المصنفین ۱۹۴۷ء
- ۱۴۱۔ سلیمان ندوی، سید ”عرب و ہند کے تعلقات“ کراچی کریم سنز ۱۹۷۶ء
- ۱۴۲۔ سلیمان ندوی، سید ”ہندوستان میں اسلام کیوں کر پھیلا“ دہلی ہقہ مشائخ ۱۹۷۷ء
- ۱۴۳۔ سلیمان بن الاشعث ابی داؤد السجستانی ”ابوداؤد“ جلد ۲ کراچی ایچ ایم سعید س.ن
- ۱۴۴۔ سلیم خان ”کشمیر میں اشاعت اسلام“ پشاور یونیورسٹی، ۱۳۷۰ھ
- ۱۴۵۔ سعدی شیخ، ”گلستان“ الہ آباد (انڈیا) س.ن
- ۱۴۶۔ شاہ آغا سرہندی، ”مونس المخلصین“ کراچی، ۱۳۶۶ھ
- ۱۴۷۔ شاہ محمود احمد قادری، ”تذکرہ علمائے اہلسنت“ کانپور ۱۳۹۱ھ
- ۱۴۸۔ شہاب دہلوی ”اولیائے بہادپور“ بہاولپور ۱۹۷۶ء
- ۱۴۹۔ شفیق میاں محمد۔ ”سلطنت مغلیہ کا زوال“ لاہور تعلیمی ادارہ س.ن
- ۱۵۰۔ شیخ ابی الحسن محمد بن عبد الہادی ”حاشیہ السندی علی ہامش نسائی“ دہلی، مجتہبائی س.ن
- ۱۵۱۔ شیخ احمد بن محمد ”مخطاوی علی مراتی الفلاح“ مصر مصطفی البابی، س.ن
- ۱۵۲۔ شیخ اسماعیل حقی ”تفسیر روح البیان“ جلد ۵ مصر، مکتبہ عثمانیہ س.ن
- ۱۵۳۔ شیخ بدر الدین عینی حنفی، ”عینی شرح بخاری“ جلد ۳ مصر منیریہ س.ن
- ۱۵۴۔ شیخ حافظ عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی، ”نسائی شریف“ جلد ۱ دہلی، مجتہبائی س.ن
- ۱۵۵۔ شیخ محی الدین نودی شافعی، ”نودی شرح مسلم“ جلد ۲ دہلی اصح المطابع س.ن
- ۱۵۶۔ شیخ محی الدین ابی ذکریا انصاری، ”ریاض الصالحین“ کراچی، قدیمی کتب خانہ س.ن
- ۱۵۷۔ شیخ ولی الدین خطیب ”مشکوٰۃ شریف“ کراچی، اصح المطابع س.ن

- ۱۵۸۔ شیخ محمد مودود احمد ”شجرۂ قادریہ رشیدیہ“ کراچی، رنگین پریس ۱۹۶۴ء
- ۱۵۹۔ شیخ محمد اکرم ”اقتباس الانوار“ لاہور، بزم اتحاد المسلمین ۱۴۰۹ھ
- ۱۶۰۔ شیخ محمد اکرم ”آب کوثر“ لاہور، افروز سنز ۱۹۶۵ء
- ۱۶۱۔ شیخ غلام علی اینڈ سنز، ”جامع اردو انسائیکلو پیڈیا“ جلد ۱۔ لاہور، ۱۹۸۷ء
- ۱۶۲۔ شیخ محمد ابراہیم آزاد، ”دیوان آزاد بریکانیری“ آگرہ، ۱۹۳۲ء
- ۱۶۳۔ شورش کاشمیری ”تحریک ختم نبوت“ مطبوعہ، ۱۹۷۶ء
- ۱۶۴۔ شیخ محمد اعظم ٹھٹوی ”تحفۃ الطاہرین“ کراچی، سندھی بورڈ ۱۹۵۶ء
- ۱۶۵۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ”اخبار الاخبار اردو ترجمہ محمد لطیف ملک“ لاہور، شعاع ادب ۱۹۹۲ء
- ۱۶۶۔ شاہ فقیر اللہ علوی شکار پوری ”قطب الارشاد“ کوئٹہ، ۱۳۹۷ھ
- ۱۶۷۔ صابر محمد شفیع ”قائد اعظم اور صوبہ سرحد“ پشاور، یونیورسٹی بک ایجنسی س.ن
- ۱۶۸۔ صابر براری ”تاریخ افتگان“ جلد ۱۔ کراچی، ۱۹۸۶ء
- ۱۶۹۔ صفدر محمود ”مسلم لیگ کا دور حکومت“ لاہور، ۱۹۷۳ء
- ۱۷۰۔ صفدر محمود ”مطالعہ پاکستان“ لاہور، مکتبہ اردو ڈائجسٹ ۱۹۷۳ء
- ۱۷۱۔ طاہر محمد نواز ”روحی ادب“ پشاور، پشتو کیڈمی ۱۹۷۷ء
- ۱۷۲۔ عارف نورمی ”جواہر الانوار“ لاہور، اسلم عصمت پرنٹر ۲۰۰۰ء
- ۱۷۳۔ عبدالعزیز نقشبندی ”تجلیات نقشبندیہ“ کراچی، ایجوکیشن پریس ۱۹۷۹ء
- ۱۷۴۔ عبدالرسول قادری بڈاکٹر ”مخدوم ہاشم ٹھٹوی کی سوانح حیات“ کراچی، مفتی اعظم سندھ اکیڈمی ۲۰۰۲ء
- ۱۷۵۔ عبدالمجید سندھی ڈاکٹر میمن، ”پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں“ لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز ۲۰۰۰ء
- ۱۷۶۔ علامہ علاؤ الدین الہمتی بن حسام الدین، ”کنزل اعمال علی ہاشم مسند امام احمد“ جلد ۱۔ بیروت ۱۹۷۵ء
- ۱۷۷۔ عالم فقری ”تذکرہ اولیاء پاکستان“ جلد ۲۔ لاہور، شبیر برادرز ۱۹۹۳ء
- ۱۷۸۔ عبدالوہاب شعرانی سید ”کشف الغمہ“ جلد ۲۔ مصر، مطبع مصطفی البابی ۱۹۵۱ء
- ۱۷۹۔ عبدالرشید پروفیسر ڈاکٹر ”اسلامی تصوف اور صوفیائے سرحد“ کراچی، طاہر سنز ۱۹۹۷ء
- ۱۸۰۔ عبدالرشید پروفیسر ڈاکٹر ”اسوہ رسول ﷺ اور ہماری زندگی“ کراچی، خواجہ پرنٹرز ۱۹۹۷ء

- ۱۸۱۔ عبدالرشید پروفیسر ڈاکٹر ”صوفیائے خٹک“ پشاور، غلام فاروق ۱۹۸۵ء
- ۱۸۲۔ عبدالرشید ”شیر شاہ سوری“ لاہور، انارکلی کتاب گھر ۱۹۵۸ء
- ۱۸۳۔ عبدالبجبار عابد لغاری ڈاکٹر ”جدوجہد آزادی میں سندھ کا کردار“ لاہور ۱۹۹۲ء
- ۱۸۴۔ عبدالرحمن خان منش ”آئینہ ملتان“ لاہور ۱۹۷۲ء
- ۱۸۵۔ عبدالمعبود اجمیری سید ”آئینہ ولایت“ لاہور ۱۹۹۳ء
- ۱۸۶۔ عبدالوہاب الشرائی ”طبقات الاولیاء“ کراچی، نفیس اکیڈمی ۱۹۶۵ء
- ۱۸۷۔ عمر بن شہاب الدین سہروردی ”عوارف المحارف“ لاہور، شیخ غلام علی سنز ۱۹۷۷ء
- ۱۸۸۔ عبدالستار طاہر، مولانا ”منزل بامنزل“ حیدرآباد ۱۹۹۱ء
- ۱۸۹۔ عبدالستار طاہر، مولانا ”ڈاکٹر پروفیسر محمد مسعود احمد کے اہم مکاتیب“ جلد ۱ لاہور، غیر مطبوعہ ۱۹۹۸ء
- ۱۹۰۔ عبدالستار طاہر، مولانا ”ڈاکٹر پروفیسر محمد مسعود احمد کے اہم مکاتیب“ جلد ۲ لاہور، غیر مطبوعہ ۱۹۹۸ء
- ۱۹۱۔ عبدالستار طاہر مولانا ”تخصصات حضرت مسعود ملت“ کراچی ۱۹۹۳ء
- ۱۹۲۔ عبدالستار طاہر مولانا ”مسعود ملت اور رضویات“ لاہور ۱۹۹۴ء
- ۱۹۳۔ عنایت عارف ”کشف المحارف“ لاہور الفیصل ناشران ۲۰۰۲ء
- ۱۹۴۔ عثمان محمد ”اسلام پاکستان میں“ لاہور مکتبہ جدید ۱۹۴۹ء
- ۱۹۵۔ غلام سرور لاہوری مفتی ”حدیث الاولیاء“ لاہور تصوف فاؤنڈیشن ۱۹۹۰ء
- ۱۹۶۔ غلام محمد نعیمی مولانا ”تفسیر اہل بغیر اللہ“ کراچی گولڈن پرنٹنگ پریس ۱۹۸۷ء
- ۱۹۷۔ غلام محمد نعیمی مولانا ”بیاض نعیمی“ کراچی منزل اکیڈمی ۱۹۸۴ء
- ۱۹۸۔ غزالی امام ابو حامد بن محمد بن محمد ”کیمیائے سعادت“ دہلی مطبع مجتہائی ۱۹۷۷ء
- ۱۹۹۔ فیاض محمود سید ”تاریخ ادبیات مسلمانان پاک و ہند“ جلد ۱۳ لاہور، پنجاب یونیورسٹی ۱۹۷۱ء
- ۲۰۰۔ فیاض بلگوڈوی ”تذکرہ شاہ جماعت“ میسور ۱۹۸۵ء
- ۲۰۱۔ قادری امیر شاہ سید ”تذکرہ علماء و مشائخ سرحد“ پشاور عظیم پبلشنگ ۱۹۶۴ء
- ۲۰۲۔ قادری محمد ایوب ”مخدوم جہانیاں جہاں گشت“ کراچی، ادارہ تحقیق و تصنیف ۱۹۶۳ء
- ۲۰۳۔ قاضی ابی الفضل عیاض ”کتاب الشفاء“ مصر، مصطفیٰ البابی الحکمی س.ن

- ۲۰۴۔ کلیم احمد ”پاکستانی تہذیب“ کراچی، جنرل پبلیشنگ ہاؤس ۱۹۶۳ء
- ۲۰۵۔ گیلانی محمد اولاد علی سید ”اولیائے ملتان“ لاہور، سنگ میل پبلیکیشنز ۱۹۶۲ء
- ۲۰۶۔ لطیف ملک محمد ”اولیائے لاہور“ لاہور، سنگ میل پبلیکیشنز ۱۹۶۲ء
- ۲۰۷۔ محمد الیاس رضوی، مولانا ”خزینہ رحمت“ کراچی، مکتبہ مدینہ س.ن
- ۲۰۸۔ محمد ارشد قریشی ”تصرف (صوفیاء کے عقائد و احوال)“ لاہور، زلد بشیر پرنٹر ۱۹۹۸ء
- ۲۰۹۔ محمد اشرف عثمانی ”تصوف کی حقیقت“ لاہور، ادارہ اسلامیات ۱۹۸۳ء
- ۲۱۰۔ محمد اشرف نقشبندی ”تذکرہ اولیاء“ لاہور، ضیاء القرآن پبلیکیشنز ۱۹۹۹ء
- ۲۱۱۔ محمد حسین جان سرہندی ”خیابان سرہندی“ کراچی س.ن
- ۲۱۲۔ محمد حسین آسی ”مجددیت و قومیت“ سیالکوٹ، نقش لاثانی ۱۹۹۹ء
- ۲۱۳۔ محمد حسین نقشبندی مولانا ”کرامات مجدد الف ثانی“ لاہور، ضیاء القرآن پبلیکیشنز ۱۹۹۹ء
- ۲۱۴۔ محمد سالم نعیمی مولانا ”سوانح حیات مفتی اعظم سندھ“ کراچی، مہتاب پرنٹنگ ۱۹۸۲ء
- ۲۱۵۔ محمد اقبال حسین نعیمی ”تذکرہ اولیاء سندھ“ کراچی، شارق پبلیکیشنز ۱۹۸۷ء
- ۲۱۶۔ محمد جان نعیمی مفتی ”فتاویٰ مجددیہ نعیمیہ“ کراچی، مہتاب پرنٹنگ ۱۴۱۱ھ
- ۲۱۷۔ محمد صدیق ہزاروی، مولانا ”تعارف علماء اہلسنت“ لاہور، مکتبہ قادریہ ۱۹۷۹ء
- ۲۱۸۔ محمد وارث کامل مولانا ”تذکرہ اولیائے لاہور“ کراچی، ایجوکیشن پریس ۱۹۶۳ء
- ۲۱۹۔ محمد عبد الحکیم خان اختر مجددی ”تجلیات امام ربانی“ لاہور، مکتبہ بنوریہ گنج بخش ۱۹۷۸ء
- ۲۲۰۔ محمد اشرف ملک ”سوانح حیات (موہڑی سرکار)“ کراچی، فائن آرٹ س.ن
- ۲۲۱۔ محمد رشید صوفی میاں ”نسبت رسول ﷺ“ لاہور، جدید پریس ۱۹۹۸ء
- ۲۲۲۔ محمد رمضان علی حکیم ”تاریخ وہابیہ“ مطبوعہ لائل پور ۱۹۷۶ء
- ۲۲۳۔ محمد طاہر فاروقی، ”سیرت اقبال“ لاہور، مظفر پرنٹر ۱۹۳۹ء
- ۲۲۴۔ محمد طاہر القادری پروفیسر ڈاکٹر ”شہادت توحید“ لاہور، الامان پرنٹنگ پریس ۱۹۸۵ء
- ۲۲۵۔ محمد طاہر القادری، پروفیسر ڈاکٹر ”عشق رسول ﷺ“ لاہور، ادارہ منہاج القرآن ۱۹۸۸ء
- ۲۲۶۔ محمد طاہر القادری، پروفیسر ڈاکٹر ”ذکر الہی“ لاہور، ادارہ منہاج القرآن ۱۹۸۹ء

- ۲۲۷۔ محمد طاہر القادری، پروفیسر ڈاکٹر ”جشن میلاد النبی ﷺ کی شرعی حیثیت“ لاہور، ادارہ منہاج القرآن ۱۹۸۸ء
- ۲۲۸۔ محمد طاہر القادری، پروفیسر ڈاکٹر ”ارکان اسلام“ لاہور، ادارہ منہاج القرآن ۱۹۹۱ء
- ۲۲۹۔ محمد طاہر القادری، پروفیسر ڈاکٹر ”آداب نماز“ لاہور، ادارہ منہاج القرآن ۱۹۹۲ء
- ۲۳۰۔ محمد طاہر القادری، پروفیسر ڈاکٹر ”فلسفہ معراج النبی ﷺ“ لاہور، ادارہ منہاج القرآن ۱۹۹۰ء
- ۲۳۱۔ محمد بخش میاں ”سیف الملوک“ لاہور، ضاپرنٹر ۱۹۹۹ء
- ۲۳۲۔ محمد عالم آسی، مولانا ”الکادیۃ علی الغادیۃ“ امرتسر مطبوعہ امرتسر ۱۹۳۱ء
- ۲۳۳۔ محمد مسعود احمد، ڈاکٹر ”مواعظ مظہری“ کراچی، مدینہ پبلیشنگ ۱۹۷۰ء
- ۲۳۴۔ محمد مسعود احمد، ڈاکٹر ”حیات مظہری“ کراچی، مدینہ پبلیشنگ ۱۹۷۰ء
- ۲۳۵۔ محمد مسعود احمد، ڈاکٹر ”فتاویٰ مظہری“ جلد-۳ کراچی، ادارہ مسعودیہ ۱۹۷۰ء
- ۲۳۶۔ محمد مسعود احمد، ڈاکٹر ”فتاویٰ مسعودی“ کراچی، ہر ہند پبلیکیشن ۱۹۸۷ء
- ۲۳۷۔ محمد مسعود احمد، ڈاکٹر ”شیخ الاسلام“ کراچی، ادارہ مسعودیہ ۱۹۹۴ء
- ۲۳۸۔ محمد مسعود احمد، ڈاکٹر ”مکاتب مظہری“ کراچی، ادارہ مسعودیہ ۱۹۹۹ء
- ۲۳۹۔ محمد مسعود احمد، ڈاکٹر ”جہاں امام ربانی“ جلد-۱ کراچی، امام ربانی فاؤنڈیشن ۲۰۰۵ء
- ۲۴۰۔ محمد مسعود احمد، ڈاکٹر ”حیات نعیمی (مفتی اعظم سندھ)“ کراچی، مہتاب پرنٹنگ ۱۹۸۲ء
- ۲۴۱۔ محمد مسعود احمد، ڈاکٹر ”اردو میں قرآنی تراجمہ و تفاسیر“ حیدر آباد، سندھ، ۱۹۷۰ء
- ۲۴۲۔ محمد مسعود احمد، ڈاکٹر ”فاضل بریلوی اور ترک موالات“ لاہور، ادارہ مسعودیہ ۱۹۷۱ء
- ۲۴۳۔ محمد مسعود احمد، ڈاکٹر ”سیرت مجدد الف ثانی“ کراچی، ادارہ مسعودیہ ۱۹۷۶ء
- ۲۴۴۔ محمد مسعود احمد، ڈاکٹر ”حضرت مجدد الف ثانیؒ اور ڈاکٹر محمد اقبال“ لاہور، ادارہ مسعودیہ ۱۹۸۱ء
- ۲۴۵۔ محمد مسعود احمد، ڈاکٹر ”اکرام امام احمد رضا“ لاہور، ادارہ مسعودیہ ۱۹۸۱ء
- ۲۴۶۔ محمد مسعود احمد، ڈاکٹر ”حیات مولینا احمد رضا خان بریلوی“ سیالکوٹ، ادارہ مسعودیہ ۱۹۹۳ء
- ۲۴۷۔ محمد مسعود احمد، ڈاکٹر ”علم غیب“ کراچی، ادارہ مسعودیہ ۱۹۹۳ء
- ۲۴۸۔ محمد مسعود احمد، ڈاکٹر ”قیامت“ کراچی، ادارہ مسعودیہ ۱۹۹۳ء
- ۲۴۹۔ محمد مسعود احمد، ڈاکٹر ”مراد رسول ﷺ“ صادق آباد، ادارہ مسعودیہ ۱۹۹۳ء

۲۵۰۔ محمد مسعود احمد ڈاکٹر	”نسبتوں کی بہاریں“	کراچی، ادارہ مسعودیہ	۱۹۹۴ء
۲۵۱۔ محمد مسعود احمد ڈاکٹر	”محدث بریلوی“	کراچی، ادارہ مسعودیہ	۱۹۹۵ء
۲۵۲۔ محمد مسعود احمد ڈاکٹر	”دوقومی نظریہ اور پاکستان“	لاہور، ادارہ مسعودیہ	۱۹۹۵ء
۲۵۳۔ محمد مسعود احمد ڈاکٹر	”دعا خلیل“	کراچی، ادارہ مسعودیہ	۱۹۹۶ء
۲۵۴۔ محمد مسعود احمد ڈاکٹر	”فارق اعظم کا غیر مسلموں سے حسن سلوک“	کراچی، ادارہ مسعودیہ	۱۹۹۶ء
۲۵۵۔ محمد مسعود احمد ڈاکٹر	”صراطِ مستقیم“	کراچی، ادارہ مسعودیہ	۱۹۹۸ء
۲۵۶۔ محمد مسعود احمد ڈاکٹر	”روح اسلام“	کراچی، ادارہ مسعودیہ	۱۹۹۹ء
۲۵۷۔ محمد مسعود احمد ڈاکٹر	”تذکرہ منظر مسعود“	کراچی، ادارہ مسعودیہ	۱۹۹۹ء
۲۵۸۔ محمد مسعود احمد ڈاکٹر	”امام احمد رضا اور عالمی جامعات“	کراچی، ادارہ مسعودیہ	۱۹۹۹ء
۲۵۹۔ محمد مسرور احمد	”مسعود ملت کے آثار علمیہ“	کراچی، ادارہ مسعودیہ	۱۹۹۷ء
۲۶۰۔ محمد صادق قصوری	”تاریخ مشائخ نقشبند“	لاہور، زاویہ پبلشرز	۲۰۰۲ء
۲۶۱۔ محمد صادق قصوری	”تعارف امیر ملت“	قصور، مرکزی مجلس امیر ملت	۱۹۹۴ء
۲۶۲۔ محمد صادق قصوری	”شیدایان امیر ملت“	قصور، مرکزی مجلس امیر ملت	۱۹۹۸ء
۲۶۳۔ محمد صادق قصوری	”جہان امیر ملت“	قصور، مرکزی مجلس امیر ملت	۲۰۰۱ء
۲۶۴۔ محمد صادق قصوری	”تذکرہ اولیائے علی پور سیداں“	قصور، مرکزی مجلس امیر ملت	۱۹۹۸ء
۲۶۵۔ محمد صادق قصوری	”ملفوظات نقشبندیہ“	لاہور، مکتبہ زاویہ	۱۹۹۸ء
۲۶۶۔ محمد صادق قصوری	”اکابر تحریک پاکستان“	لاہور، ضیاء القرآن پبلیکیشنز	۱۹۷۰ء
۲۶۷۔ محمد صادق قصوری	”امیر ملت اور تحریک پاکستان“	لاہور، مرکزی مجلس جماعتیہ	۱۹۹۴ء
۲۶۸۔ محمد صادق قصوری	”تحریک پاکستان اور مشائخ عظام“	لاہور، ریاض برادرز	۱۹۹۷ء
۲۶۹۔ محمد صادق قصوری	”تکملہ تذکرہ نقشبندیہ“	لاہور، مکتبہ زاویہ	۱۹۷۶ء
۲۷۰۔ محمد صادق قصوری	”اساتذہ امیر ملت“	لاہور، مکتبہ زاویہ	۱۹۹۶ء
۲۷۱۔ محمد صادق قصوری	”حضرت امیر ملت اور انکے خلفاء“	سیالکوٹ، مرکزی مجلس امیر ملت	۱۹۸۳ء
۲۷۲۔ محمد صادق قصوری	”حضرت امیر ملت اور آل انڈیائی کانفرنس“	لاہور، مرکزی مجلس امیر ملت	۱۹۹۱ء

- ۲۷۳۔ محمد صادق قصوری ”فدایان امیر ملت“ قصور، برج کلاں ۱۹۸۱ء
- ۲۷۴۔ محمد صادق قصوری ”تذکرہ نقشبندیہ خیریہ“ لاہور، مرکزی مجلس امیر ملت ۱۹۸۸ء
- ۲۷۵۔ محمد صادق قصوری ”حضرت سراج الملت اور انکے خلفاء“ قصور، برج کلاں ۱۹۹۴ء
- ۲۷۶۔ محمد مظہر اللہ شاہ مفتی اعظم ”ضیاء الاسلام“ کراچی ادارہ مسعودیہ ۲۰۰۲ء
- ۲۷۷۔ محمد مظہر اللہ شاہ مفتی اعظم ”شجرہ عالیہ نقشبندیہ“ کراچی ادارہ مسعودیہ ۲۰۰۲ء
- ۲۷۸۔ محمد مظہر اللہ شاہ مفتی اعظم ”خزینۃ الخیرات“ کراچی ادارہ مسعودیہ ۲۰۰۲ء
- ۲۷۹۔ محمد امین شرفپوری ”تذکرہ اولیاء نقشبند“ لاہور ۱۹۸۸ء
- ۲۸۰۔ محمد یوسف نقشبندی ”جوہر نقشبندیہ مظاہر چوراہیہ“ فیصل آباد ۱۹۷۹ء
- ۲۸۱۔ محمد طفیل خوجہ تحریک پاکستان میں سیالکوٹ کا کردار“ سیالکوٹ ۱۹۸۶ء
- ۲۸۲۔ محمد یونس باڑی، حاجی ”انوار مظہریہ“ کراچی ضیاء الاسلام ۲۰۰۲ء
- ۲۸۳۔ محمد یونس باڑی، مولانا ”یادگار مجدد الف ثانی“ کراچی ادارہ مسعودیہ ۲۰۰۲ء
- ۲۸۴۔ محمد نور بخش توکلی ”مشائخ نقشبند“ لاہور ضیاء القرآن پبلیکیشنز ۱۹۷۰ء
- ۲۸۵۔ محمد عدیل عباسی قاضی ”تحریک خلافت“ دہلی ۱۹۷۸ء
- ۲۸۶۔ محمد حنیف شاہد ”اسلام اور قائد اعظم“ لاہور ۱۹۷۴ء
- ۲۸۷۔ محمد احمد خان ”اقبال کا سیاسی کارنامہ“ لاہور ۱۹۷۷ء
- ۲۸۸۔ محمد علی چوہدری ”ظہور پاکستان“ لاہور ۱۹۷۲ء
- ۲۸۹۔ محمد اسد اللہ شاہ، پروفیسر، سید ”تذکرہ شعرائے شاکھر“ کراچی ۱۹۵۱ء
- ۲۹۰۔ محمد لائق زرداری، ڈاکٹر ”سندھ کی سیاسی جدوجہد“ حیدر آباد ۱۹۸۳ء
- ۲۹۱۔ محمد شفیع اوکاڑوی، مولانا ”خطیب پاکستان“ کراچی اکادمی العالمی س.ن
- ۲۹۲۔ محمد فضل، مولانا ”سوانح حیات (حضرت خولجہ محمد خان عالم)“ جہلم مکتبہ نسیم ۱۹۸۴ء
- ۲۹۳۔ میر ولی الدین ”قرآن اور تصوف“ دہلی ندوۃ المصنفین ۱۹۵۲ء
- ۲۹۴۔ مسلم بن الحجاج القشیری ”کتب الازہد“ جلد ۲ کراچی، ایچ ایم سعید س.ن
- ۲۹۵۔ مسلم، امام، ”صحیح مسلم“ کراچی، نور محمد ۱۳۷۵ھ

- ۲۹۶۔ موسیٰ خان جلال ذکی "فلسفہ تصوف" لاہور، دی پبلیکیشنز ۲۰۰۲ء
- ۲۹۷۔ معین الدین احمد ہندی "تباہین" اعظم گڑھ، مطبع معارف ۱۳۷۶ھ
- ۲۹۸۔ ثار احمد جان سرہندی، پروفیسر "الاصلاح" حیدرآباد، نفیس پرنٹنگ ۲۰۰۳ء
- ۲۹۹۔ نبی بخش خان بلوچ "شاہ جوسا الو سندھی"، جلد ۱۔ حیدرآباد، سندھی ادبی بورڈ ۱۹۹۸ء
- ۳۰۰۔ نجیب فاروق اختر "تحریک آزادی" لاہور، علمی کتب خانہ ۱۹۷۵ء
- ۳۰۱۔ نظام الدین اولیاء (مرتب) "راحتہ القلوب از خواجہ فرید الدین گنج شکر" ۱۲۳۵ھ
- ۳۰۲۔ نظامی، خلیق احمد "تاریخ مشائخ چشت" دہلی، ندوۃ المصنفین ۱۹۵۳ء
- ۳۰۳۔ نور احمد خان فریدی، مولانا "تاریخ ملتان" جلد ۲۔ ملتان ۱۹۷۳ء
- ۳۰۴۔ نور الدین ابوسعید "اسلامی تصوف اور اقبال" کراچی، اقبال اکیڈمی ۱۳۷۷ھ
- ۳۰۵۔ نور احمد ربانی، سلامی، ڈاکٹر "کشف العرفان" کراچی ایسٹ پبلیشرز ۱۹۹۸ء
- ۳۰۶۔ ولی الدین محمد بن عبد اللہ خطیب "مشکوٰۃ المصابیح" کراچی قدیمی کتب خانہ ۱۳۶۸ھ
- ۳۰۷۔ ولی اللہ شاہ، دہلوی "لمحات" حیدرآباد شاہ ولی اللہ اکیڈمی ۱۹۷۵ء
- ۳۰۸۔ ججوری علی بن عثمان سید المعروف داتا گنج بخش "کشف المحجوب" لاہور شیخ ظفر محمد اینڈ سنز ۱۳۳۵ھ
- ۳۰۹۔ ہاشمی سید فرید آبادی "تاریخ مسلمانان پاک و بھارت" کراچی انجمن ترقی اردو ۱۹۵۳ء
- ۳۱۰۔ ہاشمی سید "تاریخ ہند" حیدرآباد (دکن) کوکاب طبع سرکار عالی ۱۹۲۱ء
- ۳۱۱۔ ہمدن جمیل "بابر سے ظفر تک" لاہور مدینہ پرنٹنگ ہاؤس ۱۹۶۳ء
- ۳۱۲۔ یوسف اللہ بخش، "سرحد اور جدوجہد آزادی" لاہور مرکزی اردو بورڈ ۱۳۸۸ھ
- ۳۱۳۔ یوسف اللہ بخش، "مختصر تاریخ کشمیر" کراچی یوسفی اینڈ یوسفی ۱۹۵۳ء
- ۳۱۴۔ یوسف سلیم، پروفیسر چشتی "تاریخ تصوف" لاہور مطبوعہ علماء اکیڈمی محکمہ اوقاف س.ن
- ۳۱۵۔ یوسف بن احمد، "انیس الخاطر و جلس المسافر" بمبئی آقا بزرگ شیرازی ۱۲۹۱ھ
- ۳۱۶۔ یوسف سلیم چشتی، "اسلامی تصوف" لاہور انجمن خدام القرآن ۱۹۷۶ء

رسائل

نمبر شمار	ماہنامہ / مجلہ	مقام اشاعت	شمارہ
۳۱۷۔	انوار الصوفیہ	لاہور	شمارہ فروری ۱۹۱۵ء
۳۱۸۔	انوار الصوفیہ	لاہور	شمارہ جولائی ۱۹۱۸ء
۳۱۹۔	انوار الصوفیہ	لاہور	شمارہ نومبر، دسمبر ۱۹۲۰ء
۳۲۰۔	انوار الصوفیہ	لاہور	شمارہ جنوری، فروری ۱۹۲۱ء
۳۲۱۔	انوار الصوفیہ	لاہور	شمارہ مارچ ۱۹۲۲ء
۳۲۲۔	انوار الصوفیہ	لاہور	شمارہ نومبر، دسمبر ۱۹۲۲ء
۳۲۳۔	شمس اسلام	سرگودھا	شمارہ جنوری ۱۹۳۲ء
۳۲۴۔	انوار الصوفیہ	سیالکوٹ	شمارہ جون، جولائی ۱۹۳۷ء
۳۲۵۔	انوار الصوفیہ	لاہور	شمارہ مئی ۱۹۳۸ء
۳۲۶۔	الفقیہہ	امر تسر	شمارہ مئی ۱۹۳۸ء
۳۲۷۔	الفقیہہ	امر تسر	شمارہ نومبر، دسمبر ۱۹۳۹ء
۳۲۸۔	الفقیہہ	لاہور	شمارہ اپریل ۱۹۴۰ء
۳۲۹۔	الفقیہہ	سیالکوٹ	شمارہ اکتوبر ۱۹۴۰ء
۳۳۰۔	الفقیہہ	قصور	شمارہ اگست ۱۹۴۱ء
۳۳۱۔	الفقیہہ	امر تسر	شمارہ جولائی ۱۹۴۲ء
۳۳۲۔	الفقیہہ	امر تسر	شمارہ اکتوبر ۱۹۴۵ء
۳۳۳۔	دبدبہ سکندری	راپور	شمارہ اکتوبر ۱۹۴۵ء
۳۳۴۔	الفقیہہ	امر تسر	شمارہ نومبر ۱۹۴۵ء
۳۳۵۔	الفقیہہ	امر تسر	شمارہ جنوری ۱۹۴۶ء

شماره فروری ۱۹۴۶ء	امر تسر	الفقیہہ	۳۳۶۔
مارچ ۱۹۴۶ء	لاہور	”اوج“ گورنمنٹ کالج شاہدرہ	۳۳۷۔
اکتوبر ۱۹۴۶ء	امر تسر	الفقیہہ	۳۳۸۔
مارچ ۱۹۵۴ء	میسور	تذکرہ شہ جماعت	۳۳۹۔
مئی ۱۹۵۹ء	سیالکوٹ	قلمی یادداشت	۳۴۰۔
اکتوبر ۱۹۶۰ء	سیالکوٹ	انوار الصوفیہ	۳۴۱۔
اگست ۱۹۶۱ء	قصور	انوار الصوفیہ	۳۴۲۔
دسمبر ۱۹۶۱ء	لاہور	وفاق	۳۴۳۔
جون ۱۹۶۲ء	سیالکوٹ	انوار الصوفیہ	۳۴۴۔
اکتوبر ۱۹۶۳ء	لاہور	سیارہ ڈائجسٹ	۳۴۵۔
اکتوبر ۱۹۶۶ء	لاہور	اردو ڈائجسٹ	۳۴۶۔
اگست ۱۹۶۶ء	سیالکوٹ	انوار الصوفیہ	۳۴۷۔
نومبر ۱۹۶۷ء	سیالکوٹ	انوار الصوفیہ	۳۴۸۔
نومبر ۱۹۶۸ء	کراچی	قومی زبان	۳۴۹۔
جنوری ۱۹۷۰ء	لاہور	زندگی	۳۵۰۔
اکتوبر ۱۹۷۰ء	سیالکوٹ	الحبیب	۳۵۱۔
اکتوبر ۱۹۷۱ء	قصور	انوار الصوفیہ	۳۵۲۔
فروری ۱۹۷۲ء	لاہور	سیارہ ڈائجسٹ	۳۵۳۔
مارچ ۱۹۷۳ء	کراچی	ترجمان اہل سنت	۳۵۴۔
اگست ۱۹۷۴ء	کراچی	پیام حق	۳۵۵۔
اگست ۱۹۷۴ء	بہاولپور	الہام	۳۵۶۔

۳۵۷۔	ترجمان اہل سنت	کراچی	اگست، دسمبر ۱۹۷۴ء
۳۵۸۔	ضیائے حرم	سرگودھا	دسمبر ۱۹۷۴ء
۳۵۹۔	چٹان	لاہور	جون ۱۹۷۵ء
۳۶۰۔	اخبار جہاں	کراچی	نومبر ۱۹۷۵ء
۳۶۱۔	پاک جمہوریت	لاہور	دسمبر ۱۹۷۵ء
۳۶۲۔	طاہر	لاہور	دسمبر ۱۹۷۶ء
۳۶۳۔	برگ گل مجلہ اردو کالج	کراچی	اپریل ۱۹۷۵ء
۳۶۴۔	انوار الصوفیہ	سیالکوٹ	مئی، جون ۱۹۷۶ء
۳۶۵۔	رضائے مصطفیٰ	گوجرانوالہ	جون ۱۹۷۶ء
۳۶۶۔	سلسبیل	لاہور	اگست ۱۹۷۷ء
۳۶۷۔	سات ستارے	لاہور	نومبر ۱۹۷۷ء
۳۶۸۔	ترجمان اہل سنت	کراچی	اکتوبر، نومبر ۱۹۷۸ء
۳۶۹۔	سلسبیل	لاہور	جولائی ۱۹۸۰ء
۳۷۰۔	سلسبیل	لاہور	ستمبر ۱۹۸۰ء
۳۷۱۔	سلسبیل	لاہور	دسمبر ۱۹۸۰ء
۳۷۲۔	سلسبیل	لاہور	اگست ۱۹۸۱ء
۳۷۳۔	فیضان سدرہ	لاہور	اگست ۲۰۰۴ء
۳۷۴۔	فیضان سدرہ	فیصل آباد	اگست ۲۰۰۴ء
۳۷۵۔	راہ ہدایت	کراچی	نومبر ۲۰۰۵ء
۳۷۶۔	راہ ہدایت	کراچی	دسمبر ۲۰۰۵ء

اخبارات

نمبر شمار	اخبار	مقام اشاعت	شماره
۳۷۷-	سندھ یونیورسٹی گزٹ	حیدر آباد	۱۳ جولائی ۱۹۵۷ء
۳۷۸-	جنگ	کراچی	۱۳ جولائی ۱۹۵۸ء
۳۷۹-	ڈان	کراچی	۱۲ جولائی ۱۹۵۸ء
۳۸۰-	جسارت	کراچی	۲۲ مئی ۱۹۷۱ء
۳۸۱-	نوائے وقت	لاہور	۲۲ مئی ۱۹۷۱ء
۳۸۲-	حریت	کراچی	۹ اگست ۱۹۷۱ء
۳۸۳-	تعمیر وطن	لاہور	۹ فروری ۱۹۷۲ء
۳۸۴-	نوائے وقت	لاہور	۱۲ مارچ ۱۹۷۲ء
۳۸۵-	امروز	لاہور	۱۰ نومبر ۱۹۷۴ء
۳۸۶-	الہام	بہاولپور	۱۴ مارچ ۱۹۷۵ء
۳۸۷-	الہام	بہاولپور	۲۱ مارچ ۱۹۷۵ء
۳۸۸-	الہام	بہاولپور	۲۹ اپریل ۱۹۷۵ء
۳۸۹-	المجاہد	کانپور	یکم اگست ۱۹۷۵ء
۳۹۰-	جنگ	کراچی	۱۱ فروری ۱۹۷۸ء
۳۹۱-	جنگ	کراچی	۲۰ فروری ۱۹۷۸ء
۳۹۲-	نوائے وقت	لاہور	۱۵ نومبر ۱۹۷۸ء
۳۹۳-	نوائے وقت	کراچی	۳ اگست ۱۹۸۲ء
۳۹۴-	جسارت	کراچی	۳ اگست ۱۹۸۲ء
۳۹۵-	ہلال پاکستان	کراچی	۴ اگست ۱۹۸۲ء
۳۹۶-	نوائے وقت	کراچی	یکم اکتوبر ۱۹۸۳ء



**The religious and reformative services of renowned Sufis of
SILSILA-E-NAQSHBANDIA MUJADIDIA (1841-2000)**

RESEARCHER:

MEHRBAN HUSSAIN

SUPERVISOR:

Prof. Dr. Abdul Rashid

(S.I)

DEPARTMENT OF QUR'AN AND SUNNAH

UNIVERSITY OF KARACHI

DEC 14, 2006

ABSTRACT

My thesis comprises of a preface, seven chapters, conclusion and bibliography of more than 350 selected books.

I reviewed that SUFIS in my thesis, who introduced SILSILA-E- NAQSHBANADIA MUJADIDIA in Pakistan and millions of people enlightened with the teachings, preaching and their behavior and character. Islam spread due to their efforts, not by General. Simple SUFIS conquered hearts specially SUFIS SILSILA-E- NAQSHBANADIA MUJADIDIA played pivotal role in this regards.

There is a widespread SILSILA of SUFIS from the early age if ISLAM to 21st century. Some SILSILA-E- TASWWUF left name only in the history and other books and their followers almost perished. I only reviewed active and unique SILSILA-E- NAQSHBANADIA MUJADIDIA. The reason is to remove misunderstandings from the minds of people especially researchers. I also want to spread the message of SILSILA-E- NAQSHBANADIA MUJADIDIA in its true spirit.

The teachings of SUFIS of SILSILA-E- NAQSHBANADI MUJADIDIA are the summery of the Holy QURAN and HADITHS-E-NABI (SAW). They insisted for following Shariah.

The SUFIS practiced on the holy teachings of Islam in their KHANQAS, which are studied on Madaris. SUFIS continued the moral and spiritual system of Islam in every period. They preached Islam and

spoke truth (KALMA-E-HAQ) in front of kings. They make people Muslim through their practices and high moral values.

I did investigative research on renowned SUFIS of SILSILA-E-NAQSHBANADIA MUJADIDIA in my thesis. These elders followed SHARIAH with full devotion and did hard struggle for making people followers of SHARIAH. They also experts of Deeni teachings and motivated people for getting religious teachings. They also stood for practical JIHAD against the non-Islamic practices sometimes.

I analyzed the work of SUFIS in different chapters of my research thesis. ALLAH gave us Pakistan in the result of prayers and struggle of these SUFIS. Now it is our duty to follow the lifestyle of these SUFIS to change our lives, but also to safeguard this country. This is blessing of ALLAH. We have to make our inner and outer in one color and prefer interests of nation on our personal interests.

Mehrban Hussain

Candidate For Ph.D

Dept of Qur'an and Sunnah

University of Karachi.

Dec 14, 2006.

412. Fazale Kareem *Kashmir is bleeding* National Book Foundation Islamabad.
413. Fazale Kareem *life of Muhammad (Sal-lal-laho Alaihiwasl-lam)* National Book Foundation Islamabad.
414. Muhammad Khalid, Sh. *Life of Muhammad (P.B.U.H)* Lahore unit Printing Press 1968 A.D
415. Power Davids *studies in Quran and Hadith* the formation of the Islamic law inheritance Berkeley university of California press. C,1986
416. Qureshi Muhammd Siddique, *Foreign policy of Hadrat Muhammad (S.A.W)* New Delhi Kitub Bhavan (c1991)
417. Rashida Patel, *Islamization of lows in Pakistan* Karachi faiza Publishers C1986.
418. Shah, Sirdar Ikbali Ali *Islamic Sufism*, Lahore the book house
419. Safdar Hussain *who was Muhammad (Pease Be Upon Him)* Lahore kazi Publications C1979
420. *The Principles of low making in Islam* Lahore Meezam publications on 1961 A.D
421. Waliuddin Mir, *the Qaranic Sufism* Delhi Motilal Banarsidass C1987
422. Yousuf Ali Abdullah *the Message of Islam* Lahore Islamic book foundation 1970 A.D
423. Zia Ul Haque *Landlord and peasant in early Islam* Islamabad Islamic research institute 1977 A.D.

397. Abdul Kadir Gilani, Syaid Abu Muhammad Futuh-al- Ghaib *Hazart Sheikh Mohyuddin* Lahore 1958. AD
398. Abdul Rehman Muhammad *The History of Afghans in India* Lahore, Pakistan Publishing House 1950. AD
399. Abu-Al-Mawahib Al-Shadhili *Illumination in Islam mysticism* Lahore 1938. AD
400. Abul Qasem Muhammad, *Salvation of soul and Islamic Devotions.* Landon Kegan Poul International 1983. AD
401. Arberry A.J *Sufism an Account of themystics of Islam* Landon Georgeallen 1950. AD
402. Arberry A.J *Sufism An Account of themystics of Islam* Landon Georgeallen 1972. AD
403. Abul Hasan Zaid Farooqi *Hazart Mujaddid of his Critics* Lahore Sind Sagar Printer 1982. AD
404. Abul Hasan Najmee Syed *Ismalic Legal Theory and the orientalisists* Lahore Premier Printer 1989. AD
405. Ameer Ali Syed, *The Spirits of Islam* Landon 1982 A.D
406. Bakhtiar Leleh *Sufi Expressions of the mystics quest* Singapore Thames and Hudson 1979A.D
407. Bakhtair Leleh *Sufi Expressions of the mystics quest* Singapore Thames and Hudson 1979A.D
408. Bird wood *Khaki and gown* Landon wodlock go co 1921 A.D
409. Khan Riaz Ahmed *the Muslims world Strategy for development through science and technology* Motamar Al Alam al Islam Karachi. 1988. A.D
410. Khalid Mehmood Shaikh, *Hadith and its Literary style.* National Book Foundation Islamabad 2001 A.D
411. Fazale Kareem *The emergence of Pakistan* National Book Foundation 1996 AD.